اسلام کی ہمہ گیر اور آفاقی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ

سوئے حجاز

لاہور

جنوری تا اپریل 2021

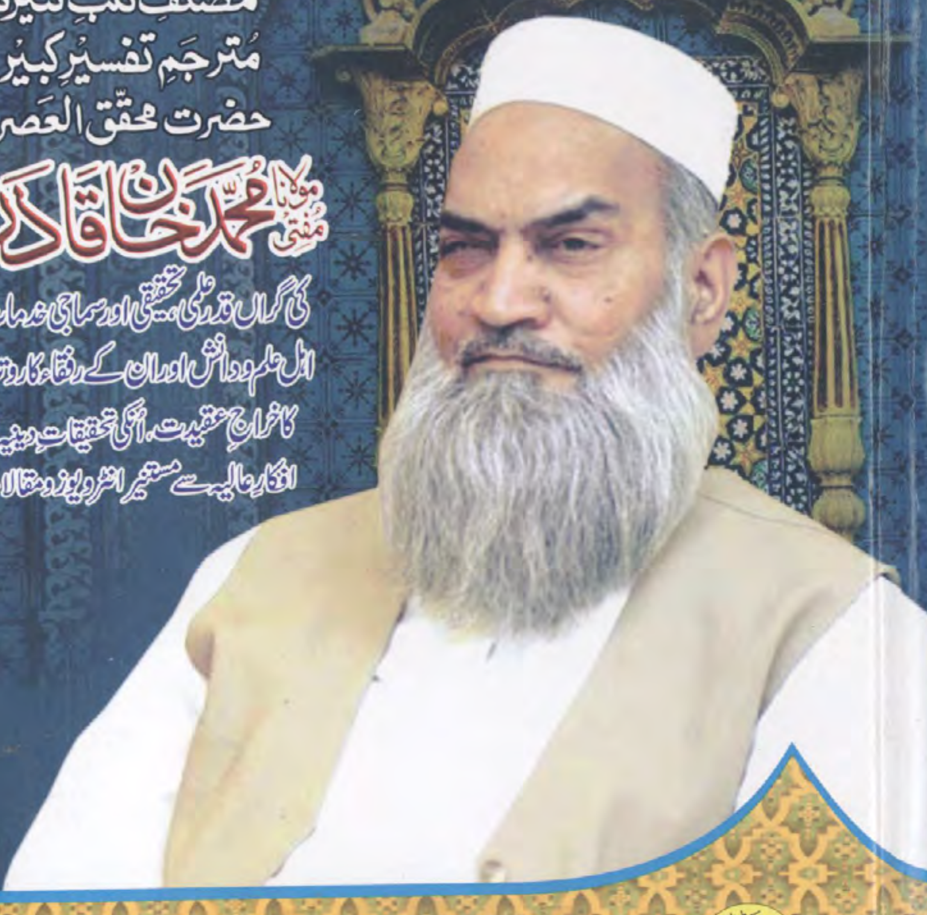
مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال

حضرت محقق العصر نمبر

مُصنّفِ کُتبِ کثیرہ
مُترجمِ تفسیرِ کبیر
حضرت محقّق العصر

مُفتی مولانا محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

کی گراں قدر علمی، تحقیقی اور سماجی خدمات پر
اہل علم و دانش اور ان کے رفقاء کار و تلامذہ
کا خراجِ عقیدت، انکی تحقیقاتِ دینیہ اور
افکارِ عالیہ سے مستنیر انٹرویوز و مقالات



چیف ایڈیٹر
علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

حضرت محقق العصر نمبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط مَنْ

ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا

شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ ۝

قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝
وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَ
لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ
دِيْنُكُمْ وَلِىَ دِيْنِ ۝

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اَحَدٌ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَ
مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ۝
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝
اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ
الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ
فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

ماہنامہ
سوئے حجاز لاہور

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کی مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال

نامور عالم دین، محقق و مصنف، مترجم و مدرس

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

کی یادوں اور گراں قدر خدمات کا اعترافیہ

حضرت محقق العصر نمبر

2021ء کے پہلے چار شماروں پہ محیط

چیف ایڈیٹر
محمد خلیل الرحمن قادری
0300-4001802

ایڈیٹر
ملک محمد محبوب الرسول قادری
0321-9429027

اشاعتِ خاص

اسلام کی ہمہ گیر اور آفاقی دعوت کا ترجمان

حضرت محقق العصر نمبر

ماہنامہ

سوئے حجاز

لاہور

شمارہ نمبر 1,2,3,4

جلد نمبر 27

جنوری تا اپریل 2021ء

جمادی الثانی تا رمضان المبارک 1443ھ

زیرِ سرپرستی

محقق العصر

مفتی محمد خان قادری

Ph : 35300353
Fax: 35300354

قیمت خاص شمارہ 500 روپے

سالانہ خریداری:
بذریعہ عام ڈاک 500 روپے
بذریعہ رجسٹری 1160 روپے
وی پی بذریعہ رجسٹری 1300 روپے

بدل اشتراک

مشرقِ وسطیٰ:............ 20 امریکی ڈالر سالانہ
یورپ:............ 20 پاؤنڈ سالانہ
امریکہ، نیوزی لینڈ:...... 25 امریکی ڈالر سالانہ
آسٹریلیا، کینیڈا............ 25 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کے لیے: ماہنامہ سوئے حجاز کی پی ایس اکاؤنٹ نمبر 2-50 مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ لٹن روڈ برانچ لاہور

E-mail: suehijaz@hotmail.com
jislamia@hotmail.com

ناشر: محمد خلیل الرحمن قادری، طابع محمد جاوید اقبال، مطبع: طیب اقبال پرنٹرز

مقام اشاعت: کاروان اسلام جامعہ اسلامیہ لاہور مین بلیوارڈ، ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

حسنِ ترتیب

باب ③۔۔۔۔۔۔۔لمحہ لمحہ مشاہدات

باب ④۔۔۔۔۔اسلاف واحباب کی نظر میں

باب ⑤۔۔۔۔۔۔۔افکار و تعلیمات

باب ⑥۔۔۔۔۔۔۔روبرو (انٹرویوز)

باب ⑦ ۔۔۔۔۔۔۔ تحقیقات

باب ⑧ ۔۔۔۔۔ محقق العصر حلقۂ یاراں میں

باب ⑨۔۔۔معاصر اور تلامذہ کی نظر میں

باب ⑩۔۔۔۔۔۔مکاتبت

باب ⑪ ۔۔۔۔۔۔ قابل فخر تلامذہ کے تاثرات

باب ⑫ ۔۔۔۔۔۔ فرزند اکبر کے تاثرات

باب ⑬ ۔۔۔۔۔۔ اعترافِ عظمت

باب ⑭ ۔۔۔۔۔۔۔ متفرقات

ہدیۂ تشکر و تحسین

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کا حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں اس جامع اور ضخیم "محقق العصر نمبر" کی اشاعت وتدوین میں مضامین تاثرات لکھنے والے تمام معزز شخصیات ومعاونین کا بے حد شکریہ۔ پروف ریڈنگ کے حوالہ سے بزرگ صحافی محترم نواز احمد اعوان صاحب اور عزیز گرامی صاجزادہ شمائل اشرف درانی کے خصوصی تعاون اور انتھک محنت پر ادارہ ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی صحبت وکوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول بخشے اور دارین میں جزاکے خیر سے نوازے۔ آمین

ملک محبوب الرسول قادری

(ایڈیٹر) ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور

افکارِ تازہ

کچھ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اور "محقق العصر نمبر" کے بارے میں

قانون قدرت ہے کہ ہر آنے والے کو بہر حال اپنے متعینہ مقررہ وقت پر ضرور واپس جانا ہے آمدورفت کا یہ سلسلہ ازل سے ابد تک جاری و ساری رہے گا۔ جریدۂ عالم پہ محنت و کوشش کے ذریعہ سے بے شمار شخصیات نے اپنے اپنے کارناموں اور کارہائے نمایاں کا سکہ منوایا۔ ہمارے بزرگ عالم دین، مصنف کتب کثیرہ، مترجم تفسیر کبیر، شارح سلام رضا، شارح اج سک متراں دی، مترجم فتاویٰ رضویہ (متعدد جلدیں)، دانشور، مبلغ و مصلح حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جہاں ناپائیدار میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دین اسلام کی خدمت اور سرکار خاتم الرسل و خاتم الانبیاء ﷺ کی غلامی کے لئے بے شمار علمی، تدریسی، ابلاغی، تبلیغی، سماجی، فلاحی اور رفاہی خدمات سرانجام دیں۔ وہ ایک صاحب بصیرت باعمل عالم دین تھے ان کا حلقۂ احباب عرب و عجم تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے علمی و تحقیقی ذوق پر عالم عرب کے نامور عالم دین اور کویت کے سابق وفاقی وزیر فضیلۃ الشیخ السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ مضبوط شہادت ہے کہ "عرب دنیا کے باسی تو ہم ہیں لیکن شمائل نبوی ﷺ پر عربی لٹریچر کا بڑا ذخیرہ آپ کی محمدیہ لائبریری جامعہ اسلامیہ لاہور میں ہے۔"

آپ ادارہ منہاج القرآن کے بانی رُکن تھے۔ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ انہوں نے تفسیر کبیر کا اُردو ترجمہ کیا۔ دنیا بھر میں انہوں نے ہزاروں تبلیغی و اصلاحی اجتماعات سے خطاب کیا ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں، تراجم کئے۔ مدت مدید تک مسند تدریس کی آبرو بنے رہے۔ صرف ونحو سے لے کر حدیث شریف اور تفسیر قرآن تک خدمات سرانجام دیں۔

چونکہ وہ ایک جری و بے باک عالم تھے تو انہیں دلیل اور حوالہ کی بنیاد پر کسی بھی شخصیت سے اختلاف رائے کا اظہار کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ وہ وحدت اُمت اور اتحاد اہل سنت کے قائل تھے اور داعی و علمبردار بھی۔ انہوں نے دینی طبقات کے مابین پائی جانے والی انارکی و انتشار اور

اختلافات کو ہر موقع پر مٹانے اور ختم کرنے کے لئے مستعد کردار ادا کیا۔ وہ اُمت مسلمہ کی زبوں حالی پر نالاں اور دُکھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اعلاء کلمۃ الحق اور اقامت دین کے لئے ہمہ وقت مستعد رہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد کے لئے انہوں نے حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے الگ الگ متعدد ملاقاتیں کیں اور ان کے باہمی اتحاد کے لئے نہایت مؤثر اور نتیجہ خیز جدوجہد کی۔ اتحاد اُمت کے حوالہ سے انہوں نے تمام مسالک و مکاتیب فکر کے اہل علم پر مشتمل "ملی مجلس شرعی" قائم کر کے توانا اور مؤثر آواز سر بلند کی وہ اہل علم کے ساتھ ہمیشہ مضبوط رابطہ رکھتے تھے۔

آپ نوجوان علماء کی بے حد حوصلہ افزائی کرتے، حوالہ جات بتاتے تصنیف و ترجمہ اور فنون میں مہارت کے لئے فراخ دلی سے راہنمائی کرتے تھے۔ شریعت مطہرہ کی بالادستی کے کسی بھی پلیٹ فارم پر جانے سے انہیں کبھی کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی وہ رواداری اور برداشت کے داعی تھے ہمیشہ باوقار لہجہ میں بات کرتے اور اہل علم کو اسی نہج پر جدوجہد کی ترغیب دی۔

حضرت مفتی محمد خان قادری ایک مستغنی مزاج عالم تھے ان کی زندگی میں ان سے اکتسابِ علم کرنے والے بے شمار لوگوں کے چہروں کے نقاب ان کی رحلت کے بعد یوں کھلے کہ وہ تعزیت و تاثرات پر مبنی چند سطور لکھنے کے روادار تک نہ ٹھہرے۔ اور بعض نے از خود تحریریں بھجوائیں اور بار بار ان کی اشاعت کے بارے استفسار کرتے رہے۔ آپ کے زندگی بھر کے دینی و علمی اور رفیق اور ماہنامہ سوئے حجاز کے چیف ایڈیٹر علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری حفظہ اللہ شدید علیل ہیں اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کلی نصیب فرمائے۔ علالت طبع کے باوجود انہوں نے بڑی محنت سے حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور خدمات کی مختلف جہتوں پر مبنی برحقائق متعدد مضامین لکھے اور اہم شخصیات سے لکھوانے میں بھی محنت کی۔ اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ رب العالمین جملہ معاونین ادارہ کو دارین میں خیر سے نوازے۔ خدا کرے حضرت کی یادگار جامعہ اسلامیہ لاہور کی بہاریں برقرار رہیں اور یہ مادرِ علمی قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں سے گونجتی رہے ان کی قبر نور سے معمور ہو اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل کی نعمت وراحت ملے۔

غبارِ راہِ حجاز

ملک محبوب الرسول قادری 0321-9429027

(مدیر)

حضرت محقق العصر ۔۔۔۔۔۔۔

حیات و خدمات کے آئینہ میں

ملک محبوب الرسول قادری

نام : حافظ محمد خان قادری

والد : چوہدری فیروز دین

والدہ : سلیمہ بی بی

سن پیدائش : 1949ء

مقامِ پیدائش : بیریاں کلاں ضلع نارووال

قبیلہ : مہلو گجر

بھائی، بہن : 2 بھائی سوتیلے۔ 4 بہنیں سگی

ابتدائی تعلیم : بیریاں کلاں

حفظ قرآن : حضرت استاذ حافظ غلام احمد گولڑوی سلولی والے چوہاسیدن شاہ، ضلع جہلم

مادر علمی : جامعہ حاصلاں والا

جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ

جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف

جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ

جامعہ جماعتیہ علی پور سیداں شریف

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اساتذہ : حضرت مولانا سلطان احمد حاصلاں والا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عالم سیالکوٹی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نواز بھکھی
شیخ الحدیث حضرت مفتی عبدالحکیم شرف قادری
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی
حضرت مولانا شمس الزماں قادری
حضرت مفتی غلام سرور قادری
حضرت مولانا محمد رشید بندیالوی نقشبندی
رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نامور تلامذہ

ڈاکٹر ظہور اللہ
ڈاکٹر فضل حنان سعیدی
علامہ ظہیر احمد بٹ
پروفیسر ذوالفقار حسین
علامہ محمد عاصم سلیمان
علامہ محمد انوار حسین قادری
علامہ احمد بخش تو گیروی
علامہ محمد سجاد حسین شامی
ڈاکٹر علی اکبر الازھری
علامہ عبدالحی ڈیروی
میاں غلام شبیر قادری
علامہ حافظ محمد ریاض قصوری
حافظ غلام شبیر ایڈووکیٹ
قاری عبدالحمید نقشبندی
علامہ شیخ فرید احمد مظفر آباد
علامہ اختر عباس سرگانہ

علامہ محمد اسماعیل تابش
مولانا پیرزادہ احمد رضا قادری
پروفیسر حافظ محمد سلیم

حج وعمرے	:	7 حج اور 25 عمرے
شرفِ بیعت	:	بدست مبارک نقیب الاشراف بغداد شریف حضرت سیّدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ
اولاد	:	3 بیٹے۔ 2 بیٹیاں
بیٹے	:	علامہ محمد فاروق قادری محمد عثمان قادری محمد علی قادری
بیٹیاں	:	عائشہ فاطمہ
تصانیف	:	ڈیڑھ سو (150) سے زائد۔
تراجم	:	تفسیر کبیر کا ترجمہ "فضل قدیر" سمیت بیسیوں کتب
بانی رکن	:	1980ء۔ جامع مسجد رحمانیہ شادمان میں حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی مشاورت سے پروفیسر محمد طاہر القادری کے درسِ قرآن کا آغاز۔ ادارہ منہاج القرآن کے قیام کا فیصلہ آپ کی میزبانی میں منعقدہ اجلاس میں کیا گیا اور ادارہ منہاج القران کا نام بھی آپ ہی نے تجویز کیا۔
دینی خدمات	:	پروفیسر راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی کی کوششوں سے آپ کے زیر نگرانی اتفاق اکیڈمی کا قیام۔ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا قیام۔
1989ء	:	پاکستان عوامی تحریک کے قیام کے موقع پر ساتھیوں

سمیت ادارہ منہاج القرآن سے علیحدگی اور
اختلافات کا آغاز۔

21 مئی 1991ء : ادارہ منہاج القرآن سے استعفیٰ۔

1994ء : کرائے کی کوٹھی میں جامعہ اسلامیہ لاہور کا قیام۔

1995ء : آپ کی زیر نگرانی ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور کا
اجراء۔

1998ء : ہفت روزہ فیملی میگزین میں دینی راہنمائی کے لیے
سوال و جواب کا سلسلہ۔

: جامعہ اسلامیہ لاہور کے ذاتی کیمپس کا آغاز و اجراء۔

: محمدیہ لائبریری کا اجراء

اداروں کا قیام : کاروانِ اسلام
حجاز پبلی کیشنز لاہور
مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ لاہور

علمی وروحانی حلقۂ احباب : فضیلۃ الشیخ السیّد محمد بن علوی المالکی
سے چند شخصیات
فضیلۃ الشیخ السیّد یوسف ہاشم الرفاعی
حضرت شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی
شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی
علامہ عابد حسین پیرزادہ چکوال
علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
علامہ محمد اشرف نقشبندی سیالکوٹی
حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری
حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری
پیر سیّد محمد فاروق القادری

قاری سیّد صداقت علی شاہ
الحاج عبد الرشید فاروقی
حاجی محمد رمضان
امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبد الخالق قادری
پیر محمد امین الحسنات
مولانا احمد علی قصوری
رانا جاوید قادری
علامہ محمد اسلم شہزاد قادری
علامہ عتیق الرحمٰن مجددی
الحاج سہیل اقبال شیخ
الحاج محمد ثاقب آفتاب شیخ
حاجی شوکت علی
حاجی محمد عارف
حاجی شاہد اسماعیل
علامہ محمد شاہد جمیل اویسی
ڈاکٹر محمد امین
علامہ حافظ خان محمد قادری
علامہ سیّد محمد ظفر اللہ شاہ
علامہ اکرام اللہ زاہد قادری
علامہ محمد حیات قادری
صاحبزادہ سیّد محمد صفدر شاہ گیلانی
ملک محبوب الرسول قادری (راقم)

وفات : 16 مارچ 2020ء
بروز پیر بعد نماز عصر

نمازِ جنازہ	:	17مارچ2020ء
بمقام	:	ایکسپو سنٹر کے عقب میں آپ کے فرزند اکبر صاحبزادہ علامہ محمد فاروق قادری کی امامت میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔
تدفین	:	جامعہ اسلامیہ لاہور سے ملحق پلاٹ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔
محفل قل خوانی	:	18مارچ2020ء
پہلی سالانہ محفل ایصالِ ثواب	:	21مارچ 2021ء بروز اتوار جامعہ اسلامیہ لاہور میں منعقد کی گئی۔



زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے

(ثاقب لکھنوی)

باب 1

حمد و ثناء

نذرانہ ثنا رب جلیل اور نعت حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ساتھ ساتھ تفسیر کبیر سے سورۂ کوثر کا اردو ترجمہ "فضل قدیر" سے انتخاب

اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ

بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مسند آرائے بزمِ عطا۔۔۔۔۔(حمد باری تعالیٰ)

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے
کون مقبول ہے، کون مردود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
جب تُلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقسوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزم عطا کون ہے
اولیا تیرے محتاج اے ربِ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تری، ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے
میرا مالک مری سن رہا ہے فغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو نامہ بر کیا بلا ہے، صبا کون ہے
ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما، اس احد کے سوا دوسرا کون ہے
وہ حقائق ہوں اشیاء کے یا خشک و تر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ماسوا ایک اس ذات بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماوریٰ کون ہے
انبیاء، اولیاء، اہل بیتؓ، نبیؐ، تابعینؒ و صحابہؓ پہ جب آ بنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تُو نہیں ہے تو مشکل کُشا کون ہے
اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیرؔ! اس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

(پیر سید نصیر الدین گیلانی، گولڑہ شریف)

حشر میں ان کی شفاعت کے حوالے ہوں گے

ہم گنہ گاروں کو سرکار ﷺ سنبھالے ہوں گے
حشر میں ان کی شفاعت کے حوالے ہوں گے

نور آنکھوں میں تو چہروں پر اُجالے ہوں گے
مصطفیٰ ﷺ والوں کے انداز نرالے ہوں گے

شافع حشر کی رحمت انہیں دھو ڈالے گی
جو ورق دفترِ اعمال کے کالے ہوں گے

ہم تو اس شان سے پہنچیں گے درِ مولا ﷺ تک
چہرے پر گرد سفر، پاؤں میں چھالے ہوں گے

خود کو ناموسِ محمد ﷺ پہ جو قربان کریں
خُلد کے والی و وارث وہ جیالے ہوں گے

بخشوالیں گے خدا سے انہیں محبوبِ خدا ﷺ
طوق گردن میں غلامی کا، جو ڈالے ہوں گے

جنتی وہ ہیں جنہیں ان کی شفاعت پہ یقیں
وہ جو منکر ہیں، جہنم کے حوالے ہوں گے

ان کی ہر ایک صفت جب کہ ہے اعجاز، نصیرؔ!
ان کی مدحت کے بھی انداز نرالے ہوں گے

(پیر سید نصیر الدین گیلانی، گولڑہ شریف)

تفسیر سورۂ کوثر

از: صاحب تفسیر کبیرامام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: مفتی محمد خان قادری

یہ مکی سورت تین آیات پر مشتمل ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

مختصر ہونے کے باوجود اس سورت میں متعدد لطیف نکات بیان کیے گئے ہیں۔(ا) یہ سورت سابقہ سورت کے مقابل ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں چار باتیں بیان کی ہیں۔

(الف) بخل جوان الفاظ میں بیان ہوا۔

يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ پھر وہ، وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

(الماعون:۲،۳)

(ب) ترک نماز، اس آیت میں یہی مراد ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون:۵) وہ اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

(ج) نماز میں ریا کاری۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

(الماعون:٦)

(د) زکوۃ کی عدم ادائیگی، ان الفاظ میں بیان ہوا۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

(الماعون:۷)

اس سورۂ مبارکہ میں اس مقابل درج ذیل چار اوصاف کا ذکر ہے۔ بخل کے مقابلہ میں فرمایا اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی ہم نے آپ کو کثیر عطا فرمایا ہے۔ آپ بھی کثیر عطا کریں اور بخل نہ فرمائیں۔ ترک نماز کے مقابلہ میں فرمایا۔ فَصَلِّ، یعنی نماز پر ہمیشگی اختیار کرو۔ ریا کاری کے مقابلہ

میں فرمایا۔ لِرَبِّكَ، اپنے رب کی رضا کی خاطر نماز ادا کرو نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے۔ عدم ادائیگی زکوٰۃ کے مقابلہ میں فرمایا۔ اَنْحَرْ اس سے مراد قربانیوں کے گوشت کا صدقہ کرنا ہے۔ اس خوبصورت مناسبت کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں پھر سورۃ کا اختتام۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ، پھر فرمایا یعنی وہ منافق جس میں وہ چار خصائل بد ہیں وہ مر جائے گا اور دنیا میں اس کا کوئی اثر، نشانی اور خبر باقی نہیں رہے گی جبکہ آپ کی ذات گرامی کا معاملہ تو یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ذکر جمیل باقی رہے گا اور آخرت میں ثواب عظیم۔

(۲) اس سورۃ کے لطائف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سالکوں کے تین درجات ہیں۔ سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کے دل اور ارواح اللہ کے نور جلال میں مستغرق ہیں۔ دوسرا درجہ کہ وہ طاعات اور عبادات بدنیہ میں مصروف ہیں۔ تیسرا درجہ کہ اس مقام پر ہوں کہ نفس کو لذات حسیہ اور شہوات عاجلہ سے روکنے والے ہیں۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، مقام اول کی طرف اشارہ ہے وہ یوں کہ آپ ﷺ کی روح مقدس باقی ارواح بشریہ کی نسبت، کیمیت اور کیفیت میں ممتاز ہے۔ کیمیت میں اس لیے کہ وہ تمام مقدمات میں آگے ہے اور کیفیت میں اس لیے کہ مقدمات سے نتائج کی طرف تمام ارواح سے تیز منتقل ہونے والی ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ۔ دوسرے مرتبے کی طرف اشارہ ہے۔ وَانْحَرْ تیسرے مرتبے کی طرف کیونکہ نفس کو لذات عاجلہ سے روکنا یہ نحر اور ذبح کا درجہ ہی رکھتا ہے۔ پھر فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ جس کا مفہوم یہ ہے وہ نفس جو تمہیں ان محسوسات اور شہوات عاجلہ کی دعوت دیتا ہے وہ سب کی سب فنا ہونے والی ہیں اور آپ کے رب کے ہاں باقیات صالحات ہی بہتر ہیں اور وہ سعادات روحانیہ اور معارف ربانیہ باقی رہنے والی ہیں۔ اب ہم باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔

اہم فوائد:

(۱) یہ سورۃ پہلی تمام سوتوں کا تتمہ اور مابعد سورتوں کے لیے اصل کا درجہ رکھتی ہے۔ ماقبل سورتوں کے لیے تتمہ یوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ والضحیٰ میں حضور سرور عالم ﷺ کی مدح اور آپ کے تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں۔ سورہ کے شروع میں ایسی تین اشیاء کا ذکر کیا جن کا تعلق آپ کی نبوت سے ہے، پہلی آیت یہ ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ اور تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا۔
(والضحیٰ:۳)

دوسری آیت ہے،
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ اور پچھلی بے شک تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔
(والضحیٰ:۴)
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔
(والضحیٰ:۵)

پھر اس سورت کا اختتام آپ کے ایسے تین احوال پر کیا گیا جن کا تعلق دنیا سے ہے۔
اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ اور کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔
(والضحیٰ:۶،۷،۸)

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الم نشرح کی آیات میں آپ ﷺ کو عطا فرمودہ تین مقامات کا ذکر فرمایا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ والتین میں تین مقامات عالیہ کا ذکر فرمایا۔(۱) آپ کے شہر کی قسم یاد کرتے ہوئے کہا:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ آپ کی امت کے لیے جہنم کی آزادی کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۳) امت کو حاصل ہونے والے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۔ ان کے لیے بے حد ثواب ہے۔ اس کے بعد سورۂ اقراء میں بھی تین شانوں کا ذکر فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ یعنی قرآن حق کو اپنے رب کے نام پر مدد سے پڑھو۔
(سورہ علق:۱)

دوسرا آپ کے دشمن پر قہر و غضب کا نزول فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ اب پکارے اپنی مجلس کو، ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں اور سجدہ کرو۔

تیسرا آپ کے قربت کاملہ عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۩ اور میرے قرب ہو جاؤ۔

اس کے بعد سورۃ القدر میں آپ ﷺ کا شرف عطا کرتے ہوئے لیلۃ القدر کے تین فضائل بیان فرمائے۔ (۱) یہ رات ہزار مہینے سے افضل ہے۔ (۲) اس میں ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا ہے۔ (۳) یہ طلوع فجر تک سلامتی کی رات ہے۔ اس کے بعد سورۂ لم یکن میں آپ کو شرف عطا کرتے ہوئے آپ کی امت کی تین شانیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ہے، دوسری کہ رب کے ہاں ان کے لیے بطور جزاء جنتیں ہیں، تیسری ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اس کے بعد سورۃ زلزال میں تین شانیں بیان کیں۔ ایک يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا، یہ فرمان بتا رہا ہے کہ زمین قیامت کے روز آپ کی امت کی اطاعت وعبادت پر گواہی دے گی دوسرا ارشاد فرمایا کہ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ جو واضح کر رہا ہے کہ بروز قیامت امت کی عبادات ان کے سامنے لائی جائیں گی جس سے وہ خوش اور مسرور ہوں گے۔ تیسرے ارشاد فرمایا فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ بلاشبہ اللہ کی مغفرت ہر عظیم سے عظیم تر ہے اس پر ثواب کا اعزاز بھی آپ کی امت کو حاصل ہوگا۔

پھر سورۃ العادیات، آپ ﷺ کی امت کے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم یاد فرمائی اور تین صفات کا ذکر کیا۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (والعدیات ۱، ۲، ۳)

قسم ان کے جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی، پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر، پھر صبح ہوتے حملہ کرتے ہیں۔

پھر سورۃ القارعۃ میں آپ کی امت کے بارے میں تین امور کا ذکر کیا۔ ایک فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ دوسرا اُمت بڑی اعلیٰ زندگی میں ہوگی اور تیسرا اس کے دشمن جہنم کی آگ میں ہوں گے۔

اس کے بعد سورۃ التکاثر میں آپ کے دین اور شریعت سے اعراض کرنے والوں پر تین طرح کے عذاب کا ذکر کیا (۱) کہ دوزخ کو دیکھیں گے۔ (۲) انہیں جہنم کا عین الیقین حاصل ہوگا۔ (۳) انہیں ہر نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس کے بعد سورۃ عصر میں امت کی تین عظمتوں کا ذکر ہے۔ (۱) ایمان، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا (۲) اعمال صالحہ (۳) مخلوق کی اعمال صالحہ کی طرف راہنمائی اور وہ حق اور صبر کی تلقین ہے اس کے بعد

سورۃ الھمزہ میں فرمایا جس نے طعن اور طنز کیا۔ اس کی تین سزائیں ہیں ایک وہ اپنی دنیا سے نفع حاصل نہیں کرسکتا ارشاد ہوتا ہے۔ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا دوسرے اسے دوزخ میں پھینکا جائے گا اور دروازہ بند کر دیا جائے گا تاکہ نکلنے کی امید ہی باقی نہ رہے اس کا بیان ان الفاظ میں ہوا۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ

ھر سورۃ الفیل میں آپ کے دشمنوں کے مکروفریب اور سازشوں کا تین طرح سے رد کیا گیا۔ (۱) ان کی سازشوں کو ناکام کیا (۲) ان پر ابابیل کو مسلط کر دیا۔ (۳) ان کو روندڈالا گیا۔ اس کے بعد سورۃ الماعون میں آپ کے دین کی تکذیب کرنے والوں کے تین خصائل رزیلہ کا تذکرہ کیا۔ (۱) ان کا کمینہ پن اور گھٹیا سوچ کہ وہ یتیم کو دھکا دیتے اور مسکین کو کھانا دینے پر کسی کو ترغیب نہیں دیتے (۲) تعظیم خالق کو ترک کر بیٹھے کیونکہ وہ نمازوں سے اس قدر غافل ہوئے کہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نمازیں پڑھتے (۳) مخلوق کے نفع کے تارک، کہ وہ عام استعمال کی چیز بھی کسی کو نہ دیتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں ان مقامات عظیمہ اور فضائل کریمہ کا بیان کر دیا تو پھر فرمایا۔ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ یعنی ہم نے سابقہ سورۃ میں اس قدر کثیر بیان کردہ مناقب عطا فرمائے جن میں سے ہر اک دنیا و مافیہا سے عظیم تر ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہئے اور اس کے بندوں کی بہتر سے بہتر راہنمائی فرماتے رہیے اب عبادت رب یا تو نفس کے ذریعے ہوگی۔ ارشاد فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ مال کے ذریعے ہوگی فرمایا۔ وَانْحَرْ رہا معاملہ بندوں کی اصلاح اور دین و دنیا میں راہبری و بہتری کا۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ یہاں تک ثابت ہو گیا کہ یہ سورۃ ماقبل سورۃ کے لیے تتمہ کا درجہ رکھتی ہے۔ رہا اس کا مابعد سورۃ کے لیے اصل ہونا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے بعد تمام اہل دنیا کو کفر کے حوالے سے فرمایا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ

نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے لوگوں کے مذاہب اور ادیان پر تاسف ان کے ارواح اور اموال سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے مال او ارواح اپنے ادیان کی مدد کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اب لوگوں کے مذہب پر طعن کرنا دیگر طعنوں کی نسبت عداوت و بغض میں شدید تر ہے جب آپ کو حکم دے دیا گیا کہ دنیا کی پرستش کرنے والوں کو کافر اور ان کے ادیان کو باطل قرار دے دو۔ اب لازم ہے کہ تمام اہل دنیا آپ کی انتہائی مخالفت پر اتر آئے۔

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نگاہ ڈالیں وہ فرعون اور اس کے لشکر سے خوف رکھتے تھے لیکن یہاں آپ حضرت محمد ﷺ کو دیکھیں جو تمام اہل دنیا کی طرف مبعوث ہیں اور ہر مخالفت فرعون کی طرح ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس خوف شدید کو تدبیر لطیف کے ساتھ زائل کرنے کا یوں انتظام فرمایا کہ اس اعلان والی سورت سے پہلے اس سورۃ کو نازل فرما دیا کیونکہ ازالہ خوف کی متعدد صورتیں ہیں۔

ازالہ خوف کی متعدد صورتیں:

ارشاد باری تعالیٰ۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ نے خوف کا ازالہ متعدد وجوہ سے کیا۔ (۱) اس ارشاد عالی میں دنیا کی خیر کثیر کی عطا کا ذکر ہے۔ لہٰذا یہ اللہ کی طرف سے آپ کی مدد اور حفاظت کا وعدہ ٹھہری۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔ اے نبی تیرے لئے اللہ کافی ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے۔ تیسرے مقام پر فرمایا۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ تو جس شخصیت کی حفاظت کا ضامن خود اللہ ہو وہ کسی سے کیسے خوف رکھ سکتی ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فرمایا تو یہ الفاظ دنیا کے تمام خیرات اور آخرت کے تمام خیرات پر مشتمل ہے دنیا کی خیرات، جب تک آپ مکہ میں رہے حاصل نہ ہوئیں اور اللہ کے کلام میں وعدہ خلافی کا امکان تک نہیں۔ تو حکمت الٰہی میں یہ ضروری تھا کہ آپ بشارت و وعدہ کے ہیں کہ وہ نہ آپ کو شہید کر سکیں گے اور نہ ہی مطلوب اور نہ ہی کسی سازش کے ذریعے آپ کو ناکام کر سکیں گے بلکہ ہر آنے والا دن اضافہ اور قوت کا ہوگا۔

(۳) جب آپ ﷺ نے مخالفین کے دین کا رد کیا اور انہیں ایمان کی دعوت دی تو انہوں نے اجتماعی طور پر آپ کو پیش کش کی کہ اگر آپ مال کے طالب ہیں تو ہم آپ کو اس قدر مال دیتے ہیں کہ آپ سے لوگوں سے غنی ہو جائیں اگر آپ کا مطلوب بیوی ہے تو آپ کا نکاح خوبصورت ترین عورت سے کروا دیتے ہیں، اگر آپ کا مطلوب حکومت ہے تو ہم آپ کو اپنا حکمران تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

لما اعطاك خالق السموات والارض خيرات الدنيا والاخرة. فلا تغتر بمالهم ومرعاتهم — جب آپ کو آسمانوں اور زمین کے خالق نے دنیا اور آخرت کی تمام خیرات عطا کردی ہے تو آپ ان کے مال اور پیش کشوں کی ہرگز پرواہ نہ فرمائیں۔

(۴) اللہ پاک کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی ہے۔لہٰذا یہ باری تعالیٰ کے ارشاد وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ کے قائم مقام بلکہ اس سے اعلیٰ ہے کیونکہ مالک جب براہ راست اپنے بندہ کی مکمل ذمہ داری اپنے ذمہ کرم پر لی تو یہ گفتگو کرنے کے اعتبار سے افضل واعلیٰ ہے بلکہ یہ دل کو بہت زیادہ قوت عطا کرتا ہے اور نفس کی بزدلی کو زائل کر دیتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے خطاب فرمانا یہ دل سے خوف اور نفس سے بزدلی کے ازالہ کی صورت ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس سورۃ کو سورہ الکافرون سے مقدم کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے خلاف اقدام کر سکیں اور تکلیف شاقہ کو جھیل سکیں اور ان کے معبودان باطلہ سے برآت کا اعلان کر سکیں۔ گویا یہ فرمایا گیا جب آپ میرے اس حکم پر عمل کریں گے تو آپ دیکھیں میں کس طرح اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے آپ کو غلاموں اور متبعین کی کثرت عطا کرتا ہوں اور اہل دنیا، اللہ کے دین میں فوج در فوج ہوں گے پھر جب دعوت اور شریعت کے اظہار کا کام مکمل ہو گیا تو ان چیزوں کو شروع کیا گیا جن کا تعلق احوال قلب اور باطن سے ہے۔ اس لئے کہ طالب کی طلب یا تو دنیا تک محدود ہوگی یا وہ آخرت کا بھی طالب ہوگا۔طالب دنیا کے لیے تو خسارہ، ذلت، رسوائی ہے پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔سورۃ ''تبت'' کا مفہوم یہی ہے۔رہا آخرت کا طالب اس کے بڑے احوال میں سے اعظم احوال یہ ہے کہ اس کا نفس اس آئینہ کی طرح ہو جائے گا جس میں موجودات کی سورتیں نقش ہو جائیں۔علوم عقلیہ میں یہ بات ثابت ہے کہ مخلوق پر صانع کی معرفت کے دو طریقے ہیں بعض وہ ہیں جنہوں نے صانع کو پہچانا اور اس کی معرفت سے مخلوقات کی معرفت ہوئی۔یہ طریق اشرف اور اعلیٰ ہے۔بعض نے اس کے برعکس کیا اور یہ عوام کا راستہ ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب کو اسی اعلیٰ طریق پر ختم کرتے ہوئے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور وہ سورۂ اخلاص ہے۔ پھر اس کے بعد مخلوق کے درجات کا بیان کیا۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۔ پھر نفس انسانی کے درجات کے ذکر پر اختتام کیا۔ اس کی وضاحت سورۂ مبارکہ کی تفسیر میں آجائے گی۔ پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی مبارک کتاب میں پوشیدہ اسرار مبارکہ کی معرفت عطا کرتا ہے۔

عالم دین کا مقام

کوئی کہہ رہا تھا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے اور دلیل دے رہا تھا کیونکہ زندہ اور مردہ ایک نہیں ہو سکتے۔ ہم نے وضاحت چاہی تو فرما گئے **الجہل کالموت** کہ جہالت مانند موت ہے۔

پھر ارشاد ربانی بھی تو ہے (تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟ نصیحت کو وہی مانتے ہیں، جو عقل والے ہیں۔ ۳۹/۳)

ابو العلاء کہتے ہیں، میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: لوگوں کی ہلاکت اور قیامت کی نشانی تو بتاؤ؟ فرمانے لگے، جب علماء اس دنیا سے اُٹھا لیے جائیں۔

آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان نہیں سنا کہ "اللہ رب العزت علم کو لوگوں میں سے ایسے نہیں چھین لے گا، بلکہ ان میں سے صحیح علماء کو اٹھا لے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا امام بنا لیں گے، جو بے علم فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ سارے شیطان مل کر اپنے سردار ابلیس کے پاس گئے اور کہا "ہمارے سردار! یہ تو بتاؤ، ایک عالم کی موت پر جتنا تم خوشی کا اظہار کرتے ہو اتنا کسی عبادت گزار جس نے عبادت الٰہی میں دن رات ایک کر دیا ہو، کی موت پر نہیں کرتے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

ابلیس نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ چلو، سارے ایک عبادت گزار کے پاس گئے جو کھڑا نماز میں مصروف تھا، انہوں نے کہا ہم آپ سے ایک سول پوچھنا چاہتے ہیں، وہ فارغ ہوئے اور کہا بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ تو ابلیس نے کہا، کیا تمہارا رب اس بات پر قادر ہے کہ پوری دنیا ایک انڈے میں سمو دے؟ اس نے کہا نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا دیکھا یہ شخص ایک ہی گھڑی میں کافر ہو گیا، پھر وہ ایک عالم کے پاس گئے جو اپنے حلقہ تدریس میں اپنے شاگردوں کے ساتھ خوش گپیوں اور باتوں میں مشغول تھے۔ انہوں نے کہا: ہم آپ سے کوئی سوال پوچھنا چاہتے ہیں، عالم دین نے فرمایا: پوچھو! ابلیس نے وہی سوال دہرا دیا، عالم دین نے فرمایا: جی ہاں! وہ بالکل ایسا کر سکتا ہے۔ ابلیس نے کہا وہ کیسے؟ عالم دین نے کہا: جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو گا تو فرمائے گا، کُن (ہو جا) تو ہو جائے گا، تو ابلیس نے کہا، دیکھا اس کو بھی جو اپنے آپ سے آگے نہیں بڑھتا اور اسے بھی دیکھو جو پورے جہان کو میرے خلاف

بھڑکا رہا ہے۔

اس لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز ایک نیک آدمی عبادت گزار اور عالم دین کو لایا جائے گا، عابد کو کہا جائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور عالم دین کو کہا جائے گا، تم گنہگار لوگوں کی جنت میں داخلے کے لیے سفارش کرو، تمہاری سفارش مانی جائے گی کیونکہ دنیا میں تم اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتے رہے اور لوگوں کے اخلاق سنوارتے رہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے روز عالم کے قلم کی سیاہی اور شہید کا خون برابر وزن کئے جائیں گے۔

حضرت کثیر بن قیس فرماتے ہیں، میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہا، اے ابو درداء رضی اللہ عنہ! میں شہر رسول ﷺ سے سفر کر کے تمہارے پاس فقط ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں جو آپ ہی بیان کرتے ہیں اس کے علاوہ کسی اور غرض سے نہیں آیا، تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا: جو عالم دین کے حصول کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ جنت کے لئے اس کا راستہ آسان بنا دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی میں چلتی مچھلیاں عالم دین کی مغفرت کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور عالم دین کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر اور انبیاء علیہم السلام کے وارث علماء ہی ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام دراہم دنانیر کا وارث کسی کو نہیں بناتے، وہ تو علم کے امین ہوتے ہیں اور یہی علم ان کی میراث ہوتی ہے۔ جس نے بھی علم دین حاصل کیا تو اس نے بہت بڑا حصہ نبی کریم ﷺ کی وراثت کا لیا۔

ابوبکر عمر عثمان علی

پندرہ خصلتیں

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

۱۔ جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔

۲۔ امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔

۳۔ زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

۴۔۵۔ شوہر بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان بن جائے۔

۶۔۷۔ آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔

۸۔۹۔ مساجد میں شور مچایا جائے۔ قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔

۱۰۔ آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔

۱۱۔ ۱۲۔ نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ مرد ابریشم پہنیں۔

۱۳۔ ۱۴۔ آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے اور گانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں۔

۱۵۔ اور اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں، خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔

(ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)

(ماہنامہ اعلیٰ افکار لاہور، مارچ ۱۹۹۷ء)

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(سید محمد خان رند)

باب 2

پیغامات

مقتدر دینی وروحانی وسماجی راہنماؤں کے خصوصی پیغامات کا کالم

قطعۂ تاریخ طباعت واشاعت

نتیجۂ فکر: صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحد رضوی

نیازِ دل فروز، سوئے حجاز کا محقق العصر نمبر

۱۴۴۲ھ

اِس میں ہے ذکر مفتی ملّت کا دوستو! نمبر جو چھپ رہا ہے یہ "سوئے حجاز" کا
محبوب قادری نے مرتّب کیا اِسے محمود سلسلہ ہے یہ کارِ ایاز کا
خدمات کا بھی ذکر ہے، ذکرِ کمال بھی کچھ اِس میں رنگ ناز کا، کچھ ہے نیاز کا
اہلِ نظر کے واسطے اِک ارمغانِ خاص اہلِ وِلا کے واسطے ساماں گداز کا
واحدؔ کو اِس کے سالِ طباعت کی فکر تھی ہاتف نے رنگ دیکھ کے اِس اِرتکاز کا
فوراً کہا کلید ہے اِس کی ذکا ذکا یہ قفل اب کھلے گا طباعت کے راز کا

نوٹ: لفظِ ذکا کے اعداد، دوبارہ شمار کرنے سے سالِ طباعت (۱۴۴۲ھ) برآمد ہوتا۔

☆☆☆

استفاضۂ سُوئے حجاز

۱۴۴۲ھ

بڑھ رہی ہے شبانہ روز عروس
نیا نمبر سُوئے حجاز کا ہے
اس طرح ہو گی آشکار فرید
اس کی تاریخِ چاپ کہتا ہوں

متاعِ محقق العصر نمبر

۱۴۴۲ھ

عزتِ مفتیِ محمد خاں
حضرت مفتی محمد خاں
عظمتِ مفتی محمد خاں
"حشمتِ مفتی محمد خاں"

۲۰۲۱ء

(صاحبزادہ محمد نجم الدین فاروقی سیالوی، گجرات)

محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار

حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کی اشاعت کا شدت سے اس لئے انتظار کروں گا کہ ملک محبوب الرسول قادری کے خصوصی نمبر پورا ایک دیوان ہوتے ہیں۔ علم ونور سے لبریز، سوئے حجاز کا زیر نظر، عالی مقام مولانا مفتی محمد خان قادری نمبر نوجوان نسل بالخصوص تصوف ودین اسلام کے طلباء کے لئے کسی طور پر بھی تبرک سے کم نہیں۔ اللہ پاک یہ مساعی قبول فرمائیں۔ آمین!!!

امیر اہل سنت، حضرت

پیر میاں عبد الخالق القادری

سجادہ نشین: درگاہ بھر چونڈی شریف۔ امیر مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

فتی محمد خان قادری اس دور کے وہ عظیم المرتبت عالم دین تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین کے فروغ کے لئے صرف کردی وہ ایک بیدار مغز دردمند عالم تھے علم دین کے فروغ کے لئے مسلسل جدو جہد کرتے رہے۔ دور حاضر میں مختلف الخیال علمی حلقوں اور دینی جماعتوں کو یکجا کر کے دینی اور ملی اقدار کے تحفظ کے لیے مشترکہ جدو جہد اور صاحبان علم نمائندہ افراد کو ایک مرکز پر جمع کرنا انکی ہمیشہ خواہش ہی نہیں رہی بلکہ انہوں نے ملی مجلس شرعی کے نام سے ایک وقیع علمی حلقہ قائم کیا تھا۔ مختلف موضوعات پر تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں اور اہم ترین دینی مسائل پر مشتمل عرب محققین کی بلند پایہ کتب کے تراجم بھی کروائے تفسیر کبیر کا بہت ہی سہل انداز میں ترجمہ مفتی صاحب (مرحوم) کا قابل تحسین علمی کارنامہ ہے انکی زندگی کا ہر لمحہ رجال کار کی تیاری میں گزرا۔ محقق علماء ایک بڑی تعداد کو ان سے شاگردی کی نسبت حاصل ہے۔ جامعہ اسلامیہ مفتی صاحب کی علمی یادگار ہے۔ یقیناً آپکی کمی ہر علمی اور تحقیقی فورم پر محسوس ہوتی رہے گی اللہ کریم بطفیل نبی کریم آپ کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انکی علمی فیضان کو امت مسلمہ کے لیے خیر کا باعث بنائے۔



شیخ القرآن، حضرت

مفتی محمد مختار احمد درانی

زینت مسند تدریس: جامعہ سراج العلوم خان پور ضلع رحیم یار خان

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ جیّد محقق عالم دین تھے۔ دینی طلباء کے اعلیٰ مربی و مصلح تھے اور تدریسی صلاحیت کے ساتھ ساتھ انہوں نے جو ضخیم تفسیر کبیر مکمل کا اُردو زبان میں ترجمہ "فضل قدیر" فرما کر اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا ہے جو رہتی دنیا تک اُن کا علمی اعلیٰ کارنامہ ہے نیز انہوں نے "جامعہ اسلامیہ لاہور" قائم فرمایا دینی دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج فرمایا جامعہ اسلامیہ لاہور سے ذی صلاحیت طالب علم تیار ہوئے یہ بھی آپ کا صدقہ جاریہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کے اکابر علما میں شمار ہیں عمر بھر جو انہوں نے علمی خدمات سرانجام دیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی مرقد مزید منور فرمائے۔ آمین ثم آمین



حضرت پیر طریقت،

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

مجھے یہ جان کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اسلام اور دنیا اہل سنت کی عظیم شخصیت محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے سلسلہ میں ایک خاص نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کی ان باکمال ہستیوں سے نئی نسل کو روشناس کرانا کسی جہاد سے کم نہیں۔ اہل سنت و جماعت کو جن ممتاز اور محقق علماء کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ ان میں ایک نمایاں نام مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

محقق العصر محمد خان قادری کی زندگی تعلیم، تلقین، تدریس و تبلیغ میں آراستہ تھی۔ مفتی صاحب کی اتحاد ملت کے لئے کی گئی کاوشوں کی مثال نہیں ملتی جن کو آپ اکٹھا کر کے تاریخ کا حصہ بنا رہے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ لاہور کا قیام جو کہ یقیناً علم کی روشنی پھیلانے کا اہم ذریعہ ہے۔ مفتی صاحب کی گراں قدر خدمات میں سے ایک ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مفتی صاحب کا شمار اہل سنت اور اکابرین ملت کی اس سنہری لڑی سے ہے جن کا احسان اہل سنت کی گردنوں پر ہمیشہ رہے گا۔ اسلاف کے کارناموں سے آگاہی اور روشناس کروانے کی اس کاوش کی شدید ضرورت تھی۔

فقیر مفتی صاحب کے بلندی درجات کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے بھی دُعا گو ہے کہ اللہ عزوجل آپ کی اس کاوش کو اپنی رحمت کے ساتھ قبول فرمائے اور آپ کے اخلاص و علم اور عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔

علامہ صاحبزادہ حضرت

پیر محمد نور المصطفیٰ رضوی

سجادہ نشین: حضرت محدث ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ڈوگراں

محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

اہلسنت کیلئے عزت ووقار کا استعارہ

حضرت شیخ سعدی شیرازی کا ایک شعر یوں ہے ؎

بگزار تا بگریم چوں ابر نو بہاراں   کز سنگِ نالہ خیزد روزِ وداعِ یاراں

"مجھے بہار کے بادلوں کی طرح فراوانی سے رونے دو کیونکہ دوستوں کی جدائی کے روز تو پتھر بھی نالہ وفریاد کرتے ہیں۔" آج حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کو ایک سال ہو رہا ہے مگر ان کی جدائی کا زخم ابھی تازہ ہے۔ وہ ایک بالغ نظر عالم ومحقق تھے اور ان کے کام ہمہ جہت تھے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی بساط سے بڑھ کر پورے ذوق وشوق اور جذبہ کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے تھے۔ تدریس، تصنیف، تالیف، ترجمہ، تبلیغ، اصلاح اُمت، وحدت امت، استحکامِ پاکستان ایسی ہر جہت میں کام کیا۔ تفسیر کبیر کا اُردو ترجمہ ان کا تاریخی کارنامہ ہے۔ وہ قوم کے اجتماعی دُکھ سکھ کے ہمدرد اور محسن تھے۔ انہوں نے اتحاد اہل سنت اور اتحاد امت کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ جامعہ اسلامیہ لاہور ماہنامہ سوئے حجاز اور ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ان کی کتابیں ان کی بہترین یادگار ہیں۔ مرحوم نے نہایت باوقار اور متحرک زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین جزا عطا فرمائے۔ ان کے رفیق خاص علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری زندگی بھر سائے کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ انجمن طلباء اسلام کے حوالہ سے ہمارے نہایت متحرک وفعال تنظیمی وتحریکی ساتھی برادرم ملک محبوب الرسول قادری اہل سنت کے بیدار دینی صحافی ہیں انہوں نے سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کے پلیٹ فارم سے ملک وملت کو نہایت اہم اور مفید علمی

ودینی لٹریچر فراہم کیا ہے اور گذشتہ ۲۶ برس سے ماہنامہ "سوئے حجاز" کے لیے ان کی مسلسل خدمات ناقابل فراموش ہیں اب وہ اپنے اسی جریدہ کا "حضرت محقق العصر نمبر" شائع کرنے جارہے ہیں ان کے تجربہ ومحنت اور حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے تیس سالہ رفاقت کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نمبر اپنے موضوع پر دستاویز ہوگا۔ اللہ کریم حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات دینیہ کو شرف قبول بخشے۔ مغفرتِ کاملہ فرمائے اور ان کے قائم کردہ اداروں کو خدمت دین کی توفیق ارزانی نصیب کرے۔ آمین



شیخ العلماء حضرت پیر طریقت زینت المشائخ

پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝

(سورۃ الفاطر:۲۸)

بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں، یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

(سورۃ الزمر:۹)

فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی اشاعت و سربلندی کے لیے علماء و اولیاء اور مجاہدین و شہدا کو اپنی جناب سے خاص توفیقات عطا کیں اور ہر ایک سے اپنی مشیت کے مطابق کام لیا۔ بیشک وہی قوی وقدیر ہے۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہیں علماء کرام سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں دین متین کو سمجھنے سمجھانے اور اشاعت دین کے لیے وقف کر دیں تھیں۔ اور آپ نے بہت کثرت سے کتابیں لکھ کر اپنے علمی معیار کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کیا۔ اور تفسیر کبیر کا ترجمہ کرنا قابل رشک ہے۔ مفتی صاحب پڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کیسے عزتوں سے نوازتا ہے۔ میں بار بار جس کو کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم پڑھائیں ان سے یہ بھی کہوں گا کہ قبلہ مفتی صاحب پر شائع ہونے والے اس نمبر کا مطالعہ بھی کریں تاکہ ان میں اپنے بچوں کو بھی دینی تعلیم پڑھانے کا جذبہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ملک محبوب رسول صاحب کو جزائے خیر سے نوازے کہ وہ مفتی صاحب کی کاوشوں کو اس نمبر کے ذریعے محفوظ کر رہے ہیں۔

جانشین امیر ملت، حضرت شیخ المشائخ

پیر سیّد منور حسین شاہ جماعتی

سجادہ نشین: دربار عالیہ حضرت امیر ملت علی پور سیّداں شریف

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کا عظیم علمی سرمایہ اور افتخار تھے وہ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد علی پور شریف آئے اس زمانہ میں میں نے بھی ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کی تھیں حضرت استاذ العلماء مولانا غلام رسول جماعتی کی تدریس کا بڑا شہرہ تھا۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے خوب اکتساب علم کیا۔ چند سال علی پور شریف رہے ان کی سب سے بڑی خوبی حق گوئی اور بے باکی تھی یہ وصف ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ علم وتحقیق کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرتے تھے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرتے تھے۔ بہت سارے معاملات سامنے آئے انہوں نے معروف عالم شارح مسلم و بخاری مولانا غلام رسول سعیدی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی سے مضبوط علمی بنیادوں پر علمی اختلاف کر کے اہل سنت کا موقف واضح کیا۔ مفتی صاحب کے دلائل اس قدر قوی تھے ان دونوں حضرات کو تادم واپسیں جواب دینے کی ہمت نہ ہوسکی۔ آپ اہل سنت کے نمائندہ اور ترجمان تھے۔ دربار عالیہ علی پور شریف کے ساتھ ان کا رابطہ ہمیشہ رہا۔ ان کی آواز قوی آواز تھی وہ جمہور کے اجتماعی موقف کے داعی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اگلی منزلیں آسان فرمائے۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے "حضرت محقق العصر نمبر" کے اجراء پر میں نامور قلم کار ملک محبوب الرسول قادری کو ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہوئے۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ

قطعۂ تاریخ سانحۂ ارتحال

حضرت علامہ محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

دے گئے داغِ جدائی ہمیں ہائے مفتی ایسے مفتی کہ جو تھے خوفِ خدا سے معمور
ایسے مفتی کہ جو تھے عاشقِ محبوبِ خدا ایسے مفتی کہ جو تھے نورِ ولا سے معمور
ایسے مفتی کہ جو تھے علم و عمل کا پیکر ایسے مفتی کہ جو تھے جہل و جہالت سے نفور
ایسے مفتی کہ جو تھے بغض و حسد کے دشمن ایسے مفتی کہ جو تھے صاحبِ اخلاص و غیور
ایسے مفتی کہ جو تھے اہلِ قلم کی زینت صاحبِ علم و فن و فہم و فہیم مشہور
ایسے مفتی کہ جو تھے شائقِ تحقیق انیق حق نے بخشا تھا جنہیں حسنِ ذکاء نورِ شعور
علم تفسیر ہو یا علم حدیث و سیرت اُن کی تحریر ہے بس نورِ ولا سے پرنور
اُن کی رحلت سے دل اہل محبت، پرغم کیسے رہ پائیں گے اِب اُن کے اَقارب مسرور
کُلُّ نَفْسٍ کا مگر حکم ہے سب پر جاری پیش ہونا ہے سبھی نے اُسی خالق کے حضور
"**غفراللہ لہ**" سالِ وصالش واحدؔ اس میں اعداد جو کم تھے ہوئے "کم" سے بھرپور

۱۴۴۱ھ

(نتیجۂ فکر: صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحد رضوی)

گلہائے عقیدت و محبت

آں محقق العصر مفتیٔ دوراں حضرت مولانا محمد خاں
ماہر ادب و فقہہ علم کلام بود شیخ الحدیث و القرآن
در خطابات شعلہ افشاں بود ناشرِ رضویت بہ جملہ جہان
یارِ محبوب قادری و صدیق حمیم ہم نفس، ہم خیال و ہم پیمان
ایں دُعائے فقیر حسنیؔ شنو بخش او را خدابہ خلد مکان

(علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی)

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
(شاد عظیم آبادی)

باب 3

لمحہ لمحہ مشاہدات

اس کالم میں قارئین کرام حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیمی تحریکی، علمی، تحقیقی جدوجہد کا مشاہدہ کریں گے

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و تحقیقی خدمات

تحریر: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

محترم مفتی محمد خاں قادری وہ بلند پایہ محقق ہیں جنہوں نے تحصیل علم کے بعد دینی علوم کی تدریس اور رجال کار کی تیاری کے ساتھ ساتھ طویل عرصے تک اپنے آپ کو مطالعہ میں مشغول رکھا۔ اس دور میں کثرت مطالعہ گویا ان کی غذا تھی لیکن لکھنے لکھانے سے انہیں سخت پرہیز تھا۔ چھوٹے موٹے مضامین اور مقالوں کے علاوہ جو انہوں نے مختلف جرائد کے لیے لکھے، انہوں نے تحقیقی و اشاعتی میدان میں کوئی قابل ذکر کام نہ کیا۔ کچھ کیا بھی تو وہ بوجوہ منظر عام پر نہ آسکا۔ آج سے پانچ چھ سال قبل انہوں نے مکمل شرح صدر کے ساتھ تصنیف و تالیف کو اپنی بھرپور زندگی کی اولین ترجیح بنالیا۔ تب سے ان کا قلم مسلسل حرکت میں ہے چنانچہ اس مختصر سی مدت میں ان کی تین درجن کے قریب کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں جبکہ درجنوں موضوعات پر کام ہو رہا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے اس تحقیقی و اشاعتی کام میں بے حد تنوع ہے انہوں نے کسی ایک جہت پر کام نہیں کیا بلکہ متعدد جہات کو اپنے احاطے میں لیا ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ انہوں نے آنے والے محققین کو تحقیق کے نئے نئے زاویے دیے ہیں۔ ان کے کام میں جہاں تسلسل نظر آتا ہے وہاں جدت بھی نظر آتی ہے۔ ثقاہت کے ساتھ ساتھ جاذبیت، دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ دردمندی، دلسوزی اور کثرت کے ساتھ تنوع نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کام کو نہ صرف اہل علم اور خواص میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے بلکہ عوام میں بھی بے حد مقبولیت نصیب ہوئی ہے۔ ان کے تحقیقی کام پر قدرے تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و تحقیقی خدمات

تحریر: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

محترم مفتی محمد خاں قادری وہ بلند پایہ محقق ہیں جنہوں نے تحصیل علم کے بعد دینی علوم کی تدریس اور رجال کار کی تیاری کے ساتھ ساتھ طویل عرصے تک اپنے آپ کو مطالعہ میں مشغول رکھا۔ اس دور میں کثرت مطالعہ گویا ان کی غذا تھی لیکن لکھنے لکھانے سے انہیں سخت پرہیز تھا۔ چھوٹے موٹے مضامین اور مقالوں کے علاوہ جو انہوں نے مختلف جرائد کے لیے لکھے، انہوں نے تحقیقی و اشاعتی میدان میں کوئی قابل ذکر کام نہ کیا۔ کچھ کیا بھی تو وہ بوجوہ منظر عام پر نہ آسکا۔ آج سے پانچ چھ سال قبل انہوں نے مکمل شرح صدر کے ساتھ تصنیف و تالیف کو اپنی بھرپور زندگی کی اولین ترجیح بنا لیا۔ تب سے ان کا قلم مسلسل حرکت میں ہے چنانچہ اس مختصر سی مدت میں ان کی تین درجن کے قریب کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں جبکہ درجنوں موضوعات پر کام ہو رہا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے اس تحقیقی و اشاعتی کام میں بے حد تنوع ہے انہوں نے کسی ایک جہت پر کام نہیں کیا بلکہ متعدد جہات کو اپنے احاطے میں لیا ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ انہوں نے آنے والے محققین کو تحقیق کے نئے نئے زاویے دیے ہیں۔ ان کے کام میں جہاں تسلسل نظر آتا ہے وہاں جدت بھی نظر آتی ہے۔ ثقاہت کے ساتھ ساتھ جاذبیت، دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ دردمندی، دلسوزی اور کثرت کے ساتھ تنوع نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کام کو نہ صرف اہل علم اور خواص میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے بلکہ عوام میں بھی بے حد مقبولیت نصیب ہوئی ہے۔ ان کے تحقیقی کام پر قدرے تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

تراجم

موصوف کے تحقیقی کام کی ایک نمایاں جہت مختلف کتب کے تراجم ہیں۔ پھر تراجم کے اس کام میں بھی بہت تنوع ہے۔

فتاویٰ رضویہ کا ترجمہ

صاحبانِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیف کردہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ رضویہ" فقہ اسلامی کا عظیم شاہکار ہے۔ جس کی ایک ایک سطر سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اس عظیم علمی ورثے کو اردو خواں طبقے تک پہنچانا از حد ضروری تھا۔ الحمد اللہ تعالیٰ مفتی صاحب نے اس کام کی اہمیت اور ناگزیریت کو محسوس کرتے ہوئے اب تک اس کی پانچویں سے دسویں جلد تک کا ترجمہ مکمل کرلیا ہے جس کی اشاعت کا بندوبست رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے کیا ہے۔ وہ باقی جلدوں کے ترجمے کا کام بھی بڑی تیزی سے مکمل کررہے ہیں۔ محترم مفتی صاحب کی اس عظیم کاوش کو دیگر علمائے کرام کے علاوہ ان کے اساتذہ محترم المقام حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے بھی بے حد سراہا ہے اور ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کی ہے۔

اسلاف کی کتب کے تراجم

اسلام کا بہت بڑا علمی سرمایہ عربی زبان میں ہے۔ ہمارے اسلاف امام سیوطی، امام زرقانی، علامہ خفاجی، ملا علی قاری، قاضی عیاض، شیخ عبدالغنی نابلسی، شاہ عبدالحق دہلوی، امام نبہانی، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کی بیش بہا تصانیف کے اردو تراجم کے ذریعے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ دنیا بھر میں جہاں اردو خوان طبقہ موجود ہے بدعقیدگی اور گمراہی و ضلالت کے آگے مضبوط بند باندھا جاسکتا ہے۔ محترم مفتی صاحب اس محاذ پر بھی پوری تندہی کے ساتھ سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔

اب تک انہوں نے حضرت شیخ احمد تلمسانی کی عظیم تصنیف "**فتح المتعال فی مدح النعال**" کا اُردو ترجمہ کیا ہے جو پوری آب و تاب کے ساتھ "فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے فضائل پر یہ اردو زبان کی جامع اور ضخیم ترین کتاب ہے جس کی سطر سطر میں عشاق کے لیے فرحت کا سامان موجود ہے۔

اسی طرح حضرت امام ابن رجب حنبلی کی کتاب "**الخشوع فی الصلوٰۃ**" اور حضرت ملا علی قاری کی تصنیف لطیف "**فصول مهمة فی حصول المتمه**" کا اُردو ترجمہ بھی مکمل کر چکے ہیں۔ ان دونوں کتب کا ترجمہ اور اسی موضوع پر ان کا اپنا خوبصورت مقالہ یکجا صورت میں "نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اردو زبان میں اس اچھوتے موضوع پر اس قدر جامع اور دل نشین کام پہلی مرتبہ سامنے آیا ہے۔

امام نبہانی کی خوبصورت تالیف "**اتحاف المسلم**" کا بھی اُردو ترجمہ مکمل کر چکے ہیں جو جلد ہی "اللہ اللہ حضور ﷺ کی باتیں" کے نام سے منظر عام پر آ رہا ہے۔

محترم مفتی صاحب نے اپنی نگرانی میں اپنے جواں سال شاگردوں اور بعض دیگر محققین کے ذریعے بھی اسلاف کی نادر کتب کے تراجم کروا کر شائع کیے ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا۔

آج کل وہ زرقانی شرح **المواهب اللدنیه** اور **سبل الهدیٰ والرشاد للشیخ الصالحی** کا اُردو ترجمہ کر رہے ہیں۔ علمائے کرام جانتے ہیں کہ یہ عظیم ورثہ کتب سیرت میں ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ عربی زبان میں بھی سیرت پر اس قدر جامع کام ناپید ہے۔ اس کے اردو ترجمہ کی اشاعت کے بعد اردو میں سیرت پر کام کے حوالے سے بہت بڑا خلا پُر ہو جائے گا۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر امام حسین بن محمد شافعی کی کتاب "**اثبات وجود النبی فی کل مکان**" کا اُردو ترجمہ بھی مکمل فرما چکے ہیں جو طباعت کے آخری مراحل میں ہے۔

عرب علماء کی کتب کے تراجم

اہل علم بخوبی جانتے ہیں عقائد کے حوالے سے علمی یورشوں اور نظری جدال کا جو ماحول عرب میں پیدا ہو چکا ہے عجم اس سے بہت پیچھے ہے۔ وہاں اختلافی اور نزاعی موضوعات پر کثرت کے ساتھ کتب شائع ہو رہی ہیں۔ ادھر دیگر مسالک کے اہل علم دھڑا دھڑ ان عربی کتب کے تراجم (اُردو) شائع کر کے اس علمی جنگ کا ایک نیا محاذ یہاں بھی کھول رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان موضوعات پر جو کتب عرب کے علمائے اہل سنت نے لکھی ہیں ان کے اردو تراجم بھی شائع کیے جائیں تا کہ اس نئے علمی محاذ پر بالکل افکار اور گمراہ کن نظریات کا منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔ الحمدللہ مفتی صاحب نے اس حوالے سے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

سعودی عرب کے معروف عالم دین السید محمد بن علوی مالکی کی دو عدد کتب "**الذخائر**

المحمديه" کا اُردو ترجمہ "ذخائر محمدیہ ﷺ" اور "**شفاء الفواد بزيارة خير العباد**" کا اُردو ترجمہ "دررسول ﷺ کی حاضری" کے نام سے شائع کر چکے ہیں۔

ان کتب کے مصنف جب حال ہی میں پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے کام کی بے حد قدر افزائی کی۔ ان سے ملاقات کے لیے خصوصی طور پر وقت نکالا بلکہ بھرپور مصروفیات اور مختصر قیام کے باوجود ان کے جامعہ میں بھی تشریف لائے۔

ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر کی باکمال تصنیف "**عظيم قدره ورفعة مكانة عند الله تعالٰى**" کا اُردو ترجمہ "امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ" کے نام سے شائع کر چکے ہیں۔

افراد کی تیاری

محترم مفتی صاحب کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ وہ نہ صرف خود شبانہ روز محنت کر رہے ہیں بلکہ درجنوں افراد میں علمی و تحقیقی کام کرنے کی روح پھونک چکے ہیں۔ وہ اپنے باصلاحیت شاگردوں اور دیگر نوخیز اہل قلم کو ان کی استعداد اور ذوق کے پیش نظر کوئی کام تفویض کرتے ہیں پھر ہر مرحلہ پر اس کام کی نگرانی کرتے ہیں اور کام مکمل ہونے پر اس کی اشاعت کا بندوبست بھی فرما دیتے ہیں۔ اس طریق پر اب تک درجن کے لگ بھگ کتب کی اشاعت ہو چکی ہے جن میں بیشتر اسلاف کی نادر کتب اور عرب علماء کی جدید تصانیف کے اردو تراجم ہیں۔

علامہ محمد اکبر علی خاں نے شیخ المحدثین امام عبدالرؤف المناوی کی کتاب "**اتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل**" کا ترجمہ کیا ہے جسے "فضائل و مناقب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ وہ امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "**الباهر فى حكم النبى بالباطن والظاهر**" کا اردو ترجمہ بھی مکمل کر چکے ہیں۔ جس کی اشاعت "حضور ﷺ کی حکمرانی ظاہر و باطن پر" کے نام سے ہو چکی ہے۔ مزید برآں وہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "**المورد الروى**" حافظ ابن کثیر "**مولد رسول الله**" اور حافظ ابن حجر کی کتاب "**مولد النبى** ﷺ" کا ترجمہ بھی مکمل کر چکے ہیں۔ یہ تراجم بھی جلد شائع ہو جائیں گے۔

حافظ محمد طاہر نجمی امام نبہانی کی کتاب "**الرحمة المهداة فى فضل الصلوة**" کا اُردو ترجمہ مکمل کر چکے ہیں جو "نماز کی اہمیت و فضیلت" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اب وہ امام بیہقی کی تصنیف "شعب الایمان" کا ترجمہ تیزی کے ساتھ مکمل کر رہے ہیں۔

عرب کے معروف عالم شیخ محمود سعید ممدوح کی کتاب **الاعلام باستحباب شد الرحل لزیارۃ خیر الانام** کا اُردو ترجمہ کرنے کی سعادت مولانا ممتاز احمد سدیدی کے حصہ میں آئی ہے۔ یہ ترجمہ "اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ فاضل مصنف کی ایک اور اہم کتاب "**رفع المنارۃ فی تخریج احادیث التوسل والزیارۃ**" کا اُردو ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی نے مکمل کر لیا ہے جو جلد شائع ہو جائے گی۔ اس کتاب میں توسل اور زیارتِ نبوی ﷺ کے موضوع پر اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ موصوف مترجم نے ابن حجر مکی کی کتاب "**الجوھر المنظم**" اور قاضی اسماعیل بن اسحٰق کی کتاب "**فضل الصلاۃ علی النبی** ﷺ" کے تراجم بھی مکمل کر لیے ہیں۔

حافظ محمد اشفاق جلالی امام مجد الدین فیروز آبادی کی تصنیف "**الصلوٰۃ والبشر فی الصلوٰۃ علی خیر البشر**" کا اُردو ترجمہ مکمل کر رہے ہیں۔

پروفیسر سیّد ذاکر حسین شاہ نے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی تصنیف "سباحۃ الفکر" کا اُردو ترجمہ مکمل کیا ہے جسے "کیا بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے؟" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امام سیوطی نے اسی موضوع پر ایک کتاب "**نتیجۃ الفکر**" تحریر کی ہے۔ مولانا فضل خان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور نے اس کا ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔

ڈاکٹر مبارز ملک صاحب نے ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب "**علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ**" کا اُردو ترجمہ کیا ہے جو "اولاد کو سکھاؤ محبت حضور ﷺ کی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مترجم نے مصنف کی دوسری کتاب "**علموا اولادکم محبۃ ال بیت النبی** ﷺ" کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ مصنف موصوف کی ایک اور کتاب "**بابی انت و امی یا رسول اللہ** ﷺ" کا ترجمہ مولانا ساجد حسین الہاشمی نے کیا تھا جو "کروں تیرے نام پہ جاں فدا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بحمد اللہ مترجمین اور محققین کی تیاری کا یہ سلسلہ بھی فروغ پذیر ہے۔

شروحات

تراجم کے ساتھ ساتھ محترم مفتی صاحب نے شروحات کا کام بھی شروع کر رکھا ہے۔ انہوں نے امام اہل محبت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق سلام "مصطفیٰ ﷺ جانِ

"شرح سلامِ رضا" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ یہ جس طرح یہ سلام منفرد و یگانہ ہے اسی طرح اس کی شرح بھی ممتاز اور منفرد ہے۔ یہ سلام بھی سدا بہار ہے اور اس کی شرح بھی سدا بہار۔ جس طرح اس سلام کو عوام و خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی اسی طرح اس کی شرح کو بھی عوام و خواص میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ متعدد اہل علم نے یہ برملا اعتراف کیا ہے کہ محترم مفتی صاحب نے شرح کا حق ادا کر دیا ہے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: "اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ بلاشبہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کے تمام غلاموں اور عقیدت کیشوں کی طرف سے شکریے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نے ان کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے: "اس شرح سے ایک طرف امام احمد رضا کے وسعت علم و فضل کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت شارح کی وسعت علم و دانش کا۔ وہ ایک ممتاز عالم دین بے مثال معلم اور ممتاز مصنف ہیں۔ دین و مسلک کے لیے انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ امام احمد رضا نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح نے اس سمندر کو کوزے سے نکالا۔"

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے ماہر جناب شمس بریلوی نے نہ صرف حسب ذیل الفاظ میں ان کی اس کاوش کو سراہا ہے بلکہ اس شرح پر منظوم خراج تحسین بھی پیش کیا ہے جو نئے ایڈیشن میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

اب محترم مفتی صاحب "قصیدۂ نور" اور "قصیدہ معراجیہ" کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شروحات بھی یقیناً اپنی مثال آپ ہوں گی۔

قرآنیات

قرآن حکیم کے اردو ترجمہ اور تفسیر پر بحمد اللہ کسی نہ کسی درجے میں کام ہوا ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن حکیم کے آفاقی پیغام کی مؤثر تفہیم اور ابلاغ کے لیے خدمت قرآن کی نئی نئی جہات پر کام کیا جائے تا کہ امت مسلمہ قرآن حکیم کی عملی تعلیمات کی طرف پلٹ آئے اور کتاب اللہ سے اس کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے محترم مفتی صاحب نے خدمت قرآن کے حوالے سے ایک نئی اور منفرد جہت پر کام شروع کر رکھا ہے۔ وہ ان قرآنی اصطلاحات

کے شرعی لغوی اور عرفی مفاہیم کا سادہ، عام فہم تقابل کر رہے ہیں جو اہل عرب میں عربی زبان اور ہمارے ہاں اُردو زبان میں ہی مستعمل نہیں لیکن ان کے لغوی و عرفی اور اصطلاحی مفاہیم میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد پر جب ہم کتاب و سنت میں ان الفاظ کو پڑھتے ہیں تو ان کی حقیقی روح کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اکثر لغوی و عرفی حوالے سے انہیں محدود تناظر میں لیتے ہیں۔ محترم مفتی صاحب کی اس کوشش سے ان قرآنی اصطلاحات کے شرعی اور اصطلاحی مفاہیم اجاگر اور ذہنوں میں جاگزیں ہوئے ہیں۔ اور قرآن فہمی کی نئی نئی راہیں کھلی ہیں۔ ان کی یہ علمی کاوش ماہنامہ "سوئے حجاز" میں سلسلہ وار ہر ماہ مستقلاً شائع ہو رہی ہے اور خواص و عوام سے خوب خراجِ تحسین وصول کر رہی ہے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیرت پر پڑھنا لکھنا بھی محترم مفتی صاحب کا محبوب مشغلہ ہے لیکن سیرت پر کام کے حوالے سے بھی وہ نت نئی جہتوں کے متلاشی رہتے ہیں تاکہ ایک طرف تو تکرار سے بچا جا سکے اور دوسری طرف جام نو میں شراب کہن پیش کر کے اس جدید معاشرے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسیر بنایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جسم و اعضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال کے روح پرور تذکار پر مشتمل "شاہکارِ ربوبیت" کے نام سے ایمان افروز کتاب شائع کی ہے جس کی ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحات ہے۔ اس موضوع پر اولاً اردو میں بہت کم کام ہوا ہے پھر اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال اور جسم اقدس کی ساخت پر توجہ کم رہی ہے جبکہ جسم اطہر اور اعضاء مبارکہ کے معجزاتی اور برکاتی پہلو کا تذکرہ غالب رہا ہے۔ اس کتاب میں دونوں پہلوؤں کا خوبصورتی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ پھر اس کا تمام تر مواد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ترتیب دیا گیا ہے۔ جنہوں نے حسن و جمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ کتاب کا اسلوب اس قدر دل نشیں ہے کہ قاری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال نور کی رعنائیوں میں گم ہوتا چلا جاتا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے محترم مفتی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سفر حج اور "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان شریف کیسے گزارتے تھے؟" جیسے علمی موضوعات پر بھی کام کر رہے ہیں جو جلد منظر عام پر آ جائے گا۔

مزاح نبوی، گریہ نبوی، تبسم نبوی، مجلس نبوی اور جسم نبوی کی خوشبو پر بھی علیحدہ علیحدہ کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے جو طباعت کے مراحل میں ہے۔

محترم مفتی صاحب نے سیرت پر از سر نو تفصیلی اور منظم کام کرنے کی بجائے عربی زبان میں سیرت کی اہم ترین کتاب "**المواهب کی شرح للزرقانی**" کا اُردو ترجمہ کرنے کو ترجیح دی ہے

کیونکہ یہ ایک بے مثل کام ہے اور تمام سیرت نگاروں کے لیے اسے ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اُردو میں سیرت پر لکھنے پڑھنے والوں کے لیے یہ گرانقدر تحفہ ہوگا۔ جس سے اُردو خواں طبقہ تا ابد استفادہ کرتا رہے گا۔

سیرتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

عقائد و اعمال کو سنوارنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں ہمارے لیے قدم قدم پر مشعل راہ ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے نقوش سیرت زیادہ سے زیادہ اجاگر کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ محترم مفتی صاحب نے سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم پر لکھنا اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کو اجاگر کرنے سے درست اور خالص عقائد خود بخود نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ جن مبارک اعمال کو آج مخصوص فکر کے حامل لوگ بدعت قرار دینے سے نہیں چوکتے۔ جب ان کے جواز میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے سند میسر آ جاتی ہے تو ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل موضوعات پر کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ جو بتدریج منظر عام پر آتا چلا جائے گا۔ یہ سارے کا سارا کام محققانہ شان کا حامل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وصیتیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمولات، صحابہ رضی اللہ عنہم اور محافلِ نعت، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تصورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مشتاقان جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات جذب و مستی، مسلک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

درسیات

درس نظامی میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون پر بھی محترم مفتی صاحب نے گراں قدر کام کیا ہے۔ نحو کے اوپر ان کا کام "منہاج النحو" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسے تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔ کتاب میں جتنی بھی مثالیں دی گئی ہیں وہ قرآن حکیم کی آیاتِ مبارکہ ہیں تاکہ طلباء کا شروع ہی سے قرآن حکیم کے ساتھ تعلق قائم ہو سکیں۔

پھر آیات کا انتخاب بھی خوب ہے۔ صحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی توضیح پر مبنی آیات منتخب کی گئی ہیں۔ منطق پر "منہاج المنطق" کے عنوان سے کتاب شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب بھی جدید نظم کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور مشکلات سے بچتے ہوئے اس فن کو سادہ اور آسان فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ صرف پر ان کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے جو جلد ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ جائے گا۔ اصول فقہ پر ان کا کام "معارف الاحکام" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس وقیع کاوش کا اندازہ انٹرنیشنل

اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے پرو وائس چانسلر ڈاکٹر محمود احمد غازی کے درج ذیل پر مغز تبصرے سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

"ماشاء اللہ اُردو میں ایک بڑا خلا پُر ہو گیا ہے۔ اُردو میں حکم شرعی کے موضوع پر علمی اور فنی مباحث پر اچھی تحریریں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اللہ کرے اس کی جلد دوم بھی آ جائے۔ میں ایک عرصے سے محسوس کرتا ہوں کہ اردو میں وکلاء اور قانون دان حضرات کے لیے ان کے علمی اور فکری پس منظر کا لحاظ کرتے ہوئے اصول فقہ کے بعض اہم مباحث، دلالات، قیاس، اجتہاد وغیرہ پر کتابوں کی بڑی کمی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرنے میں آپ کے علم اور قلم سیال سے کام لینا چاہتے ہیں۔ اللہ کرے میرا یہ ناچیز اندازہ درست ہو۔"

عصری مسائل

محترم مفتی صاحب کے تحقیقی کام کی ایک جہت یہ بھی ہے کہ آپ عصری مسائل پر بھی لکھ رہے ہیں۔ "عورت کی امامت کا مسئلہ" اور "عورت کی کتابت کا مسئلہ" کے عنوان سے ان کی تحقیق منظر عام پر آ چکی ہے۔ "اسلام میں چھٹی کا تصور" پر بھی انہوں نے ایک مبسوط مقالہ تحریر فرمایا ہے جو ملک کے بڑے بڑے اخبارات اور کئی اہم جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔

دوسرے مسالک کے معاصر علماء آج کل محافل میلاد کے انعقاد پر نت نئے اعتراضات وارد کرتے ہیں۔ محترم مفتی صاحب نے ان تمام اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے معترضین کو ایسا مسکت جواب دیا ہے کہ خواص و عوام عش عش کر اُٹھے ہیں۔ ان کا یہ گرانقدر کام "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

اس مبارک کتاب کی قبولیت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مخدوم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ، امرتسری، ابو مظہر علی اصغر چشتی کی کتاب، شمیم رسالت کے مقدمہ میں مصنف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۴ء بروز پیر ساڑھے گیارہ بجے شب فقیر مدرسہ میں ہی لیٹ گیا۔ ساڑھے بارہ بجے اندر والے کمرہ کے دروازہ پر دستک ہوئی۔ فقیر بیدار ہوا۔ آواز آئی غسل کرلو! فقیر پر نیند مسلط تھی۔ دستک ہونے سے بھی خوف زدہ تھا کیونکہ مسجد ہر طرف سے بند تھی۔ آواز پر اور خوف پیدا ہوا۔ طوعاً و کرہاً اٹھا غسل خانہ میں جا کر دانت صاف

کیے اور غسل کیا۔ کمرہ میں آ کر ایک ہی چادر میں ملبوس دو نفل ادا کیے۔ بعدازاں کچھ دیر ذکر اذکار میں مشغول رہا اور لیٹ گیا۔

اسی نیند میں اللہ تعالیٰ کا اس گنہگار سیاہ کار پر کرم ہوا۔ ہادی عالم ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔ فقیر آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور ﷺ کی دائیں جانب پانچ چھ نفوس قدسیہ تھے اور فقیر حضور ﷺ کی بائیں جانب اکیلا حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ میں کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" اور بائیں دست پاک میں "ہادیٔ عالم کا ورودِ مسعود (ﷺ)"۔

(تقریظ شمیم رسالت)

ایصالِ ثواب کے حوالے سے بھی دیگر مسالک کے معاصر علماء کی طرف سے خوب زہر اگلا جا رہا ہے۔ محترم مفتی صاحب نے اس موضوع پر کام مکمل کر لیا ہے جو جلد "ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔

گذشتہ دنوں روزہ کی فرضیت کے حوالے سے ایک گمراہ کن اور قابل اعتراض تحریر روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی جس کے جواب میں انہوں نے ایک زبردست تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا جو روزنامہ جنگ ہی میں دو اقساط میں شائع ہوا۔ افادۂ عام کے لیے اسے الگ کتابچے کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

"حلالہ" کے موضوع پر بھی ان کی وقیع تحریر کئی اخبارات اور جرائد کی زینت بن چکی ہے۔

"پرائز بانڈز" کے جواز پر بھی ان کی تحقیق منظر عام پر آ چکی ہے۔

ایک نصابی کتاب میں حضور ﷺ کے بارے میں یہ پڑھ کر کہ آپ نے اجرت پر بکریاں چرائیں محترم مفتی صاحب نے ایک ایمان افروز تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا ہے جو کئی اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔

مزید برآں آپ مختلف النوع مسائل پر سینکڑوں مضامین جاری فرما چکے ہیں۔ جو علم و حکمت کے متلاشیوں کے لیے بے بہا خزانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مناسب وقت پر انہیں بھی منظر عام پر لایا جائے گا۔

خواب کے بارے میں بعض حضرات کے پیدا کردہ اشکالات کے جواب میں انہوں نے "خواب کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے اپنا تحقیقی کام مکمل کر لیا ہے۔ جو جلد شائع کیا جائے گا۔

مستشرقین کی ہرزہ سرائیوں کا جواب

مستشرقین کی طرف سے اسلام پر ہونے والی علمی وفکری یلغار سے بھلا کون ذی شعور بے خبر ہو سکتا ہے۔ وہ اسلامی عقائد اور تعلیمات کو غیر مؤثر اور بے وقعت بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ غلط تعبیرات، تاویلات، حقائق کو توڑ مروڑ کر بھرپور علمی خیانت کا ارتکاب بڑی بے دردی سے کرتے ہیں۔ ان کا یہ کام چونکہ انگریزی زبان میں ہے اس لیے وہ بنیادی طور پر انگریزی خواں طبقے کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ ان کا اگلا ہوا زہر اہل عرب اور پاکستان کے اردو خواں طبقات تک بھی پہنچ چکا ہے۔ عرب علماء نے عربی زبان میں کتب شائع کر کے نہ صرف ان کی جسارتوں کا دندان شکن جواب دیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے عوام کو بھی مستشرقین کے گمراہ کن خیالات کی ہلاکت خیزیوں سے بچا لیا ہے لیکن اردو خوان طبقے کے لیے یہ اہم کام ہونا ابھی باقی ہے۔

محترم مفتی صاحب نے اس معاملہ کی اہمیت اور نزاکت کو بھانپتے ہوئے مطلوبہ کام شروع کر دیا ہے۔

اب تک انہوں نے دو بڑے اعتراضات کا جواب لکھ کر کیا ہے۔ یہ اسی تحقیقی کام "اسلام اور تحدید ازواج" اور "حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟" کے عنوان سے طباعت کے مراحل میں ہے۔

ان کے قلم گوہر بار نے اب تک جو کچھ لکھا ہے ہم نے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اس کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے تحقیقی کام کی جہات واضح کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے آئندہ تحقیقی ترجیحات کا اندازہ بھی کیا جائے اور ان کے ہونے والے دور کی ایک دھندلی سی تصویر بھی سامنے آ جائے۔ انہوں نے اب تک جو کام کیا ہے وہ کئی اعتبارات سے نہایت منفرد اور جداگانہ شان کا حامل ہے۔

اُمید کی جاتی ہے کہ کثرتِ مطالعہ اور تجربات کی بھٹی میں سے گزرنے کے سبب ان کا آئندہ کام موجودہ کام سے بھی زیادہ ثقہ، معتبر، متنوع اور اہم ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور وہ آئندہ بھی محنت اور لگن کے ساتھ تحقیقی اور اشاعتی محاذ پر ڈٹ کر کام کرتے رہیں۔ ان کا یہ کام بلاشبہ اہل سنت کے لیے ایسا سرمایہ ہے جس سے صدیوں استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں   تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیمی و تحریکی زندگی کا روشن پہلو

ادارہ منہاج القرآن کا قیام

تحریر: علامہ خلیل الرحمٰن قادری ☆

یہ بات میرے حافظے میں اچھی طرح نقش ہے کہ میرے آبائی قصبہ شرقپور شریف کے کچھ قریبی دوست ڈاکٹر محمد طاہر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ کے جوہر خطابت کے بہت مداح تھے اور جب بھی انہیں موقع ملتا تو وہ ان کا خطاب سنتے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں پروفیسر شیخ عبدالوحید تھے جو ان دنوں زیر تعلیم تھے۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ ان کے دروس قرآن میں شریک ہوتے تھے بلکہ ہمیں بھی دعوت دیتے تھے کہ آپ ایک دفعہ درس قرآن سن لیں، اگر دوبارہ سننے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی تو آئندہ نہ سنئے گا۔ ہم باہم دوست یہ عذر کر دیتے کہ ہم نے جو ترجمہ قرآن حکیم کی کلاس شروع کر رکھی ہے وہ ہمارے لیے سب سے اہم ہے۔ پھر ایک دن واپڈا آڈیٹوریم میں غالباً انجمن طلباء اسلام کا اجتماع تھا۔ اس میں ڈاکٹر صاحب بھی بطور مہمان مقرر شریک تھے۔ جب اسٹیج سیکرٹری نے انہیں دعوت خطاب تو میں نے اپنے قریبی دوست شیخ محمد مشتاق سے کہا کہ چلیں ہم سیلوس میں چائے پیتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ یار آپ بھی ان کا خطاب سن لیں چند منٹس کی ہی تو بات ہے لیکن میں انہیں زبردستی سیلوس ہوٹل میں لے آیا اور لوازمات کے ساتھ چائے کا آرڈر دے دیا تا کہ ان کا خطاب چائے نوشی میں گزر جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ الغرض طبیعت میں ان کے بارے میں ایک نامعلوم سا تکدر رہا۔

چند دن بعد انجمن عندلیبان ریاضِ رسول کے زیر اہتمام لاہور کی قدیم مسجد وزیر خان میں محفل میلاد منعقد ہوئی۔ ہم سبھی دوست وہاں حاضر ہوئے۔ محفل کے دوران ہلدی رنگ کی دھاری دار شیروانی میں ملبوس ڈاکٹر صاحب جو ان دنوں پروفیسر صاحب کہلاتے تھے اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے۔ پہلی دفعہ انہیں قریب سے اور جی بھر کر دیکھا۔ باوقار شخصیت اور نورانی چہرہ لگا۔ سب سے متاثر کن بات یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب منفرد انداز میں محفل میں ادب کے ساتھ بیٹھے رہے اور زیادہ تر ان کی آنکھوں سے آنسو

☆ ... 0300-4001802

رواں رہے، بس دو گھنٹوں کی اس صحبت نے میرا دل ان کی طرف مائل کر دیا تھا جو رفتہ رفتہ ان کی محبت اور احترام سے بھر گیا اور ایک انجانی سی وحشت جو ان کے حوالے سے دل میں تھی وہ دور ہو چکی تھی۔ جب وہ مجلس سے اٹھے تو پہلی بار دل چاہا کہ کسی کی دست بوسی کروں۔ چنانچہ جب میں نے مصافحہ کے ساتھ ہی ان کے ہاتھوں پر بوسہ دینے کی کوشش کی تو انہوں نے بجلی کی تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔ الغرض پہلے ہمیں پروفیسر عبدالوحید صاحب کہتے تھے کہ درس قرآن میں شرکت کریں اب ہم ان سے پوچھ رہے تھے کہ آئندہ درس قرآن کب ہے، ہم نے شرکت کرنی ہے۔

مفتی صاحب سے پہلی ملاقات

چنانچہ مقررہ دن ہم عصر سے پہلے جامع مسجد رحمانیہ لاہور پہنچ چکے تھے۔ اسی موقع پر ہمیں حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار زیارت ہوئی۔ آپ واضح طور پر ڈاکٹر صاحب کے دست راست نظر آرہے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب درس قرآن دینے کے لیے تشریف لائے تو مفتی صاحب نے کمال محبت اور حسن عقیدت کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ درس قرآن کے دوران ان کا انہماک بھی دیدنی تھا۔ پھر بعض دوستوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب اس مسجد کے امام وخطیب ہیں اور لاہور کی معروف درس گاہ جامعہ نظامیہ سے بطور سینئر مدرس منسلک ہیں۔ سادگی اور اخلاص تو ان کے چہرے سے ہی عیاں ہو جاتا تھا۔ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کا آغاز مسجد کے پڑوس میں رہائش پذیر ڈاکٹر محمد علی کی رہائش گاہ سے حضرت مفتی صاحب کی تحریک پر ہوا تھا۔ لیکن جگہ کم پڑ جانے کے بعد اب اسے مسجد میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ محترم ڈاکٹر محمد علی ادارہ منہاج القرآن کے مؤسس صدر تھے۔ کچھ وقفہ کے بعد ان کی رہائش گاہ پر درس تصوف کا آغاز کیا گیا۔ اس درس میں حاضری عمداً محدود رکھی جاتی تھی تاکہ جگہ کی قلت کا سامنا نہ ہو۔ درس میں شرکت سے پہلے میں نے ایک خط محترم ڈاکٹر صاحب کو لکھا تھا۔ جب میں درس کے بعد رخصت ہونے لگا تو ان سے مصافحہ کے لیے جونہی آگے بڑھا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ کا خط مل گیا ہے۔ ایک دو روز تک اس کا جواب لکھواؤں گا۔ مجھے یہ سن کر سخت تعجب ہوا کہ انہیں یہ کیسے پتہ چل گیا کہ وہ خط میں نے لکھا تھا جبکہ اس سے قبل میرا ان سے کوئی تعارف نہیں تھا۔ الغرض میں اس درس قرآن میں ڈاکٹر صاحب سے بہت متاثر ہوا اور یہیں سے ہم دوستوں کا تحریکی سفر شروع ہو گیا۔

مفتی صاحب کی معیت میں تحریکی سفر

حضرت مفتی صاحب کے ساتھ تعلق مختصر وقت میں گہری دوستی میں تبدیل ہو گیا۔ دوستی اور تحریکی سفر ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ ابتدا میں جب اتفاق برادرز کے میاں محمد شریف (والد محترم میاں محمد نواز شریف وشہباز شریف) نے رجال کار کی تیاری کے لئے جامعہ بنانے کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کو تعاون پیش کیا تو وہ اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ اتفاق اکیڈمی کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ بنایا گیا۔ اتفاق مسجد واقع ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن کے ملحقہ حصے میں کلاسز ہوتیں اور اتفاق برادرز کی ایک اور بلڈنگ جو اپر مال پر واقع تھی اس میں طلبہ کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ طلبہ کی اس اقامت گاہ پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پندرہ روزہ محفل ذکر الٰہی ونعت منعقد ہوتی۔ مجھے اس میں شریک ہونے کی خصوصی اجازت ہوتی۔ میرا ذوق وشوق بھی مجھے پر لگا دیتا اور میں ڈیوٹی کرنے کے بعد سیالکوٹ سے سفر پر روانہ ہو جاتا اور محفل شروع ہونے سے قبل وہاں پہنچ جاتا۔ یہ میرا حسن ظن نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ اس محفل میں شرکاء کو ذکر الٰہی کے انوار نصیب ہوتے تھے اور اس محفل کے اثرات ایک عرصہ تک قائم رہتے تھے۔ ان محافل نے بھی حضرت مفتی صاحب سے ہمارا دینی اخوت کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر کر دیا تھا۔

تحریک منہاج القرآن اور مفتی صاحب کا حجرہ

اگر میں یہ کہوں کہ ادارہ منہاج القرآن کا آغاز جو بعد میں ایک عالمی سطح کی تحریک کی شکل اختیار کر گیا مفتی صاحب کے حجرے سے ہوا تھا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی حجرے میں ادارہ کا ریکارڈ ہوتا تھا۔ محترم ڈاکٹر صاحب یہیں ملاقاتیں فرماتے تھے۔ عاملہ کے اجلاس بھی زیادہ تر وہیں ہوتے تھے۔ اس فقیر نے ادارہ کا پہلا آڈٹ بھی اسی حجرے میں بیٹھ کر کیا تھا۔ رات کو یہی حجرہ مہمانوں کی خواب گاہ بن جاتا تھا۔ الغرض اس چھوٹے سے حجرے میں بیٹھ کر بڑے بڑے فیصلے ہوتے تھے۔ ان دنوں جو بھی دقت نظر کے ساتھ مفتی صاحب کے معمولات اور احوال کا جائزہ لیتا تو اس پر یہ عیاں ہو جاتا تھا کہ ادارہ منہاج القرآن کا مشن ان کے من میں اتر چکا ہے اور انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اس کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ ان کو بلاشبہ اس ابتدائی نظم میں شخص دوم کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ دن کو تدریس کرتے، دفتری معاملات کو بھی دیکھتے، اجلاس منعقد ہوتے تو ان میں شرکت کرتے، تحقیقی کاموں میں ڈاکٹر صاحب کی معاونت کرتے۔ رات کو مطالعہ کرتے اور کل کے اسباق کی تیاری کرتے۔ پھر وہ وقت آیا کہ ادارہ نے ماڈل ٹاؤن میں ایک قطعہ اراضی حاصل کی، وہاں تعمیرات کا آغاز کیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک پرشکوہ عمارت کھڑی ہو گئی۔

تحریک کے تیز تر پھیلاؤ کے پیش نظر انتہائی قریبی ساتھیوں میں ذمہ داریاں تقسیم کی گئیں۔

حضرت مفتی صاحب کے حصے میں جامعہ منہاج القرآن کی ہمہ پہلو نگرانی، دارالافتاء کی سربراہی اور ڈاکٹر صاحب کی علمی و تحقیقی معاونت کا کام آیا۔ وہ بدستور ادارہ کی مجلس شوریٰ عاملہ اور بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اہم رکن تھے۔ انہوں نے منہاج القرآن علماء کونسل کی تشکیل میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ وہ ماہنامہ منہاج القرآن کے لیے باقاعدگی کے ساتھ لکھتے تھے اور ان کی تجاویز تحریکی حلقوں میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں۔ تحریکی سرگرمیوں میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ لاہور میں تحریکی اجتماعات سے خطاب فرمانے کے علاوہ کبھی کبھار بین الاضلاعی اور بین الصوبائی دورے بھی فرماتے تھے۔ تمام اجلاسوں میں باقاعدگی کے ساتھ بروقت شریک ہوتے اور ہمیشہ مدلل اور موثر گفتگو فرماتے۔ وہ ڈاکٹر صاحب کے خصوصی مشاورتی حلقے میں بھی اہم ترین مقام رکھتے تھے۔ ان کی رائے کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔

جامعہ منہاج القرآن کے لیے شب وروز وقف انہوں نے کلیدی ذمہ داری یعنی جامعہ منہاج القرآن کی ہمہ پہلو نگرانی کا فریضہ اس انداز سے نبھایا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ رات دیر تک سٹڈی پیریڈ کی نگرانی فرماتے تھے اور صبح تہجد کے لیے بیدار ہو جاتے اور طلبہ اگر بیدار ہونے میں سستی کا مظاہرہ کرتے تو خود ہوسٹلز کا چکر لگاتے اور ان کی بیداری کو یقینی بناتے۔ میں نے انہیں بہت کم سونے والا پایا۔ طلبہ پر بہت محنت فرماتے اور اساتذہ کو بھی متحرک رکھتے۔ محترم ڈاکٹر علی اکبر قادری، محترم ڈاکٹر ظہور اللہ اور محترم سیّد ہدایت رسول شاہ مرحوم و دیگر فاضلین ان کے ابتدائی طلبہ میں سے تھے۔ یہ واضح رہے کہ یہ ایک ٹیم ورک تھا جس میں دیگر محنتی اساتذہ بھی شامل تھے لیکن اس ٹیم کے روح رواں مفتی صاحب ہی تھے۔ اسی طرح اگرچہ جامعہ منہاج القرآن ڈاکٹر صاحب کا برین چائلڈ تھا اور اس کا خاکہ بھی انہوں نے ہی تیار کیا تھا لیکن اس خاکے کو عملی جامہ پہنانا اور اس میں خلوص ومحنت کے رنگ بھرنا مفتی صاحب کے حصے میں آیا تھا۔

قائد تحریک سے والہانہ محبت

یوں تو محترم ڈاکٹر صاحب کے سارے رفقاء ان کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے لیکن مفتی صاحب کی محبت بہت منفرد اور والہانہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب بھی ان کے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اوائل میں ہی ڈاکٹر صاحب کو دل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور انہیں ہنگامی طور پر ہسپتال

داخل کرا دیا گیا۔ ہمیں اس کی کچھ خبر نہ تھی، اسی لیے ہم درس قرآن میں شرکت کے لیے رحمانیہ مسجد پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب نے یہ درس قرآن کے التوا کا اعلان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی شدید علالت کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع دیتے ہوئے وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور رو پڑے۔ لوگ ان سے گلے مل کر روتے رہے۔ جب میں انہیں ملا تو بلک بلک کر رونے لگے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہوگئی۔ پھر انہوں نے مجھے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں رک گیا۔ جب سارے شرکاء واپس چلے گئے تو انہوں نے کہا کہ ہسپتال چلتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ملاقات ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب تب میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ میں داخل تھے جسے گورا وارڈ بھی کہا جاتا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں بہت سارے رفقاء جمع تھے۔ مجھے اس بات پر شدید حیرت ہوئی جب ان کی تیارداری پر مامور ساتھی نے باہر آ کر میرا نام پکارا اور کہا کہ آپ کو ڈاکٹر صاحب یاد کر رہے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں بھی باہر ہوں۔ خیر میں نے ان کی زیارت کی۔ دریافت احوال کے بعد فرمانے لگے کہ درس قرآن کا کیا بنا؟ میں نے بتایا کہ وہ ملتوی کر دیا تھا۔ فرمانے لگے کہ ملتوی نہیں کرنا تھا۔ مفتی صاحب درس دے دیتے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ وہ مفتی صاحب کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ دورہ سندھ کے دوران پیش آیا۔ میں اور مفتی صاحب ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ تھے۔ غالباً سٹاک ایکسچینج کی بلڈنگ میں ڈاکٹر صاحب سیرت کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے کہ ان کو دل کی تکلیف محسوس ہوئی۔ چنانچہ خطاب ادھورا چھوڑ کر انہیں ہسپتال منتقل کیا گیا۔ ہم سب پریشان تھے لیکن مفتی صاحب کی پریشانی دیدنی تھی۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ اگر ڈاکٹر صاحب کا بیرون ملک علاج کروایا جائے تو کتنا خرچ آ جائے گا۔ میں نے کہا کہ لاکھوں میں ہوگا لیکن صحیح اندازہ نہیں ہے۔ یہ غالباً ۱۹۸۸ء یا ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ ہم نے جو پیسے اپنے اثاثے بیچ کر کاروبار شروع کرنے کے لیے جمع کیے ہیں وہ ہم علاج کے لئے پیش کر دیں گے۔ یہ رقم غالباً پانچ لاکھ روپے تھی۔ میں نے وعدہ کیا اور ساتھ ساتھ مفتی صاحب کی محبت پر رشک بھی۔ ڈاکٹر صاحب پر جب بھی کوئی علمی تنقید کرتا تو مفتی صاحب کا قلم حرکت میں آ جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جاوید غامدی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ ''فوجدک ضالاً فھدیٰ'' کی تفسیر پر اعتراضات کیے اور اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ اشراق میں اس حوالے سے مفصل مضمون لکھا تو مفتی صاحب نے ان کے رد میں ایک وقیع مضمون لکھا جو ماہنامہ منہاج القرآن میں شائع ہوا۔ اسی طرح جب ڈاکٹر صاحب کے

خوابوں پر تنقید کی گئی تو مفتی صاحب نے خوابوں کی شرعی حیثیت کے عنوان سے جاندار مقالہ لکھا جو ماہنامہ منہاج القرآن میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ الغرض وہ تحریک اور قائد تحریک پر اُٹھنے والے علمی اعتراضات کو رد کرنے کا فریضہ خوب نبھاتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب اور مفتی صاحب کے اتنا قریب آنے کی ایک وجہ دونوں شخصیات کے مابین پائی جانے والی فکری مماثلت بھی تھی۔ دونوں اتحاد امت کی تڑپ رکھتے تھے۔ دونوں معاشی ناہمواریوں پر کڑھتے تھے۔ دونوں احیائے اسلام اور غلبہ دین حق کی بحالی کے لیے جدوجہد کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ جب ادارہ منہاج القرآن کا نام رکھنے کا وقت آیا تو ارباب حل وعقد نے بہت سارے نام سامنے رکھے لیکن اتفاق مفتی صاحب کے تجویز کردہ نام یعنی منہاج القرآن پر ہوا۔

قائد تحریک علمی و تحقیقی معاونت

حضرت مفتی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی علمی و تحقیقی معاونت کا حق بھی خوب ادا کیا۔ بلاسود بنکاری کے حوالے سے سینئر ترین بنکاروں پر مشتمل جو حکومتی کمیٹی ڈاکٹر صاحب کے پاس آئی تھی اس کو ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق بیشتر وقت مفتی صاحب نے دیا اور ان کے اشکالات رفع کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ رجم پر وفاقی شرعی عدالت میں ڈاکٹر صاحب نے جو دلائل پیش کئے ان میں بھی مفتی صاحب کی معاونت کو دخل تھا۔ یہی نہیں تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے اشاعتی یا عدالتی سطح پر جو بھی کام کئے ان میں مفتی صاحب کی محنت بھی شامل تھی۔ تدریس کے بعد ان کا بیشتر وقت مطالعہ میں گذرتا تھا۔

ادارہ کی لائبریری کیسے بنی؟

ادارہ کی لائبریری بنانے میں مفتی صاحب نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان ہی نہیں دنیا کے کونے کونے سے کتابیں اکٹھی کرتے رہے۔ جب ہم گروپ کی صورت میں حرمین شریفین عمرہ اور حاضری کے لیے جاتے تو مفتی صاحب فراغت کے بعد مکتبوں کا رخ کر لیتے اور وہاں گھنٹوں نئی آنے والی کتب کو دیکھتے رہتے اور ان میں سے مفید کتب کا انتخاب کر کے خرید لاتے۔ یہ کتب تعداد میں اس قدر زیادہ ہوتی تھیں کہ ہمارا ہوٹل کا کمرہ انہی سے بھر جاتا تھا۔ پھر گروپ کے تمام شرکاء میں وہ کتابیں تقسیم کر دیتے تاکہ وہ اپنے سامان کے ساتھ یہ کتابیں بھی لے آئیں اور واپسی پر مرکز میں جمع کرا دیں۔ اس طرح انہوں نے ادارہ کی لائبریری بنائی۔ صاف ظاہر ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ اب تو ادارہ کی لائبریری بہت بڑی بن چکی ہوگی اور ادارہ کے ذمہ داران نے اس ابتدائی کوشش کو بساط بھر آگے بڑھایا ہوگا لیکن یہ

اعزاز مفتی صاحب کے حصے میں آتا ہے کہ انہوں نے ادارہ کی لائبریری کے لئے گرانقدر کاوشیں کیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہوں نے صرف لائبریری بنانے پر ہی اکتفانہیں کیا تھا بلکہ ان کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ ان کی عادت تھی کہ وہ مطالعہ شدہ کتاب کے شروع میں خالی صفحات پر حاصل مطالعہ کو چھوٹے چھوٹے نوٹس کی صورت میں لکھتے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہماری ادارہ سے علیحدگی کے کافی سال بعد جب ادارہ کے کچھ ذمہ دار ساتھی ملاقات کے لیے تشریف لائے تو مفتی صاحب نے انہیں کہا تھا کہ جن کتب پر میرے نوٹس لگے ہیں وہ مجھے دے دیں اور میں ان کے بدلے آپ کو وہی کتب اپنی لائبریری یا بازار سے لے کر دے دیتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کتب کو کس قدر کھنگالا ہوگا۔

تصنیف وتالیف کا آغاز

حضرت مفتی صاحب نے ادارہ میں قیام کے آخری سالوں میں اپنے مطالعہ کو منضبط کر کے تصنیف وتالیف کے کام کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ انہوں نے معروف عرب عالم کی تالیف کا اردو ترجمہ کیا اور اسے امتیازات مصطفیٰ ﷺ کے نام سے شائع کیا۔ اسی طرح ایک درسی کتاب منہاج النحو کے نام سے لکھی اور ایک منہاج المنطق کے نام سے لکھی۔ یہ تینوں کتب ادارہ ہی میں شائع ہوگئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال یہ تھا کہ مفتی صاحب ابھی تصنیف وتالیف کا کام نہ شروع کریں اور اپنی تمام تر توجہات چند سالوں تک صرف مطالعہ پر مرکوز رکھیں لیکن فطرت نے لالے کی حنابندی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مفتی صاحب کی یہ لگن ادارہ چھوڑنے کے بعد اپنے جوبن پر پہنچ گئی۔

دارالافتاء کی ذمہ داری

ان بھاری بھر کم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ جو سب سے بڑی ذمہ داری ان کے سپرد تھی وہ دارالافتاء کی تھی۔ دارالافتاء کیا تھا تنہا مفتی صاحب کی ذات ہی تھی۔ نہ ان کا کوئی معاون تھا اور نہ ان کے پاس ٹائپسٹ کی سہولت تھی۔ ادارہ کا ناظم اعلیٰ ہونے کی وجہ سے میری یہ ذمہ داری تھی کہ جتنی بھی ڈاک اندرون وبیرون ملک سے آتی تھی اسے کھول کر اس کی مارکنگ کرتا تھا۔ مجھے اس میں کوئی ابہام نہیں کہ مفتی صاحب کو سب سے زیادہ خطوط لکھے جاتے تھے۔ بسا اوقات ان کی تعداد پچاس خطوط یومیہ تک پہنچ جاتی۔ ان سب کے جوابات وہ بھی ہاتھ سے لکھنا ایسا کام تھا کہ اس پر اگر ایک آدمی الگ سے مامور ہوتا تو وہ بھی اسے شاید ٹھیک سے نہ کر پاتا لیکن مفتی صاحب نے دیگر بھاری بھر کم ذمہ داریوں کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو بھی تن تنہا خوب نبھایا۔

رسائل وجرائد کے مطالعہ کا منفرد انداز

ادارہ منہاج القرآن میں تقریباً تمام مسالک کے جرائد باقاعدگی کے ساتھ پہنچ جاتے تھے۔ مفتی صاحب واحد شخصیت تھے جو ان تمام جرائد کا باریک بینی سے مطالعہ کرتے تھے۔ ہم بسا اوقات سوچتے رہ جاتے کہ اس قدر مصروفیات کے باوجود وہ ان جرائد کے تفصیلی مطالعہ کے لئے کیسے وقت نکال لیتے ہوں گے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ساتھیوں میں بھی مطالعہ کی تحریک پیدا فرماتے۔ میرے سمیت مختلف ساتھیوں کو ان جرائد میں سے اہم مضامین پڑھنے کا کہتے اور پھر اس پر تبادلہ خیالات بھی فرماتے۔ اس کام کے لئے باقاعدہ نشست نہ رکھتے بلکہ نمازوں کے بعد صبح سیر کے دوران اور ادارہ میں چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے یہ کام کر لیتے۔ ان کے اوقات میں اس قدر برکت ہونے کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ تکلفات سے کوسوں دور تھے اور کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ قائد تحریک کو بھی تحریکوں سے متعلق مضامین اور تحریک منہاج القرآن پر ہونے والی نقد و جرح سے ہر وقت آگاہ کر دیتے۔ پھر ان کی مشاورت اور راہنمائی میں ان پر مناسب اقدام کرتے۔ پھر ان جرائد کا سالانہ ریکارڈ الگ الگ رکھتے اور سال کے اختتام پر ان کی جلدیں بنوا کر لائبریری میں پہنچا دیتے۔ تب نہ آن لائن جرائد کا تصور تھا اور نہ ہی ڈیجیٹل ریکارڈ کیپنگ۔ حافظہ بلا کا تھا۔ اگر کوئی انہیں کسی مسئلہ کی بابت پوچھتا تو فوراً بتا دیتے کہ اس حوالے سے فلاں رسالے میں فلاں محقق کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اسے دیکھ لیں۔ یہ معمول تو انہوں نے تاحیات جاری رکھا اور مجموعی طور پر ہزاروں تشنگان علم کی راہنمائی فرمائی۔ انہیں مطلوبہ کتب وجرائد کی نشاندہی فرماتے اور ان کے اشکالات رفع فرماتے رہے۔

عوامی تحریک کے لئے خدمات

اگرچہ عملی سیاست سے کوسوں دور تھے لیکن سیاسی احوال پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سیاسی جرائد اور اخبارات کا مطالعہ ضرور فرماتے تھے۔ کوڑوں والے اسلام کے مقابلے میں لوگوں کی بھوک مٹانے والے اسلام کو درست سمجھتے تھے۔ مذہبی جماعتوں کی سیاسی سطح پر ناکامی کا بہت بڑا سبب اس بات کو گردانتے تھے کہ وہ عام لوگوں کی معاشی بہبود و ترقی کو اپنی ترجیح نہیں بناتیں۔ غالباً ۱۹۸۸ء کے انتخابات سے قبل دوستوں سے بہت بے تکلفی سے کہا کرتے تھے کہ بھٹو کی بیٹی حکومت لے جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۹۸۹ء میں قائد تحریک نے جب سیاسی جماعت بنانے کے لیے مشاورت شروع کی تو مفتی صاحب اور میرے سمیت چند مرکزی ساتھیوں کا خیال تھا کہ یہ قبل از وقت ہے۔ فیلڈ میں سے بھی اکثر صائب

الرائے احباب یہی رائے رکھتے تھے تاہم وسیع تر مشاورت کے لیے بلائے گئے جملہ تنظیمات کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد تحریک محترم ڈاکٹر صاحب نے ایک ایسی جذباتی فضا پیدا کردی کہ شرکاء کے پاس سیاسی جماعت کے قیام کی رائے کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ جب جماعت کے قیام کا فیصلہ اور اعلان ہو گیا تو مفتی صاحب اس کی سینٹرل ایگزیکٹو کے رکن نامزد ہوئے اور اس کے تمام اجلاسوں میں شرکت فرماتے اور اپنی وقیع آرا دیتے تھے۔ پاکستان عوامی تحریک کی منشور ساز کمیٹی کا بھی حصہ بنے۔ دستور جو کہ اس فقیر نے بنایا تھا اس پر نظر ثانی کرنے والی کمیٹی کا بھی حصہ بنے۔ ابھی تمام صوبوں میں ضلعی سطح پر بھی تنظیمی ڈھانچے تشکیل نہیں پائے تھے کہ ۱۹۹۰ء کا الیکشن آ گیا۔ اس موقع پر بھی مفتی صاحب اور اس فقیر کی رائے یہ تھی کہ تجرباتی طور پر صرف چند مضبوط نشستوں پر الیکشن لڑا جائے اور ملک بھر میں امیدوار نہ کھڑے کیے جائیں۔ دیگر مرکزی ساتھی جن میں صدر ادارہ محترم محمد انور قریشی مرحوم ناظم مالیات محترم میاں مظفر احمد مرحوم اور ہمارے ساتھی محترم رانا جاوید القادری بھی یہی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ سینٹرل ایگزیکٹو کے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کر لیا گیا کہ اگر بے نظیر کی حکومت ختم ہوتی ہے اور مڈٹرم الیکشن ہوتے ہیں تو ہم چند مضبوط نشستوں پر ہی اُمیدوار کھڑے کریں گے لیکن قائد تحریک نے کوئٹہ میں جب حکومت ختم ہونے کی خبر سنی تو پریس کانفرنس منعقد کی اور پورے ملک سے اُمیدوار کھڑے کرنے کا اعلان کر دیا۔ ایک دن قائد تحریک نے مجھے اصغر خان کی فتح کو یقینی بنانے کے لیے نواز شریف کے خلاف بطور اُمیدوار کھڑا ہونے کا کہا۔ انہوں نے بتایا کہ پیپلز پارٹی کی قیادت اس کے بدلے ادارہ والے حلقے میں پارٹی کا اُمیدوار نہیں کھڑا کرے گی، تاکہ ہمارا امیدوار وہاں سے جیت جائے۔ اس باہمی انتظام کا پیپلز پارٹی کو یہ فائدہ تھا کہ ہمارے آٹھ دس ہزار ووٹ لینے سے نواز شریف کے ووٹ بنک میں ڈنٹ پڑ جائے گا اور اس کا مدمقابل اصغر خان جو کہ پیپلز پارٹی کا حلیف تھا وہ بآسانی کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے تو معذرت کر دی لیکن یہ وعدہ کیا کہ اپنے سے بہتر اُمیدوار کو تیار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے مفتی صاحب کو الیکشن لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ قائد تحریک کے روبرو مفتی صاحب کی بات بھی ہو گئی لیکن فجر کے بعد انہوں نے دوٹوک لہجے میں الیکشن لڑنے سے انکار کر دیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میری تخلیق کا مقصد مجھے الیکشن لڑنا نظر نہیں آتا۔ مجھے اپنی ذمہ داریوں پر ہی توجہ دینی چاہیے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ جامعہ کے طلبہ پر رحم کھائیں۔ انہیں انتخابی مہم کا ایندھن بنا کر ان کا وقت نہ برباد کریں۔ یہ دور دراز سے یہاں دین پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ انتخابی مہم سیاسی ورکرز کے ذریعے چلائیں۔ ان کی باتوں کا مجھ پر بہت اثر ہوا کہ اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے کس قدر یکسو ہیں

اور انہیں اپنی علمی ذریت کا کس قدر خیال ہے۔ پھر جب امیدواروں کو ٹکٹیں دینے کا مرحلہ آیا تو وہ ہمارے ساتھ پارلیمانی بورڈ کا بھی حصہ بنے۔ قائد تحریک جس قدر پر امید تھے ہم مرکزی ساتھی بشمول مفتی صاحب اسی قدر ناامید تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہمیں شیخوپورہ سے منور منج کی نشست کے علاوہ کوئی نشست نہیں ملے گی لیکن قائد تحریک پچیس سے پینتیس نشستیں جیتنے کا ذہن بنائے بیٹھے تھے۔ الیکشن والا پورا دن مفتی صاحب ہمارے ہمراہ لاہور اور شیخوپورہ کے پولنگ سٹیشنوں کا دورہ کرتے رہے۔ رات کو جب نتائج آنا شروع ہوئے تو ہمارے خدشات درست ثابت ہوئے۔ مفتی صاحب کا خیال تھا کہ ہمیں قائد تحریک کو ایک یادداشت پیش کرنی چاہیے جس میں انہیں درخواست کی جائے کہ انقلاب کے لیے مروجہ سیاسی جدوجہد کی بجائے دیگر غیر سیاسی ماڈلز پر غور کیا جائے اور ان میں سے جو سب سے بہتر ہو اسے اپنایا جائے۔ چنانچہ اس یادداشت کا ابتدائی ڈرافٹ اس فقیر نے تیار کیا اور مفتی صاحب سمیت تمام احباب کی منظوری سے اسے حتمی شکل دی گئی اور پھر قائد تحریک کو پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب سے اختلافات اور ادارہ سے علیحدگی

محترم ڈاکٹر صاحب سے اختلافات کیسے شروع ہوئے اور کہاں تک پہنچے یہ ایک طویل کہانی ہے۔ بس یہاں اس بات پر اکتفاء کرتا ہوں کہ مفتی صاحب نے مختلف مواقع پر ادارہ سے الگ ہونے کا مشورہ دیا لیکن ہر بار میں انہیں قائل کر لیتا تھا کہ ہمیں معاملات میں بہتری لانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ تحریکیں روز نہیں بنتیں۔ چنانچہ بات آئی گئی ہو جاتی۔ دوسری طرف آئے روز کچھ نیا ہی دیکھنے کو ملتا جس سے ہمارا اضطراب بڑھ جاتا۔ ہم گھروں سے نکل آتے اور ساری ساری رات کسی پارک کے کونے میں بیٹھ کر سوچ بچار میں گذار دیتے۔ ہمارے ساتھ مرکزی ساتھی محترم رانا جاوید القادری چیف ایڈیٹر ماہنامہ منہاج القرآن، ناظم نشر و اشاعت ادارہ منہاج القرآن اور محترم عتیق الرحمن مجددی نائب ناظم اعلیٰ بھی موجود ہوتے۔ اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ ادارہ کے در و دیوار جن سے انس پیدا ہو گیا تھا ان سے نامانوسیت ٹپکنے لگی تھی۔ ایک دن مفتی صاحب نے دوٹوک لہجے میں کہہ دیا کہ میں مزید اس کیفیت میں نہیں رہ سکتا۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ آپ یہاں ٹھہریں اور اصلاح احوال کی کوششیں جاری رکھیں۔ میرا آپ کا برادرانہ تعلق بدستور قائم رہے گا لیکن میں نے ادارہ سے مستعفی ہونے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ میرے لیے یہ مرحلہ آ گیا تھا کہ میں ڈاکٹر صاحب اور مفتی صاحب دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کروں، چنانچہ میں نے معمولی تامل کے بغیر فیصلہ کر لیا کہ ہم اکٹھے مستعفی ہوں گے۔ جب میں نے وہیں کھڑے کھڑے مفتی صاحب کو اپنے فیصلے سے آگاہ

کیا تو انہوں نے کہا کہ باقی دونوں ساتھیوں سے بات کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم فوری طور پر جمع ہوئے اور جلد ہی یہ طے پا گیا کہ ہم نے اجتماعی طور پر استعفیٰ دینا ہے۔ یوں یہ رفاقت اپنے انجام کو پہنچی۔

ہم نے ادارہ ایسا چھوڑا کہ پلٹ کر ادھر نہ دیکھا۔ کچھ دوستوں نے صلح کی سطحی نوعیت کی کوششیں کیں لیکن ہم بہت دور جا چکے تھے۔ مفتی صاحب مستعفی ہونے کے بعد کبھی نہ پچھتائے بلکہ وہ کبھی کبھار کہا کرتے تھے کہ ہر آنے والے دن کے ساتھ ادارہ چھوڑنے کے فیصلے پر شرح صدر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے چند پیر بھائیوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی اور ڈاکٹر صاحب کی صلح کروا دیں۔ مفتی صاحب اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ ہماری ملاقات تیسری جگہ پر ہوگی اور اس میں آپ سمیت کوئی اور شریک نہیں ہوگا۔ اگر ڈاکٹر صاحب آمادہ ہیں تو ہم مل لیتے ہیں۔ چنانچہ پیر بھائیوں نے ہمیں کہا کہ آپ کی شرط ڈاکٹر صاحب کو قبول ہے۔ یاد رہے کہ مفتی صاحب یہ فقیر اور ڈاکٹر صاحب پیر بھائی بھی ہیں ہمیں قدوۃ الاولیاء حضرت پیر سید طاہر علاء الدین القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مقررہ وقت پر وہ ہمیں ڈاکٹر صاحب کے محلے میں لے گئے۔ ان کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر ہی ایک گھر تھا ہمیں اس گھر میں لے گئے۔ ہم مطمئن تھے کہ یہ ہے تو تیسری ہی جگہ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے گھر کے بالکل قریب ہے لیکن اس وقت ہم حیران ہو گئے جب چائے پانی کے بعد صاحب خانہ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب گھر میں انتظار کر رہے ہیں چلیں ادھر چلتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ آپ حضرات نے وعدہ خلافی کی ہے۔ ہم تیسری جگہ پر آ گئے ہیں، اب آپ ڈاکٹر صاحب کو حسب وعدہ یہاں بلوائیں لیکن وہ اسی بات پر مصر رہے کہ ہم ادھر چلے جائیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر مفتی صاحب نے پیر بھائیوں پر خفگی کا اظہار فرمایا اور انہیں کہا کہ ہم واپس جا رہے ہیں۔ ہمارا غالب گمان بھی تھا کہ یہ سب کچھ ہماری پیر بھائیوں کی غلط بیانی کی وجہ سے ہوا ہے اور ڈاکٹر صاحب کو اعتماد میں نہیں لیا گیا تھا۔ خیر ہم نے یہ بات بھی بھلا دی لیکن مفتی صاحب اپنے وصال سے سال ڈیڑھ سال قبل یہ بات اکثر کیا کرتے تھے کہ ہمیں ڈاکٹر صاحب سے ملنا چاہیے۔ مذہبی لوگوں میں تو زیادہ رواداری ہونی چاہیے لیکن ہم سے سیاستدان بہتر ہیں جو اختلافات کے باوجود میل ملاقات نہیں چھوڑتے۔ ڈاکٹر صاحب دو ہی مواقع پر پاکستان تشریف لاتے ہیں۔ ایک رمضان المبارک میں اور دوسرا ربیع الاول میں۔ لیکن گزشتہ سال وہ دونوں مواقع پر بوجوہ پاکستان نہ تشریف لا سکے۔ مفتی صاحب مجھ سے پوچھتے رہتے اور میں یہی کہتا کہ وہ تشریف نہیں لائے۔ چنانچہ جب مفتی صاحب کا انتقال ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے تعزیت کے لیے طویل فون کیا، مفتی صاحب کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا اور مجھے اپنی طرف ان سے تعزیت کرنے کا

کہا۔اس موقع پر میں نے انہیں مفتی صاحب کی خواہش بتائی تو وہ فرمانے لگے کہ آپ فون پر رابطہ کروا دیتے۔ مفتی صاحب میں یہ تبدیلی کیسے آئی اس پر کبھی بات نہ ہوئی ان کی خواہش اس قدر تھی کہ ٹوٹا ہوا رابطہ بحال ہونا چاہیے ورنہ وہ علیحدگی کے فیصلے پر ہمیشہ مطمئن رہے۔

وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ادارہ منہاج القرآن چھوڑنے کے بعد اللہ رب العزت نے سب سے بڑا کرم یہ فرمایا کہ اسلام کو کسی شخصیت کی فکر کے زیر اثر نہیں بلکہ اسلاف کی تشریحات وتعبیرات سے استفادہ کرتے ہوئے آزادانہ طور پر پڑھنے اور سمجھنے کا موقع عطا فرمایا۔ دوسرا کرم یہ فرمایا کہ شخصی عقیدت کی بجائے رخ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت، شمائل اور تعلیمات کی طرف موڑ دیا حتیٰ کہ شریعت کی پاسداری اور دفاع اولین ترجیح بن گئی۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ دین نے مجھے سیر کر دیا ہے۔ جب کوئی ان کے سامنے کسی دینی تعلیم پر اعتراض پیش کرتا تو اسے تشفی جواب دینے کے بعد یہ فرماتے کہ اگر آپ کو اس سے بہتر دین ملا تو ہمیں بھی بتانا اور قائل کر لینا ہم یہ دین چھوڑ دیں گے لیکن یاد رکھنا ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ یہ دین حق ہے۔ ہم نے محض زبانی اقرار یا جذباتی وابستگی کی بناء پر نہیں بلکہ عقلی اور شعوری طور پر بھی اسے سمجھا ہے اور اختیار کیا ہے۔ یہ تبدیلی مذکورہ رخ مڑنے کے بعد ہی آئی۔

پھر یہ فرماتے کہ تیسرا کرم یہ فرمایا کہ تحقیق واشاعت دین کے حوالے سے ٹوٹی پھوٹی خدمات لے لیں۔ تفسیر کبیر کا ترجمہ مکمل ہونے کے بعد تو یہ بھی کہا کہ آج سمجھ آئی ہے کہ علامہ امین احسن اصلاحی نے اپنی معروف تفسیر تدبر قرآن مکمل کرنے کے بعد خوب کہا تھا کہ اگر میں جماعت (اسلامی) میں رہتا تو اچھرہ سے کونسلری کا الیکشن لڑ رہا ہوتا یہ کام نہ کر پاتا۔ مفتی صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے کیونکہ تحریکوں کے اندر رہتے ہوئے تحریکی ترجیحات کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے اور انسان بڑے تحقیقی کاموں کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔ تحریکوں کے قائدین کا معاملہ جدا ہوتا ہے کیونکہ انہیں معاونین کی کھیپ مل جاتی ہے جو نہ صرف باقی ذمہ داریاں سنبھال لیتے ہیں بل کہ تحقیقی کاموں میں بھی بھرپور معاونت کرتے ہیں۔

ادارہ چھوڑنے کے بعد

حاصل کلام یہ ہے کہ مفتی صاحب جب تک ادارہ کے ساتھ وابستہ رہے بھرپور اور بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ جب علیحدگی اختیار کی تو مکمل شرح صدر سے اختیار کی اور علیحدگی اختیار کرنے کے بعد پہلے سے زیادہ جوش وجذبہ کے ساتھ خدمت دین کا کام کیا جن کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے ایک الگ مقالہ تحریر کرنے کی ضرورت ہے تاہم یہاں ان کے نہایت اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ رجال دین کی تیاری کے لیے دینی اور عصری علوم کی درسگاہ جامعہ اسلامیہ لاہور کی بنیاد رکھی۔

۲۔ تصنیف و تالیف کے شعبے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ تفسیر کبیر کے ترجمہ کے علاوہ درجنوں کتب اور بیسیوں رسائل اور سینکڑوں مضامین ومقالات تحریر فرمائے۔

۳۔ اپنی سرپرستی میں ماہنامہ سوئے حجاز کی اشاعت کا سلسلہ جاری کیا۔ بحمد اللہ یہ اپنی اشاعت کی سلور جوبلی منا چکا ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کے نعلین مبارک کی بازیابی کے لیے مؤثر تحریک کو منظم کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

۵۔ تحفظ ناموس رسالت محاذ میں نئی روح پھونکی اور قانون تحفظ ناموس رسالت کے دفاع کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ جھوٹے مقدمات بھگتے اور اسیری کاٹی لیکن اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹے جب تک کامیابی نہ ملی۔

۶۔ ملی مجلس شرعی کے تحت تمام مکاتب فکر میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کی سرپرستی میں غازی ممتاز حسین قادری شہیدؒ کے حق میں مبسوط فتویٰ مرتب کیا گیا۔ سود پر وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کو فحاشی کی تعریف اور انسداد کے حوالے سے تحقیقی پیپر تیار کر کے بھیجا گیا۔ نفاذ اسلام کے لیے ایک مفصل خاکہ تیار کیا گیا۔

۷۔ جامع رحمانیہ شادمان میں کئی سال تک خطابت کا فریضہ نبھایا۔ آخری دنوں میں شدید ضعف کے باوجود یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔

۸۔ قرآن بورڈ پنجاب کے لیے بطور رکن خدمات سرانجام دیں۔

۹۔ ٹی وی چینلز پر اشاعت دین کا کام کیا۔ صرف وقت چینل پر اسی (۸۰) سے زائد پروگرام ہوئے۔

یہ عجلت میں تیار کیا گیا ان کی خدمات کا نہایت اجمالی خاکہ ہے۔ یہ تصور ہی روح فرسا ہے کہ وہ ہم میں نہیں رہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی دینی خدمات کو شرف قبول بخشے، بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہونے والی لغزشوں اور خطاؤں سے درگذر فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے اور ان کے فیوضات کو عام کر دے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ۔

جامعہ اسلامیہ لاہور کی مختصر تاریخ

تحریر: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

ادارہ منہاج القرآن سے علیحدگی کے بعد اس عاجز نے محقق عصر کے ساتھ متعدد نشستیں کیں۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق دینی خدمت کے کام کو جاری رکھا جائے، بڑے پیانے پر نہ سہی چھوٹے پیانے پر ہی سہی، ترجیحات مقرر کر کے کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ ہم دو باتوں پر متفق ہوئے۔ ایک رجال کار کی تیاری اور دوسرا عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے کتب اور لٹریچر کی اشاعت۔ حق بات یہ ہے کہ تب ہم مالی وسائل سے یکسر محروم تھے اور بظاہر یہ سب کچھ ایک خواب لگتا تھا لیکن سر پر ایک دھن تھی کہ کوئی ادارہ قائم کیا جائے جس میں رجال کار کی تیاری پر محنت کی جائے۔ حضرت محقق عصر نے جامع مسجد رحمانیہ میں ہی ان طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا تھا جن کا سلسلہ تعلیم بوجوہ منقطع ہو چکا تھا۔ ان کی تعداد اگرچہ کم تھی لیکن وہ تحصیل علم کا شوق رکھتے تھے۔

جامعہ کے قیام کی طرف پہلی پیش رفت

محقق عصر کے ایک شاگرد محترم علامہ عبدالحفیظ ساقی نے ایک دن یہ خبر سنائی کہ ان کے جاننے والے کچھ لوگ مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ان کے پاس دو کنال جگہ موجود ہے اور وہ مزید جگہ بھی خرید کر شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم نے ان سے ملاقات کا وقت رکھ لیا۔ دوران ملاقات ہم پر واضح ہوگیا کہ وہ رجال دین کی تیاری کے مشن سے کوئی سروکار نہیں رکھتے بلکہ محض نیک نامی کیلئے ایک روایتی دینی مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مدرسہ قائم ہونے کی صورت میں ہمیں وہاں جاب کرنے کی پیشکش کی۔ ہم نے غور کرنے کا وعدہ کر کے میٹنگ ختم کر دی۔ ہماری طبیعت ان کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔

دوسری پیش رفت

اس کے کچھ عرصہ بعد ہماری نشست معروف عالم دین علامہ محمد اقبال فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

ہوئی ۔ انہوں نے بتایا کہ لاہور کی قدیم درسگاہ جامعہ نعمانیہ تقریباً بند پڑی ہے اور ان کے پاس اسے چلانے کے اختیارات ہیں ۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جامعہ کے پاس مالی وسائل بالکل نہیں ہیں، وہ ہم مل جل کر پیدا کریں گے اور جامعہ ان کی سرپرستی میں کام کرے گا تاہم جملہ تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں ہمارے سپرد ہوں گی ۔ ہم نے غور وفکر کے بعد درج ذیل وجوہ کی بناء پر معذرت کر لی ۔

۱۔ ہمیں اطلاع ملی کہ اس پر بہت سارے تنازعات چل رہے ہیں لہذا اس کے احیاء پر وقت لگانا سعی لاحاصل ثابت ہوگا ۔

۱۔ حقوق وفرائض کی مجوزہ صورت بھی ہمارے لئے قابل قبول نہیں تھی کیونکہ وہ ہمارے نزدیک غیر متوازن تھی ۔ ایسی صورتوں میں شخصی تناؤ جلد اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے ۔

۳۔ تدریسی وانتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مالی وسائل کیلئے تگ ودو کرنا بھی ہمیں کافی مشکل نظر آتا تھا ۔

تیسری اہم پیش رفت جو جامعہ کے قیام کی بنیاد بنی

کچھ عرصہ بعد جامعہ منہاج القرآن کے فاضل محترم قاری عبدالغفور چشتی صاحب نے جو ان دنوں حضرت سلطان باہو ٹرسٹ برطانیہ سے منسلک تھے ہمارے ساتھ رابطہ کیا اور حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری حفظہ اللہ کا تعارف کرایا بلکہ جلد ہی ان سے ملاقات کا انتظام بھی کر دیا ۔ اس ملاقات میں میری شرکت تو نہ ہو سکی لیکن مجھے بعد میں محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سحر انگیز اور سادہ شخصیت کے بارے میں بتایا ۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پاکستان میں حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے زیر انتظام لاہور میں ایک جامعہ قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ چند نشستوں کے بعد طے یہ پایا کہ ہم مل کر اس جامعہ کی بنیاد رکھیں ۔ انہوں نے یہ بات کھل کر واضح کر دی کہ مجوزہ جامعہ کے لیے مالی وسائل کا انتظام حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کرے گا جبکہ اس کے تمام تر انتظامی وتدریسی معاملات ہمارے ذمہ ہوں گے ۔ ہم ان کی شخصیت سے متاثر تو تھے ہی ان کی پیشکش میں بھی ہمیں عملیت پسندی نظر آئی ۔ پھر ان کے بھائی پیر طریقت محترم صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی ۔ وہ پاکستان میں ٹرسٹ کے چیئرمین تھے ۔ وہ بے حد فعال اور متحرک نظر آئے اور ان کی مجاہدانہ طبیعت نے بھی ہمیں بہت متاثر کیا ۔ چنانچہ اپنے انتہائی قریبی احباب، محترم الحاج عبدالرشید فاروقی، محترم طاہر سرور مرحوم اور محترم رانا جاوید القادری کے ساتھ مشاورت کے بعد ہم نے لاہور میں کرائے کی عمارت میں جامعہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ۔

موڑ سمن آباد کے قریب ایک کوٹھی کرائے پر حاصل کی، کچھ اساتذہ کی تقرری کی کچھ طلبہ کو داخلہ دیا اور یوں ۲ جون ۱۹۹۳ء سے جامعہ اسلامیہ لاہور کا آغاز ہو گیا۔

چند اُصولی فیصلے

ہمیں جامعہ کے تدریسی و انتظامی امور میں خود مختاری حاصل تھی۔ چنانچہ اس موقع پر ہم نے کچھ اُصولی فیصلے کئے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ طلبہ کا وقار ملحوظ رکھا جائے۔ جامعہ کے طلبہ کا وقار مجروح کرنے والے اُمور سے گریز کیا جائے گا، جیسے انہیں قرآن خوانی اور ختمات کے لیے لوگوں کے گھروں میں بھیجنا یا ان کے ذریعے چندہ جمع کرنا یا انہیں اس احساس میں مبتلا رکھنا کہ آپ جامعہ کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں وغیرہ۔

۲۔ دینی اور عصری علوم کی تدریس۔ جامعہ کے طلبہ کو دینی اور عصری دونوں علوم پڑھائے جائیں گے۔ میٹرک پاس طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا۔ چھ سال میں وہ درس نظامی کے ساتھ ساتھ پوسٹ گریجوایشن بھی کریں گے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم پڑھانے کا تجربہ اس سے قبل کئی مدارس کر چکے تھے جیسے جامعہ منہاج القرآن اور جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف وغیرہ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے روایتی اور قدیم دینی مدارس کی بڑی تعداد اس وقت تک عصری علوم کی تدریس کو ہضم نہیں کر پا رہے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ عرض کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ ہم حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری کے ہمراہ لاہور کی قدیم درس گاہ جامعہ نظامیہ میں حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے حاضر ہوئے۔ حاضری کا بنیادی مقصد انہیں فتاویٰ رضویہ کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرنا تھا۔ دوران گفتگو انہوں نے بہت شفقت فرمائی اور بلاسود بنکاری میں میری دلچسپی کے پیش نظر میری خوب حوصلہ افزائی فرمائی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "**كفل الفقيه الفاهم**" ہدیہ فرمایا۔ جامعہ اسلامیہ کے حوالے سے بھی بات ہوئی لیکن آپ نے وہاں انگریزی پڑھانے پر گہری تشویش کا اظہار فرمایا بلکہ یہاں تک فرمانے لگے کہ دینی علوم کے ساتھ انگریزی اور عصری علوم پڑھنے والے زکوۃ کا مصرف نہیں ہو سکتے۔ میں ان کی خدمت میں اپنی معروضات پیش کرنے لگا تو محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔ جب ان سے اجازت لے کر ہم واپس آ رہے تھے تو محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا کہ قبلہ مفتی صاحب کا موقف اس حوالے سے بہت سخت ہے۔ تاہم کچھ سال بعد یہ پتہ

چلا کہ ان کے مؤقف میں نرمی پیدا ہوگئی ہے کیونکہ شیخوپورہ میں اللہ کے جس بندے نے جامعہ نظامیہ کی شاخ کیلئے جگہ وقف کی تھی اس نے یہ شرط عائد کی تھی کہ وہاں دینی اور عصری دونوں علوم پڑھائے جائیں گے۔ محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ جامعہ نظامیہ سے ہی فارغ التحصیل ہوئے پھر وہیں تدریس کا منصب بھی سنبھالے رکھا لیکن بحمد اللہ ان کی سوچ عصری علوم کی تدریس کے حوالے سے بڑی واضح تھی۔ رفتہ رفتہ یہ سوچ اپنی جگہ بناتی گئی اور علماء کرام نے عصری علوم کی تدریس کی ناگزیریت کو بڑے پیمانے پر تسلیم کرلیا۔ مجھے مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ اچھی طرح یاد ہے کہ عصری علوم کے بغیر جبہ قبہ میں ملبوس شیخ الحدیث ریلوے سٹیشن اور ائیر پورٹ میں داخل ہو کر گھبرا جاتا ہے اور قدم قدم پر دوسروں کی طرف دیکھتا ہے۔ اگر اسے وہاں کوئی فارم مکمل کرنا پڑ جائے تو اسے دوسروں کی مدد درکار ہوتی ہے۔

۳۔ پابندیوں کی بجائے رغبت اور تشویق کا راستہ اختیار کیا جائے۔ نماز پنجگانہ اور شریعت کے اوامر ونواہی کے علاوہ عبادات کے حوالے سے طلبہ پر پابندیاں نہیں لگائی جائیں گی، ہاں رغبت دی جائے گی، شوق پیدا کیا جائے گا۔ محقق عصر کا خیال تھا کہ اگر کوئی طالب علم عمامہ شریف نہیں پہنتا اور سادہ ٹوپی سے سر کو ڈھانپے رکھتا ہے تو اسے عمامہ شریف پہننے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ وہ یہ رائے بھی رکھتے تھے کہ کسی طالب علم کو مجبور کر کے ڈاڑھی نہ رکھوائی جائے تاہم اسے ماحول ایسا دیا جائے کہ اس میں یہ کشش اور رغبت پیدا ہو جائے کہ وہ بطیب خاطر ڈاڑھی رکھنے پر آمادہ ہو جائے اور نفلی عبادات شروع کر دے۔ یہ تصورات دینی مدارس میں اجنبی اور نامانوس تھے۔ ان کے سبب ہمیں تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری منزل رجال دین کی تیاری ہے جو اندر اور باہر سے پکے سچے مسلمان ہوں۔ چنانچہ اسی راستے پر چلتے رہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس معاملہ میں حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری حفظہ اللہ کی رائے بھی ہم سے مختلف تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ طلبہ کی تعلیمی قابلیت کا اندازہ ہر کوئی نہیں لگا سکتا جبکہ لباس، بود و باش اور ڈاڑھی رکھنا ہر ایک کو نظر آتا ہے۔ اس لئے اندیشہ یہ ہے کہ ہمارے جامعہ کے بارے میں عامۃ المسلمین کے اذہان میں خراب تاثر نہ پیدا ہو۔ ان کی بات بھی بڑی دقیع تھی۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس اختلاف کے باوجود انہوں نے جامعہ کے انتظامی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہ فرمائی اور جامعہ کے معاملات کو ہماری منشاء کے مطابق ہی چلنے دیا۔

۴۔ نصاب سازی میں حقیقی ضروریات کو بھی دیکھا جائے۔ جامعہ کی نصاب سازی ایک اہم معاملہ تھا اس پر خصوصی محنت کی گئی

چند اُصولی باتیں:

چند اصولی باتیں جو ہمارے پیش نظر رہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ دینی اور عصری علوم کے مروجہ نصابات کے علاوہ قرآن حکیم کے مطالعہ کو ہر سال کے نصاب میں شامل کیا گیا تا کہ طلبا کتاب اللہ سے ربط و تعلق پیدا کرنے میں رسوخ حاصل کر لیں اور اس کتاب ہدایت سے خوب استفادہ کریں۔

۲۔ عربی اور انگریزی تکلم و انشا پر خصوصی توجہ دی گئی تا کہ فارغ التحصل طلباء دنیا بھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے مواقع سے فائدہ اٹھا سکیں اور بہتر سے بہتر انداز میں خدمت دین کی اہلیت پیدا کر سکیں ۔یہی وجہ ہے کہ جامعہ کے ابتدائی فاضلین میں سے چار طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کو شام بھیجنے کا بندوبست فرمایا، ان کے تمام اخراجات کی ادائیگی کا بندوبست فرمایا۔

۳۔ عصری مسائل سے آگاہی کا بندوبست کیا گیا تا کہ طلبا جدید دور کے تقاضوں اور مسائل کو کماحقہ سمجھ سکیں اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں ان مسائل کا مؤثر حل پیش کرنے کی تربیت حاصل کر سکیں ۔

۴۔ درس نظامی کے ساتھ ساتھ طلبہ کا سائنسز اور سوشل سائنسز کو جاننا بھی ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ ان علوم کے مزاج، تعریفات، اصطلاحات اور دائرہ ہائے کار سے طلبہ کو آگاہ کرنے کیلئے ان علوم کی مبادیات پر مشتمل ایک مختصر حصہ بھی شامل نصاب کیا گیا۔

۵۔ ادیان عالم کے تقابلی مطالعہ کو بھی شامل نصاب کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ان پر اسلام کی عظمت، حقانیت اور تفوق آشکار ہو سکے اور وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے بھی مکالمہ کر سکیں۔

٦۔ طلبہ کی فکری تربیت کیلئے اس صدی کے عظیم مفکر حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب کلام اور افکار کو شامل نصاب کیا گیا۔ اسی طرح فکر اسلامی کے مبسوط تعارف کیلئے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ امام احمد رضا قادری رحمہم اللہ کے افکار و نظریات کا مطالعہ بھی شامل نصاب کیا گیا۔ یہ بات بیان کرنے میں کوئی باک نہیں کہ جلد ہی ہمیں یہ احساس ہو گیا کہ میٹرک پاس طلباء کی بجائے مڈل پاس طلباء کو داخلہ دیا جائے اور چھ سال میں انہیں درس نظامی اور بی اے کرانے پر اکتفا کیا جائے۔ تنظیم المدارس سے الحاق کے باعث وہ عالیہ اور عالمیہ

کے امتحانات بھی پاس کرلیں گے۔ نصابات کے جن پہلوؤں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان پر بھی خاطر خواہ عملدر آمد اس لئے نہ ہوسکا کہ طلباء پر پہلے ہی دوہرا نصاب پڑھنے کے بوجھ تھا۔ ثانیاً مدارس کے حصے میں زیادہ تر اوسط صلاحیت اور ذہنی استعداد کے حامل طلباء ہی آتے ہیں، پھر انہیں فراغت کے بعد مزید روکنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے والدین کا ہاتھ بٹانے کیلئے فکر مند ہوتے ہیں۔ اس کا حل ہم نے باہمی غور وفکر سے یہ سوچا کہ مختلف مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو ایک سالہ یا دو سالہ ڈپلومہ کورس کرایا جائے تاکہ اس کے ذریعے ان میں رہ جانے والی کمیوں کا نا صرف ازالہ ہو جائے بلکہ وہ کئی نئی جہات علم سے آگاہ بھی ہو جائیں۔ اس کورس کا نصاب تیار کرلیا گیا تھا، طریق کار بھی وضع کر لیا گیا تھا لیکن محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ اور خود میری طبیعت بھی روز بروز کمزور ہوتی گئی اور یوں یہ معاملہ معرض التوا میں چلا گیا۔

انتظامی ڈھانچے کی تشکیل جامعہ کے انتظامی امور کو چلانے کیلئے ابتدا جدید طرز پر بورڈ آف گورنر تشکیل دیا گیا۔ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اس کے چیئرمین تھے جبکہ درج ذیل احباب بطور گورنر یا رکن بورڈ آف گورنر شامل تھے۔

۱۔ محمد خلیل الرحمٰن قادری ۲۔ محترم الحاج عبدالرشید فاروقی ۳۔ محترم الحاج شوکت علی ۴۔ محترم الحاج سہیل اقبال شیخ ۵۔ محترم الحاج محمد عارف ۶۔ محترم خواجہ عبدالجلیل ۷۔ محترم ثاقب آفتاب شیخ ۹۔ محترم خالد بشیر شیخ ۱۰۔ محترم الحاج نیر اقبال ۱۱۔ محترم الحاج محمد رمضان

اس بورڈ آف گورنر کی تشکیل تب ہوئی تھی جب جامعہ کی رجسٹریشن نہیں کرائی گئی تھی۔ بعد ازاں جب جامعہ کی رجسٹریشن ہوئی تو قواعد وضوابط کے مطابق حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ انتظامیہ کمیٹی کے صدر اور یہ فقیر ناظم اعلیٰ مقرر ہوا، محترم الحاج عبدالرشید فاروقی نائب صدر جبکہ محترم حاجی سہیل اقبال ناظم مالیات اور محترم علامہ محبوب الرسول قادری ناظم نشر واشاعت مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد الحاج سہیل اقبال نے اپنے چچازاد اور ہر دلعزیز ساتھی محترم ثاقب آفتاب کو ناظم مالیات مقرر کیا اور خود بطور نائب صدر جامعہ سے منسلک ہو گئے۔ الحاج سہیل اقبال اور ان کے چچازاد محترم ثاقب آفتاب کے مستعفی ہونے کے بعد محترم حاجی محمد رمضان ناظم مالیات مقرر ہوئے۔ یوں جامعہ اپنی ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ موڑ سمن آباد والی بلڈنگ کافی پرانی اور ویران تھی، چنانچہ ہم نے ۱۹۹۴ء کے اواخر میں ۱۔ فصیح روڈ چوک چوبرجی کے قریب ایک اور مناسب عمارت کرائے پر حاصل کر لی اور جامعہ کو وہاں منتقل کر دیا۔ محترم الحاج عبدالرشید فاروقی حفظہ اللہ نے جامعہ کیلئے اراضی وقف کرنے کا اعلان فرمایا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ جب تک وہ اراضی مہیا نہیں کرتے وہ جامعہ کی بلڈنگ کا کرایہ باقاعدگی کے ساتھ ادا

کرتے رہیں گے۔ چنانچہ وہ اراضی مہیا کرنے تک کرایہ ادا کرتے رہے۔ انہوں نے دو مقامات پر اراضی کا انتظام کیا لیکن کچھ لوگ قانونی مقدمات قائم کر کے حکم امتناعی حاصل کر لیتے اور جامعہ کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال دیتے۔ اسی طرح شادمان کے عظیم ساتھی محترم الحاج سہیل اقبال نے بھی جامعہ کی ماہانہ اعانت کا سلسلہ شروع کیا اور اسے اچھی طرح نبھاتے رہے۔ یہ معاملات چل ہی رہے تھے کہ جامعہ کے حوالے سے ایک اہم موڑ آیا۔

جامعہ کو چلانے کا ایک نیا انتظام

حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کے باعث جامعہ کے اخراجات کی تمویل مشکل سے مشکل تر ہوتی گئی۔ ادھر ہمارے لئے مالی وسائل کے بغیر جامعہ کو چلانا قریب قریب ناممکن ہو گیا۔ اس پر ٹرسٹ کی انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات شروع ہوئے۔ مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ ان میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ اگر حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کار جامعہ کیلئے مالی وسائل مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کریں تو صاحبزادگان سے اس حوالے سے بات کی جائے۔ چنانچہ باہم مشاورت کے بعد ہم نے مذاکرات کرنے والے احباب کو بتا دیا کہ ایسا ممکن ہے۔ جس پر انہوں نے صاحبزادگان کو آگاہ کیا تو انہوں نے بڑی وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تجویز کو قبول کر لیا اور جامعہ خوش دلی سے ہمارے سپرد کر دیا۔ صاحبزادگان سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ اسی محبت اور شفقت کے ساتھ ملتے۔ یہی وجہ تھی کہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس عاجز کو ٹرسٹ میں اہم ذمہ داریاں دی گئیں اور کچھ عرصہ بعد ہم نے اسلامک ہیلپ قائم کی تو اس کی نگرانی کی ذمہ داری بھی مجھے سپرد کی گئی۔ صاحبزادگان یہ چاہتے تھے کہ حضرت محقق العصر بھی ٹرسٹ میں شامل ہوں لیکن ان کی تحقیقی مصروفیات کے باعث ایسا ممکن نہیں تھا۔ محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبزادگان کا دلی احترام کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کا تذکرہ محبت سے فرماتے تھے۔ میں نے ٹرسٹ میں شامل ہونے سے قبل جب ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اسے پسند کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ صاحبزادگان کی جامعہ کیلئے خدمات کا اعتراف نہ کرنا بخل ہے، الغرض اس فیصلے کے بعد دوطرفہ محبت نہ صرف قائم رہی بلکہ اس میں اضافہ ہی دیکھنے کو ملا۔

جامعہ کیلئے ایک اور رستہ کھلتا ہے

ہم نے یہ ذمہ داری قبول تو کر لی لیکن ہمیں اسے نبھانا خاصہ مشکل نظر آ رہا تھا۔ ہمارے پیش

نظر یہ تھا کہ ہم جامعہ کو فوری طور پر جامع مسجد رحمانیہ منتقل کر دیں گے تا کہ کرایہ اور بجلی کے اخراجات وغیرہ کی بچت ہو سکے لیکن اللہ نے کرم کیا کہ ہمارے دیرینہ رفیق اور محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نیاز مندی اور حسن عقیدت رکھنے والے محترم الحاج شیخ سہیل اقبال دام ظلہ کا دل مقلب القلوب نے اس منصوبے کی طرف پھیر دیا جو اس وقت بے چارگی کے عالم میں تھا۔ اگر چہ وہ جامعہ کی معاونت تو پہلے سے ہی کر رہے تھے لیکن پہلی دفعہ ایسا ہوا جب انہوں نے اپنے اقارب اور احباب کے بھروسے پر پورے اعتماد سے جامعہ کے مالی امور کی تمام تر ذمہ داری قبول کی۔ اس کے بعد حالات سازگار ہوتے چلے گئے۔

اراضی کے حصول کیلئے پیش رفت

اس فقیر نے محترم الحاج عبدالرشید فاروقی سے بات کی کہ کچھ دوست جامعہ کی تعمیر کیلئے تیار ہیں، اگر آپ اراضی کا انتظام فرما دیں تو ہم اپنی بلڈنگ میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے تحفظات کا ذکر کیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ یہ اراضی شہید ہونے والی اہلیہ اور بچوں کے نام پر وقف کر رہے ہیں لہٰذا انہیں یہ تسلی چاہیے کہ یہ جامعہ آپ لوگوں کے بعد بھی قائم اور چلتا رہے گا۔ دوسرا تحفظ انہوں نے یہ بیان فرمایا کہ اکثر مدارس میں موروثیت آ جاتی ہے اور مدارس کو خراب کر دیتی ہے۔ انہوں نے حزب الاحناف کی مثال سامنے رکھی۔ میں نے یہ تحفظات حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھے۔ انہوں نے دوٹوک انداز میں فرمایا کہ وہ اراضی کسی ایک فرد کے نام پر وقف نہ کریں بلکہ تین چار افراد کو متولی بنائیں اور انہیں جمیع اختیارات دیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ موروثیت پر بھی قدغن لگا دیں۔ چنانچہ بڑی محنت سے وقف نامے کا ڈرافٹ تیار کیا گیا جس کی رو سے اس کے چار متولیان مقرر کیے گئے۔ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مفتی محمد خان قادری ۲۔ محمد خلیل الرحمٰن قادری ۳۔ احمد رشید فاروقی ۴۔ الحاج سہیل اقبال

اگر کوئی متولی فوت ہو جائے یا مستعفی ہو جائے تو باقی متولیان اس کی جگہ نیا متولی نامزد کر سکیں گے۔ یوں وقف نامہ منظور ہوا اور تیرہ کنال اراضی جامعہ کے نام پر منتقل ہو گئی۔

نقشہ اور تعمیرات

اس کے بعد جامعہ کی اراضی پر چار دیواری کی گئی اور اس کا نقشہ بنانے پر غور و فکر شروع

ہوا۔ جامعہ کے بورڈ آف گورنرز میں شامل محترم خواجہ عبد الجلیل صاحب جو نیشنل بنک آف پاکستان کے شعبہ انجینئرنگ کے سربراہ تھے انہوں نے اپنی اور اپنے عملے کی خدمات اس کار خیر کیلئے پیش کیں ۔اب تعمیرات کا مرحلہ درپیش تھا۔ یہاں بھی محترم الحاج شیخ سہیل اقبال، ان کے والد گرامی محترم حاجی شیخ محمد اقبال، ان کے چچا محترم شیخ محمد آفتاب اور ان کے صاحبزادے محترم ثاقب آفتاب شادمان کے دیگر بزرگوں محترم الحاج شوکت علی، محترم الحاج محمد عارف و دیگر کے ہمراہ تعمیرات کے کار خیر کیلئے تیار ہو گئے۔ تعمیرات کی نگرانی کا کام محترم علامہ محمد اسلم شہزاد کے سپرد کیا گیا جنہوں نے اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ اسے نبھایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تعمیرات میں کسی مرحلہ پر بھی رکاوٹ نہ آئی۔ اللہ کریم ان تمام احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پھر اگست ۲۰۰۳ء کو ہم نے کرائے کی عمارت کو خیر آباد کہا اور جامعہ کی اپنی نئی عمارت میں منتقل ہو گئے ۔جامعہ کی نئی عمارت کے بارے میں حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ یہ تھی کہ ہم نے یتیم خانہ نہیں بنانا بلکہ ایک باوقار عمارت کھڑی کرنی ہے جس میں زیر تعلیم طلبہ کسی قسم کے احساس کہتری میں مبتلا نہ ہوں ۔بحمد اللہ یہ عمارت ایسی ہی بنی۔ جس نے بھی دیکھی اس نے تعریف کی۔ اس نئی عمارت میں میں تعلیم و تدریس کا سفر نئے جوش و ولولے سے جاری و ساری ہو گیا۔ جب الحاج شیخ سہیل اقبال، ان کے اعزا اور شادمان کے دیگر احباب نے جامعہ کو چلانے کیلئے ذمہ داری اپنے سر پر لے لی تو حضرت محقق عصر اور ان کے رفقاء اس فکر سے آزاد ہو گئے کہ جامعہ کو چلانے کیلئے وسائل کہاں سے دستیاب ہوں گے۔ اس ذہنی آزادی کی بدولت انہوں نے خوب علمی و فکری کام کیا اور امت کو جوڑنے پر اپنی توانائیاں صرف کیں۔ یوں اس نئی عمارت میں گویا ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ تفسیر کبیر کا ترجمہ بھی اسی عمارت میں مکمل ہوا۔ قانون تحفظ ناموس رسالت کیلئے بیشتر تحریکی اور علمی کام بھی اسی عمارت میں ہوئے۔ ملی مجلس شرعی کے تحت علمی فکری اور تحقیقی کام بھی اسی عمارت میں ہوئے۔ اتحاد اہلسنت کی کاوشیں بھی یہیں ہوتی رہیں۔ یقیناً ان کارہائے خیر پر اللہ رب العزت جو اجر و ثواب عطا فرمائے گا اس میں مذکورہ ساتھی بھی حصہ دار ہوں گے کیونکہ یہ سب کچھ ان ہی کے تعاون سے ہو پایا۔ ان ساتھیوں کو نام و نمود کی پرواہ تھی نہ ستائش اور صلے کی تمنا۔ انہوں نے جو خدمات بھی سرانجام دیں لوجہ اللہ تھیں۔ محترم الحاج شیخ سہیل اقبال رفاہی اور فلاحی کاموں میں بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہوں نے حجاز ہسپتال کیلئے بھی اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ جب حجاز ہسپتال کے بانی و صدر محترم الحاج شیخ انعام الٰہی رحلت فرما گئے تو سب نے سہیل صاحب کو حجاز ہسپتال کا صدر منتخب کیا۔ اسی عرصہ میں سہیل صاحب نے جامعہ میں حجاز

ہسپتال کے تحت فری ڈسپنسری قائم کی جس سے جامعہ کے طلبہ، اساتذہ اور اہل علاقہ خوب مستفیض ہوتے رہے۔ایک دن ان کی طرف سے تحریری استعفیٰ ہم تک پہنچ گیا جسے دیکھ کر بہت پریشانی ہوئی۔ ان کے چچازاد محترم ثاقب آفتاب جو جامعہ کے ناظم مالیات کے فرائض سرانجام دے رہے تھے انہوں نے بھی استعفیٰ پیش کر دیا۔ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے رابطہ کرنے کی ذمہ داری محترم الحاج عبدالرشید فاروقی، محترم حاجی محمد رمضان اور اس فقیر کے سپرد کی۔ ہم نے ان کے ساتھ دو تین تفصیلی نشستیں کیں تاکہ استعفیٰ کی وجوہ کی کھوج لگا سکیں اور انہیں استعفیٰ واپس لینے پر آمادہ کر سکیں۔ ہمارے سامنے جو باتیں انہوں نے رکھیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ حجاز ہسپتال میں ان کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اور عملاً جامعہ کیلئے وقت نکالنا مشکل تر ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے جامعہ کیلئے فنڈز بھی جمع نہیں ہو سکے۔ یہ بھی کہا کہ آئے دن مختلف ایجنسیوں سے متعلق لوگ ہمیں پریشان کرنے آ جاتے ہیں ۔اُلٹے سیدھے سوالات کر کے ہمیں زچ کرتے ہیں۔ ہم ان مشکلات میں نہیں پڑنا چاہتے۔ کچھ باتیں اور بھی بتائیں جو کہ امانت ہیں۔ ہم نے تمام باتیں محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ کو بتا دیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ وہ استعفیٰ واپس لے لیں لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ انہوں نے یہ یقین دہانی البتہ متعدد بار کرائی کہ وہ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ کے جملہ احباب کے ساتھ خیر خواہی اور دینی اخوت کا رشتہ بدستور رکھیں گے۔ یوں جامعہ مخلص اور دیرینہ ایثار کیش ساتھیوں کی معاونت سے محروم ہو گیا۔ ان ساتھیوں کا یکا یک الگ ہونا جامعہ کیلئے ایک نئی آزمائش تھی لیکن اللہ رب العزت دینی کاموں میں کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی دیتا ہے۔ ہم نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے محترم ثاقب آفتاب کی جگہ محترم حاجی محمد رمضان کو ناظم مالیات مقرر کیا نیز انہیں محترم سہیل صاحب کی جگہ پر متولی یعنی ٹرسٹی نامزد کیا اور نئے سرے سے وسائل پیدا کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم کے سرخیل محترم حاجی محمد رمضان بنے۔ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اور اس فقیر نے بھی حتی الوسع ان کی معاونت کی اور یوں یہ تعطل ایک حد تک رفع ہوا۔ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کے بعد ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو چکا ہے۔ جامعہ کے انتظامی ڈھانچے اور مالیاتی نظام کو مضبوط تر بنانے کی ضرورت ہے۔ بورڈ آف ٹرسٹیز اس کے لئے کوشاں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس مادر علمی کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ حضرت محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ خدمات دینیہ کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان پر انہیں اپنی شان کے لائق اجر عطا فرمائے۔ وہ احباب جنہوں نے کسی بھی مرحلہ پر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمایا انہیں بھی اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصانیف وتراجم

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری کی نظر میں

شاہکار ربوبیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں جسم و اعضاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے تذکرے حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حسین پیرائے میں بیان فرمائے ہیں کہ خوشبوئے محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب کا ہر ہر صفحہ مہک مہک اُٹھا ہے۔ عشاق کے لیے لاجواب تحفہ ہے، ہر گھر اور ہر لائبریری میں اس کتاب کی موجودگی قارئین کے لیے ایمانی حلاوت کا باعث ہوگی۔ صفحات ۴۹۶۔

شرح سلام رضا

"مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" ایسا مقبول عام اور سرمدی نغمہ ہے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی کونہ ایسا ہوگا جہاں اس کے مبارک بول نہ پہنچے ہوں۔ اس کی مقبولت اور اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے پونے چھ سو صفحات پر محیط شرح لکھی جو اپنے تئیں سیرت کی ایک خوبصورت کتاب بھی ہے۔ اس کے متعلق ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا تاریخی جملہ ہے کہ "امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح (مفتی محمد خان قادری) نے اس سمندر کو کوزے سے نکالا۔ امام احمد رضا نے آبدار موتیوں کو ڈبیوں میں بند کیا اور حضرت شارح نے بند ڈبیوں سے ایک ایک موتی نکال کر ہمارے سامنے رکھا اور نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔" صفحات ۵۷۶۔

رفعت ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتاب کا عنوان اس مبارک نام سے ہی ظاہر ہے۔ اپنے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد اور جامع کتاب ہے۔ عشاق کے لئے خاص تحفہ ہے۔ محافل میلاد میں تقسیم کرنے کے لئے نہایت موزوں اور مفید ہے۔ صفحات ۲۴۔

حضور ﷺ کی رضاعی مائیں

اہل محبت کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے محبت کرتے ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی صادق جذبے کا ثمر ہے۔ اس میں تحقیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر رضاعی والدہ نے اسلام قبول کیا۔ کتاب کا مطالعہ قارئین میں محبت رسول ﷺ کے گلاب بھی اُگائے گا اور اہم معلومات بھی بہم پہنچائے گا۔ ہر سطح کے قارئین کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔ صفحات ۸۴۔

حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟

رسول رحمت، شفیع امت ﷺ کی مبارک اداؤں کا نام اسلام ہے۔ موسم رحمت ونور رمضان المبارک میں حضور اکرم ﷺ کے معمولات کو اس انداز میں جمع کیا گیا ہے کہ قاری کے دل و دماغ میں سنت نبوی ﷺ کے احیاء کا جذبہ اجاگر ہو جاتا ہے۔ صفحات ۲۴۰۔

فضائل نعلین حضور ﷺ

یہ کتاب دنیائے علم کے نامور عالم دین کی تصنیف "فتح المتعال فی مدح النعال" کا اردو ترجمہ ہے۔ جس کے ترجمے کی سعادت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد عباس رضوی کو نصیب ہوئی۔ کتاب میں حضور ﷺ کے نعلین مبارک کے چند نقش بھی شامل ہیں جن کو ان کی اصل حالت میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کا مطالعہ بے شمار غلط فہمیوں کے ازالے کا موجب ہے۔ صفحات ۳۳۶۔

ایمان والدین مصطفی ﷺ

یہ کتاب نامور عرب عالم دین شیخ محمد بن علوی المالکی، مولانا مفتی محمد خان قادری اور اہل حدیث عالم اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے تین الگ الگ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جن میں ان تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو آقائے دو جہاں ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے حوالے سے بعض طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ صفحات ۱۵۴۔

مسئلہ ترک

زیر نظر کتاب میں یہ ثابت کیا گیا کہ حضور انور ﷺ کا کسی عمل کو فقط بجا نہ لانا اس عمل کے

حرام ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ نامور عرب عالم دین اور محقق امام عبداللہ محمد الصدیق الغماری نے مرتب فرمایا اور علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجمہ کر کے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اصل عربی متن بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ صفحات ۵۲۔

محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

"شرح سلام رضا" کے مصنف اور نامور محقق علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ علمی دنیا کے روشن ستارے ہیں۔ چار درجن کے لگ بھگ ان کی تصانیف کا شہرہ عام ہے۔

مخالفین میلاد کی طرف سے آج تک وارد کیے جانے والے اعتراضات کا مفصل محاسبہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے قرآن وحدیث اور مشاہیر اسلام کے اطوار وارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ محافل میلاد ہمیشہ سے اہل اللہ کا طریقہ رہا ہے اور یہ بارگاہِ خداوندی میں نہایت مقبول عمل ہے۔ فاضل مصنف نے خالصتاً علمی انداز میں دلائل کی زبان استعمال کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا ہے۔ المختصر یہ کتاب اہل محبت کے لئے عظیم سرمایہ، ہر لائبریری اور ہر گھر کی بنیادی ضرورت ہے۔ صفحات ۱۶۸۔

اسلام اور احترام والدین

اس وقت احترام والدین ایک اہم معاشرتی مسئلہ ہے۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی احکامات کی روشنی میں اس اہم موضوع پر نہایت عام فہم، آسان دلچسپ اور تحقیقی کتاب مرتب فرمائی ہے۔ جس کا مطالعہ نسل نو کے لیے بہترین راہنمائی فراہم کرے گا۔ سکولوں اور کالجوں میں طلبہ میں تقسیم کرنے کے لیے منگوانے والوں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

جسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کریم نے ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی ہر اعتبار سے فضیلت و بزرگی اور امتیازات عطا فرمائے ہیں۔ عام لوگوں کے جسم سے بدبودار پسینہ خارج ہوتا ہے جبکہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود بے مثل خوشبوؤں کا خزینہ تھا۔ عصر حاضر کے نامور محقق، شارح سلام رضا حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام واقعات اور احادیث کو یکجا کر دیا ہے جو جسم نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے متعلق تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب لازوال خوشبوؤں کی ایسی بے مثال داستان ہے جس کے مطالعہ سے آج بھی وجود ایمان معطر و معتبر ہو سکتا ہے۔

ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دسویں صدی ہجری کے عظیم علمی و روحانی پیشوا حضرت امام حسین بن محمد شافعی ۹۲۶ھ نے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات اور کائنات کی ہر شے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ظہور کے عنوان سے انتہائی ایمان افروز اور باطل سوز کتاب مرتب فرمائی جس کو حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ کتاب کی سطر سطر سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پھوٹتا ہے۔ اہل علم کے لیے بالخصوص اور پوری ملت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے بالعموم ایک خوبصورت تحفہ کا درجہ رکھتی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے ایک اُمتی اپنے تقدس مآب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لازوال عظمت جان کر قلبی و روحانی فرحت محسوس کرتا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ مکمل عربی متن بھی شائع کیا گیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ۱۱۰ صفحات اعلیٰ کاغذ، انتہائی خوبصورت سرورق۔ قیمت صرف ۳۲ روپے۔

آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اکثر وقت ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کام میں گزرتا تھا۔ جب بھی ملتے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرتے اور اپنے اپنے وہ واقعات ایک دوسرے کو سناتے کہ میں نے سرکار کو کیسے، کب اور کہاں دیکھا تھا اور ساتھ ہی محبت بھری داستانیں سناتے۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں میں بس جانے والے ان تقدس مآب لمحات اور یادوں کو جمع کر کے ایک بڑا کام کیا ہے۔ کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی باتیں پڑھ سکتے ہیں۔ صفحات ۴۰۔

مزاح نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش طبعی، خوش کلامی اور ہمدردی کی نظیر ساری کائنات میں ملنا محال ہے۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزاح بھی فرماتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح حقیقت پر مبنی اور بہت لطیف ہوتا تھا۔ حضرت مفتی محمد خان قادری نے "مزاحِ نبوی" کے نام سے وہ تمام واقعات جمع کر

دیئے ہیں۔ آج ہی منگوائیے اور ایمان تازہ کیجئے۔ صفحات ۵۲۔

مشتاقان جمالِ نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی

اس ایمان افروز کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ مبارک واقعات جمع کیے گئے ہیں جن میں وہ ہجر و فراق کی کیفیات اور حضور ﷺ کے حسن و جمال کے تذکرے کرتے تھے۔ کتاب کا مطالعہ اہل محبت کے لیے بے حد ضروری ہے۔ صفحات ۵۶۔

نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

پیش نظر کتاب میں الشیخ امام ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) کی کتاب "**الخشوع فی الصلاۃ**" اور حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) کی "**فصول مهمه فی حصول المتمه**" کے ترجمہ کے ساتھ اسی موضوع پر حضرت مفتی محمد خان قادری کے علمی کام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یوں یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد نوعیت کی عظیم علمی اور مستند کتاب بن گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے ہر سطح کے قارئین استفادہ کرسکیں گے۔ صفحات ۲۰۸۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی وصیتیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں۔ ان کے قلوب عشق رسول ﷺ سے معمور تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی اپنی وصیتوں میں وقت وصال اپنی اولاد اور پسماندگان کو حضور ﷺ کے متعلق خاص ہدایات جاری کیں۔ حضرت مفتی محمد خان قادری نے اس کتاب میں حضور ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وصیتوں کو جمع کر کے محبت رسول ﷺ کا ایک نیا باب رقم کر دیا ہے۔ اہل محبت کے لیے حرز جاں ہے۔ صفحات ۲۰۸۔

تبسم نبوی ﷺ

کتاب کا موضوع نام سے ہی ظاہر ہے۔ تبسم نبوی ﷺ ایک ایسی ادا ہے کہ جس میں ہزاروں غم زدوں اور بے سہاروں کے دکھوں کا مداوا اور علاج ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم نبوی ﷺ کی کیفیات کو جمع کر کے پیش نظر گلدستہ تیار کیا ہے۔ آپ بھی پڑھیے۔ صفحات ۶۴۔

درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری

عرب دنیا کے نامور عالم دین الشیخ السیّد محمد بن علوی المالکی (استاذ الحدیث مکہ مکرمہ) کی مشہور کتاب "**شفراء الفواد بزیارۃ خیر العباد**" کا اُردو ترجمہ حضرت استاذ العلماء علامہ مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ جسے عوام وخواص میں بہت پذیرائی نصیب ہوئی۔ کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کے آداب بہت محبت وعقیدت اور ادب واحترام کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ صفحات ۳۵۲۔

عورت کی امامت کا مسئلہ

دوران نماز عورتوں کے لیے عورت کی امامت کے مسئلہ پر محقق دوراں علامہ مفتی محمد خان قادری نے زیر نظر کتاب مرتب فرمائی۔ جس کا مطالعہ ہر قاری اور بالخصوص خواتین کے لیے از حد مفید ہے۔ صفحات ۴۰۔

کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟

محبت کا تقاضا ہے کہ محب صادق اپنے محبوب اور محبوب کے ساتھ نسبت رکھنے والی ہر شے کو دل وجان سے پیارا جانے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ چودہ صدیوں سے ملت اسلامیہ اپنے محبوب حقیقی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہی میں ایمان کی تکمیل کرتی آئی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی کیونکہ رب کریم کے ارشاد پر عمل کی صحیح صورت بھی یہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کے سبب آپ پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس باتوں (حدیث) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک (سنت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، غلاموں اور شہر پاک وغیرہ سے محبت کی جاتی ہے اور عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھتے ہوئے صلحائے امت نے اپنے آپ کو عجز وانکسار کے سبب انتہائی کم تر چیزوں کے ساتھ استعارہ وابستہ کرتے رہے۔ پیش نظر کتاب میں اس موضوع پر کثیر حوالہ جات جمع کر دیئے گئے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی جناب میں اپنے آپ کو کس انداز سے پیش کرتے رہے اور ان کے قلوب میں کس قدر خوف خدا موجزن تھا۔ یہ کتاب محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک داستان ہے جس کا مطالعہ اہل ایمان کے لیے حرز جان

ثابت ہوگا۔ اچھا کاغذ، کمپیوٹرائزڈ کتابت اور انتہائی دیدہ زیب سرورق۔

عورت کی کتابت کا مسئلہ

اہل علم میں اس موضوع پر اختلاف ہے کہ کیا اسلامی نقطہ نگاہ سے عورت کو لکھنا سکھانا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں عورت کی کتابت کے مسئلہ کو اجاگر اور واضح کیا ہے۔ اہل علم کے لیے نادر تحفہ اور خواتین کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔

درودوں کے گجرے

درود پاک کے حوالے سے امام ابن ابی عاصم کی عربی کتاب کو علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ کتاب اپنے موضوع کے حوالے سے منفرد کتاب ہے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور بے شمار برکات کے حصول کا ذریعہ ہے اہل محبت کے لیے نادر تحفہ سے کم نہیں۔

نظام خلافت کے خدوخال

عالمی دعوت اسلامیہ کے امیر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم اعلیٰ علامہ خلیل الرحمان قادری کی مشترکہ کاوش ہے اس تحقیقی مقالہ میں نظام خلافت کے نفاذ واحیاء کے سلسلہ میں اہم تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ اہل علم وسیاست کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تصور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسلام نے زندگی کے ہر موڑ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد، تذکرہ اور سنت کو اپنانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اس سلسلہ میں علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن زندگیوں سے چند واقعات منتخب کر کے جمع کیے ہیں۔ جن میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور میں ہی مگن رہتے تھے۔

منہاج النحو

اس کتاب کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ "ثانویہ عامہ تنظیم المدارس" کے نصاب میں شامل ہے۔

منہاج المنطق

درس نظامی کے کورس کی اس کتاب کو بھی فاضل مصنف نے نہایت آسان سادہ اور سلیس کے مطابق مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب کو مدارس عربیہ کے لیے تحفہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ فاضل اساتذہ مدارس عربیہ میں اس کتاب کو باقاعدہ لگوا کر طلبہ کے لیے آسانی پیدا کر سکتے ہیں۔

مسلک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے موضوع کی اس نہایت مختصر، جامع اور مدلل کتاب کی سطر سطر سے محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ آج ہی طلب کیجئے۔ صفحات ۲۴۔

معارف الاحکام

اصول فقہ کے موضوع پر اس تحقیقی کتاب میں احکام تکلیفیہ، فرض، واجب، سنت، مباح، حرام، مکروہ تحریمی و تنزیہی، اساءت اور خلاف اولیٰ کی تفصیلی مباحث ہیں۔ طلبہ کے لئے نادر تحفہ۔ صفحات ۳۰۴۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور بوسہ جسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لازوال عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داستان کا لاجواب تحفہ ہے۔ صفحات ۳۲۔

امتیازات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدینہ منورہ کے نامور عالم دین ڈاکٹر الشیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر کی عربی کتاب کو حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ کتاب میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سو خصائص و امتیازات کو نہایت مدلل اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نہایت ایمان افروز کتاب ہے۔ صفحات ۲۲۴۔

ذخائر محمدیہ

مکہ مکرمہ کے مشہور عالم دین فضیلۃ الشیخ السید ڈاکٹر محمد علوی المالکی نے نبی پاک صاحب

لولاک ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور فضائل جلیلہ کے بیان میں لکھی ہے۔ جبکہ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر غلام شبیر قادری نے اسے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ چار سو صفحات، شاندار کتابت، دیدہ زیب سرورق۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور علم نبوی ﷺ

علم نبوی ﷺ کے موضوع پر اختلاف پیدا کرنا نہ صرف نہایت تکلیف دہ اُمر ہے بلکہ یہ دشمنانِ اسلام کی ناپاک سازش کا نتیجہ بھی ہے۔ اس موضوع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء اور عقائد کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔ جس کے مطالعہ سے قارئین کو حسن عقیدہ کی نعمت نصیب ہوگی۔

حضور ﷺ کا سفر حج

حج اسلام کا اہم رکن اور مسلمانوں کی اہم عبادت ہے۔ جس کی ادائیگی کے لیے ہر امتی کو مکمل معلومات حاصل ہونی چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ ہر محبت شعار امتی کی یہ قلبی خواہش ہوتی ہے کہ میں اپنے آقا و مولا حضور ﷺ کے حج کے طریقے پر حج کا فریضہ سرانجام دوں۔ اس مقصد کے لئے حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ منگوائیے اور فائدہ اُٹھائیے۔

محبت و اطاعت رسول اللہ ﷺ

جن و انس اور شجر و حجر سب کی محبوب ترین ہستی حضور محبوب خدا ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اور مکلف نہ ہونے کے باوجود شجر و حجر آپ ﷺ کی محبت و غلامی سے سرشار ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قاری کو محبت مصطفیٰ ﷺ کی سوغات نصیب ہوگی۔ کتاب میں آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت دونوں کو لازم و ملزوم ثابت کیا گیا ہے۔ صفحات تقریباً سات سو۔

حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے

ذات نبی ﷺ پر کفار و مشرکین کے ایک بڑے اعتراض کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے یہ کتاب لکھی اور ساتھ ہی الشیخ محمد علی صابونی کے عربی مقالہ کا اردو ترجمہ از مولانا محمد عارف سعد شامل اشاعت کر کے اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ صفحات ۱۲۰

شب قدر اور اس کی فضیلت

علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں شب قدر کی اہمیت و فضیلت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم مبارکہ پر گفتگو کی گئی ہے جو بیک وقت عقائد و اعمال سنوارنے کے لئے مفید کتاب ہے

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟

سکولوں کی ایک نصابی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کی جارہی تھی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائیں حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس الزام کو غلط ثابت کیا ہے۔ اور کتاب میں نہایت محبت آمیز انداز سے اصل صورت واضح کی گئی ہے ایمانیات کے حوالے سے ایک اہم کتاب ہے۔

مقصد اعتکاف

رمضان المبارک میں اعتکاف میلوں میں اور اجتماعات میں بدلنے کا رواج ہوتا جارہا ہے اور اعتکاف ایک تنظیمی پراجیکٹ بنتا جارہا ہے ایسے میں قرآن و سنت کی روشنی میں مقصد اعتکاف واضح کیا گیا ہے۔

سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان سے سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کے عربی رسالہ کا اُردو ترجمہ ہے حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت سے کتاب تیار کی ہے آج ہی طلب فرمائیے۔ صفحات ۲۴

المورد الروی فی مولد النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میلاد شریف پر عظیم محدث حضرت ملا علی قاری کی عظیم تصنیف ہے اس کے ساتھ مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ ابن کثیر اور مولود النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ ابن حجر تینوں رسائل کو یکجا عربی زبان میں شائع کر دیا گیا اہل علم کے لیے نادر تحفہ ہے۔

(حجاز پبلی کیشنز)

یادگارِ اسلاف، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب وادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

اور ملی مجلس شرعی

تحریر: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

چند سال قبل لاہور کے تمام مسالک کے چنیدہ علماء نے ایک ایسا پلیٹ فارم تشکیل دینے پر اتفاق کیا جس کے تحت درپیش مختلف علمی مسائل پر ممکنہ حد تک اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور بین المسالک تقریب اور رواداری کو فروغ دیتے ہوئے امت کو جوڑنے اور متحد کرنے کا کام کیا جائے۔ اس پلیٹ فارم کا نام ملی مجلس شرعی رکھا گیا محترم ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید رحمہ اللہ کو اس کا بانی کنوینر مقرر کیا گیا۔ جبکہ رابطہ سیکرٹری کیلئے ڈاکٹر محمد امین کی تقرری کی گئی۔ محقق عصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس کا اہم حصہ تھے۔ اس عرصے میں مجلس نے تصویر کی شرعی حیثیت اور اہل صحافت کیلئے ضابطۂ اخلاق جیسے موضوعات پر علمی کام کیے۔ باری باری مجلس کے اجلاس ہر مکتبہ فکر کے بڑے مدارس میں رکھے جاتے جس سے رفتہ رفتہ برف پگھلنے لگی اور بین المسالک رواداری اور تقرب بڑھنے لگا۔ اس دور میں مجلس نے دینی مدارس کے لئے مشترکہ نصابات پر بھی بہت محنت کی اگرچہ اس حوالے سے مجلس کے اراکین متفق الرائے نہ ہو سکے۔ مجلس اپنی سرگرمیوں میں مشغول ہی تھی کہ محترم ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کر دیئے گئے۔ جس دن ان کی شہادت ہوئی اس دن غالباً عصر کے ان کے ہاں جامعہ نعیمیہ میں ملی مجلس شرعی کا اجلاس بھی رکھا گیا تھا۔ الغرض یہ بہت بڑا سانحہ تھا جس کا اثر مجلس کی سرگرمیوں پر پڑا اور وہ وقتی طور پر ماند پڑ گئیں۔ کچھ عرصہ بعد مجلس کی تشکیل نو کیلئے ایک اجلاس تنظیم اسلامی کے دفتر واقع گڑھی شاہو میں منعقد کیا گیا۔ تب تک یہ عاجز بھی اس مجلس کا حصہ بن چکا تھا۔ مجلس کی صدارت کیلئے سبھی اراکین نے اتفاق رائے سے محقق عصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیش کیا لیکن مفتی صاحب نے اپنی صحت کے جائز عذر کے تحت اس منصب کو قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ جب انکی طرف سے معذوری کا اظہار بڑھتا گیا تو وہاں موجود تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کرام نے بیک زبان یہ کہا کہ اب یہ مجلس

آپ ہی کی سربراہی میں کام کر سکتی ہے، اگر آپ آمادہ نہیں ہوتے تو مجلس کو ختم کر دینا چاہیے۔ اس موقع پر اس فقیر نے بھی ان سے درخواست کی کہ آپ یہ منصب قبول فرمالیں اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم سب مل کر مجلس کے اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے محنت کریں گے اور آپ کا ہاتھ بٹائیں گے لیکن آپ اس کار خیر سے پیچھے نہ ہٹیں۔ چنانچہ بالآخر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس منصب کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور تادم وصال مجلس کی سربراہی فرماتے رہے۔ مجلس نے انکے دور صدارت میں بہت ترقی کی۔ اس دور میں مجلس کی کارکردگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

① مجلس کی توسیع

مختلف مسالک کے ممتاز علماء کرام کو مجلس میں شامل کر کے اس کی توسیع کی گئی جس سے مجلس کے حیطۂ اثر میں نمایاں اضافہ ہوا اور مجلس کا پیغام لاہور کی سطح پر تو سرعت سے پھیلا ہی، دیگر شہروں میں بھی اس کی بازگشت سنائی دینے لگی۔

② مجلس کے دستور العمل کی تیاری

مجلس کے زیادہ تر اراکین کا خیال تھا کہ مجلس ڈھیلے ڈھالے نظم کے تحت چلایا جائے لیکن ایک دو واقعات کے بعد اس فقیر کا خیال تھا کہ اجتماعیت کسی بھی نوعیت کی ہو کسی دستور العمل کے بغیر اسے قائم رکھنا اور کامیابی کے ساتھ آگے بڑھانا محال ہے۔ تفصیلی بحث اور غور و فکر کے بعد مجلس کی اکثریت دستور سازی پر متفق ہو گئی اور اس فقیر ہی کو دستور کا خاکہ پیش کرنے کی ذمہ داری دی گئی جسے بروقت پورا کر دیا گیا۔ مجلس نے ضروری حک و اضافہ کے بعد مجلس کے دستور العمل کی منظوری دی اور یوں یہ دستور نافذ ہو گیا جس میں چھوٹے بڑے تنظیمی بحرانوں سے نمٹنے کا واضح حل موجود تھا۔

③ دستور کے تحت تنظیم سازی

دستور کے تحت باقاعدہ مجلس کی تنظیم سازی کی گئی اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو ہیئت انتظامیہ میں جگہ دی گئی اور مجلس کے اجلاسوں میں باقاعدگی اور تواتر پیدا ہو گیا۔

④ مجلس کی ویب سائیٹ کی تیاری

مجلس کی ویب سائیٹ تیار کی گئی جو کہ عصر حاضر میں ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ اگرچہ وسائل کی کمی کے باعث اس ویب سائیٹ کو کما حقہ تو نہ چلایا جا سکا لیکن رضا کاروں کے ذریعے ممکنہ حد تک اسے

چلایا گیا۔مجلس کے اراکین کا وٹس ایپ گروپ بنایا گیا جس کے ذریعے باہمی ربط وتعامل سہل ہوگیا۔

⑤ پرنٹ میڈیا میں خبروں کی اشاعت

مجلس نے فوری نوعیت کے قومی اور بین الاقوامی ایشوز پر مجلس کا مؤقف میڈیا پر لانے کا فیصلہ کیا گیا۔اس مقصد کیلئے ایک میڈیا کوآرڈینیٹر کی تقرری کی گئی۔کم وبیش ہر اہم ایشو کے حوالے سے پریس ریلیز جاری کی جاتی اور بڑے اخبارات میں اس کی اشاعت کا اہتمام ہوتا رہا۔مجلس کے ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر محمد امین نے ان امور میں گہری دلچسپی لی اور جوانوں جیسی مستعدی دکھائی۔ اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

⑥ قومی سطح پر کانفرنسز کا انعقاد

وقتاً فوقتاً قومی سطح پر بڑی بڑی کانفرنسز کا انعقاد کیا گیا۔ان کانفرنسز میں قومی سطح کے امور زیر بحث لائے گئے اور ملک کے ممتاز علماء کرام کو دعوت دی گئی۔ حاضری کے اعتبار سے بھی یہ کانفرنسز بہت با رونق رہیں جبکہ ان میں ہونے والی مباحث بہت قدر وقیمت کی حامل تھیں۔اس سلسلہ کی پہلی کانفرنس جس کا عنوان تھا قومی خودمختاری کی اہمیت اور ضرورت۔ یہ پاکستان کے حکومتی اور ریاستی امور میں امریکہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے پیش نظر منعقد کی گئی اور اس کا مقصد حکومت کو متنبہ کرنا تھا وہ اپنی آزادی کو گروی نہ رکھے۔ دوسری بڑی کانفرنس اتحاد امت کانفرنس تھی جس میں قریب قریب بھی مذہبی جماعتوں کے سربراہان نے شرکت کی اور امت کے وسیع تر مقاصد کیلئے اتحاد اور یگانگت کی یقین دہانی کرائی۔تیسری بڑی کانفرنس درج ذیل متفرق اہم امور پر تھی۔

۱۔غازی محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کے خلاف مغرب کے ایماء پر سپریم کورٹ کے خلاف شرع فیصلے کی حیثیت پر اتفاق رائے اور حکومت کو انتباہ، نیز مجلس کے متفقہ فتویٰ کی رونمائی۔

۲۔انسداد سود کے حوالے سے حکومتی لیت ولعل کی مذمت اور اس پر جلد فیصلہ کرنے کا مطالبہ۔

۳۔انسداد فحاشی کے حوالے سے حکومتی غفلت اور اس کی روک تھام کا مطالبہ۔

یہ کانفرنس بھی بہت نتیجہ خیز رہی۔علماء کی بھرپور حاضری اور جاندار تجاویز نے اسے یادگار بنادیا۔

⑦ قومی ایشوز پر درجنوں قراردادوں کی منظوری

اس عرصہ میں مجلس کے تحت قومی ایشوز پر وقتاً فوقتاً درجنوں قراردادوں کی منظوری دی گئی۔

ان قراردادوں نے ملک وقوم کیلئے درست سمت متعین کرنے میں بھر پور کردار ادا کیا۔ جب قوم دہشت گردی کے حوالے سے تذبذب کا شکار تھی تب ملی مجلس شرعی نے دوٹوک بات کی کہ بندوق کے زور پر شریعت کے نفاذ کا راستہ ہرگز درست نہیں ہے۔قومی خودمختاری پر دوٹوک مؤقف اختیار کیا۔ غازی محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کے جری اقدام کی تب تصویب کی جب قوم اس مسئلہ پر واضح طور پر تقسیم تھی۔دینی مدارس کے نصابات کی اصلاح کی بات بہت پہلے اٹھائی جس پر حکومت اپنے انداز میں اب سوچ بچار کر رہی ہے۔ چند قراردادوں کا یہ ذکر بطور نمونہ ہے ورنہ ہر قرارداد درست سمت میں راہنمائی کا درجہ رکھتی ہے۔

(۸) مبسوط فتویٰ کا اجرا

غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کے اقدام کے جواز پر مبسوط علمی فتویٰ تحریر کیا گیا۔جس کی تمام مکاتب فکر کے درجنوں جید علماء نے توثیق فرمائی۔ پھر اس استفتاء کا عربی ترجمہ کر کے اسے یمن کے سب سے بڑے دارالافتاء میں بھیجا گیا جس نے مجلس کے فتویٰ کے مماثل تحریری فتویٰ جاری کیا۔

(۹) وفاقی شرعی عدالت کے سوالوں کے جوابات

سپریم کورٹ آف پاکستان نے انسداد سود کے حوالے سے شریعت اپیلٹ بنچ کے تاریخی فیصلے پر ریویو کی سماعت کرتے ہوئے یہ کیس وفاقی شرعی عدالت کو ریمانڈ کر دیا۔ چنانچہ وفاقی شرعی عدالت نے کیس کی دوبارہ سماعت کرنے سے قبل ایک پبلک نوٹس کے ذریعے تیرہ سوالات اٹھائے اور اہل علم و دانش سے انکے جوابات مانگے۔مجلس نے اسے تاخیری حربہ سمجھنے کے باوجود ان سوالات کے جوابات دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ بڑی محنت سے مجلس نے ان سوالات کے تشفی جوابات تیار کیے اور وفاقی شرعی عدالت کو بھجوا دیئے نیز مجلس نے عدالت کو معاونت کی پیشکش بھی کی۔ایک الگ مفصل نوٹ میں انسداد سود کے حوالے سے حکومتوں کے تاخیری حربوں کو بھی اجاگر کیا گیا۔

(۱۰) نفاذ شریعت کے حوالے سے پندرہ نکات کی تیاری

مجلس نے تمام مسالک کے جید علماء کرام کے متفقہ ۲۱ دستوری نکات کے تسلسل میں عصر حاضر میں نفاذ شریعت کے طریق کار کے حوالے سے ۱۵ مفصل نکات مرتب کیے اور ان پر اتفاق رائے پیدا کیا۔ان نکات کے ذریعے بہت سے سلگتے ہوئے مسائل کا حل پیش کیا گیا۔

⑪ فحاشی کی تعریف کا تعین اور اس کے انسداد کیلئے سفارشات

جب چیف جسٹس آف پاکستان انسداد فحاشی کیلئے دائر کردہ ایک پٹیشن کی سماعت کرتے ہوئے فحاشی کی تعریف متعین کرنے اور اس کے انسداد کیلئے سفارشات مرتب کرنے کی بات کی تو مجلس نے پیش قدمی کرتے ہوئے نہ صرف یہ تعریف متعین کی بلکہ اس کے انسداد کیلئے سفارشات بھی تیار کر کے چیف جسٹس آف پاکستان کو بھجوا دیں۔ بعد میں معروف ایٹمی سائنسدان محترم سلطان بشیر محمود نے اپنی تحریک حیا کے تحت مجلس کی اجازت اور اشتراک سے ان سفارشات کی وسیع تر اشاعت کی اور حکمرانوں تک بھی یہ سفارشات پہنچانے کا اہتمام کیا۔

⑫ سینیٹ کی انسانی حقوق کی قائمہ کمیٹی کی مؤثر راہنمائی

سینیٹ کی انسانی حقوق کی قائمہ کمیٹی تحفظ ناموس رسالت کے قانون یعنی 295 سی میں ترمیم تیار کرنے کا واضح عندیہ دے چکی تھی۔ مجلس نے اس صورت حال کو بھانپتے ہوئے قائمہ کمیٹی سے ٹکراؤ کی فضا پیدا کرنے کی بجائے قائمہ کمیٹی کی چیئر پرسن اور تمام ممبران کو مفصل اور مدلل خط لکھا اور اس قانون کو مؤثر بنانے کیلئے ٹھوس تجاویز دیں۔ چنانچہ سینیٹر فرحت اللہ بابر نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو فون کیا اور اس راہنمائی پر مجلس کا شکریہ ادا کیا اور یہ یقین دہانی کرائی کہ ہم آپ کی وقیع تجاویز کو پورا وزن دینگے اور حتی الوسع کوشش کریں گے کہ آپ کی راہنمائی کی روشنی میں ہی فیصلہ کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی قائمہ کمیٹی کی طرف سے یہ وضاحت آگئی کہ وہ 295 سی کے متن میں ترمیم نہیں کرے گی۔

⑬ قتل غیرت بل کا شرعی جائزہ

مجلس نے قتل غیرت بل کا شرعی جائزہ لیا اور بل پر سفارشات مرتب کر کے متعلقہ حکام تک پہنچائیں۔

⑭ تحفظ نسواں بل کا شرعی جائزہ

جب تحفظ نسواں بل کی صورت میں ایک غیر متوازن اور مذہب سے متصادم بل سامنے آیا تو مجلس نے اس کے قابل اعتراض پہلوؤں کی کھل کر نشاندہی کی اور اسے شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے سفارشات مرتب کیں اور متعلقہ حکام تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔

⑮ قانون طلاق وخلع کے اصلاح طلب پہلوؤں کا جائزہ

مجلس نے ملک میں رائج قانون خلع وطلاق کا بھی جائزہ لیا اور متعدد وکلاء کی مشاورت سے اس اہم قانون کی اصلاح کیلئے سفارشات مرتب کیں۔

⑯ اسلامی نظریاتی کونسل کو معاونت کی رضا کارانہ پیشکش.

مجلس نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی پیشکش کی وہ پیش آمدہ مسائل کے حوالے سے رضا کارانہ طور کونسل کی معاونت کیلئے تیار ہے۔ کونسل کے سابقہ چیئر مین مولانا محمد خان شیرانی نے مجلس کے ایک اجلاس میں شرکت بھی فرمائی۔

⑰ ملی یکجہتی کونسل سے ربط وتعامل

مجلس نے ملی یکجہتی کونسل کے ساتھ بھر پور ربط وتعامل کو یقینی بنایا اور سیاسی سطح پر انہیں مؤثر اتحاد قائم کرنے کی درخواست کی۔ غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کے خلاف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو اس وسیع تر پلیٹ فارم پر غیر شرعی قرار دیا گیا۔

⑱ دیگر شہروں میں مجلس کے مشن کا فروغ

رفتہ رفتہ مجلس کا پیغام دوسرے شہروں تک پہنچنا شروع ہوا اور وہاں مقیم علماء کرام نے اسے پذیرائی بخشی۔ گوجرانوالہ اور فیصل آباد میں تمام مکاتب فکر کے علماء سے تفصیلی نشستیں ہوئیں جنہوں نے اس کارخیر میں اپنے بھر پور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

⑲ مجلس کی رپورٹس وغیرہ کی اشاعت

مجلس کی اہم رپورٹس، فتاویٰ اور جائزوں کی اشاعت کا پہلی بار بندوبست کیا گیا جس سے گرانقدر اہمیت کی حامل یہ دستاویزات نہ صرف فیصد محفوظ ہوگئیں بلکہ یہ خواص وعوام تک بھی پہنچ گئیں۔

یہ تو حضرت محقق عصر رحمہ اللہ کے دور صدارت میں مجلس کہ کارکردگی کی ایک جھلک تھی۔ انہیں برملا اعتراف تھا کہ مجلس کی یہ کارکردگی تمام ساتھیوں کی محنت شاقہ کی مرہون منت ہے، بطور خاص وہ ہیئت منتظمہ میں شامل اہل علم وفضل کی محنت اور کردار کی دل کھول کر تعریف کرتے تھے جن میں محترم علامہ زاہد

الراشدی، محترم ڈاکٹر محمد امین، محترم علامہ احمد علی قصوری رحمہ اللہ، محترم مولانا عبدالمالک، محترم مولانا حافظ عاکف سعید، محترم مولانا عبدالغفور روپڑی، محترم علامہ نیاز حسین نقوی، محترم ڈاکٹر محمد حسین اکبر، محترم ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، محترم قاری شیخ یعقوب احمد ،محترم ڈاکٹر محمد حسن مدنی اور یہ عاجز نمایاں طور پر شامل تھے۔

حضرت محقق عصر رحمہ اللہ علمی وفکری اعتبار سے متصلب تھے۔ اختلافی موضوعات پر کھل کر لکھتے رہے لیکن ان کی شخصیت اور خیالات پر سب سے پہلے تفسیر کبیر اثر انداز ہوئی۔ وہ برملا کہا کرتے تھے کہ مجھے تفسیر کبیر نے مسلمان بنا دیا ہے۔ اللہ اکبر!

دوسری چیز جو ان پر اثر انداز ہوئی وہ ملی مجلس شرعی کی صدارت تھی جس نے علمی اختلافات میں ان کی طبیعت میں بلا کا توازن اور اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کو بدنیت نہ سمجھیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے بھی حق کو پانے کی جستجو اور ارادہ کیا ہو لیکن بوجوہ حق تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تفریط سے کام لے رہے ہوں تو آپ بھی افراط کا شکار ہوں۔ اس لئے علمی اختلافات کی صورت میں کسی پر طعن نہ کیا جائے بلکہ اختلاف کرنے والے پر اس کے مؤقف کا ضعف دلیل اور حکمت کے ساتھ آشکار کر دیا جائے کیونکہ کسی مؤقف ،نکتۂ نظر اور زاویہ نگاہ کی جانچ صرف دلیل سے ہوتی ہے۔ وہ اکثر یہ آیۃ کریمہ سنایا کرتے تھے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ
(سورہ انفال آیت ۴۲)

تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل پر ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ بھی واضح دلیل پر زندہ رہے۔

ان کی محکم رائے تھی کہ اگر کسی وجہ سے آپ کی مؤثر دلیل آپ سے اختلاف کرنے والے پر اثر انداز نہیں ہوتی تو بھی اس سے مجادلہ نہ کریں۔ ایک وقت آئے گا کہ وہ اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرے گا جبکہ اس کا ایک فائدہ تو فوری طور پر ظاہر ہوگا کہ انصاف پسند اہل علم آپ کے دلائل کی قوت سے ضرور متاثر ہونگے اور آپ کے مؤقف کے مؤید بن جائیں گے۔ توازن پسند طبیعت کے باعث وہ کمال سہولت کے ساتھ ایسی باتیں کر دیتے تھے جو ہر کوئی نہیں کر سکتا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ متوازن بات ہر انصاف پسند کیلئے قابل قبول ہو جاتی تھی۔ ایک سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر محکمہ اوقاف کی طرف سے منعقد ہونے والی سیرت کانفرنس میں خطاب کیا تو

فرمانے لگے کہ سیرت بھی رسول اللہ ﷺ کی ہے اور میلاد بھی ان کا ہے، لہذا ہم ان دونوں میں فرق کیوں کرتے ہیں؟ میلاد منانے والے سیرت پر بھی اپنی مجالس میں بات کیا کریں اور سیرت بیان کرنے والے ولادت مصطفےٰ ﷺ کا بھی تذکرہ کیا کریں۔ وہ اپنی یہ رائے بھی برملا اپنے خطابات میں بیان کیا کرتے تھے کہ میلاد اور سیرت کے مابین تفریق ہے نہیں بلکہ یہ ہم نے بنا رکھی ہے کیونکہ سیرت ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ انکی یہ دردمندانہ گفتگو بہت مؤثر ہوئی۔ معروف اہل حدیث عالم ماہنامہ محدث کے مدیر علامہ حافظ ڈاکٹر محمد حسن مدنی ہمارے جامعہ تشریف لائے تو حضرت کی رائے کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں اختلاف رفع کرنے کی بنیاد بن سکتی ہے۔ مقلدین اور غیر مقلدین کے اختلافات کے حوالے سے بھی وہ متوازن بات کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مقلدین اپنے امام کی تحقیقات کو منزل من اللہ احکام کا درجہ دینے سے گریز کریں، یہ سوچ رکھیں کہ انکے امام سے کسی مسئلہ میں اجتہادی خطا ہو سکتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے حوالے سے ان کا نکتۂ نظر یہ تھا کہ سبھی محترم ہیں اور سبھی نے حق کو پانے کیلئے حتی المقدور جستجو کی ہے، لہٰذا کسی امام کی تحقیق کا استہزا مناسب نہیں ہے۔ وہ حنفی المذہب ہونے کے باوجود اس بات کے قائل تھے کہ اوفق بالکتاب وسنہ ہونے کی بناء پر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کی رائے کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہاں اس کا مقصد خواہش نفس نہ ہو بلکہ وہ تیسر اور سہولت ہو جو شریعت کا مطلوب ومقصود اور بیان کردہ ہے۔

کچھ اختلافات کی بنیاد یہ ہے کہ فریقین کے پاس اپنے اپنے مؤقف پر قوی دلائل موجود ہیں۔ ایسی صورتحال میں شدت پسندی درست نہیں ہے۔ ان معاملات میں ہر فریق جسے احق سمجھتا ہے اسے اختیار کر لے لیکن دوسرے کو بھی باطل نہ سمجھے اور نہ کفر وضلالت کے فتوے لگائے۔ جیسے حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ اس کے قائلین دوسری رائے رکھنے والوں پر شدت نہ کریں اور نہ ہی دوسری رائے رکھنے والے ایمان کے قائلین پر شدت کریں۔

انہوں نے وسعت نظر سے ملی مجلس شرعی کو چلایا۔ ہر اچھی رائے کو برملا پسند کیا۔ تمام مکاتب فکر کے اہل علم کو احترام دیا۔ مجلس چلانے میں انکی قائدانہ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں۔ کروفر سے گریز فرماتے۔ کسی کے ساتھ بلند آواز میں بات نہ کرتے، اختلافی رائے کا بھی احترام فرماتے۔ بس اتنا کہتے کہ اس پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ کسی کی رائے کا استخفاف نہ فرماتے۔ ان کے انہیں اوصاف نے مجلس کے تمام اہل علم کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ سبھی انہیں احترام دیتے تھے۔

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے
بج رہا ہے اور بے آواز ہے

(داغ دھلوی)

باب 4

اسلاف و احباب کی نظر میں

یہ باب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگان اور احباب
کی تحریروں سے عبارت ہے

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

ایک سادہ اور صاحبِ اخلاص شخصیت

تحریر: صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن سروری قادری ☆

محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلی ملاقات نوے کے عشرے کے ابتدائی سالوں میں ہوئی۔ تب حضرت سلطان باہو ٹرسٹ لاہور میں دینی اور عصری علوم کی ایک معیاری درس گاہ قائم کرنے کا سوچ رہا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے ایک فاضل شاگرد مولانا قاری عبدالغفور چشتی ہمارے پاس برمنگھم میں مسجد و درس گاہ کے لیے اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی وساطت سے حضرت مفتی صاحب کے اخلاص محنت اور رسوخ فی العلم کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں تو ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ پاکستان کے دورہ میں ترجیحاً ان سے ملاقات رکھی۔ یہ نشست بہت متاثر کن تھی اور ہمارے درمیان دینی اخوت اور قلبی محبت کی بنیاد بن گئی۔ یہ طے پایا کہ ٹرسٹ کے عہدیداران اور حضرت مفتی صاحب اور ان کے قریبی رفقاء کے ساتھ ایک نشست رکھی جائے اور خدمت دین اور خدمت انسانیت کے لیے مشترکہ جدوجہد کرنے پر غور و فکر کیا جائے۔ اس نشست میں مفتی صاحب کے ساتھیوں خصوصاً علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری اور الحاج عبدالرشید فاروقی سے بھی ملاقات ہوئی اور ان سے مل کر بھی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض فوری طور پر کرائے کی عمارت میں حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے زیر انتظام حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی میں جامعہ اسلامیہ کے قیام کے فیصلہ کیا گیا۔ جامعہ کے قیام کے بعد ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ان کے وصال تک جاری رہا۔ ایک موڑ پر ٹرسٹ کو مالی مشکلات کا سامنا ہوا تو حضرت مفتی صاحب نے جامعہ کے نئے انتظام کی تجویز ہمارے سامنے رکھی جسے ہم نے ان کی خواہش کے احترام میں قبول کر لیا۔ عموماً ایسے مواقع پر طبیعتوں میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے لیکن بحمد اللہ ہماری باہمی محبت میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ انہیں بہت قریب سے دیکھا۔ ان کی طبیعت میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تقویٰ اور اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے۔ مطالعہ تو گویا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ تمام دینی کاموں میں خوب محنت فرماتے۔ ہر کسی کی خیر خواہی کرتے تھے، مشورہ مانگنے والوں کو بہترین مشورہ دیتے تھے اور طلبہ و علماء کی خوب

راہنمائی فرماتے تھے۔نام ونمود اور شہرت سے دور بھاگتے تھے۔انہوں نے ہمیشہ تصنیف وتالیف کے کام کو ترجیح دی اور اس کا نتیجہ آج ان کی معرکتہ الآرا تصانیف کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ تنہا تفسیر کبیر کا اُردو ترجمہ کرنا ہی گراں قدر کام ہے جبکہ انہوں نے شمائل ، اجتہادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات زیارت قبر نبوی ، ناموس رسالت پر ٹھوس علمی وتحقیقی کام کے علاوہ فقہی مقالات کی صورت میں بہت بڑا علمی ذخیرہ پیچھے چھوڑا ہے۔ ہماری یہ شدید خواہش تھی کہ وہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی سہ حرفی ہائے مبارکہ کی شرح قلمبند کرتے۔ انہوں نے اس پر کام بھی شروع کیا تھا اور چند اشعار کی شرح بصورت خطابات کی تھی لیکن طبیعت کی ناسازی کے باعث وہ اسے مکمل نہ فرما سکے۔ ہم یہ بھی ارادہ رکھتے تھے کہ ان کی زیر نگرانی جامعات سے فارغ التحصیل فاضلین کو ایک سالہ ڈپلومہ کورس کرایا جائے اور ان کی کمیوں کا ازالہ کیا جائے۔اس کے علاوہ متعدد دینی منصوبے ہمارے پیش نظر تھے لیکن ان کی صحت کی خرابی کے باعث ان کی جانب عملی پیش رفت نہ ہو سکی اور بالآخر وہ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔وہ ہمیشہ شفقت اور احترام سے پیش آتے۔دینی حوالے سے جو بھی کام ہمارے ذمے لگاتے ہم سعادت سمجھ کر اسے سرانجام دیتے تھے۔اس قدر شفیق تھے کہ جب بھی ان کے پاس جانا ہوتا تو اصرار کے ساتھ اپنی نشست گاہ پر بٹھا دیتے۔ان کی بہت سی یادیں دل ودماغ میں محفوظ ہیں۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو اپنی شائع ہونے والی تازہ کتب ہدیہ کرتے اور اپنے ہاتھوں سے ان پر کلماتِ خیر تحریر فرماتے ۔ خدمت انسانیت کیلئے کوشاں ہماری بین الاقوامی تنظیم اسلامک ہیلپ چونکہ پاکستان میں برادر عزیز علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری کی زیر نگرانی کام کر رہی ہے تو ان کی وساطت سے اس کی سرگرمیوں سے آگاہ رہتے تھے اور اس کی ترقی کیلئے دعا گو رہتے تھے۔دوستوں کی کامیابیوں پر دلی خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔اللہ نے انہیں مرجع خلائق بنایا ہوا تھا۔تشنگان علم استفادہ کیلئے ان کی طرف رجوع کرتے اور اپنے علمی اشکالات رفع کرتے تھے۔ان کی گفتگو سادہ لیکن مؤثر ہوتی تھی، دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی اور شعور کو اپیل کرتی تھی۔اللہ نے رسوخ فی العلم عطا کیا تھا۔طبیعت میں کمال کا توازن پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے اہل علم ان کو احترام دیتے تھے۔ملی مجلس شرعی کے صدر بنے تو لاہور کے تمام مسالک کے جید علماء کو قریب لے آئے اور ان سے مل کر کئی علمی کام کیے۔یوں تو وہ سبھی پر شفقت فرماتے تھے لیکن حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے ساتھیوں پر تو ان کی شفقت خاص تھی۔سہ حرفی ہائے مبارکہ کے مطالعہ اور اس میں

غور وفکر کے نتیجے میں انہیں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خاص انس اور عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جس نے آپ کو سلطان العارفین کہا ہے وہ خود بھی کوئی بڑا صاحب معرفت ہوگا۔ انہوں نے اپنی گاڑی میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کیسٹ رکھی ہوئی تھی اور بڑے ذوق سے ان کا کلام بکثرت سنتے تھے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ وہ اہلسنت کیلئے بہت بڑی علمی ڈھارس تھے اور علماء کا وقار تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ بمشکل ہی پورا ہو سکے گا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی دینی خدمات کو شرف قبول بخشے، انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور تمام متوسلین اور علمی ذریت کو ان کی تحقیقات سے فیضیاب فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر تاثرات

تحریر: عبدالرشید فاروقی ☆

محقق عصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد اپنے مالک کے حضور پیش ہو گئے۔ان کی وفات سے ہماری اس عالم ناسوت میں تقریباً تینتیس سالہ رفاقت اپنے انجام کو پہنچی۔ان کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید ہی پر ہو سکے۔وہ بلاخوف ملامت حق بات بیان کر دیتے تھے۔امت کو متحد کرنے کی سچی لگن اور تڑپ رکھتے تھے۔ان کے ساتھ پہلی ملاقات ادارہ منہاج القرآن میں ہوئی تھی۔ پہلی ملاقات میں ہی یہ تاثر قائم ہو گیا تھا کہ وہ ایک سچے کھرے اور درویش منش انسان ہیں۔جیسے جیسے آپ کی قربت میسر آتی گئی تو یہ تاثر مزید پختہ ہوتا گیا بلکہ ان کی شش جہات شخصیت کے کئی چھپے ہوئے گوشے بھی سامنے آتے گئے۔ مجھے ذاتی طور پر ان کے ادارہ سے الگ ہونے کے فیصلے سے اتفاق نہیں تھا لیکن جب مفتی صاحب سمیت الگ ہونے والے چاروں ساتھیوں کو الگ ہونے کے فیصلے پر جازم پایا تو ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور سعادت سمجھ کر حتی المقدور ان کی معاونت کی اور ان کا ساتھ دینے کو ترجیح بنایا۔حضرت مفتی صاحب کا دنیا سے اُٹھ جانا یقیناً ایک بہت بڑی محرومی ہے۔وہ ثقہ اور معتبر عالم دین تھے،تمام مسالک کے اہل علم ان کی علمی وجاہت کے معترف تھے اور انکا احترام کرتے تھے۔وہ صائب الرائے اور صاحب تقویٰ عالم دین تھے۔ادارہ منہاج القرآن میں بھی ان کی خدمات بے حد نمایاں تھیں۔علیحدگی کے بعد بھی انہوں نے یہ سفر جاری رکھا۔اپنے قریبی ساتھیوں سے مل کر جامعہ اسلامیہ لاہور بنایا۔انہوں نے تصنیف و تالیف کے شعبے میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔تفسیر کبیر جیسی ضخیم اور دقیق تفسیر کا اُردو ترجمہ کرنا تو ان کی بہت بڑی خدمت ہے۔وہ سادہ اور آسان فہم انداز میں گفتگو فرماتے تھے لیکن ان کی گفتگو بہت پر اثر ہوتی تھی۔ دقیق علمی نکات کو عام فہم بنا کر یوں پیش کرتے کہ وہ نکات سننے اور پڑھنے والے کے دل میں گھر کر جاتے۔ انہوں نے خدمت و اشاعت دین کے لیے شبانہ روز محنت کی۔رجال دین کی تیاری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ وقت کی بہت قدر کرتے تھے اور ایسے مشاغل سے اجتناب کرتے تھے جو تضیع اوقات کا باعث ہوں۔اپنے

ساتھیوں کی بہت قدر کرتے تھے۔ان کے غم اور خوشی میں اہتمام کے ساتھ شریک ہوتے۔وصال سے قبل ان کی صحت تدریجاً خراب ہوتی گئی لیکن ان کے معمولات میں کوئی خاص فرق نہ آیا۔انہوں نے اپنے وصال تک اپنی علمی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔وہ معاشرے کی ہمہ پہلو اصلاح چاہتے تھے۔ہمارے معاشرے کی غلط رسموں اور رواجوں کے بہت بڑے ناقد تھے۔وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ بلاشبہ اسلام نے والدہ کے حقوق پر زور دیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ والد کے حقوق بیان نہیں کیے یا بیوی کے حقوق کی ادائیگی سے منع کیا ہے۔ اسلام تو جانوروں تک کے حقوق کو ملحوظ رکھتا ہے لہٰذا ہمیں سب کے حقوق کی ادائیگی کیلئے مستعد رہنا چاہیے۔ اپنے متمول حلقہ احباب کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ اپنے مالی طور پر کمزور بہن بھائیوں اور اعزا و اقارب کا خیال رکھیں۔اگر احباب اجازت دیں تو معاشرے کے حاجتمندوں کی ضروریات پوری کرنے کو ترجیح بنائیں۔ان کی یہ محکم رائے تھی کہ مسجد کی محرابوں اور میناروں پر خرچ کرنے کی بجائے محراب میں کھڑے ہونے والے امام اور منبر کی زینت بننے والے خطیب کی زندگی کو باوقار بنا دیں تو معاشرہ سنور سکتا ہے۔وہ فوت شدگان کے ایصال ثواب کیلئے منعقد ہونے والی محافل میں کھانا کھلانے کو پس ماندگان اور لواحقین پر ناروا بوجھ قرار دیتے تھے۔شادی بیاہ کے موقع پر ہمارے ہاں جو فضول رسمیں نظر آتی ہیں وہ ان کے حق میں نہیں تھے بلکہ اسے ایک ناروا بوجھ قرار دیتے تھے جسے ہم نے اپنی نادانی کی وجہ سے اپنے اوپر لاد رکھا ہے۔بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کے طریقے کو ناپسند فرماتے تھے۔جہیز کے مطالبہ کے خلاف تھے۔نکاح میں آسانی اور سادگی لانے کے زبردست حامی تھے۔جاہ پسندی اور ہوس زر سے دور بھاگتے تھے۔تحریک تحفظ ناموس رسالت کیلئے نمایاں کردار ادا کیا۔پیران سالی کے باوجود اسیری کاٹی اور بے بنیاد مقدمات کا سامنا کیا۔تفسیر کبیر کا ترجمہ کرنے کے بعد ان میں واضح فکری تبدیلیاں رونما ہوئیں۔زندگی کی آخری محفل میلاد کا عنوان محفل شکر الٰہی رکھا۔محافل میں نعت سے قبل حمد پڑھواتے۔غیر معیاری اور شریعت سے متصادم کلام سننے سے حتی الوسع گریز فرماتے۔اگر کوئی ایسا شعر ان کے سامنے پڑھ دیتا تو اس کی اصلاح فرما دیتے۔وہ دوٹوک طور پر بیان کرتے کہ ہمیں اپنے عشق کے دعوؤں پر نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ اطاعت کے بغیر محبت کا کوئی تصور نہیں۔وہ برملا فرماتے تھے کہ ہر کسی کو عاشق رسول نہ بنا دیا کریں، یہ بہت بڑا منصب ہے جو خاصان اور پاکبازان اُمت کو ملتا ہے۔چند ٹکوں کی خاطر شہر کے سب سے بڑے قبضہ گروپ کو عاشق رسول کہنا اور اس سے محافل کی صدارت کروانا ظلم عظیم ہے۔اس سے رُک جائیں۔الغرض شاید ہی کوئی ایسا اصلاح طلب پہلو ہوگا جسے انہوں نے تشنہ چھوڑا۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی دینی خدمات کو قبول و منظور فرمائے اور انہیں

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

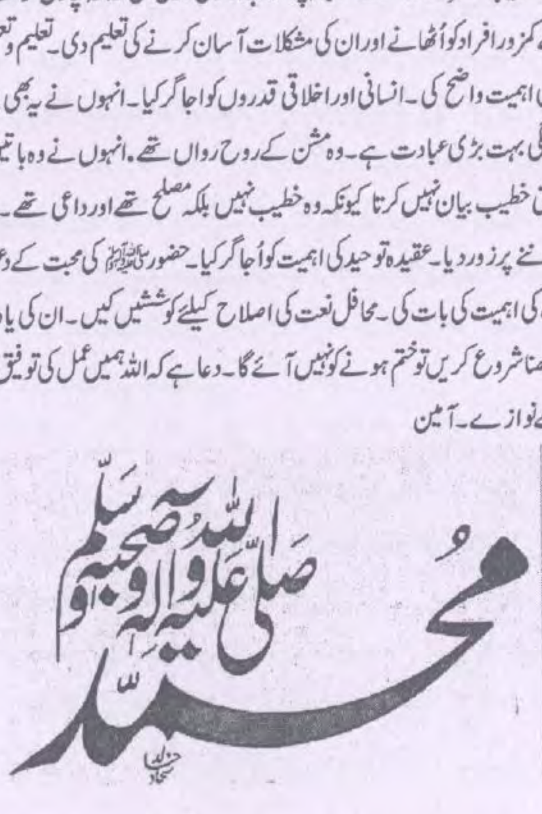
کے سانحۂ ارتحال پر تاثرات

تحریر: حاجی محمد رمضان ☆

حضرت محقق عصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات کھجور والی مسجد نیو چوبرجی میں ہوئی، تب میری رہائش گاہ اسی علاقے میں تھی اور ہم اہل علاقہ اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت کے ایک شاگرد مولانا نعیم جاوید نوری وہاں امام وخطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے اور انہی کی دعوت پر حضرت وہاں تشریف لائے تھے۔ ان کے سچے اور کھرے لہجے نے بہت متاثر کیا اور یوں انکے ساتھ قلبی اور روحانی وابستگی کا آغاز ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد محترم الحاج عبدالرشید فاروقی سلمہ اللہ تعالیٰ کی رہائش گاہ واقع موڑ سمن آباد میں حضرت کے ماہانہ درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوا تو اس میں باقاعدگی کے ساتھ حاضری ہوتی رہی۔ ان دروس میں حضرت کا علمی انداز اور ناصحانہ لب ولہجہ متاثر کن تھا۔ یہ قرب بڑھتا چلا گیا۔ یہ جان کر بے حد اطمینان ہوا کہ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں اور آپ کی سربراہی میں فصیح روڈ پر ایک جامعہ بھی چل رہا ہے۔ ہم بھی جامعہ سے منسلک ہو گئے اور حسب توفیق اس نیک مقصد میں حصہ ڈالتے رہے۔ بحمد اللہ یہ قرب بڑھتا ہی چلا گیا۔ حضرت مفتی صاحب اور جامعہ کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری اطال اللہ عمرہ نے مجھے جامعہ کا ناظم مالیات بنانے کا فیصلہ کیا اور یوں ایک بھاری ذمہ داری میرے کاندھوں پر آن پڑی جسے تادم تحریر یہ عاجز نبھا رہا ہے۔ یہ ان حضرات کا اعتماد تھا کہ جب ہمارے جامعہ کے ایک ٹرسٹی محترم الحاج سہیل اقبال بوجوہ مستعفی ہوئے تو ان دونوں حضرات نے اس عاجز کو انکی جگہ پر ٹرسٹی بنا دیا۔ ماہنامہ سوئے حجاز پر اٹھنے والے اخراجات اللہ کی توفیق سے ادا کرتا رہا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت یہ ٹوٹی پھوٹی خدمات قبول فرمائے اور ان اعزا و اقارب اور دوست احباب کی معاونت پر بھی انہیں اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اس عاجز اور محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری اطال اللہ عمرہ کی دعوت پر ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں

☆ ناظم مالیات وٹرسٹی جامعہ اسلامیہ لاہور

حضرت کی صحبت میسر رہی اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔ خدمت دین کا یہ راستہ بھی انہوں نے دکھایا تھا۔ آپ سچے اور کھرے انسان تھے۔ اپنے ساتھیوں کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ تکلف اور بناوٹ تو ان میں دور دور تک نظر نہیں آتی تھی۔ سادہ لباس، بے تکلفانہ بود و باش، امانت داری اور خدمت دین کی لگن آپ کے وہ اوصاف تھے جو معاشرے میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بڑی ہمت سے طویل بیماری کاٹی اور اپنے معمولات اور علمی مشاغل میں فرق نہ آنے دیا۔ چند آخری ایام کے سوا آپ باقاعدگی کے ساتھ جامعہ جاتے رہے اور مختلف علمی اور تحقیقی کاموں کی نگرانی فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے آمین یارب العالمین انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ اپنے پیاروں کی اموات پر تعزیت کیلئے آئے ہوئے لوگوں کو کھانا کھلانا کی بجائے مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے کوئی صدقہ جاریہ کردیں۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی سکھایا کہ کتاب اور علم سے شغف پیدا کریں کیونکہ اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل ہوئی تھی نہ کہ چاول گوشت۔ انہوں نے معاشرے کے کمزور افراد کو اُٹھانے اور ان کی مشکلات آسان کرنے کی تعلیم دی۔ تعلیم و تعلم کے فروغ پر خرچ کرنے کی اہمیت واضح کی۔ انسانی اور اخلاقی قدروں کو اجاگر کیا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ معاشرتی حقوق کی ادائیگی بہت بڑی عبادت ہے۔ وہ مشن کے روح رواں تھے۔ انہوں نے وہ باتیں بھی بیان کیں کہ جن کو روایتی خطیب بیان نہیں کرتا کیونکہ وہ خطیب نہیں بلکہ مصلح تھے اور داعی تھے۔ انہوں نے اللہ کے حقوق کو جاننے پر زور دیا۔ عقیدہ توحید کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ حضور ﷺ کی محبت کے دعوؤں کے ساتھ ان کی اطاعت کی اہمیت کی بات کی۔ محافل نعت کی اصلاح کیلئے کوششیں کیں۔ ان کی یادوں کا ایک دفتر ہے اگر انہیں لکھنا شروع کریں تو ختم ہونے کو نہیں آئے گا۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے اور ان کو بہترین اَجر سے نوازے۔ آمین



"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

"سلامِ رضا" کی ایک مبسوط شرح ۔۔۔۔۔علامہ مفتی محمد خان قادری

تحریر: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

حضرت علامہ مفتی محمد خان صاحب قادری ہمارے ممتاز عالم دین، معلم اور بہترین مصنف اور مولف ہیں۔ ان کے رشحات قلم نے اپنا ایک حلقہ پیدا کیا ہے اور ان کی تحریری کتابی شکل میں ہوں یا مقالاتی انداز میں، اپنے قارئین کے لیے بڑا اہم مواد مہیا کرتی ہیں۔ "مرکزی مجلس رضا" کی فرمائش پر انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی شرح لکھنے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا اور اپنی علمی مصروفیتوں کے باوجود یہ اہم کام کرنے لگے۔ ابتدائے کار میں ہمارا خیال تھا کہ وہ ایک مختصری شرح قلم بند کریں گے لیکن یہ اعلیٰ حضرت کے کیے ہوئے سلام کا اثر ہے یا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور عقیدت کا ثمرہ کہ مفتی صاحب کا قلم چلتا گیا، خیالات پھیلتے گئے، عقیدت کے پھول نچھاور ہوتے گئے، علمی اور معنوی نکتے تخلیق ہوتے گئے اور اس طرح آپ نے "سلام رضا" کو چار سو صفحات پر پھیلا دیا۔ "مرکزی مجلس رضا" حضرت مفتی صاحب کے اس کارنامے پر انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتی ہے۔ انہوں نے فاضل بریلوی کے کیے ہوئے سلام کی اتنی مبسوط شرح سپرد قلم کی ہے کہ ابھی تک ہمارے سامنے اتنی بڑی شرح نہیں آئی۔ ہم قارئین "جہانِ رضا" کی خدمت میں صرف دو اشعار کی تشریح کو پیش کرتے ہیں۔

(۱) جس کی زیر لوا آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

زیر۔ نیچے، آدم۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، تمام انسانیت کے جد امجد، من سوا۔ ان کے علاوہ تمام مخلوق، سزائے۔ لائق، سیادت۔ سرداری۔

یہ بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات عالیہ میں سے ایک مقام ہے کہ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سمیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس مرتبہ اور مقام کا ذکر متعدد دفعہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"لوائے حمد" میرے ہاتھ میں ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا ہے، جس کو اس نے اس دنیا میں ہی پورا کر لیا ہے مگر میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا، مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا۔

وبیدی لواء الحمد ولا فخر ادم فمن دونه تحت لوائی ولا فخر

(مسند احمد، ۱:۲۸۱)

اور "حمد" کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر مجھے فخر نہیں آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء علیہم السلام پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اگلے اور پچھلے لوگوں پر مغرفت کی بشارت دی گئی ہے۔ مجھ پر مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ میری امت کو تمام امم سے بہتر اور تمام روئے زمین کو میری خاطر مسجد بنا دیا گیا اور پاک کر دیا گیا۔ مجھے حوض کوثر عطا کیا گیا۔ مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا۔

والذی نفسی بیده ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامة تحته ادم فمن دونه۔

(مجمع الزوائد، ۸:۲۶۹)

قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روز قیامت تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں کو اُٹھایا جائے گا تو میں پہلا شخص ہوں گا جب لوگ اکٹھے ہو کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا۔ لوگ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت کے ذریعے سہارا دوں گا۔

لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی ولا فخر۔

اس دن "حمد" کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی بارگاہ میں بنی آدم میں سب سے مکرم و معزز ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد گرامی ان الفاظ میں مروی ہے:

بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی۔ (الترمذی، کتاب المناقب)

حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی:

سابقہ روایات میں گزرا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اب آپ وہ ارشاد سنئے جس میں فرمایا، تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ وروح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

فماذا اعطیت انت؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا خصوصی درجہ دیا گیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

ولد ادم کلھم تحت رایتی یوم القیامۃ وانا اول من تفتح لہ ابواب الجنۃ (الایمان بعوالم الاخرہ۔ ۱۶۵، بحوالہ ابن عساکر وابو نعیم)

روز قیامت تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کی خاطر جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں مومنین کا ذکر بھی ہے:

وتحتہ ادم و من دونہ و من بعدہ من المومنین۔ (دلائل النبوہ لابی نعیم، ۱: ۶۴)

اس کے نیچے آدم و دیگر انبیاء علیہم السلام اور تمام مومن ہوں گے۔

اس سے بڑھ کر کسی شخصیت کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام اس کے دامن رحمت کی پناہ میں ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مبارک منظر کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اس قیادت و سیادت پر سلام عرض کیا ہے۔

دوسرے مقام پر بارگاہ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ اس لواء کے تلے مجھے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کا موقعہ عطا ہو۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کھلے "رضا" کی زباں تمہارے لیے

اے اللہ ہمیں بھی آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرما۔ آمین!

ان معانی کو آہن نشین کر لینے کے بعد اب دوبارہ شعر پڑھیں گے تو آپ زیادہ لطف اندوز ہوں گے۔

(۲) عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

عرش، اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ۔ سب سے بلند، تا، فرش۔ روئے زمین، زیر نگیں۔ تابع، زیردست، ریاست۔ حکومت۔

یہاں آپ کی حکومت و سلطنت کا ذکر ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کی ہر شے اللہ کے حبیب کے حکم کے تابع ہے۔

قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے انسان کے تابع ہے، بشرطیکہ وہ خدا کا فرمانبردار ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورہ جاثیہ:۱۳)

اللہ نے تابع کر دیا تمہارے لیے ہر اس چیز کو جو آسمانوں پر ہے اور ہر اس چیز کو جو زمین میں ہے تمام کی تمام اس میں تدبر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۚ

(سورہ لقمان:۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے بلاشبہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں نچھاور فرما دی ہیں۔

"حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ" اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ مقام و مرتبہ کسے نصیب ہوتا ہے۔ عارف کامل پر ایک مقام آتا ہے۔

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد **وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض** ظہور پذیر دو صاحب اختیار باشد۔ (ضیاء القلوب، ۲۹)

جس میں تمام جہان پر متصرف ہو جاتا ہے اور **سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض** کا اظہار ہوتا ہے۔ اور وہ صاحب اختیار ہو جاتا ہے۔

آپ غور کیجئے جب یہ ایک امتی عارف کا مقام ہے تو پھر نبی اور پھر سیّد الانبیاء کا کیا مقام ہو گا؟ ہم یہاں چند احادیث کے ذریعے حضور ﷺ کے اس مقام کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

زمین وآسمان پر حضور ﷺ کی حکومت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کے دو وزیر آسمان اور دو زمین پر ہوتے ہیں۔"

فلما وزیری من اهل السماء فجبریل و میکائیل و اما وزیری من اول الارض فابوبکر و عمر۔

میرے آسمانی وزیر جبریل ومیکائیل اور میرے زمینی وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(الترمذی، باب المناقب)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا:

قبض محمد علی الدنیا کله لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضه۔

(زرقانی، ۱: ۱۱۴)

تمام دنیا محمد ﷺ کے قبضہ میں ہے اور زمین وآسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان کے زیر نگیں نہ ہو۔

خزائن زمین کی چابیاں:

یہ متفق علیہ روایت ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

بینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

(البخاری، ۱: ۴۱۸)

جنت کی چابیاں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

والی مفاتیح الجنة یوم القیامة ولا فخر — روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

لواء الکرامة و مفاتیح الجنة ولواء الحمد یوفینه یدی۔ — روزِ قیامت کرامت وحمد کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم،۱: ۶۴، ۶۵)

جہنم کی چابیاں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن خازن نار اہل محشر سے مخاطب ہوکر کہے گا، اے اہل محشر:

ان الله امرنی ان ارفع مفاتیح جهنم الی محمد صلی الله علیه وآله وسلم — اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جہنم کی چابیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دوں۔

(الامن والعلی، ۴۳)

سورج اور چاند پر حکومت:

ڈوبا ہوا سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر واپس آ گیا اور انگلی کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہوکر نیچے آ گیا۔

درختوں پر حکومت:

احادیث میں متعدد واقعات کا تذکرہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی کسی درخت کو حکم دیا تو وہ چل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اگر ٹہنی کو حکم دیا تو وہ کٹ کر حاضر ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچا ہونے پر یہ دلیل چاہی کہ سامنے والا درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس درخت کو جا کر کہو تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر رہے ہیں۔ اس اعرابی نے جب درخت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا تو وہ:

تخد الارض فدا نقامت بین یدیہ فاستشهدها ثلاثا ثم رجعت الی نبتها

(شمائل الرسول، ا:۲۹۷)

زمین پھاڑتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوا اور تین دفعہ اس نے آپ ﷺ کے سچا ہونے کی گواہی دی اور پھر اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ گیا۔

حجر و شجر کا اپنے آقا پر سلام:

اس سلطنت وحکومت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ حجر و شجر آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلتے۔

فما استقبله جبل ولا شجر الاقال السلام علیك یا رسول الله۔

(شمائل الرسول، ا:۳۱۸)

ہر حجر شجر استقبال کرتے ہوئے عرض کرتا، السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ!

ان مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے دوبارہ شعر پڑھیں۔

(ماہنامہ جہان رضا، مئی ۱۹۹۳ء)



مقتدر شخصیات کے تاثرات

ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور میں چھپنے والے انٹرویوز سے انتخاب

الحاج ثاقب آفتاب شیخ

س: مفتی محمد خان قادری سے کب ملاقات ہوئی؟ ان کے حوالے سے آپ کا تاثر؟

ج: مفتی صاحب سے میری ملاقات ۱۹۸۰ء میں ہوئی۔ دراصل مفتی صاحب کی تربیت کا ہی اثر ہے کہ ہم اس طرح کے کام کر رہے ہیں۔ وہ ایک بے لوث محنتی اور مثالی شخصیت ہیں ہم انہیں اپنے گھر کے بزرگوں جیسا ہی سمجھتے ہیں وہی ہمارے راہنما ہیں، دوست ہیں اور بزرگ ہیں۔ ان کی علم دوستی اور اخلاص نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دیا ہے اور صحیح معنوں میں اللہ نے بھی ان کو دین فہمی اور بصیرت عطا کی ہے۔

س: جامعہ اسلامیہ لاہور کے قیام اور پھر اس کو کامل یکسوئی و دلجمعی سے چلانے کا سہرا بھی اہل شادمان کے سر ہے اس کا اصل محرک کون ہے؟

ج: یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی ہے دوسرے الحاج عبدالرشید فاروقی کو اللہ تعالیٰ جزا دے جنہوں نے وسیع قطع اراضی وقف کیا اور جامعہ کے لئے آسانی پیدا ہوگی پھر خود مفتی صاحب کی ترتیب سے جس کے نتیجہ میں اہل شادمان اس طرف متوجہ ہوئے یہ کام ہوا۔ مختصر یہ کہ سب کا کام ایک دوسرے سے زیادہ ہے۔ بلکہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے قیام سے قبل ادارہ منہاج القرآن بھی تو انہیں مخلصین کی جدوجہد سے شروع ہوا تھا اور انہی کے ایثار کا مظہر ہے مجھے یاد ہے کہ بھائی سہیل اقبال صاحب اور ہم سب مفتی صاحب کے ساتھ بہت سارا وقت وہاں گذارتے تھے اور انتھک محنت کرتے تھے یوں کہیے کہ ہم نے سب کچھ وہاں لگا دیا۔ بہت کام کیا بعد میں قاری صاحب نے لائن بدل لی۔ بہر حال اس موضوع کو چھوڑیئے البتہ ہم جامعہ اسلامیہ کو پہلی ترجیح پر رکھتے ہیں۔

(الحاج ثاقب آفتاب شیخ سے ایک انٹرویو، ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، جولائی ۲۰۰۸ء)

مولانا صاحب زادہ حامد رضا

س: تصنیف تالیف کی دنیا میں آپ کی پسندیدہ یا موضوعات؟

ج: شمائل وسیرت نبوی ﷺ پسندیدہ موضوعات ہیں ان پر لکھنے والا ہر رائٹر اچھا لگتا ہے کاروان اسلام کے سربراہ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کا انداز تحریر اور ان کی کتب کی چھپائی کا عمدہ معیار، دل کو بھاتا ہے تفسیر کبیر کے ترجمہ کا مبارک کام جو انہوں نے شروع کیا ہے ایک طویل عرصہ سے اس کی اشدت ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اس بہت بڑے کام کے لیے ان کو چنا ہے۔ خدا ان کو اس کی تکمیل کی توفیق بخشے۔ ان کا انداز حکیمانہ اور لہجہ قابل تعریف ہے۔ سادہ مزاجی، ان کی کامیابی کا سبب ہے ان کا لٹریچر عصری ضرورتوں کے عین مطابق ہے۔ اہلسنت کو ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ایسے نادر لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ مدتوں بعد اللہ کریم کی طرف سے عطیہ ہوتے ہیں۔

(مولانا صاحبزادہ حامد رضا کا مفصل اور اہم انٹرویو، ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، فروری ۲۰۰۲ء)

علامہ رانا محمد جاوید قادری

س: آپ مفتی محمد خان قادری کے علمی کام خصوصاً تفسیر کبیر کے اردو ترجمہ فضل قدیر کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

ج: تفسیر کبیر کا اُردو میں ترجمہ کر کے مفتی صاحب نے ایک اتنا بڑا قرض چکایا ہے جو ایک صدی سے برصغیر کے علماء کے ذمہ تھا۔ یار، تفسیر کبیر جیسی عظیم الشان اور تفسیروں کی سرتاج تفسیر کبیر اتنا لمبا عرصہ برصغیر کے اہل علم اور پڑھے لکھے طبقات سے مستور اور پوشیدہ رہی۔ علماء تو حسب ضرورت اس سے استفادہ کر لیتے ہوں گے لیکن بقیہ اہل علم تو اس سرچشمہ فیض کے انوار سے بہرحال محروم تھے۔ قبلہ مفتی صاحب اور اہالیان برصغیر پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اعزاز شاید رب العزت نے انہیں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا جو وقت آنے پر باذن الٰہی ان کے نامہ اعمال کی زینت بن گیا۔

اکثر کام اور بڑے بڑے کام بھی جن میں شامل ہیں لوگ اپنی قوت اور ہمت سے کرتے ہیں بلاشبہ یہ بھی بہت بڑا کام ہے اور کوئی انسان اس سے بڑھ کر اور کیا کر سکتا ہے لیکن کچھ

کام ایسے ہوتے ہیں جو مولا اپنے بندوں سے خود لیتا ہے۔ان کاموں کے لیے لوگوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔بلاشبہ رب تعالیٰ نے اس عظیم الشان کام کے لیے مفتی محمد خان قادری صاحب کو چنا اور کہا کہ "بندیا اُٹھ اور ایہہ کم کر کے دکھا دے" سمجھے ملک صاحب! کچھ معاملے اس طرح کے بھی ہوتے ہیں اور مفتی صاحب کے ہاتھوں تفسیر کبیر کا اردو ترجمہ اس نوعیت کا کام ہے۔

(علامہ رانا محمد جاوید قادری سے مکالمہ، ماہنامہ سُوئے حجاز، جون ۲۰۱۷ء)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

س: آپ نے ہمارے مفتی صاحب کو دیکھا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے بے لاگ تبصرہ ارشاد فرمایئے؟

ج: مفتی محمد خان قادری اس دور میں یوں سمجھئے کہ علماء میں ان کا وجود غنیمت ہے جو تحقیق سے لکھتے ہیں اور محنت سے لکھتے ہیں وہ سنی سنائی بات نہیں بلکہ تحقیق سے لکھنے والے آدمی ہیں شہرت کے پیچھے نہیں بھاگتے اپنے مشن کے لئے کام کرتے ہیں مری خواہش ہے کہ وہ اپنے مسلکی تشخص سے ہٹ کر وہ کام بھی کریں جو ہر طالب علم کی ضرورت ہے۔مثلاً صحابہ رضی اللہ عنہم پر کام کی ضرورت ہے سیرت پر نئے نئے حوالوں سے کام کی ضرورت ہے۔جدید مسائل کے حوالے سے کام کی ضرورت ہے۔مجھے اُمید ہے اگر مفتی صاحب توجہ دیں تو وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔میری خواہش ہے کہ وہ تحریری کام میں زیادہ وقت صرف کریں۔کیونکہ ان کی تحریر اثر آفرین بھی ہے اور دیرپا بھی۔یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ یا اسی طرح کے چند دیگر لکھنے والے حضرات کے سوا ہمارے ہاں تحریر کا کام کم ہوا ہے اس کمی کا ازالہ ہونا چاہیے۔ان کی "شاہکار ربوبیت" بہت اچھی کتاب ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی باتیں، ماہنامہ سُوئے حجاز، نومبر ۲۰۰۲ء)

☆☆☆

س: عصری تقاضوں کے پیش نظر آپ دینی لٹریچر میں کس اسلوب کو پسند کرتے ہیں؟

ج: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا انداز عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے اب الحمدللہ حضرت

مفتی محمد خان قادری صاحب نے جس انداز میں کام کا آغاز فرمایا ہے وہ قابل رشک اور لائق تحسین وتقلید ہے ان کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عرب علماء کی بہترین اور نایاب کتب کو تلاش کیا پھر ان کے معیاری اور عمدہ ترجمے کیے اس کے بعد ان کو احسن طریقے سے شائع فرمایا۔ ان کے اس کام سے عوام میں ایک پریشانی کا خاتمہ ہوا جو دراصل ایک غلط فہمی تھی کہ شاید ہمارے علماء دنیا بھر کے مختلف کونوں خصوصاً عرب ممالک میں موجود نہیں۔ مفتی محمد خان قادری نے یہ ثابت کر دیا ہے ہمارے نظریات وعقائد کے حامل مقتدر علماء مشائخ ہی دنیا بھر کے کونے کونے میں موجود ہیں اور قبل ازاں بھی یہی افکار ونظریات پوری امت کی جید ہستیوں کے تھے۔ مفتی محمد خان قادری کی خدمات ناقابل فراموش ہیں انہوں نے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔ اہل سنت میں مفتی صاحب اور ان جیسے دیگر محققین کے لیے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے جہاں بیٹھ کر یہ حضرات عہد حاضر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر لٹریچر کی تیاری کا کام سرانجام دیں تاکہ مخلوق خدا اسلام کے حقیقی موقف اور روح سے شناسا ہو کر اس سے اکتساب فیض کر سکے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ مفتی صاحب نے ایسے ایسے علماء عرب کو دنیائے عجم میں متعارف کرایا ہے جن کے بارے میں یہاں کسی کو کوئی خبر ہی نہ تھی آپ کا ماہنامہ "سوئے حجاز" بھی روایتی ماہانہ رسائل سے ہٹ کر جو جدوجہد کر رہا ہے وہ حقیقی طور پر ایک منفرد اور عمدہ کوشش ہے دینی اور ملی حوالے سے قوم کی راہنمائی "سوئے حجاز" کا طرۂ امتیاز ہے۔ ماشاء اللہ۔ چشم بد دور۔

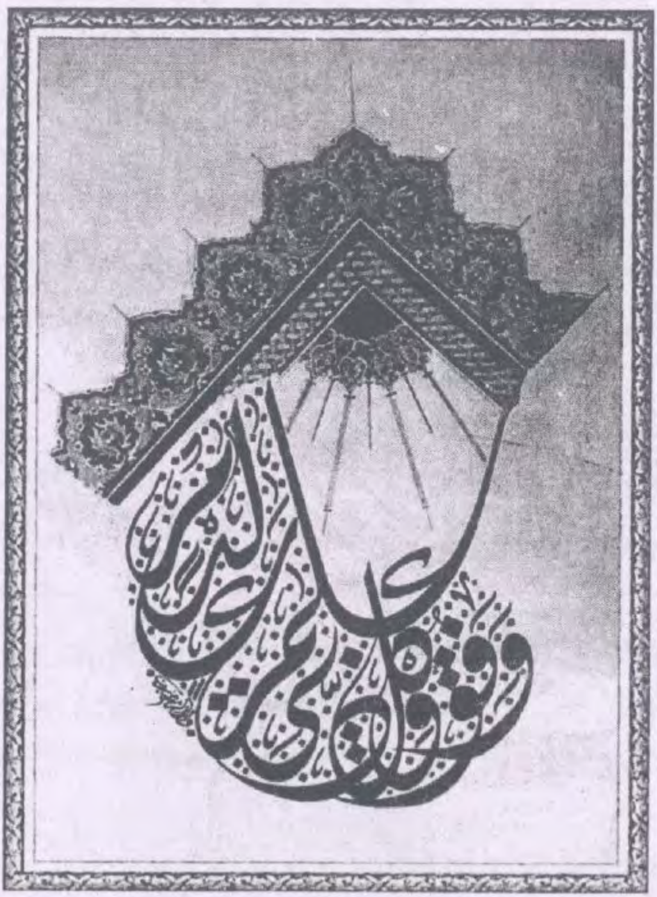
(صاحبزادہ سید ضیاالنور شاہ سے انٹرویو ماہنامہ سوئے حجاز، اپریل ۲۰۰۲ء)

مفتی محمد علی اقتدار

فروری کا سوئے حجاز پڑھا تو محسوس ہوا کہ ابھی اہل سنت و جماعت میں اہل درد اور نباض عصر اہل قلم موجود ہیں۔ اس قدر معیاری رسالہ کے اجراء پر فقیر آپ کو اور آپ کے جملہ رفقاء کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ تمام مضامین نہایت معیاری اور جامع تھے۔ خصوصاً حضرت قبلہ شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہٗ کا مضمون "خدا کو یاد کر پیارے" ایک ایسا مضمون تھا جو اس موضوع پر فرد ہے۔

یقیناً آج کل عوام اہل سنت تو ایک طرف علماء وفضلاء کی روش اور طریقہ بھی وہی ہے جو کہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے بیان کیا ہے اور یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ بندہ کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کو ایسا مضمون لکھنے پر مبارک ہو۔ اللہ کریم حضرت کا سایہ تا دیر اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے۔ اسی طرح محقق العصر مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہٗ نے قارن صاحب کے اعتراضات کے جو جواب دیئے ہیں وہ جہاں حضرت مفتی صاحب کی ثقاہت علمی اور تحقیق کی پختگی پر دال ہیں وہاں وہ دیوبندی تحقیق کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

(مفتی محمد علی اقتدار...... (ظفروا) نامے جو میرے نام آئے (ایڈیٹر کی ڈاک)، ماہنامہ سوئے حجاز، مئی ۲۰۰۴ء)



محقق العصر، استاذ العلماء

حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ایک یادگار عہد

تحریر: محمد عتیق الرحمٰن مجددی

عالم اسلام کی عظیم علمی، فکری اور روحانی شخصیت مفسر قرآن، شیخ الحدیث، محقق عصر، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ قرونِ اولیٰ کی یادگار اور بقیۃ السلف تھے۔ آپ کی ساری زندگی فقر وغناء، دین متین کی خدمت، تعلیم وتربیت اور سنت وشریعت کی اتباع میں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین متین کی آبیاری کے لیے چن لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی نمود ونمائش اور خود نمائی کے برعکس تقویٰ وطہارت اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گزاری۔ آپ نبیرہ غوث اعظم فضیلۃ الشیخ سید طاہر علاؤ الدین شاہ القادری البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ) کے حلقہ ارادت میں شامل باسعادت تھے۔ اسی نسبت کی بنیاد پر آپ کی زندگی خشیت الٰہی اور محبت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتے گزری اور تادم آخر آپ یہ فریضہ پوری جانفشانی سے ادا کرتے رہے۔

آپ جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور کے بانی ہیں اور ہزاروں طلبہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ آپ قدیم وجدید علوم کے حامل، جامع معقول ومنقول اور اُردو عربی وفارسی زبانوں میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ ایک اچھے مدرس، اپنے طلبہ کے لیے آئیڈیل اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔

آپ کے وعظ کرنے کا انداز انتہائی سادہ، عام فہم اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مزین ہوتا اور مروّجہ محافل واجتماعات میں اندازِ خطابت سے ہمیشہ نالاں رہتے تھے۔ اس کے برعکس اپنے علماء اور تلامذہ کو قرآن وحدیث اور سیرت کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی تلقین کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

درس ووعظ کے ساتھ ساتھ آپ نے علمی وتحقیقی کام جاری رکھا اور ساری زندگی اسے اپنا

اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ آپ کی تصانیف عالیہ میں شاہکار ربوبیت۔۔۔۔حضور علیہ السلام ماہِ رمضان کیسے گزارتے تھے۔۔۔۔جسم نبوی کی خوشبو۔۔۔۔محافل میلاد اور شاہ اربل۔۔۔۔ اسلام اور خدمت خلق۔۔۔۔امتیازات مصطفیٰ۔۔۔۔والدین مصطفیٰ جنتی ہیں۔۔۔۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی۔۔۔۔مختلف سورتوں کی تفسیر۔۔۔۔اور دیگر علمی و تحقیقی موضوعات شامل ہیں۔ عالم عرب کی چند مستند اور راسخ العقیدہ علماء کی کتب کے تراجم کے ساتھ ساتھ امام رازی کی شہرہ آفاق تفسیر کبیر کا ترجمہ بنام فضل قدیر آپ کا شاہکار اور زندگی کا حاصل ہے۔ جس کے بارے میں آپ اکثر فرماتے کہ یہ محض فضل ایزدی ہے کہ مجھ سے یہ کام لیا گیا ہے۔ عشق رسالت مآب ﷺ اپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ محبت وادب سے لبریز آپ کی کتب کے مطالعہ کے بعد قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر شاہ خوباں ﷺ کا لفظی پیرہن اتنا حسین ہے تو چہرۂ تاباں کا عالم کیا ہوگا؟

آپ انتہائی بارعب اور سنجیدہ شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ عاجزی وانکساری کا پیکر تھے۔ گفتگو کم کرتے لیکن جب بولتے تو آپ کے مونہہ سے حکمت ودانش کے موتی جھڑتے۔ بڑے بڑے نامور اور جید علماء آپ کی تحریر وتقریر اور ٹیبل ٹاک میں آپ کے دلائل اور علمی گفتگو کے سامنے سرتسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔

تحریر وتقریر کے ساتھ ساتھ آپ عملی زندگی میں بھی نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ ہمیشہ تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس رسالت اور شعائر اسلام کا دفاع کرنے میں پیش پیش رہے اور ہراوّل دستے کا کام کیا جو آپ کی زندگی کا سرمایہ ہے۔

آپ نے اپنی علمی اور عملی زندگی میں حد درجہ راہِ اعتدال اختیار کی اور کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی جس کی وجہ سے دیگر مسالک کے علماء وطلبہ بھی بلا جھجک اور بلاروک ٹوک آپ کے پاس راہنمائی کے لیے آتے تو آپ وسعت قلبی سے پیش آتے اور اپنا موقف اس طرح مضبوط اور ٹھوس دلائل سے پیش کرتے کہ وہ مسلک حق اہل سنت کی حقانیت کے قائل ومعترف ہو جاتے۔ آپ اتحادِ اُمت کے سچے نقیب اور مسلک اعتدال کے نیر تاباں تھے۔

نبی پاک ﷺ کی محبت اہل ایمان کا سرمایہ ہے۔ آپ اصل کائنات اور فخر موجودات ہیں اور کائنات پر اللہ کا احسان عظیم ہیں۔ آپ اس نکتے کو یوں بیان کرتے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات اللہ رب العزت کی ذات تک رسائی کا سہل ترین راستہ ہے۔ الخلق عیال اللہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے یہ آپ کا پسندیدہ ترین موضوع تھا اور خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اپنے حلقہ

احباب کو ہمیشہ انسانیت کی خدمت اور معاشرے کی فلاح و بہبود کی کوشش کی تلقین کرتے۔ ذاتی مفادات کو ہمیشہ بالائے طاق رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معتقدین میں سے کئی لوگوں نے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم کیے جن کی آپ سرپرستی کرتے رہے۔

آپ زندگی کے آخری دو اڑھائی سال سخت علیل رہے مگر انتہائی علالت کے باوجود بھی خدمت دین متین حتی المقدور جاری وساری رکھا۔ بالآخر قانونِ قدرت بھی پورا ہونا تھا۔

لو كانت الدنيا تدوم لواحد لكان رسول الله فيها مخلد

زندگی کے آخری دو ہفتے شدید علالت کی بناء پر صاحب فراش رہے اور مورخہ ۱۷ مارچ ۲۰۲۰ء بروز منگل کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ آپ کی نماز جنازہ ایکسپو سنٹر میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کو جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور سے ملحق پلاٹ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

راقم الحروف نے اپنی زندگی کا طویل عرصہ ان کی محبت ورفاقت میں گزارا۔ تادم آخر ان سے ملاقات رہی اور ہمیشہ انہیں مشفق وناصح پایا۔ آج ان کی جدائی سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ کیفیت ہجر بیان سے باہر ہے۔ ہاں مگر خدا کے قانونِ قدرت کو تسلیم کرتے ہوئے پورا یقین ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت ﷺ سے مقبول ہوتے ہوئے اللہ کے حضور پہنچ گئے۔

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کہ چھلک پڑا کفِ دست سے
رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیئے



محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

فردِ فرید رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: پروفیسر، ڈاکٹر سلطان الطاف علی ☆

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقعی ایک بے نظیر شخصیت تھے۔ میں انہیں رسماً یا احتراماً فردِ فرید نہیں کہہ رہا ہوں۔ میری زندگی میں ایسے لوگ بہت کم آئے ہیں جو صوفیاء کی تعلیم کے عین مطابق تارکِ دنیا ہوں۔ مفتی صاحب ایک عالم دین، علامہ اور محقق تھے اور اس کے ساتھ ہی دنیوی خواہشات سے مکمل آزاد انسان تھے۔ مفتی صاحب دو بار میرے پاس "حق باہو ہاؤس" کوئٹہ میں آ کر قیام پذیر ہوئے۔ حق باہو کانفرنس کی سالانہ تقریبات میں خطاب فرمایا۔ اس طرح مجھے اُن سے ذاتی قرب حاصل رہا۔ یہ وہی ایام تھے جب وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ لاہور میں ایک جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھیں گے اور اعلیٰ درسی تعلیم کی سربراہی کریں گے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بہت جلد ہی انہوں نے عظیم الشان جامعہ رائیونڈ روڈ لاہور کے ایریا میں قائم کر لی۔ وہاں جا کر میں نے اُن سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند محمد فاروق قادری سے تعارف کرایا اور مجھے فرمایا کہ آج آپ ہمارے طلباء سے بھی خطاب کریں گے جو میرے لئے ایک یادگار ہوگی۔

بہرحال یہ تو تھے ذاتی تعلق وتعارف کی یادگاری باتیں جو نا قابل فراموش ہیں۔ میرے تجربہ میں آیا کہ یہ مردِ حق اپنی ذات کے لئے ہر قسم کی خواہش وہوس سے آزاد عالم دین تھے اور ایسا ہونا آج کل بہت کم نظر آتا ہے۔ قدرت نے اُن کی کاوش کو اس قدر کامیاب فرمایا کہ وہ ایسی یونیورسٹی یا جامعہ قائم کریں گے جیسے کہ کوئی حکومت یا وزارت اس میں کام کر چکی ہو۔ شاندار لائبریری بھی وہاں قابل دید ہے۔ آخر میں عرض کروں گا کہ:

این سعادت بزور بازو نیست

☆ حال: دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ۔ (جھنگ)

محقق العصر، حضرت

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: قاری محمد زوار بہادر☆

محقق العصر استاذ الاساتذہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ان علماء ربانیین میں سے ہیں جو اپنے کام کے ذریعے ایسے نقوش رقم فرما گئے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے ان کا تصنیف و تالیف اور تدریس کا کام اپنی جگہ مسلم ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ عالم اسلام کے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں وظلم وستم پر متفکر و پریشان رہتے تھے ان سے زندگی میں بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوا قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی سے بے پناہ محبت کرتے تھے اوران کی سیاسی فکر کے موید ومعاون تھے مختلف مواقعوں پر انہیں قائد ملت وسلامیہ کے مختلف پروگرام میں مدعو کیا نہایت خوشدلی سے تشریف بھی لاتے اور جو موضوع عرض کیا جاتا اس پر جامع ، مدلل اور مختصر گفتگو فرماتے حضرت کے وصال کے بعد بھی جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ ان کا تعاون اور تادم زیست جاری رہا حضرت کے وصال کے بعد اہلسنّت کے مختلف گروپوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد فرماتے رہے بارہا تمام رہنماؤں سے رابطہ فرمایا ان کو اہلسنّت کے اتحاد کی اہمیت وضرورت سے بھی آگاہ فرماتے اوراس کے لیے عملاً کسی کے پاس جا کر کسی کو بلا کر مختلف تجاویز پر غور وخوض فرماتے ۔فقیر سے بھی متعدد بار اس مسئلہ پر ان کی گفتگو ہوئی اور میں نے ان کو اس سلسلہ میں نہایت فکرمند پایا۔غازی اسلام ممتاز قادری شہید کی رہائی کے لیے انہوں نے ایک بڑا اجلاس بلایا جس میں اہلسنّت کی ساری قیادت موجود تھی انہوں نے کوشش کی سب ایک پیج پر آجائیں لیکن بدقسمتی سے قیادت کے بہت سے عہدیدار اندرونی و بیرونی حالات سے بے خبر اپنی اپنی ضد پر ڈٹے رہے اور اہلسنّت غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ پر بھی ایک پلیٹ فارم پر نہ آسکے اور اب تک غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر ایک سٹیج پر بیٹھنے کے لئے بھی تیار

☆ جمعیت علماء پاکستان، صفہ اسلامک یونیورسٹی لاہور۔خطیب، جامع مسجد محمدیہ رضویہ گلبرگ IIIلاہور

نہیں ۔قبلہ مفتی صاحب نے اتحاد اہلسنّت کے لئے جو مخلصانہ جدو جہد فرمائی وہ اللہ پاک اور رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں یقیناً سرخرو ہوں گے ۔ممتاز قلم کار ملک محبوب الرسول قادری کی کوشش و کاوش قابل قدر ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے بھرپور جدو جہد کرتے رہتے ہیں اور اسے یادگار بنا دیتے ہیں جو آنے والی نسلوں کو اپنے اکابرین کے کام سے روشناس کرانے کیلئے مشعل راہ بنیں گے اللہ پاک اپنے محبوب پاک کے طفیل حضرت قبلہ مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﷺ

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

(ثاقب لکھنوی)

باب 5

افکار و تعلیمات

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے علمی و تحقیقی منتخب
مقالات ومضامین اور خطبات، فتاویٰ اور رپورٹس کا نمونہ

جشن میلاد اُمت مسلمہ کا مستقل معمول

محافل میلاد کے اصلاح طلب پہلو

تحریر: مفتی محمد خان قادری

حضور ﷺ نے اُمت کو نیک مجالس میں شرکت کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا "اچھی صحبت ایسے ہے جیسے کوئی انسان عطار کی دکان پر جاتا ہے اب وہ عطر نہ بھی خریدے خوشبو کا جھونکا ازخود اسے نصیب ہو جائے گا۔ مجلس ذکر وفکر کے بارے میں فرمایا فرشتے اس کے متلاشی رہتے ہیں جیسے ہی انہیں ایسی مبارک مجلس ملتی ہے اسے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا اللہ! تیرے بندے تیری حمد کر رہے تھے تیری نعمتوں کی تعریف کر رہے تھے تیری کتاب کی تلاوت میں مصروف تھے۔

يتلون كتابك ويصلون على نبيك ويسألونك لاخرتهم ودنياهم

وہ تیری کتاب کی تلاوت اور تیرے نبی پر درود و سلام عرض کر رہے تھے اور اپنی آخرت اور دنیا کے بارے میں مانگ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہیں میری رحمت کی بشارت دے دو۔

دوسرے مقام پر ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے اے میرے ملائکہ تم گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں معاف فرما دیا وہ عرض کرتے ہیں۔

فيهم فلان و فلان۔ هم القوم الذين لا يشقى بهم جليسهم

(المعجم الصغير 2-102)

ان میں فلاں فلاں بھی ہیں۔ فرمایا: یہ اہل مجلس ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھی رحمت سے محروم نہیں رہتے۔

یعنی مجالس ذکر وفکر کا ایمان کی جلاوت و تازگی اور عقائد و اعمال کی اصلاح اور گناہوں کی مغفرت و بخشش میں بنیادی کردار ہے۔ یہی وجہ ہے ان مجالس میں کوئی گنہگار شریک ہوتا تو وہ

تائب ہو جایا کرتا تھا اگر کوئی بدعقیدہ آ تا تو اس کے عقیدہ کی اصلاح ہو جایا کرتی تھی۔ واقعۃً اگر محافل کو فقط انہی مقاصد کے لیے منعقد کیا جائے تو معاشرے میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ یہ علم و عمل کی تحریک بن سکتی ہیں مگر ہمارے ہاں یہ محافل محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہیں۔ اب معاشرے پر ان کے وہ اثرات نہیں رہ گئے جو ہونے چاہئیں تھے۔ آج محافل تو قریہ قریہ، شہر شہر، گلی گلی اور گھر گھر ہوتی ہیں مگر ان کی وجہ سے کسی فرد کے کردار میں کوئی تبدیلی دکھائی نہیں دیتی۔ آج کی نشست میں ہم نے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ ہماری مجالس و محافل اس قدر بے اثر کیوں ہو گئیں؟ ان کے برکات و ثمرات کیوں کھو گئے؟ کیا ان کی پرنور بہاریں پھر لوٹ سکتی ہیں اگر لوٹ سکتی ہیں تو کس طرح؟ آیئے نہایت ہی دلجمعی اور ٹھنڈے دل سے تجزیہ کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہم نے ان محافل کو برکات سے محروم رکھنے کا خود تہیہ اور بندوبست کر رکھا ہے اگر ایسا ہے تو ہمیں اس پر نظر ثانی کر لینی چاہیے تا کہ کہیں رحمت خداوندی سے محرومی کے سبب مجرم نہ ٹھہرائے جائیں۔

محافل کی برکات سے محروم ہونے کے اسباب

(۱) محافل کا انعقاد رسماً ہوتا ہے حالانکہ شعوری سطح پر ہونا چاہیے

پہلا سبب یہ ہے کہ محافل کا انعقاد شعوری سطح پر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ محض رسومات بن کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ تمہارا ہر عقیدہ و عمل شعوری ہونا چاہیے اس کے بغیر اس کے ثمرات و برکات شخصیت و معاشرہ پر مرتب نہیں ہوتے حتیٰ کہ موروثی و تقلیدی ایمان بھی مرجھائے بیج کا درجہ رکھتا ہے۔ رسمی عمل عادت تو ہو سکتا ہے لیکن عادت نہیں بنتا اسی لیے اللہ تعالیٰ کے حبیب نے واضح فرما دیا۔

انما الاعمال بالنیات — اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

بدعملی تو اہل ایمان کے شایان شان ہی نہیں اور اچھا عمل تب مقبول ہوگا جب اسے شعوری سطح پر کیا جائے۔

حدیث جبریل میں تو سرور عالم ﷺ نے اسے بھی واضح فرمایا۔

جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے؟ تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (البخاری، کتاب الایمان)	تم اللہ کی عبادت اس حال میں کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم دیکھ نہیں رہے تو سمجھو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ تم ہر وقت اپنے رب کو یوں سمجھو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تصور دشوار ہو تو کم از کم یہ تصور ہر وقت پختہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس حال میں زندگی بسر کرنے والا انسان گناہوں سے دور اور نیکیوں کی طرف راغب ہوگا، اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ میرا اللہ سب کچھ دیکھ اور جان رہا ہے تو مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے میرا خالق و مالک اور محبوب حقیقی ناراض ہو جائے۔ یہ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں اہل علم و معرفت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا یہی معنی و مفہوم بیان کیا نہ کہ اسے صرف نماز تک مخصوص رکھا۔ حالانکہ ہم نے آج اسے صرف نماز تک محدود سمجھ رکھا ہے۔

حضرت ملا علی قاری ان مبارک الفاظ کی تشریح میں مختلف اقوال کے بعد لکھتے ہیں۔

وحاصل جميع الاقوال الحث على الاخلاص فى الاعمال و مراقبة العبد ربه فى جميع الاحوال (مرقاۃ المفاتیح، ۱۔۱۲۱)	ان تمام کا حاصل یہ ہے کہ اعمال میں اخلاص پیدا کیا جائے اور بندہ ہر وقت اپنے اعمال و احوال سے اپنے رب کو واقف و آگاہ جانے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ میں تمام علوم شریعت کا مقصد بیان فرما دیا۔

قد اشتمل على شرح جميع وظائف العبادات الظاهره والباطنة من عقود الايمان واعمال الجوارح و اخلاص السرائر و محفظمن آفات الاعمال (عمدۃ القاری، ۱۔۲۸۹)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک فرمان تمام اعمال کو محیط ہے خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہے یا باطن سے خواہ وہ ایمان ہے یا اعمال جوارح، خواہ وہ دلی اخلاص ہے یا اعمال کی آفات سے حفاظت۔

معرفت کی صحبت میں جاؤ تو برا خیال نہ لاؤ کیونکہ یہ ان کے احترام کے منافی ہے۔

فکیف بمن لا یزال اللہ تعالٰی مطلعھا علیہ فی سرہ وعلانیۃ

(عمدۃ القاری،۱۔۲۸۹)

تو ہمیں اس ذات اقدس کی بارگاہ میں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے جو ہر حال میں ہمارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دیگر اعمال تو کجا خالص عبادت بھی شعوری سطح پر نہیں کرتے بلکہ رسماً بجا لاتے ہیں مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں مگر یہ تصور نہیں ہوتا کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اور جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو ایسے ہو جاتے ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی ذات صرف مسجد میں ہی دیکھتی تھی اب ہم اس کی نگاہ سے اوجھل ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اعمال شریعت کے مطابق نہیں بلکہ خواہش نفس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے سامنے یہ حقیقت نہیں کہ ہم تمام رات محافل سجانے کے لیے جھنڈیاں وغیرہ تو لگاتے ہیں مگر نماز کے قریب نہیں جاتے، والدین کی خدمت کا تصور ہی ختم اور پڑوسی کے حقوق کا کبھی خیال ہی نہیں اگر یہ شعوری سطح پر ہوتا تو اذہان میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا کہ ہم مستحب عمل تو بجا لا رہے ہیں مگر فرائض سے غفلت برت رہے ہیں۔ کیا خوب فرمایا حضر ملا علی قاری نے کہ عبد سے عبادت کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی حتی کہ مرنے کے بعد بھی اس پر عبادت لازم، جب وہ قیامت میں آئے گا پھر بھی عبادت لازم جب وہ جنت میں داخل ہوگا تب بھی وہ عابد ہوگا۔

ولا ینفك العبد عن العبادۃ مادام جاھل فیال برزخ علیہ عبودیۃ اخری لما سالہ الملکان عن ربہ و دینہ و نبیہ و فی القیامۃ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود واذا دخل الجنۃ کانت عبادتیہ سبحانك اللھم مقروفاً بانفساہ

(مرقاۃ المفاتیح،۱۔۱۲۴)

آدمی جب تک زندہ ہے کسی میں بھی وہ عبادت سے جدا نہیں ہو سکتا بلکہ برزخ میں اس پر ایک اور عبادت ہے کہ فرشتے اس سے اس کے رب، دین اور نبی ﷺ کے بارے میں سوال کریں، روز قیامت اللہ تعالٰی اپنی بارگاہ میں سجدہ ریزی کا حکم دے گا اور دخول جنت کے بعد بھی اللہ تعالٰی کی تسبیح و تہلیل ہوگی۔

اس موقع پر اپنے آقا و مولٰی حضور ﷺ کا ارشاد گرامی سن لیجیے۔

حضرت عبدالرحمن بن قراء رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے از راہ محبت و عشق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ اسے اٹھا اٹھا کر اپنے چہروں پر سجالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

مایحملکم علی ھذا؟ اس عمل پر تمہیں کس چیز نے ابھارا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔

حب اللہ ورسولہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سرہ ان یحب اللہ و رسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ جو چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے یا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کریں۔

وہ درج ذیل امور پر سخت کاربند رہے۔

ا۔ فیصدق حدیثہ اذا حدث بات کرے تو سچی کرے۔

۲۔ ولیود امانتہ اذا تمن امانت میں خیانت نہ کرے۔

۳۔ ولیحسن جوار من جاورہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الاداب)

غور کیجئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ عمل رسماً ہرگز نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو ہر عمل شعوری سطح پر کیا کرتے تھے آخر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقعہ پر دیگر اہم امور کی طرف توجہ دلائی تو یہ ہم جیسے لوگوں کے لیے ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ نبوت سے جانتے تھے کہ لوگ امور رسماً ادا کریں گے شعوری سطح پر نہیں۔ یہ رسم نہیں تو اور کیا ہے کہ انسان فرائض کا تو نام نہ لے اور غیر فرائض پر اپنی تمام محنت خرچ کردے تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان محافل سے برکات حاصل کریں تو ہمیں ان محافل کو شعوری سطح پر منعقد کرنا چاہیے۔

رمضان المبارک کی مثال

ایک اور مثال سامنے لایئے جیسے ہی رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہم مساجد کا رخ کرتے ہیں تمام سال فرائض کی ادائیگی نہ کرنے والے ہیں رکعات تراویح اور پارہ قرآن کا

سنتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، افطاری اور سحری کرواتے ہیں، کچھ نہ کچھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر جیسے ہی رمضان کا چاند غروب ہوتا ہے ہم مساجد سے غائب بلکہ پورے دس دن اعتکاف بیٹھنے والے بھی بعد میں نظر نہیں آتے حالانکہ ماہ رمضان کی تربیت کے بعد تو نمازی بن جانا چاہیے تھا۔

لیکن ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم رمضان کا احترام کرتے ہیں مگر رمضان والے کا احترام نہیں کرتے اگر ہمارے دل میں رمضان والے کا احترام ہو تو ہماری حالت یہ نہ ہو کیونکہ رمضان جاتا ہے رمضان والا تو زندہ جاوید ہے جس طرح وہ رمضان میں دیکھتا وسنتا ہے وہ آج بھی دیکھتا، سنتا ہے، روزوں نے ہمیں اسی کی تربیت دی مگر ہم چونکہ رسماً رمضان بسر کرتے ہیں لہٰذا جیسے رمضان سے پہلے تھے بعد میں بھی اسی مقام پر آ گئے کاش ہم تیس دن شعوری سطح پر گزارتے تو ہمارا دامن رحمتوں سے مالا مال ہو جاتا۔ ہم باجماعت نمازی بن جاتے۔ ذکر الٰہی اور سجدوں کی حلاوت نصیب ہو جاتی، بلکہ ہمارے ذہن میں یہ راسخ ہو جاتا ہے کہ ہمارا رب ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے۔

حج کی مثال

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حج و عمرہ کی سعادت عطا کرتا ہے مگر اتنے حج اور عمروں کے بعد بھی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی الا ماشاء اللہ، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اتنا بڑا عمل ہم رسماً کرتے ہیں اگر شعوری سطح پر یہ سفر ہو تو آئندہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شریعت کا طواف ہی کرے حبیب خدا ﷺ کا شیدائی بن جائے اسے ہر وقت یہ یاد آتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ کس قدر کرم فرمایا کہ اس نے بیت اللہ شریف اور بارگاہ نبوی علی ﷺ کی زیارت کا شرف عطا فرما دیا جن کی زیارت اور دیدار کے لئے فرشتے آتے ہیں الغرض ہماری خالص عبادات بھی رسومات اور عادات بن چکی ہیں جن کی وجہ سے ہماری شخصیت پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

(۲) اللہ و رسول ﷺ کی خوشنودی کے بجائے ذاتی مقاصد

جیسا کہ اوپر گزرا کہ اہل ایمان کا ہر عمل اپنے اللہ و رسول ﷺ کو خوش کرنے کے لیے ہونا چاہیے اگر اس کا مقصد ذاتی شہرت اور نمود و نمائش ہو تو پھر اس سے برکات کا حصول ممکن نہیں رہتا بلکہ اس عمل میں برکت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ برکت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے وہ عمل خالصاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرما دیا جو شخص اپنے رب کو خوش کرنے اور حضور ﷺ کی دعاؤں کے لیے عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(سورۃ التوبہ:۹۹)

کچھ دیہاتی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے لیے خرچ کرتے ہیں سن لو تقرب انہی کے لیے ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

(سورۃ الحجرات:۱۳)

تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے۔

③ سیاسی مقاصد کا حصول

بعض لوگ اپنے اپنے علاقہ میں محافل اس لیے بھی منعقد کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے ساتھ ان کا سیاسی رابطہ قائم رہ سکے چونکہ خدمت خلق کا تصور ہمارے معاشرے سے مفقود ہوتا جا رہا ہے اس کے متبادل یہ راستہ اختیار کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں اپنی نیکی و تقویٰ کا بھرم قائم رکھا جا سکے۔ بلکہ بعض مذہبی لوگ محافل کو انہی مقاصد کے لیے منعقد کرتے ہیں تا کہ سیاسی شخصیت کو بلایا جائے کسی کو بطور مہمان خصوصی، کسی کو بطور صدر اور کسی کو بطور سرپرست مدعو کیا جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ مختلف محافل کے بارے میں طبع شدہ اشتہارات سے کیا جا سکتا ہے۔

ان کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ بلائے گئے مہمانوں کے ساتھ راہ و رسم پیدا کیا جائے اور بوقت ضرورت ان سے کام نکالا جائے اور ان میں سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ساری زندگی شریعت اور تعلیمات اسلام کے باغی ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک مشاہدہ ہوا ہے کہ اگر محفل میں کوئی مشہور فلمی ایکٹر چلا جائے تو شریعت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے فی الفور کرسی صدارت پر بٹھا دیا جاتا ہے اور یہ عذر پیش کیا جاتا ہے تا کہ اسے مزید رغبت پیدا ہو حالانکہ رغبت دلانے کے لیے اور بیسیوں طریقے موجود ہیں۔

④ نااہل لوگوں کی صدارت

محافل میلاد و نعت میں اکثر ایسے لوگوں کی صدارت اور قیادت کروائی جاتی ہے جو نااہل ہوتے ہیں اور دنیادار کی سوچ کی طرح انہی لوگوں کو آگے کیا جاتا ہے۔ جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنیں تو پھر ایسی محافل کے انعقاد کی ضرورت ہی کیا ہے' چاہیے تو یہ کہ ان محافل کی صدارت و قیادت وہ لوگ کریں جو صاحب تقویٰ ہوں اس سے معاشرے میں نیک اقدار کی بحالی بھی ہوگی اور محافل میں برکات و رحمتوں کی برسات اور ان کا نزول ہوگا۔

پھر کتنے دکھ کی بات ہے ان محافل میں اہل علم و تقویٰ کی موجودگی میں فلمی ایکٹر صدارت کر رہا ہو۔ یاد رہے یہ فاسق کا احترام ہے اور کسی فاسق کے احترام سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اھتز عرش الرحمٰن

جب کسی فاسق کی مدح و احترام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور رحمٰن کا عرش لرز جاتا ہے۔

اب خود ہی بتائیے جس محفل میں فاسق کا احترام کیا جا رہا ہو اس میں برکات کا نزول کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ہم چاہتے ہیں ہماری محافل رحمت الٰہی اور حضور ﷺ کی روحانیت سے مالا مال ہوں تو پھر ہمیں انہیں شریعت کے مطابق منعقد کرنا ہوگا۔

رحمت الٰہی کا حصول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مقصد اللہ و رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی ہو۔ ہماری محافل کا مقصد محض نمود و نمائش اور ذاتی شہرت بن گیا ہے۔ کسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخبارات میں تصاویر و بیانات چھپیں، ٹی وی پر کوریج مل جائے، ان میں اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر ہونے کے بجائے ساری توجہ ویڈیو اور کیمرہ کے لیے وقف کر دی گئی ہوتی ہے۔ کہیں تصویری جھلکیوں میں کوئی کجی واقع نہ ہو جائے۔

ہمارے بعض لوگ تو اس لیے بھی محافل سجاتے ہیں کہ ان کی ویڈیو بنوا کر بیرون ملک بھجوائیں اور اپنی اس کارکردگی کو ذریعہ آمدن بنایا جائے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، جون ۲۰۰۱ء)

استقبالِ رمضان کے عنوان سے

خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: محقق العصر مفتی محمد خان قادری

جس دن رمضان المبارک کا چاند طلوع ہونے کی امید ہوتی اور شعبان کا آخری دن ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے جس میں رمضان المبارک کے فضائل و وظائف اور اہمیت کو اجاگر فرماتے تا کہ اس کے شب و روز سے خوب فائدہ اُٹھایا جائے اور اس میں غفلت ہرگز نہ برتی جائے اس کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت جانا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اہم معمول کو اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

لما حضر رمضان قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد جاءكم رمضان شهر مبارك — جب رمضان المبارک کا ماہ آتا تو آپ فرمایا کرتے تمہارے پاس ایک مقدس ماہ کی آمد ہوگئی ہے۔

(مسند احمد، ۳۔۱۵۸)

استقبالیہ خطبہ کی تفصیل:

کتب احادیث میں رمضان المبارک کی آمد کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ خطبہ کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ جسے ہم شق وار مع ترجمہ نقل کر دیتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا اے لوگو!

(۱) قد اظلكم شهر عظيم مبارك — تم پر ایک نہایت ہی مبارک ماہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔

(۲) شهر فيه ليلة خير من الف شهر — اس میں ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل

(۳) شهر جعل الله صيامه فريضه وقيامه تطوعا
اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض فرمایا اور اس میں قیام کو ثواب و اجر کے قابل بنایا ہے۔

(۴) من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمان ادى فريضة فيما سواه
جو شخص اس میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہے گا وہ اس کی مثل درجہ پائے گا جس نے کسی دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا

(۵) ومن ادى فريضة فيه كان كمن ادى اسعين فريضة فيما سواه
جس نے اس میں کسی فرض کو ادا کیا۔ وہ ایسے ہے جیسے کسی نے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کیے ہوں۔

(۶) وهو شهرا الصبر والصبر ثوابه الجنة
یہ ماہ صبر ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

(۷) وہ شهر المواساة
یہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا مہینہ ہے۔

(۸) وہ شهر يزاد فى رزق المومن فيه
اس ماہ میں مومن کے (ظاہری و روحانی) رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

(۹) من فطر فيه صائما كان مغفر للذنوبه و عتق رقبة من النار و كان له مثل اجره من غيران ينقص من اجره شيء
جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا وہ اس کے گناہوں کی معافی اور دوزخ سے آزادی کا سبب ہوگا اور اسے روزہ دار کی مثل ثواب ملے گا لیکن روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب میں یہ طاقت کہاں کہ روزہ دار کو سیر کر کے کھلائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (میرا مقصد سیر کر کے کھلانا نہیں)۔

(۱۰) يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على تمرة او على شربة او مذقة للبن
یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا جو ایک کھجور یا گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ پلا دے۔

(۱۱) وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار

اس ماہ کا پہلا رحمت، درمیانہ حصہ مغفرت و بخشش اور آخری حصہ آگ سے آزادی کا ہوتا ہے۔

(۱۲) من خفف مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من النار

جس نے اپنے ملازم کے بوجھ کو اس میں ہلکا کیا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور دوزخ سے آزادی عطا فرمائے گا۔

(۱۳) واستكثروا فيه من اربعة خصال خلصتين ترضون بهما ربكم و خصلتين لاغناء بكم عنها

اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھو ان میں دو ایسی ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو اور دو ایسی ہیں جن کے بغیر تمہارا گزارہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) اما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم فشهادان لا اله الا الله وتستغفرونه

وہ دو چیزیں جن سے اپنے رب کو راضی کرو کلمہ طیبہ کا ذکر اور استغفار و توبہ۔

(۱۵) واما الخصلتان اللتان لاغناء بكم عنها فتسالون الله الجنة وتعوذون به من النار

وہ دو چیزیں جن کے بغیر بخشش نہیں، اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کے دامن رحمت کی پناہ مانگو۔

(۱۶) ومن سقى صائما سقاه الله من حوضى شربة لا يظماء حتى يدخل الجنة (صحیح ابن خزیمہ)

اور جس نے کسی روزہ دار کو افطاری کے وقت پانی پلایا اللہ تعالیٰ (روز قیامت) میرے حوض سے اسے وہ پانی پلائیں گے جس کے بعد دخول جنت تک پیاس نہیں لگے گی۔

تم کس کا استقبال کر رہے ہو؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لما اقبل شهر رمضان

جب رمضان شریف آتا

تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے سبحان اللہ، جانتے ہو۔

ماذا تستقلون؟ تم کس کا استقبال کر رہے ہو؟

ماذا یستقبلکم؟ اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: **بابی انت وامی** یا رسول اللہ ﷺ کوئی وحی نازل ہونے والی ہوگی یا کسی دشمن سے بھیڑ ہونے والی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں تم:

لکن شھر رمضان یغفر اللہ تعالٰی فی اول لیلۃ لکل اھل ھذہ القبلۃ رمضان کا استقبال کر رہے ہو جس کی پہلی رات تمام اہل قبلہ کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

(فضائل الاوقات للبیہقی، ۱۶۶)

نوٹ: یہ مضمون حضرت مفتی صاحب قبلہ کی کتاب "حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟" سے ماخوذ ہے۔ (ادارہ) (سوئے حجاز نومبر ۲۰۰۲ء)



سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

اولاد کے حقوق

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کا اہم خطاب

ماہ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ میں جامعہ اسلامیہ لاہور کے خازن حاجی محمد رمضان صاحب حفظہ اللہ نے اپنے گھر واقع جوہر ٹاؤن لاہور میں سالانہ محفل میلاد کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر حضرت مفتی محمد خان قادری کے خطاب کا پورا متن افادیت واہمیت کے پیش نظر کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(محبوب قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد! اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (سورۃ آل عمران:۸۱)

محترم علمائے کرام! حاضرین وسامعین آج ہم سبھی اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی ولادت کی خوشی میں منعقدہ تقریب میں شرکت کا موقع پا رہے ہیں۔

نیت پر مدار:

پہلے جو بھی ارادہ تھا یا نہیں تھا کم از کم اس کے بعد اس لئے بیٹھے کہ ہم حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں بیٹھے ہیں کیونکہ ہر شے کا نیتوں پر مدار ہوتا ہے محض کسی دوست کی دعوت پر آ جانا یہ بھی ایک اسلام کی تعلیم ہے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اس میں بھی برکتیں ہیں لیکن ہم اگر چاہتے ہیں کہ اللہ کی رضا نصیب ہو تو کچھ ارادے کر کے بیٹھیے کچھ نیتیں کر کے بیٹھیے تاکہ ہم خالی جھولی واپس نہ جائیں صرف اس مجلس کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے میں ایک واقعہ آپ تک پہنچا رہا ہوں۔

اہمیت میلاد پر واقعہ:

حضرت ملا علی قاری ایک بزرگ گزرے ہیں گیارہویں صدی کے وہ مجدد ہیں۔ ۱۰۱۴ھ ان

کاسن وصال ہے۔ افغانستان میں ہرات علاقہ ہے۔ یہاں کے رہنے والے ہیں پھر مکہ شریف چلے گئے۔ پرانے بزرگوں کا طریقہ ہوتا تھا کہ ان کی آخری عمر حرمین شریفین میں گزرتی۔ حضور ﷺ کی تعلیم بھی ہے کہ کوشش کرو تمہیں موت مدینے میں آئے تو ہمیں بھی تمنا کرنی چاہئے اللہ کرے ہمیں شہر مدینہ میں موت آئے بقیع شریف کی مٹی نصیب ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر اطاعت مصطفی ﷺ انسان کو نصیب ہو تو وہ کائنات کے کسی گوشے میں بھی ہو اس کو مدینہ نصیب ہو جاتا ہے اور اگر غلام نہیں ہے تو پھر ہو سکتا ہے کہ محروم رہے۔ حضرت ملا علی قاری مکہ شریف جب گئے تو فرماتے ہیں مکہ میں لوگ بہت زیادہ محافل میلاد سجاتے تھے انہوں نے کئی بزرگوں کا عمل لکھا کہ وہ روزانہ حضور ﷺ کا میلاد کرتے اور اس میں غرباء کو کھانا کھلاتے کہتے ہیں میں اجنبی تھا مسافر تھا میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ میں بھی اس طرح کے پروگرام کرتا تو میں نے حضور ﷺ کے میلاد پر کتاب لکھی اس کا نام ہے۔ **المورد الروی فی مولد النبوی** اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس آدمی کو پیاس لگے تو وہ نبی کریم ﷺ کا ذکر کرے اس کی پیاس مٹ جائے گی۔ مورد کہتے ہیں گھاٹ کو روی کہتے ہیں پرامی کو اس کتاب کے اندر جب سے میں نے یہ واقعہ پڑھا اور آپ کو بھی سنا دیتا ہوں اس کے بعد مجھے ان مجالس کی بہت ہی اہمیت محسوس ہوئی۔

ہمایوں بادشاہ کے دور میں ان کے وہاں ایک بزرگ تھے۔ شیخ زین الدین محمود نقشبندی، ہمایوں بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ میں ان کی صحبت میں جاؤں وہ میرے ساتھ ملاقات کریں۔ چونکہ آپ جانتے ہیں جو اہل اللہ ہوتے ہیں وہ بادشاہوں کے قرب سے دور رہتے ہیں، بادشاہ ان کے دروازوں پر آتے ہیں وہ بادشاہوں کے دروازے پر نہیں جایا کرتے اور اللہ کرے پھر وہ دور لوٹ آئے کہ بادشاہ نیک لوگوں کے دروازوں پر جائیں کیونکہ فقراء کی یہی شان ہے اور جو لوگ بادشاہوں کے پیچھے پھرتے ہیں وہ فقیر نہیں ہوا کرتے ہاں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ملاقات ہی حرام ہے اگر ملک و قوم کے لیے کوئی اچھے مشورہ کے لیے بلائیں تو پھر اسلام کہتا ہے کہ یوں جانا آپ کا فرض بنتا ہے لیکن لالچ حرص جیسی بنیادیں نہ ہوں۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ میں ان کے پاس بیٹھوں ان کی صحبت اختیار کروں یا ملاقات ہو۔

فاباہ الشیخ وامتنع ایضا ان یاتیہ السلطان استغناء بفضل الرحمن شیخ نے ملاقات سے انکار کیا بلکہ اپنے اللہ رحمن کے فضل پر بھروسہ کی وجہ سے اسے پاس آنے سے بھی منع کر دیا۔

اس نے اپنے وزیر بہرام خان سے مشورہ کیا کہ اس عالم سے میں ملنا چاہتا ہوں یہ ملتے نہیں اس نے کہا کہ آپ ان سے کہاں ملنا چاہتے ہیں۔ آپ جگہ بتائیں ٹائم بتائیں، اس نے کہا میں ان کے

گھر بھی جا سکتا ہوں وہ میرے محل میں بھی آ سکتے ہیں۔ ملاقات چاہتا ہوں جہاں بھی ہو لیکن یہ کیا کہہ رہے ہو تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ ملاقات کر لیں گے اور مجھے تو کتنا عرصہ ہوا۔ ترلے کرتے ہوئے منتیں کرتے ہوئے وہ ملتے نہیں ہیں یہ تم کیسے کرو گے؟ تو اس نے کہا کہ بہت آسان مسئلہ ہے بہت آسان۔ بادشاہ حیران ہوا اس نے کہا تو نبی کریم ﷺ کی محفل میلاد سجا تو محل میں چھوڑ کر کہیں سجا اور اس بزرگ کو دعوت دے۔ وہ ضرور آ جائیں گے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے جب وہ محفل سجی اور جن جن کو دعوت نامہ ملا سب سے پہلے جو شخص اس محفل میں آنے والا ہے وہ وہی بزرگ ہے اور بادشاہ کو عملاً بتا دیا میں تیرے ملنے کو پتہ نہیں آتا کہ نہ آتا لیکن تو نے میرے نبی ﷺ کا میلاد سجایا، اس لیے میں آ گیا ہوں۔ ہمیں تو علم ہی نہیں چونکہ ہم صبح و شام محافل میں آتے ہیں ہو سکتا ہے ہمارا دل کاروبار کی طرف متوجہ ہو۔ لوگو! اگر عقل دے خدا اگر شعور دے خدا تو پلکوں کے بل آنے والی یہ جگہ ہے جہاں یہ محفل سجتی ہے بخشش کا ذریعہ ہے کیونکہ اس ذات کا نام ہی لینے سے رحمتیں برستی ہیں۔

تو الحمد للہ ان محافل کو امت مسلمہ ہمیشہ سے سجاتی چلی آ رہی ہے اور جوں جوں دن گزرتے گئے اللہ تعالیٰ امت کو شعور دے گا۔ آج ہمارے محترم دوست حاجی محمد رمضان صاحب اور ان کا خاندان اس حوالے سے مبارکباد کا مستحق ہے کہ انہوں نے ایک اچھی محفل سجائی۔

مجالس کا تذکرہ:

میں آپ کے سامنے صرف تین مجالس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں میرے مطالعہ کے مطابق یہ ہے کہ ازل سے حضور ﷺ کے ذکر سے یہ کام شروع ہوا ہے اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے بھی نبی کریم ﷺ کے ذکر کی ہی مجلس سجے گی یوں کہہ لو ازل سے لے کر ابد تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

پہلی مجلس:

جو قرآن کریم کی آیات میں نے پڑھیں ان میں اللہ کریم نے خود ذکر کیا ہے کہ اللہ نے ایک مجلس بلائی اس کی تاریخ ہم نہیں جانتے اس کا سال اس کا مہینہ ہم نہیں جانتے یا اللہ جانتا ہے یا اس کے شرکاء جانتے ہیں۔

مجالس میں فرق:

اور وہ مجلس اللہ اکبر، وہ ملائکہ کی نہیں ہے وہ نبیوں کی مجلس ہے یہ بھی فرق سمجھئے سیدنا آدم

علیہ السلام کے لیے قرآن میں موجود ہے کہ اللہ کریم نے ایک مجلس سجائی تھی جس میں فرشتوں کو کہا تھا آدم کو سجدہ کرو یہ قرآن میں موجود ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (اسراء:٦١)

حضرت آدم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر اللہ کے نبی ہیں ہم سب ان کی اولاد ہیں حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ بھی ان کی اولاد ہیں۔ کائنات میں کوئی اوران کے لیے فخر ہو یا نہ ہو محمد ﷺ کا باپ ہونا سب سے بڑا فخر ہے اور آپ ﷺ کے علم میں شاید ہو ان کی کنیت ہی ابو محمد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد ہے لیکن ان کی نسبت حضور ﷺ کے نام پر ہے کیونکہ اگر وہ کائنات میں فخر کریں تو اس بنیاد پر کہ میں محمد ﷺ کا والد ہوں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی مبارک:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب حضور ﷺ کی تشریف آوری ہوئی ولادت ہوئی تو سیّدہ کہتی ہیں مجھے مبارکباد دینے کے لیے جو لوگ آئے ان میں ایک سفید ریش بزرگ بھی تھے میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں آدمؑ ہوں میں نے پوچھا آپ کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں بلاشبہ ابو البشر ہوں لیکن تیرے گھر پیدا ہونے والا خیر البشر ہے۔ سبحان اللہ ان سے قدر و منزلت پوچھیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔

تو آپ تعظیم آدم علیہ السلام کے جلسہ کا تفصیلی پروگرام پڑھیں اس میں ملائکہ کو بلایا لیکن جب اپنے حبیب کی باری آئی تو ملائکہ نہیں نبیوں کو بلایا بڑا فرق ہے ملائکہ خادم ہیں نبی مخدوم ہیں۔ سیّدنا آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے ملائکہ کو بلایا گیا اور سرور عالم ﷺ کی تعظیم کے لیے ملائکہ کو نہیں نبیوں کو بلایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (سورہ آل عمران:٨١)

ہم نے نبیوں کو بلایا۔

مجلس میں دوسرا فرق:

اگر آپ تعظیم آدم علیہ السلام کی مجلس کے حوالے سے ہی قرآن پڑھیں تو آپ کو ایک اگلا مسئلہ بھی سمجھ آئے گا بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہاں وہ بھی تھا جس نے سجدہ نہیں کیا۔ باقی ملائکہ جھک گئے۔ سجدہ ریز ہو گئے۔ چونکہ اللہ کا حکم تھا لیکن ایک ایسا بھی تھا جو اکڑ گیا اس نے کہا میں سجدہ نہیں کرتا۔ میں اور آپ تونہیں جانتے کہ سجدہ کر...

رب کریم جانتا ہے کہ یہ اکڑ جائے گا یہ سجدہ نہیں کرے گا لیکن آپ نے دیکھا تعظیم آدم علیہ السلام کی مجلس میں سبھی کو بلا لیا جنہوں نے سجدہ کیا ان کو بھی بلا لیا جس نے سجدہ نہیں کرنا تھا اس کو بھی بلا لیا لیکن قربان جاؤں سرورِ عالم ﷺ کی عظمت پر جب حضور اکرم ﷺ کے لیے جلسہ بلایا تو صرف ماننے والوں کو ہی بلایا کوئی ان میں ایسا شامل نہیں جو تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا قائل نہ ہو بلکہ اگر میں اسے کھلے لفظوں سے کہہ دوں تو مجھے قرآن وسنت کی نظر میں یہ چیز نظر آتی ہے جو نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آ گیا سمجھو اس کے بخت اچھے ہیں اور جس کو نصیب نہیں ہوئی سمجھو ممکن ہے وہ محروم رکھا جا رہا ہے۔ ایک اور چیز پر بھی غور کیجئے۔

باقی نبی آپ رسول:

اس میں یہ کہ انبیاء کو اللہ نے فرمایا میں تمہیں بھیج رہا ہوں اس کائنات میں کتاب دے کر حکمت دے کر:

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ — پھر تمہارے پاس رسول آئے گا۔

(سورہ آل عمران:۸۱)

حالانکہ وہ جو مجلس تھی اس میں تین سو تیرہ کے قریب رسول بھی ہیں اور ان کی رسالت اس قدر مسلمہ ہے کہ ہمارے قرآن میں ان میں سے بعض کو رسول کہا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول کہا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول کہا گیا لیکن آپ حیران ہوں گے آپ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک آیئے ان کی قوموں سے پوچھیے ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے کلمے پڑھیں آپ خود ضرور محسوس کریں گے کہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو کلمہ سکھایا لیکن اس کلمہ میں کسی ایک نے بھی اپنی رسالت کا اعلان نہیں کیا بلکہ کہا کہ پڑھو۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: لا الہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ

موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ

آپ ہر نبی کا کلمہ پڑھیں اس میں رسول اللہ ﷺ کا اعلان نہیں۔

حالانکہ بے شک یہ رسول ہیں چونکہ ازل میں جو محفل سجی تھی اس میں اللہ نے باقیوں کو نبی کہا حضور ﷺ کو رسول کہا۔ وہ ادب ان کے ذہن میں تھا وہ احترام تھا۔ میں بے شک اللہ کا رسول ہوں لیکن اللہ نے اس مجلس میں مجھے نبی کہا حضور ﷺ کے سامنے لہٰذا میں اپنی نبوت کا اعلان تو کروں گا لیکن کلمہ میں

اگر رسول کا لفظ شامل ہوگا تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا شان ہے اور سیّدنا علی اور سیّدنا ابن عباس دونوں بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر یہ منقول ہے کہ اس کائنات میں جس نبی کو بھی بھیجا گیا ان سے اللہ کریم نے ایک وعدہ یہ لیا تھا اگر تمہاری زندگی میں میرا یہ رسول آ جائے تو تم نے ان پر ایمان لانا ہے اور ان کے مشن کا معاون بننا ہے اور ساتھ یہ کہا کہ جب تم یہ اعلان کرو کہ میں اللہ کا نبی ہوں تو یہ بھی کہنا کہ آخری نبی میرے بعد آنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو جلیل القدر اللہ کے پیغمبر ہیں زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیے گئے ان سے جب قوم نے پوچھا تمہارے بعد آنے والے پیغمبر کی کیا شان ہوگی کیونکہ ان کے معجزات لوگوں نے دیکھے اپنی آنکھوں سے لوگوں نے مشاہدات کیے بیمار آتے ماشاء اللہ وہ دم کرتے شفا ہو جاتی ان کے دور میں معالج لوگ بڑے عروج پر تھے علاج انتہا پر تھا تو اللہ کریم نے ان کو یہ معجزات عطا کیے کہ الحمدللہ کوئی اندھا آتا کوئی بہرا آتا لولا آتا لنگڑا آتا کوئی آتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دم کرتے، ہاتھ پھیرتے شفاء ہو جاتی۔ حتیٰ کہ آپ پڑھیں مٹی کے پرندے بنا کے لوگ ان کے پاس لاتے وہ پھونک مارتے پرندے بن کر اڑتے لوگ آتے جی مردوں کو زندہ کر دیں۔ فرماتے:

قم باذن الله　　اے قبر والے اللہ کے حکم سے اُٹھ جا۔

مردے زندہ ہو جاتے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امت کے بہت بڑے مسلمہ بزرگ یہ جو چار امام ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان چاروں میں حضور ﷺ کے خاندان سے ہیں وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں تو کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر نے بھی کسی مردے کو زندہ کیا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مردے کو زندہ کرنا یہ ہوتا ہے کہ روح اس میں سے نکل چکی ہوتی ہے اس کے روح کا تعلق دوبارہ بحال کر دیا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ یعنی مردہ محل روح ہوتا ہے فرمایا کہ میرے نبی ﷺ نے تو ان چیزوں کو زندہ فرمایا جن میں روح ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کیسے؟ کہا کیا تم وہ واقعہ نہیں جانتے کہ مسجد نبوی میں ایک خشک کھجور کا درخت تھا کھجور کا تنا تھا اس کے ساتھ میرے نبی ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے چونکہ زیادہ دیر کھڑا ہونا پڑتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہ حضور ﷺ کے لیے منبر بنا لیا جائے۔ آپ ﷺ نے پسند فرمایا ایک خاتون کا ذکر ملتا ہے کہ اس کا بیٹا بڑھئی تھا اس نے حضور ﷺ کے لئے منبر بنایا اور اور سرور عالم ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے اب بھی اس ستون کی یاد اگر دیکھیں تو وہ منبر کی پچھلی طرف ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ممبر پر تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں جس طرح بچہ

کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے اس طرح وہ سسکیاں لے کر رونے لگا اس کے آنسو بہے آنسو کیونکہ وہ سارے دردمند لوگ تھے رقت والے لوگ تھے وہ ہماری طرح خشک نہیں تھے ہمارے پاس چار پیسے آ جائیں ہم رونا جانتے نہیں حالانکہ جب تک بچہ روتا نہیں ماں بھی دودھ نہیں دیا کرتی مال و دولت اس لیے نہیں ہوتا کہ گردن اکڑے۔ یہ مال و دولت اس لیے ہے کہ زیادہ رب کی بارگاہ میں جھکو زیادہ آنسو بہاؤ اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فراق میں آنسو نہیں آتے تو ان آنکھوں کو کیا کرنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جتنے محدثین گزرے جب وہ یہ روایت بیان کرتے ہیں تو ساتھ یہ کہا کرتے تھے لوگو کھجور کا تنا نبی ﷺ کی جدائی میں روتا ہے تو امتی کو کتنا رونا چاہیے؟ تو وہ زاروقطار رویا تو اللہ کے حبیب ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے گلے لگایا اور فرمایا تو کیا چاہتا ہے اگر تو چاہے تو کسی باغ میں تجھے منتقل کر دیا جائے اور تجھے پھل لگے۔ مشرق اور مغرب سے لوگ آ کر تیرا پھل کھائیں اس نے کہا نہیں یہ عارضی زندگی ہے۔ میں حضور ﷺ چاہتا ہوں کہ جس طرح دنیا میں میرا اور آپ ﷺ کا ساتھ ہے آخرت میں بھی میرا اور آپ ﷺ کا ساتھ رہے تو سرکار دو عالم ﷺ نے اسے دلاسہ دیا چپ کرایا اور فرمایا کہ اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو قیامت تک یہ میری جدائی میں روتا رہتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ پڑھیں، بڑے بڑے معجزات ان کے لوگوں نے دیکھے اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو مغالطے ہو گئے کسی نے خدا کا بیٹا کہہ دیا یہی وہ وجہ ہے کہ قرآن میں بار بار حضور ﷺ سے کہا گیا کہ کہو میں بشر ہوں میں انسان ہوں کیونکہ حضور ﷺ کے بعد تو کسی نبی نے نہیں آنا تا کہ عقیدہ واضح رہے لیکن یہ نہیں کہنا کہ نبی ہماری طرح بشر ہے جو یہ کہے کہ ہم جیسا بشر ہے تو سمجھو کہ ایمان سے نکل گیا جو یہ ذہن میں لایا سمجھو وہ بے ایمان ہو گیا اس کو کیا پتہ کہ حضور ﷺ کا جسم کیا ہے اسے کیا پتہ حضور ﷺ کی بشریت کیا ہے اور جس ماں کی گود میں پیدا ہوئے اس ماں سے ہی پوچھو تو کہتی ہے کہ میرے جسم سے نور نکلا شام تک کے محلات روشن ہو گئے۔

پوچھا گیا ان کی امت نے پوچھا کہ آپ علیہ السلام اتنے جلیل القدر پیغمبر دم کرتے ہیں تو مردے زندہ ہو جاتے ہیں یہ جو آپ اعلان کرتے ہیں کہ میرے بعد نبی آئے گا ذرا اس کی شان بتاؤ کیسی ہوگی تو آج تک وہ جو انجیل کا نسخہ اردو زبان میں لاہور میں موجود ہے اس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا (وہ پیغمبر ہیں کہہ سکتے ہیں ہم یہ جملہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں حضور ﷺ نے ہر نبی علیہ السلام کا ادب سکھایا)۔ میرے امتیوں تم نے میرا شان دیکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو میرے بعد نبی آنے والا ہے یوں سمجھو کہ میں اس کے جوتوں

کے تسمے کھولنے والا ہوں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ رہے ہیں چونکہ مجھے اور آپ کو گھر بیٹھے حضور ﷺ مل گئے ہیں لہٰذا ہمیں کوئی احساس نہیں کوئی قدر و منزلت نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی کائنات میں نعمت اگر ہم سے کوئی پوچھے تو ہمیں فی الفور کہنا چاہیے وہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔

لفظ مَن کا استعمال:

اس لیے قرآن مجید میں دو چیزوں پر لفظ مَن کا استعمال ہوا ہے۔ مَن کہتے ہیں احسان کو اللہ کریم نے لاکھوں نعمتیں ہمیں عطا کیں اور ان کو جتایا بھی ہے کہ کیا میں نے تمہیں آنکھیں نہیں دیں کیا میں نے زبان نہیں دی کیا فلاں نعمت نہیں دی سب کچھ بیان کیا لیکن لفظ مَن کے ساتھ اگر قرآن مجید میں ذکر آیا ہے تو دو نعمتوں کا ایک حضور ﷺ کی ذات کا ہے اور دوسرا دین اسلام کا۔ حضور ﷺ کے بارے میں کہا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — لوگوں میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تم میں اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے۔

(سورہ آل عمران: ۱۶۴)

یہ اللہ کا احسان ہے اصل میں جتنا کوئی دولت مند ہے مثلاً ایک کروڑ پتی ہے وہ دس روپے دے کر کیا کہے گا احسان کیا ہے نہیں جب وہ دس لاکھ دے گا تو کہے گا میں نے کچھ دیا ہے اللہ کریم نے بھی لاکھوں نعمتیں دیں لیکن کسی نعمت پر لفظ من نہیں کہا لیکن جب حضور ﷺ دیئے تو کہا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ — میں نے تم پر یہ احسان کیا۔

(سورہ آل عمران: ۱۶۴)

اور دوسری بات سورہ حجرات میں ہے:

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ — اللہ پاک کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں اسلام اور ایمان کی توفیق دے کر احسان کیا۔

(سورۃ الحجرات: ۱۷)

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن حضور پاک ﷺ سے پڑھا ہے حضور ﷺ سے تربیت پائی۔ اب یہ واقعہ پڑھیے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور مجلس ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے آگے ہم بیٹھے ہوئے تھے مجھے آپ نے بلایا اور فرمایا تم اس مجلس میں کیا گفتگو کر رہے تھے؟ کہتے ہیں گھبرایا کہ ممکن ہے ہم کوئی ایسی گفتگو نہ کر بیٹھے ہوں کہ جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں اللہ کرے ہمیں بھی کوئی فکر لاحق ہو ان چیزوں کی کبھی ایسی گفتگو نہ کریں ہماری زبان پر گالی آتی ہے چغلیاں آتی ہیں غیبت آتی ہے بلکہ سارا دن بیٹھ کے تنقید ہم کرتے ہیں۔ بادشاہ سارے برے، مولوی سارے برے پولیس ساری بری تاجر سارے برے حالانکہ تنقیدوں سے معاشرے نہیں بدلتے محاسبے سے بدلتے ہیں میں اور آپ اپنا محاسبہ کریں مجھ سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ فلاں نے کیا کیا مجھ سے یہ پوچھا جانا ہے تو نے کیا کیا ہے تو اپنے اپنے دائرہ کار میں خدارا اپنی زندگیوں کو صحیح کرو۔ چغلیاں، غیبتیں چھوڑ دو وہ وقت جو آپ سارا سارا دن ان میں صرف کرتے ہو اللہ توفیق دے تو سبحان اللہ پڑھا کرو اللہ توفیق دے تو درود پاک پڑھ لیا کرو کوئی اچھی چیزیں پڑھ لیا کرو، کان زبان کا ایک شکر یہ بھی ہے کہ آدمی ان کو صحیح استعمال کرے آج بڑی مصیبت یہ ہے کہ مثلاً میں مذہبی لوگوں میں بیٹھتا ہوں میں نے دیکھا ہے سارا دن تنقید میں بسر کرتے ہیں۔ فلاں نے کچھ نہیں کیا فلاں نے کچھ نہیں کیا دو دو چار چار گھنٹے بیٹھے ہیں سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ فلاں نے کچھ نہیں کیا۔ معاملہ یہ نہیں معاملہ یہ ہے کہ ہم نے کیا کیا ہے اور جس دن یہ شعور مجھے اور آپ کو مل گیا یقین جانیے معاشرہ بدل جائے گا۔

اسلام اور عبادت:

آج کچھ لوگوں نے اسلام صرف یہی سمجھ رکھا ہے کہ جاؤں جی چلہ کاٹ آؤں بس اس کے علاوہ کچھ عبادت نہیں، آپ ماں کی خدمت کر رہے ہیں وہ بھی عبادت ہے آپ بیوی کے حقوق پورے کر رہے ہیں وہ بھی عبادت ہے آپ بچوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں وہ بھی عبادت ہے آپ سکول سے بچی لینے گئے ہیں عبادت کر رہے ہیں آپ سکول چھوڑنے گئے ہیں عبادت کر رہے ہیں پولیس کا سپاہی اگر چوک میں کھڑا ٹریفک کنٹرول کر رہا ہے تو وہ عبادت کر رہا ہے مسئلہ صرف نیت کا ہے۔ مثلاً آپ وہاں صرف اس لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ لوگوں سے پیسے بٹورنے ہیں تو یہ عمل آپ کا غلط ہو جائے گا اور یہ عمل اس کا ہی نہیں اگر میں مسجد کے مصلیٰ پر بیٹھ کر بدنیت ہو کر مسجد کا چندہ آئے تو میں کھا جاؤں تو وہ بھی برا عمل کر

رہا ہے تو آیئے اپنے ارادوں کو صحیح کیجئے اور اسلام کو صحیح سمجھئے ہمارا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے ہمارے ملک وقوم کا کوئی کام بھی جو ہماری ذمہ داری ہے وہ کیجئے میں حیران ہوتا ہوں کہ بیچارے وزراء اعلیٰ کہتے ہیں جی تبلیغ پر گئے ہوتے ہیں۔ اللہ کے بندے خدمت خلق جو تیری ذمہ داری ہے ہوسکتا ہے وہ ہزاروں تبلیغوں سے بہتر ہوں تمہیں پتہ ہی نہیں کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہے مجھے سرورِ عالم ﷺ کا وہ ارشاد گرامی یاد آرہا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اسلامی ملک کی سرحد پر ایک رات جاگنے والا سپاہی اس کی ایک رات کی عبادت سو سالہ عابد کی عبادت سے افضل ہے۔ اور یہ سو سالہ عبادت میں نہیں کہہ رہا حضور ﷺ کہہ رہے ہیں یہ سو سالہ عبادت مقبول ہے سو سالہ مقبول عبادت سے بھی اس کی عبادت افضل ہے۔ مثلاً اپنے ملک کو بچانا اپنے ملک کی ترقی وعروج کے لیے کام کرنا، رعایا کی بھلائی کے لیے شب و روز محنت کرنا یہ ایٹمی قوت بنانا یہ کیا ہے یہ سارے کام عبادت میں ہیں۔ لیکن کاش ہمیں شعور آئے، سائنس پڑھنا عبادت ہے اسلحہ تیار کرنا عبادت ہے اپنی مسجدں میں آنا عبادت ہے۔ باقی ایک دوسری عبادت میں فرق ہے مثلاً ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ سڑک پر ایک بچہ ہے جس کو سڑک پار کرانے والا کوئی نہیں تو اسلام کیا کہے گا اسلام کہے گا پہلے بچے کو سنبھالو پھر نماز پڑھو اور کوئی جذباتی آدمی بیٹھا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ جی آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو میں آپ کو متوجہ کروں گا اس واقعہ کی طرف آپ پڑھیے۔

غزوہ خندق اور قضا:

غزوہ خندق جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے دفاع کے لئے خندق کھودی گئی اور خود اس خندق کھودنے میں اللہ کے نبی شریک تھے اور اتنا وقت لگا کہ چار نمازیں حضور ﷺ کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قضا ہوئیں جب نماز کا ٹائم ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے حضور ﷺ نماز پڑھ لیں آپ ﷺ فرماتے نہیں جب تک خندق کھود نہیں لیں گے نماز نہیں پڑھیں گے یہ کیا ہے؟ کاش ہم دین اسلام کو پڑھتے اور مطالعہ کرتے تو اسلام سمجھ آتا یہ نماز کس کی ہے میری اور آپ کی نماز نہیں ہے۔ مجھے آپ اجازت دو میں تو یہاں تک کہوں گا یہ نماز اس کی جس کی نماز کا خود رب انتظار کرتا ہے۔ یہ میری اور آپ کی نماز نہیں ہے جس میں ہوسکتا ہے ہم حساب و کتاب ہی کرتے رہیں یہ اس نمازی کی نماز ہے جس کے سجدے پر ساری نمازیں قربان، کیونکہ حدیث میں لفظ موجود ہیں حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ میرا رب فرماتا ہے مجھے بہت سی چیزیں سن کر سرور آتا ہے (جو اس کی شایان شان ہے) لیکن سب سے زیادہ

مزہ اور لذت مجھے اس وقت آتی ہے اے حبیب جب تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ سرور عالم ﷺ کی نمازیں۔ ہمیں اس سے یہ استفادہ کرنا چاہیے کہ دیکھا کرو اس موقع پر ضرورت کس چیز کی ہے آج موضوع یہ نہیں ورنہ بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں۔

تکبیر اور حاجت مند:

اب تکبیر ہو چکی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفوں میں کھڑے ہو چکے ہوتے تھے آپ ﷺ مصلّی کے قریب پہنچ چکے تھے کوئی مجبور کوئی ضرورت مند کوئی حاجت مند پیچھے سے آواز دے دیتا کہ حضور ﷺ یہ میرا معاملہ ہے آپ کہتے صحابہؓ تم انتظار کرلو میں اس کا مسئلہ حل کرلوں پھر نماز پڑھتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر آج کوئی مسجد کا امام کہہ دے تو آپ کہیں گے نکل مسجد سے ابھی نکل کیونکہ جتنی مساجد کی انتظامیہ ہے اکثر جاہل، ان پڑھ مسجد کی انتظامیہ ان لوگوں کو بناتے ہیں، جو چودھراہٹ چلائیں حالانکہ مسجد کی انتظامیہ تو خادم ہونی چاہیے وہ محسوس کرے یہ اللہ کا گھر ہے مجھے موقع ملا ہے خدمت کروں اپنی بھی اصلاح کروں دوسروں کی بھی اصلاح کروں میں نے ابوداؤد میں یہاں تک پڑھا ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے آپ جانتے ہیں کہ خطبہ کے دوران اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ سکون کے ساتھ خطبہ سنو ہم صرف عربی خطبہ تک ہی رہتے ہیں حالانکہ خطبہ کا معنیٰ ہی یہ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں تو سرور عالم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے دوران خطبہ مسجد نبوی میں ایک دیہاتی نے اونچی اونچی آواز میں کہا یا محمد ﷺ میری یہ مجبوری ہے میری بات سنیے اور آپ کے صحابہ بھی کتنے تربیت یافتہ تھے آج کل کے کسی پیر کے سامنے کسی شیخ کے سامنے کسی مشرف کے سامنے اگر اونچی بول کے دیکھیں ڈنڈے مار مار کے ماردیں گے ہوسکتا ہے کہ کلاشنکوف چلادیں کہ دہشت گرد آ گئے۔ کیونکہ اب ہر ایک کو دہشت گرد کہا جارہا ہے سبحان اللہ کیا آ گیا دین اور اسلام ہر کوئی دہشت گرد۔ جتنے امریکی صدر گزرے ہیں پچھلے میرا خیال ہے سب دہشت گرد تھے کیونکہ داڑھیوں والے تھے ہر ایک کی تاریخ پڑھو تمہیں سمجھ آئے گی لیکن یاد رکھنا کائنات بدلتی ہے تو بدلے کامیاب وہی ہوگا جو محمد ﷺ کا ماننے والا ہے انشاء اللہ۔ میری سن لو میری اور آپ کی آنکھیں دیکھیں گی کہ امریکہ ختم ہو جائے گا حضور ﷺ کی امت زندہ رہے گی ہمارے سامنے ہوگا آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے میں نے تو یہ سنا کہ سرور عالم ﷺ کو کچھ لوگ دہشت گرد کہتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر کوئی کریم آقا ہوسکتا ہے پیار والا ہوسکتا ہے جن پر حالت نماز میں بھی لوگوں نے اوجھڑیاں ڈالیں لیکن آپ نے صبر کا درس ہی دیا۔ غنڈہ گردی، بدمعاشی چند دن

ہو سکتی ہے سال ہو سکتی ہے صدیوں نہیں چل سکتی اللہ کا نظام ہے امت کو جو مار پڑ رہی ہے اس سے امت بیدار ہو گی میں کسی کا نہیں کہتا جو مجھے شعور حاصل ہوا ہے وہ چار سال پہلے نہ تھا شعور بدلتے ہیں حالات بدلتے ہیں اور شاید آپ کو علم ہو امت کے وہ مناظر لوگ جو ایک دوسرے کو مناظرے کے چیلنج کرتے تھے اب الحمدللہ مناظر لوگ ہماری مجالس میں بیٹھ کر یہ بات کرتے ہیں کہ کسی طرح آپس میں صلح کر لینی چاہیے یہ تبدیلی ہے اس سے بڑھ کر تبدیلی کیا ہو سکتی ہے تو آپ خطبہ دے رہے تھے مسجد میں اونچی اونچی اس آدمی نے گفتگو شروع کر دی اس سے ہمیں تعلیم ملی مثلاً ابھی ہم بیٹھے ہیں کوئی شور ڈالتا ہے تو طریقہ یہ تو نہیں کہ آپ الجھ پڑیں نہیں آرام سے سکون سے تسلی سے اسے سمجھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، ایسا آدمی تھا اس نے کہا نہیں میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا بلکہ آپ میرے پاس آئیں سرور عالم ﷺ نے خطبہ چھوڑا اور مسجد نبوی میں کرسی لائی گئی میں کسی مجلس میں گیا تو ایک صاحب بیان کر رہے تھے کہ جی کرسی پر بیٹھنا بدعت ہے میں نے کہا مولوی تیرا ستیاناس تجھے پتہ ہی نہیں کہ بدعت کیا ہے ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ چار پائے والی کرسی آپ کے لیے لائی گئی۔ سوچا جائے تو منبر کیا ہے منبر کرسی ہی ہے مثلاً میں نیچے بیٹھتا تو آپ کو میں اس طرح متاثر نہیں کر سکتا تھا اور کرسی پر بیٹھ کر موثر انداز میں تم کو سمجھا سکتا ہوں اور یہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی شانیں عظمتیں اور حکمتیں ہیں کہ کوئی کرسی پر بیٹھنا چاہے کرسی پر بیٹھ جائے۔ جہاز پر بیٹھنا چاہو جہاز پر بیٹھ جاؤ کوئی براق لینے آئے براق پہ سوار ہو جاؤ اگر رف رف لینے آئے رف رف پہ سوار ہو جاؤ یہ نہیں کہ بس بھی بدعت گھڑی بدعت ہے کرسی بدعت فلاں بدعت فلاں فلاں شاید آپ کے علم میں لاؤں اب تک ہمارے ملک میں ایسی تنظیمیں موجود ہیں جو کہتی ہیں کہ ایٹم بنانا غلط ہے میں نے خود سنا پچھلے دنوں ہم نے جہاد کے موضوع پر ایک اجلاس بلایا اس میں ایسے مولوی تھے جنہوں نے کہا کہ سرور عالم ﷺ نے کون سی یونیورسٹیاں بنائی تھیں (**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**) ہم نے کہا تمہیں دس گز کا صفہ نہیں نظر آیا اگر تم نے شیخ عبدالحی کتانی کی کتاب نظام حکومت نبویہ پڑھی ہوتی، بارہویں صدی تک اس نے تمام حکمرانوں کی تمام یونیورسٹیوں کا مطالعہ کر کے ایک فہرست تیار کی ہے کہ تم نے یہ کہا تم نے یہ کیا اور ادھر سے اس نے دس گز جو حضور ﷺ کا صفہ ہے اس کو پیش کیا اس نے کہا تمہاری تمام یونیورسٹیاں ایک طرف لیکن میرے کریم کا دس گز کا صفہ ایک طرف اور اس نے حوالے دیے بدر میں کفار قیدی آئے سرور عالم ﷺ نے کہا تم میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھا دو میں تمہیں آزاد کر دوں گا حضور ﷺ یہاں تک تعلیم کا نظام بنا رہے ہیں لوگو تمہیں اتنا احساس نہیں ہر شے کتابوں میں نہیں آتی جو نگاہ سے ملتا ہے وہ کتاب میں نہیں ملتا اس لیے اقبال نے ایک بات

کہی تھی کہ علم پیدا ہوگا کتابوں سے اور دین بزرگوں کی نگاہ سے۔ اقبال مسٹر کہہ رہا ہے ملاں نہیں۔ علامہ اقبال کو جو قرآن سمجھ آیا وہ کسی عالم کو سمجھ نہیں آیا اس نے کہا لوگو دین اگر چاہتے ہو تو بزرگوں کی صحبت اختیار کرو اور حضور ﷺ کے متعلق تو تمام بزرگوں نے لکھا ہے کہ ایک لمحہ حالت ایمان میں جو حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں بیٹھا ساری کائنات کا علم اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا چونکہ حضور اکرم ﷺ کا فیض ہے وہاں سے افراد ایسے ایسے تیار ہوئے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا بادشاہ کہاں سے لائیں گے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا سپہ سالار کہاں سے لائیں گے۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسا درویش کہاں سے لائیں گے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیسے لوگ کہاں سے لائیں گے یہ سب صفہ یونیورسٹی کے افراد ہیں جس پر آج تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت فخر کرتی ہے تو وہ صحابی اس نے کہا حضور ﷺ میرے پاس آؤ سرور عالم ﷺ گئے پتہ نہیں اس نے کیا کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیا اس نے آپ ﷺ کے کان میں کچھ بات کہی آپ نے کچھ افراد کو بلا کر ہدایات دیں کہ فلاں فلاں کام کرو پھر آپ نے آ کر وہیں سے خطبہ شروع کیا جہاں سے چھوڑا تھا ہمیں اس سے کوئی تعلیم نہیں ملتی؟ مثلاً ہم نماز میں کھڑے ہیں نماز پڑھ رہے ہیں آپ دیکھتے ہیں دھما کہ ہو گیا؟ میں تو سمجھتا ہوں نماز چھوڑو پہلے چیک کر لو کیا ہوا ہے پھر نماز پڑھ لو کیونکہ اسلام نے یہاں تک کہا ہے کہ تم نماز پڑھ رہے ہو تمہارا جوتا چوری ہو رہا ہے تم چور کو پکڑ لو بعد میں نماز پڑھ لینا یہ اسلام کی تعلیمات ہیں اور ہو سکتا ہے ہم دل میں وہیں کھڑے ہوں اور ظاہری طور پر نماز میں جھکے ہوئے ہوں خدا کے بندے پہلے وہ کر لو جو پریشان کر رہا ہے اسلام ہر موقع پر ہماری رہنمائی کرتا ہے دین کو ہر موقع کے حوالے سے یاد رکھا کرو مثلاً آپ کو نماز کے لئے مسجد میں جانا چاہیے ادھر آپ کی بیوی بیمار ہے آپ پہلے بیوی کو ہاسپٹل لے جاؤ بعد میں آ کر نماز پڑھ لینا میں بیوی کا نام بار بار اس لیے لے رہا ہوں کہ ہم ماں کی بات کرتے ہیں بیوی کی تو بات نہیں کرتے، آج دیکھا آپ نے یورپ نے آپ پر یلغار کی ہے کہ عورتوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، کاش میں اور آپ نے حقوق دیے ہوتے کسی کو موقع ہی نہ ملتا ہم نے دیے ہی نہیں۔ سرور عالم ﷺ کی ذات پاک سیرت میں نے دیکھا سرور عالم ﷺ جتنا بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا احترام کرتے تھے اتنا کسی کا احترام نہیں کرتے تھے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں، میرے کریم آقا اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کو چومتے ان کی پیشانی کو بھی چومتے اور اسی جگہ بٹھاتے جہاں مصطفیٰ ﷺ خود بیٹھا کرتے میں بھی بیٹیوں والا ہوں آپ

روزِ قیامت
ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ

سوچئے! ہماری محبت کس کے ساتھ ہے؟

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کا اس موضوع پر ایک اہم خطاب

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ﴿۷۰﴾ (سورۃ النساء: ۶۹۔۷۰)

اللہ کی توفیق سے ہم اس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں کہ ہم سب اپنی قبروں سے اُٹھ کر روز قیامت بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے۔ اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آج ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ اسلام نے ہمیں یہ ضابطہ دے دیا ہے کہ:

بروز قیامت اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا

جب تم قبروں سے اُٹھو گے تو ہر شخص اسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے یہ ایک اصول ہے جو قرآن وسنت نے ہمیں بتایا کہ جس کے ساتھ تمہیں دنیا میں پیار اور محبت ہے خواہ وہ اچھا ہے یا برا ہے تو قیامت کے دن اللہ پاک ہر محب کو اپنے محبوب کے ساتھ جگہ عطا فرمائے گا۔ یہ فیصلہ کرنا ہم سب کا کام ہے کہ ہم کس کے ساتھ محبت کرتے ہیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کسی آدمی کے اچھے یا برے ہونے کی علامات کیا ہیں تو فرمایا:

فلینظر الی من یخالله — اس کے دوستوں کو دیکھ لو۔

یعنی فرمایا اگر تم نے اچھے یا برے کو دیکھنا ہے تو اس کے دوستوں کو دیکھ لو اگر اس کے دوست اچھے ہیں تو اس کے ایمان کی گواہی دو اور فرمایا اگر اس کے دوست برے ہیں تو وہ اچھا نہیں بلکہ برائی کا ارتکاب کرنے

اولیاء سے پیار کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ اللہ کا ہم پر فضل ہے اور اگر ہم چوروں سے ڈاکوؤں سے قاتلوں سے، ان لوگوں سے محبت کریں جو وطن سے پیار نہیں کرتے تو سمجھ لیں ہمارا نام کسی اور لسٹ میں ہے تو یہ فیصلے بڑے آسان ہیں مشکل نہیں تو دنیا میں بھی یہی ضابطے ہیں اور آخرت کے ضابطے بھی یہی ہیں۔

محبوب کا انتخاب اور صحابہ رضی اللہ عنہم

حضور ﷺ نے واضح طور پر فرمایا اور جو قرآن کریم کی آیات میں نے پڑھی ہیں ان کا تو شان نزول ہی یہ ہے ایک صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں اور حضور ﷺ کے آزاد مرفودہ غلام ہیں پھر انہوں نے زندگی بھر یہ عہد کر لیا تھا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت ہی کروں گا کیونکہ ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ملتے ہیں جن کو آپ ﷺ سے اتنی محبت ہو گئی کہ وہ ظاہری طور پر بھی اپنے بیوی و بچوں سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ بعض ایسے ملیں گے جو صرف دن کو ہی نہیں بلکہ رات کو جب لوگ اپنی اپنی چار پائیوں پر آرام کرتے تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم مصطفیٰ ﷺ کی چوکھٹ پر رات بسر کرتے یعنی ان کے دن رات آپ ﷺ کی خدمت میں گزرتے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ الحمد للہ ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ملتے ہیں ان میں حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ بڑے مشہور ہیں جن کی آپ ﷺ نے شادی بھی کروائی تھی حالانکہ یہ مانتے نہیں تھے لیکن شادی کی رات بھی انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو تیرے حقوق مجھ پر لازم ہیں میں ادا کروں گا لیکن مجھے اجازت دے دے تا کہ میں رات مصطفیٰ ﷺ کی چوکھٹ پر بسر کروں کیا محبتیں اور تڑپ تھی اس صحابی سے آپ ﷺ نے فرمایا "سل" جو مانگنا ہے وہ مانگ لو یہ مسلم شریف کی روایت ہے اور بھی کتابوں میں موجود ہے فرمایا جو مانگنا ہے مانگ لے اور اس حدیث کے تحت تمام محدثین نے لکھا کہ یہ بات وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ پاک نے دنیا و آخرت کی ہر شے کا مالک بنایا ہو مثلاً میں تم سے نہیں کہہ سکتا کہ جو چاہو مانگ لو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا مشرف بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ پاکستان کی حدود ہیں۔ اللہ کا حبیب ﷺ ہے جو کھڑے ہو کر کہتا ہے:

سلونی عما شئتم — جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

اور

سلنی — جو مانگنا ہے مانگ لو

اور اسی حدیث کے تحت تمام محدثین متفق ہیں کہ اللہ کریم نے آپ ﷺ کو دنیا و آخرت کی ہر چیز کا مالک بنا دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو میرے نزدیک اندر کے آدمی ہیں وہ کہتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تم اللہ کے حبیب ہو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں کہ فلاں چیز آپ کی نہیں ہے کیونکہ جو محبوب ہوتا ہے اس میں میرے اور تیرے والا تصور ختم ہو جاتا ہے تو الحمد للہ آپ نے ارشاد فرمایا سل اور اس صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی جو مانگا تھا وہ آپ کے علم میں ہے انہوں نے عرض کی تھی:

اسئلك بمرافقتك فی الجنة یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج مانگتا ہوں تو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت مانگتا ہوں۔

اس نے بھی پھر مانگنے کی حد ہی کر دی مسلم کی روایت کے آگے الفاظ ہیں:

اوغیر ذلك صحابی کچھ اور بھی مانگ لے۔

محدثین کہتے ہیں یہ جملہ بطور آزمائش تھا کہ کیا صحابی رضی اللہ عنہ اپنے اس مطالبے سے آگے پیچھے ہوتے ہیں یا نہیں آگے سے انہوں نے کہا:

هو ذاك يا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی کافی ہے۔

رفاقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائمی چیز اور طبرانی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ کیسے سوچ آ گئی کہ تو نے اتنی بڑی بات کہہ دی تو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا مانگو تو میں نے دنیا کی ہر شے پر نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ کائنات کی ہر شے ختم ہو جاتی ہے نہیں ختم ہوتی تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت ختم نہیں ہوتی اللہ کرے ہمیں بھی یہ ہوش آئے یہ سمجھ آئے ہم دنیادار لیڈروں سے بناتے پھرتے ہیں اور وزیروں سے تعلق قائم کرتے پھرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے میرا فلاں کام ہو جائے ارے مدینے والے سے بھی کچھ تعلق جوڑو سارے کام وہی کرتے ہیں اور غوث پاک کا تعلق ان سے ہو گیا تو پھر ہر ایک نے بگڑی غوث پاک کی دعاؤں سے بنوائی مجدد الف ثانی کا تعلق ان سے ہو گیا تو پھر ہر ایک ان کے در کا منگتا نظر آتا ہے داتا صاحب ان کے خادم بنے تو ہر ایک آج ان کا خادم نظر آتا ہے۔ ہمیں کیا ہو گیا ہم فلاں کے ساتھ تعلق، فلاں کے ساتھ تعلق کی فکر میں ہیں مگر تعلق رسول کو بھلا دیا۔

ابو دجانہ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ صحابی جن کے کپڑے بھی والدین نے اُتار لیے تھے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ مکہ میں

ہوئی مکہ شریف کے کسی ایسے علاقے میں رہتے تھے والد فوت ہو گیا چچا نے بڑے ناز و نعم کے ساتھ پالا لیکن جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ چلے گئے تو اس صحابی رضی اللہ عنہ کا کھانا پینا چھوٹ گیا چچا نے پوچھا تو اچھا بھلا کھاتا پیتا تھا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا جب سے مصطفیٰ ﷺ مدینے چلے گئے ہیں جی ہی نہیں لگتا وہ ناراض ہو گیا اس نے کپڑے تک چھین لیے ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے والدہ نے ان کو ایک کمبل دیا اس کمبل میں اپنے آپ کو چھپا کر مدینہ طیبہ رخصت ہوئے کہ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا میرا ایک غلام آ رہا ہے اس کا استقبال کرو اور اسی صحابی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا:

فالزم على الباب — تیری ڈیوٹی یہ ہے کہ تو میرے چوکھٹ پر رہا کر۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ عظمت ملی اور فتح مکہ کے وقت جب آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا خود کملی والے نے جنازہ پڑھایا اور جب قبر کھودی گئی تو فرمایا اس وقت تک ان کو دفن نہیں کرنا جب تک مجھے اطلاع نہ کرو آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی آپ ﷺ قبر پر تشریف لے گئے بلکہ قبر میں اُترے اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر کے اندر مصطفیٰ ﷺ لیٹے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رشک:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا بندہ بہت بڑا مقام رکھتے ہیں ان کو حضور ﷺ نے فرمایا: "ابن مسعود رضی اللہ عنہ میری اُمت کے لیے جو پسند کر لے رسول ﷺ اس کو پسند کرے گا۔" آپ رضی اللہ عنہ زار و قطار رو پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو فرمایا کاش آج میری موت ہوتی میری قبر ہوتی اور مصطفیٰ ﷺ اس میں لیٹتے یعنی غلاموں پر شفقتیں دیکھیں کہ قبر میں اُترے اور لیٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وجہ پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا انہوں نے میری خاطر اتنی قربانیاں دیں میں آج دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر کہیں آج تنگ تو نہیں ہو گئی اور جس میں حضور ﷺ ظاہری جسم کے ساتھ لیٹے ہوں اس قبر کی کشادگی کا کیا عالم ہو گا تو یہ صحابی حضور ﷺ کی چوکھٹ پر رہا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذمہ داریاں:

اور بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں الحمد للہ جنہوں نے مختلف ذمہ داریاں لیں اور ان میں بھی جن کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے جنہوں نے پوری زندگی حضور ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کی وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تو آپ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ جس نے سب سے زیادہ مال اور سب سے زیادہ وقت کیونکہ آج کے دور میں یہ مسئلہ بڑا سمجھ آ سکتا ہے آج لوگ پیسہ دیتے ہیں کہتے

ہیں ٹائم نہیں ہے کیوں کہ مصروفیات ہیں ہر آدمی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ جس شخصیت نے میرے مشن پر پیسہ بھی لگایا اور اس کے ساتھ وقت بھی لگایا وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مختلف ذمہ داریاں تقسیم کیں کہ میں یہ کروں گا، میں یہ کروں گا کسی نے آپ ﷺ کی سواری کی ذمہ داری لے لی، کسی نے کہا کہ میں آپ ﷺ کی مسواک اُٹھانے کی سعادت حاصل کروں گا کسی نے کہا کہ میں وضو والا لوٹا اُٹھاؤں گا کسی نے کہا میں مصلیٰ اُٹھاؤں گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری:

تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری لی کہ جو آدمی بھی حضور ﷺ کو ملنے آئے گا جو وفد آئے گا یا آدمی آئے گا ملاقات کے لیے میں یہ ذمہ لیتا ہوں کہ اس کو سمجھاؤں گا کہ مصطفیٰ ﷺ کا اس طرح ادب کرنا ہے پھر وہاں رہتے جیسے ہی کسی کو پتہ چلتا کہ فلاں وفد یا فلاں آدمی آیا اس کو الگ بٹھاتے اور اس کو سمجھاتے کہ یہ عام آدمی نہیں ہے یہ عام بادشاہ نہیں ہے یہ اللہ کے حبیب ہیں اس طرح بیٹھنا ہے اس طرح گفتگو کرنی ہے اور یہ ڈیوٹی ساری حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری فرمائی بلکہ اگر کہیں سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی جگہ کسی دوسرے صحابی کی ذمہ داری لگا کر جاتے تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے ساری زندگی حضور ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔

سبق آموزی:

اگر آپ چاہیں کہ ہم کسی طرح وقف ہو سکتے ہیں تو حضور ﷺ کے مشن کی خدمت کرو حضور ﷺ کی شریعت کے لیے وقف ہو جاؤ گھنٹہ کر لو، پانچ گھنٹے کر لو، پانچ منٹ نکال لو چوبیس گھنٹوں میں کہ پانچ منٹ حضور ﷺ کی شریعت کی خدمت کروں گا۔ واضح رہے بیوی، بچوں اور والدین کی خدمت کرنا یہ بھی حضور ﷺ ہی کی شریعت کی خدمت ہے الحمدللہ لیکن خالصتاً مثلاً اگر نماز نہیں آتی تو پانچ منٹ اس کو دو کہ آؤ بھئی میں تم کو نماز سکھاتا ہوں کسی کو اگر نافرمان ہے آپ کا دوست ہے بٹھا لو اس کو اور کہو کہ یہ مدینے والے کا حکم ہے۔ تو حضور ﷺ کا اُمتی ہے والدین کی خدمت کر والدین کی اطاعت کر، اگر وہ والدین کا خادم بن گیا تو مصطفیٰ ﷺ آپ سے خوش ہو گئے یہ کوئی کام ایسے نہیں ہیں جو ہم کر نہیں سکتے بلکہ میں اور آپ کر سکتے ہیں مثلاً ایک آدمی بے نماز ہے جلدی سے اس کو نہ کہو طریقے سے کہ آؤ بھئی مسجد میں چلیں بازار جاتا ہے، دکان پر جاتا ہے، مسجد میں بھی چلیں تو اس طرح اگر آپ بھی چاہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے لیے وقف ہوں تو آج بھی ہو سکتے ہیں کسی کے ذہن میں یہ نہ جائے کہ فلاں کو تو یہ شان

حاصل ہو گئی ہمیں نہیں حاصل ہوئی۔ ہمیں بھی ہر وقت حاصل ہو سکتی ہے ہم بھی اگر حضور ﷺ کی امت کے لیے بہتر سوچنا شروع کر دیں۔ دردمندی، خیر خواہی آپ جس منصب پر ہیں حضور ﷺ کا امتی آپ کے پاس آ گیا کہ میرا یہ کام کر آپ کو اگر کام ہونے تک چین نہیں آتا تو سمجھو مصطفیٰ ﷺ خوش ہو گئے ہیں بلکہ میں نے آپ کو حضور ﷺ کا ارشاد سنایا تھا فرمایا جب تک بندہ کسی بندہ کی مدد میں رہتا ہے اللہ کریم اس بندے کی مدد میں رہتا ہے اللہ کریم جب یہ شان بخشتا ہے تو حضور ﷺ تو بطریق اولیٰ عطا فرمائیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ اور ہم:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو وقف کیا ان کو حضور ﷺ سے محبت تھی ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا لیکن طاقتور اور نوجوان تھے حضور ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا:

ما تغیر لونك یا ثعبان — ثعبان کیا وجہ ہے میں دیکھ رہا ہوں تیرا رنگ زرد ہو گیا ہے۔

کمزوری ہو چکی ہے کیا وجہ ہے تو انہوں نے پھر بات کھول دی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جیسے ہی ہم آپس میں بیٹھتے ہیں تو یہ گفتگو کیا کرتے ہیں کہ دنیا میں جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، ہم حضور ﷺ کی صحبت میں چلے جاتے ہیں آپ ﷺ کا دیدار کرتے ہیں تو ہماری آنکھیں اور دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، زیارت کا عالم تو بہت اونچا ہے ان کی یاد ہی غموں کو بھلا دیتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔

ان کے نثار کوئی کیسے رنج میں ہو — جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

مصیبت یہ ہے کہ آج ہمارے سینوں میں یادیں غیروں کی ہیں جس کی وجہ سے روزانہ غم اور مصیبت آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ غم کیسے دور ہوں گے کیا دولت کمانے سے؟ نہیں بلکہ غم اس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بسانے سے دور ہوں گے۔ جھونپڑی بھی نصیب نہ ہو لیکن پھر بھی مطمئن ہے اور آپ نے دیکھا ہوگا منصبوں پر فائز لوگ روتے پھرتے ہیں جی نیند نہیں آتی۔ نیند کیسے آئے تیرے دل میں حکومت کے، دولت کے لالچ اور حرص ہیں تیرے سینے میں سکون والا ہی نہیں اگر سکون چاہتے ہو:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ رعد:۲۸) — فرمایا اگر اطمینان چاہتے ہو تو اپنے رب کی یاد اپنے دلوں میں پیدا کرو۔

اور پھر دیکھو اور ان کی واقعتہً جو اللہ کو یاد کرنے والے ہیں ان کو دنیا میں پریشانیاں اور غم نہیں ہوتے اور جب حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہوگا تو پھر کس مقام تک ان کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہوگا۔"

ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کیا تیری زندگی کا کوئی ایسا لمحہ بھی ہے جو تیری زندگی کا سب سے اعلیٰ لمحہ ہو تو اس نے کہا تین لحات میری زندگی کے بہت اعلیٰ آتے ہیں ان میں سے ایک انہوں نے یہ بیان کیا کہ اتنا اعلیٰ لمحہ ہے جب میں مصطفیٰ ﷺ کی صحبت میں چلا جاتا ہوں تو ایسے سمجھتا ہوں جیسے جنت الفردوس میں آ گیا ہوں یعنی اس سے بڑھ کر انسان کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ ہم یہ گفتگو کرتے ہیں کہ دنیا میں جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے آپ ﷺ کی بارگاہ میں آ جاتے ہیں مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ دنیا سے آپ ﷺ نے بھی پردہ فرمانا ہے، ہم نے بھی چلے جانا ہے پتہ نہیں کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا چلو اگر ہم جنت میں چلے بھی گئے تو آپ ﷺ ایسے مقام پر ہوں گے جہاں ہمارا آنا جانا تو نہیں ہو سکتا! اگر وہاں کوئی سنگت بھی ہوگی تو نبیوں ﷺ کی ہوگی، انبیاء ﷺ کا گزر ہوگا ہمیں تو وہاں سلام بھی نصیب نہیں ہوگا زیارت بھی نصیب نہیں ہوگی یہ گفتگو ہم آپس میں کیا کرتے ہیں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس فکر میں ہیں کہ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا اب دنیا میں تو سارا کچھ ٹھیک ہے لیکن آخرت میں کیا بنے گا یہ بھی مختلف طبیعتیں ہوتی ہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر آپ ﷺ سے پیار کرنے والا کوئی نہیں لیکن آپ نے دیکھا ہوگا ان کی زبان پر یہ کلمات نہیں آئے بعض صبر کرنے والے لوگ ہوتے ہیں لیکن ثوبان ان میں سے نہیں تھے ان کے ظاہری جسم پر بھی اس کے اثرات ہوئے ان کا رنگ زرد ہو گیا بیمار ہو گئے تو انہوں نے پھر حضور ﷺ سے یہ ساری بات کر دی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب بھی آپس میں بیٹھتے ہیں یہ گفتگو کرتے ہیں اور فکر لگ گئی ہے اور حضور ﷺ یہی وجہ ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ ذرا میں اور آپ بھی بیٹھ کر سوچیں کیا ہماری سوچ بھی ایسی ہے؟

سوچ کیا ہونی چاہیے؟

اب تو پوری قوم کی سوچ یہ ہے کہ امریکہ کسی طرح پہنچ جائیں سچی بات ہے جتنے نوجوان ہیں جیسے امریکہ میں خدا اور ہے یہاں اور ہے یہ ہماری سوچیں ہیں یہ کوئی سوچ نہیں کہ دعا کرو میں مدینے پہنچ جاؤں۔ اپنی اپنی سوچیں ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا اور ہماری تو زندگی میں یہ سوچ میں نہیں چہ جائیکہ کہ مرنے کے بعد کا ہم سوچیں۔ اپنی سوچوں کو بدلو کہ آج بھی اگر ان کی سنگت

نصیب ہو، قبر میں بھی ان کی سنگت نصیب ہو اور اللہ کرے حشر و نشر میں ان کی سنگت نصیب ہو اور ان کا دست شفقت نصیب ہو یہ سوچیں بنانی چاہیے پھر اللہ پاک خیر بھی ڈالتا ہے اور کرم بھی کرتا ہے اور اگر یہ تصورات ہی نہیں ساری دنیا کی سیر کی لیکن نہیں پہنچے تو حرمین نہیں گئے تو ایسے سفروں کا کیا فائدہ۔ بلکہ جن ساتھیوں نے مدینہ نہیں دیکھا ایک بار جا کر دیکھ آئیں بجائے ہانگ کانگ جانے کے ایک دفعہ مدینے جاؤ اور اگر سب سے بڑھ کر زیادہ سکون نہ ملے تو پھر کسی اور جگہ چلے جانا اور اگر دیکھیں کہ سب سے بڑا سکون ہے ہی وہاں تو پھر جب بھی ارادہ کرو اللہ کرے ہم کعبہ شریف دیکھیں اللہ کرے مکے شریف جائیں اور مدینہ طیبہ کی سرزمین پر جائیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچیں دیکھیں وہ کہتے ہیں ہر وقت بیٹھے یہ سوچتے رہتے ہیں کیا بنے گا مریں گے قبر میں جائیں گے حشر میں کیا ہوگا چلو جنت میں بھی گئے تو حضور ﷺ اعلیٰ مقام پر ہوں گے ہم کہاں ہوں گے ہماری گزر ہمارا اسلام، ہماری زیارت یہ سب ختم ہو جائے گا اس فکر میں ہم گفتگو کرتے ہیں اب اتنے لاغر اور کمزور ہو گئے ہیں سوچ سوچ کر کہ ہمارے رنگ بھی تبدیل ہو چکے ہیں تو حضور ﷺ نے صحابی سے کہا بیٹھ جاؤ میرے پاس اور تم نے بہت بڑا اہم مسئلہ اُٹھایا ہے اس کا حل میں اپنے رب سے مانگتا ہوں تو عرض کیا یہ میرے ساتھ محبت کرنے والوں کا عالم ہے غور و فکر کرتے ہیں اور سوچتے ہیں اور اس میں فکر کر رہے ہیں کہ مرنے کے بعد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ملاقات ہوگی یا نہیں ہوگی زیارت ہوگی یا نہیں ہوگی وہاں کیا ہوگا یا اللہ یہ فیصلہ تو ہی فرما۔

انعام والوں کی رفاقت:

اللہ کریم نے اسی وقت جبریل امین علیہ السلام کو یہ آیت دے کر بھیجا فرمایا جاؤ جا کر میرے پیغمبر کو میرا یہ کلام سناؤ یہ خوشخبری دیں۔ "وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ" (سورۃ النساء:۶۹) جو بندہ اللہ کی بات مان لے اور رسول ﷺ کا غلام بن جائے۔ "فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ" (سورۃ النساء:۶۹) جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں ان کو ہم ایسے لوگوں کی سنگت عطا فرمائیں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اور آگے پھر بات کھول بھی دی تا کہ کسی کو شک نہ رہے وہ انعام والے ہیں کون:

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورۃ النساء:۶۹)

تا کہ کوئی اپنی طرف سے نہ بناتا پھرے فلاں فلاں انعام والے ہیں فرمایا یہ چار گروہ ہیں انبیاء علیہم السلام کا گروہ، صدیقین کا گروہ، شہداء کا گروہ اور صالحین کا گروہ فرمایا رب کریم ان کے ساتھ ان کو اُٹھائے گا اور آگے پھر رب کا خود جملہ سنو رب کریم فرما رہے ہیں، میں نہیں کہہ رہا فرمایا: وَحَسُنَ

أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿(سورۃ النساء:٦٩) فرمایا اتنی حسین رفاقت کسی کی ہو ہی نہیں سکتی یہ حسن فعل تعجب ہے جس طرح آپ کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو تعجب میں پڑ جاتے ہیں دیکھو کس قدر یہ خوبصورت ہے اور حضور ﷺ کا فرمانا بھی ہے جب کسی خوبصورت چیز کو دیکھو مثلاً پھول دیکھو تو اس طرح کے کلمات آپ کی زبان پر آنے چاہئیں۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿(سورہ مومنون:١٤) وہ بزرگ ذات اللہ کی جس نے اتنا خوبصورت اس چیز کو بنایا یعنی رب کی تسبیح وتہلیل کی جائے کیونکہ تخلیق کرنے والا ہے۔

تعجب ہوتا ہے جیسے آپ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نعت سنتے ہیں وہ بھی تعجب کے الفاظ ہیں: سبحن الله ما اجملك ما احسنك ما اكملك اس کا ترجمہ یہ ہے کہ سبحان اللہ آپ ﷺ کتنے حسین ہیں آپ ﷺ کتنے جمیل ہیں اور آپ ﷺ کتنے کامل ہیں یہ فعل تعجب کے لئے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں حسن یہ فعل تعجب کا لفظ ہے یعنی ہمارا یہ جملہ نہیں خود رب کریم کا یہ جملہ ہے فرمایا یہ کس قدر حسین رفاقت ہے جس آدمی کو نصیب ہو جائے بلکہ قرآن مجید کا جملہ سنو فرمایا:

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ﴿ (سورۃ النساء:٧٠)

فرمایا اگر کسی کو یہ سنگت نصیب ہو جائے تو وہ یہ نہ کہے کہ یہ میرا کمال ہے بلکہ وہ یہ کہے کہ یہ میرے رب کا فضل ہے میں اور آپ ساری زندگی سجدے پر سجدہ کریں ساری زندگی شریعت کی پیروی اور اتباع کریں ہم تو حرم میں داخل ہونے کے قابل نہیں چہ جائیکہ مصطفیٰ ﷺ کی سنگت قیامت کے دن نصیب ہو جائے، بڑی سیدھی سیدھی باتیں ہیں ہم تو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھڑے ہونے کے قابل نہیں، ہم تو داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی لسٹ میں شامل ہونے کے قابل نہیں اور اگر رب مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جگہ دے رہا ہے تو یہ فقط اس کا کرم ہے اگر وہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کو کھڑا فرما رہا ہے تو یہ کرم نہیں اور کیا بات ہے یعنی اگر ہم اپنے اعمال کو دیکھیں وہ اخلاص وہ حسن نیت وہ کمال نیت کہاں ہمارے اندر جو اللہ کریم نے اپنے نبیوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو شرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا میرا اور آپ کا کیا ہو سکتا ہے لیکن اگر ان کی سنگت مل جائے تو یہ اللہ کا کرم ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت پاس بیٹھے تھے جب حضرت ثوبان کا حضور ﷺ سے مکالمہ ہوا وہ اُٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ حضور ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

المرء مع من احب

فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اعلان کر دو جو آدمی جس کے ساتھ پیار کرتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ کھڑا ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وجد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں نے یہ بات سنی تو میں کھڑا ہو گیا اور مجھ پر وجد آ گیا اور میں نے کہا یا اللہ! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پیار کرتا ہوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی پیار کرتا ہوں اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی پیار کرتا ہوں اور ساتھ یہ جملہ بھی کہا اگر چہ میرے اعمال ان جیسے نہیں لیکن کم از کم میں ان سے پیار کرنے والا ہوں یعنی اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ محب کے لیے محبوب جتنے عمل (جیسے نہیں کہہ رہے) جتنے اور جیسے میں فرق ہے۔ نماز ہی نہ پڑھیں اور کہیں کہ نمازیوں کے ساتھ مل جاؤں پھر بے نمازوں کے ساتھ اس کی بھی سن لو۔

بروز قیامت کون کس کے ساتھ کھڑا ہو گا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نماز نہیں پڑھتا وہ مت سمجھے میرے ساتھ کھڑا ہو گا وہ ہامان شداد اور قارون جیسے متکبرین کے ساتھ کھڑا ہو گا دیکھو کتنے دوٹوک فیصلے ہیں بالکل اعلانیہ ہوتا ہے نہ کہ کسی کے ساتھ دھوکہ کیا ہو ہرگز نہیں نعوذ باللہ فرمایا جو بے نماز ہو گا وہ قارون کے ساتھ کھڑا ہو گا وہ شداد کے ساتھ کھڑا ہو گا وہ ہامان کے ساتھ کھڑا ہو گا جن کی گردنیں اپنے رب کی بارگاہ میں جھکتی نہیں تھیں وہ ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ لیکن جو نمازی آدمی ہیں صاحب تقویٰ ہیں نیکوکار ہیں وہ مدینے والے کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اس میں یہ تصور بھی میں واضح کرتا چلوں کچھ لوگ نعتوں اور کلام کی صورت میں کہتے ہیں کہ بدکاروں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی محبت کرتے ہیں بدکردار لوگوں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتیں ہوتی ہیں ایسے وہ بیان کرتے ہیں جیسے نیکوکاروں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنی ہے حالانکہ خدا کے بندو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نیکوکاروں کے ساتھ ہی محبت کرتے ہیں ان ہی کے ساتھ شفقتیں کرتے ہیں ہاں یہ کہو کہ ان کے ساتھ ساتھ گناہ گاروں پر بھی کرم فرماتے ہیں یہ عقیدہ ہونا چاہیے۔ یہ تصور ہی الٹ ہو گیا کہ آپ بروں کے ساتھ محبت کرتے ہیں نیکوں کے ساتھ نہیں۔ یہ عقیدہ ہی غلط ہو گیا آپ نیکوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں ہاں گناہ گاروں کو دھتکارتے نہیں ہیں گناہ گاروں پر بھی شفقت کرتے ہیں جب توبہ کر لیں۔ جب معافی مانگ لیں جب در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو جاتے ہیں آپ اللہ کی بارگاہ میں سفارش فرما دیتے ہیں مالک تو ان کی بھی بگڑی بنا دے ان کو بھی معافی عطا فرما تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بھاگے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا اعلان کر دیا لوگو پتہ چلا ہے تم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج اعلان فرمایا ہے جو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے ساتھ کھڑا فرمائے گا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا متفقہ قول ہے اور بخاری شریف میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے کہ اسلام لانے کے بعد

اسلام بہت بڑی دولت ہے جو الحمد اللہ مجھے اور آپ کو نصیب ہے اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ آج ہم کلمہ پڑھنے والے ہیں چلو بدکار اور گناہ گار ہی سہی کم از کم اللہ کا نام لینے والے اور رسول پاک ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں تو فرمایا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہر بات بیان فرمائی جب انہوں نے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمادیا ہے کہ جس کے ساتھ تم محبت کرتے ہو اللہ قیامت کے دن اس کے ساتھ کھڑا فرمائے گا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں اسلام لانے کے بعد سب سے زیادہ خوشی ہمیں جس بات پر ہوئی وہ مصطفیٰ ﷺ کے اس جملہ پر ہوئی کہ تمہیں قیامت کے دن میری سنگت نصیب ہوگی ہم خوش ہو گئے جیسے دنیا میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں اللہ قیامت کے دن بھی حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا فرمائے گا۔ ایک ہے کہ آپ قیامت کے دن اللہ کا یہ فیصلہ ہے اللہ کا یہ ضابطہ ہے کہ تم اسی کے ساتھ کھڑے ہو گے جس کے ساتھ تم پیار کرتے ہو تو آیئے میں اور آپ فیصلہ کریں ہم نے اپنی محبت کا مرکز کس کو بنانا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم فنکاروں کے ساتھ کھڑے ہوں اگر کوئی کھلاڑی کان میں مندری ڈال لے تو سارے لڑکے مندریاں ڈال لیں گے کیونکہ وہ ان کے سینے میں داخل ہے ٹی وی پر اگر لباس دیکھ لیں خواہ وہ ننگا ہی ہو خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو صبح پہن لیں گے مرد اور عورتیں پہنتے جاتے ہیں کیونکہ وہ دل میں اترے ہوئے ہیں اگر دل میں مدینے والا بیٹھا ہو پھر دیکھیں کس طرح حالات بدلتے ہیں جو برتن کے اندر ہو وہی باہر آتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ برتن کے اندر پانی ہو لیکن آپ اس کو انڈیلیں تو آپ کو دودھ نصیب ہو جائے بلکہ جو برتن کے اندر ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے اسی لیے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔

عقیدے کی درستگی:

کہ ہمارا عقیدہ ٹھیک نہیں ہے میں بالکل صاف کہہ رہا ہوں یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد درست ہیں یہ صرف زبانی دعوے ہیں عقیدے کا یہ معنی ہوتا ہے جو اندر ہو وہی باہر آئے جب عقیدہ ہمارا یہ ہو کہ ہماری محبت کا مرکز مدینہ ہے تو پھر ہمارے جسم پر بھی اسی کے اثرات نظر آنے چاہئیں پھر فنکار کیا ساری دنیا کی فنکاری دیکھئے۔ ہم منہ موڑ لیں گے۔

رب کا حسن:

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ بادشاہ نے آپ کی مخالفت کی بنیاد پر باقاعدہ ایک حسین لڑکی کو تیار کر کے ان کے پاس کمرے میں بند کر دیا تھا تو آپ ساری رات اللہ کی بارگاہ کی طرف متوجہ رہے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تو اس نے پھر پوچھا کیا وجہ ہے ساری دنیا میرے حسن کے پیچھے پھرتی ہے لیکن تو مجھے دیکھنے کے لیے بھی تیار نہیں تو آپ نے جواب دیا۔

میں رب کے حسن کو دیکھوں یا تجھ کو دیکھوں میں تیرے بنانے والے کو دیکھوں یا تجھے دیکھوں میں تو اپنے رب کے حسن میں اتنا مست ہو چکا ہوں کہ تم تو کیا جنت کی حوریں بھی آ جائیں تو مجھے مست نہیں کر سکتیں مسئلہ تو یہ بنا پڑا ہے ہم پستیوں میں گرے پڑے ہیں اور ہر اس کے ساتھ پیار ہے جو ہمیں مصطفیٰ ﷺ سے دور لے جانے والا ہے۔ ٹی وی پر دیکھتے ہیں کہ ہمارے نوجوان اور بچے لکھتے ہیں کہ فلاں کی غزل سناؤ کیوں کہ اس کی آواز کے ساتھ پیار ہوتا ہے حالانکہ وہ مر گیا اس کی غزل سناؤ اور اس وقت میرے ذہن میں یہ تصور آ جاتا ہے کاش امتی تجھے یہ تڑپ پیدا ہوتی کہ تو مصطفیٰ ﷺ کی آواز سنتا جہاں یہ طلب کرتے ہیں کہ نور جہاں کا کیسٹ سناؤ جب یہ طلب کرتے ہیں کہ مہدی حسن یا فلاں کا سناؤ اللہ کا شکر ہے ہمیں تو ان کے نام ہی نہیں آتے ہم سے نبیوں کے نام پوچھو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پوچھو اولیاء کے نام پوچھو اگر ان کے نام نہیں آتے تو میں اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے ہمیں ان کے نام بھی نہیں آتے ہم برأت کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ ان چیزوں سے شیطان خوش ہوتا ہے مدینے والا خوش نہیں ہوتا تو میں اس وقت کہتا ہوں کہ کاش ان کے ذہن میں یہ بات جائے کہ کاش ہمارے کانوں میں مدینے والے کی آواز آئے اور ہمیں اس بات کا علم نہیں۔

حضور ﷺ کا حسن صوت:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خصائص کبریٰ شریف اُردو میں ترجمہ مل جاتا ہے اس کو پڑھئے اس میں انہوں نے ایک "باب صوت حسن النبی ﷺ" قائم کیا ہے حضور ﷺ کی آواز کا خوبصورت ہونا اس میں انہوں نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی آواز کے حسن کا یہ عالم ہے کہ جب آپ ﷺ سحری کے وقت تہجد کے لیے اٹھتے جو نیند کا وقت ہے اور اٹھ کر آپ ﷺ تہجد پڑھتے اور بعض اوقات آپ ﷺ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے تو جو آپ ﷺ کے جانی دشمن ابولہب، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ، امیہ وہ اپنی نیندیں چھوڑ کر دیوار کے ساتھ کان لگا کر کملی والے کا قرآن سنتے ایک دو دن چار دن تو کام چل گیا کہ تو کدھر جی ادھر کام تھا تو کدھر جی کام تھا دو چار دن کے بعد بات کھل گئی کہ میٹھی نیند میں وہ لذت نہیں آتی جو اس شخصیت کا قرآن سننے میں آتی ہے ذرا آگے بڑھو میں کہتا کہ ابوجہل اور ابولہب سن کر میٹھی نیند چھوڑ دیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عالم کیا ہوگا بلال رضی اللہ عنہ کا عالم کیا ہوگا جب وہ مصطفیٰ ﷺ کی آواز اور قرآن سنتے ہوں گے آیئے آج بھی ہم اپنے ذہن کو اس طرف متوجہ کریں کہ یا اللہ ہم اور کسی کی آواز سننا نہیں چاہتے ہمیں مدینے والے کے دو بول ہی سنا دے۔

رضوان جنت کا مطالبہ:

اور وہ بھی حدیث سن لو جہاں رضوان جنت کا مطالبہ موجود ہے حدیث میں کہ آپ ﷺ معراج کی رات جنت میں تشریف لے گئے۔ تو جب آپ نے دروازے پر دستک دی تو رضوان نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا تھا کہ دروازے پر دستک دینے والے آپ کا نام کیا ہے تو آپ ﷺ نے اپنا اسم گرامی لیا محمد ﷺ تو جنت کے دروازے آپ ﷺ جانتے ہیں کہ اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر نظر آتا ہے تو محدثین نے وہاں مسئلہ اُٹھایا ہے کہ ہم گناہ گار ہونے کے باوجود کئی صدیاں گزرنے کے باوجود حضور کا تعارف ہمیں حاصل ہے وہ جنت کا سربراہ فرشتہ حضور ﷺ کو نہیں جانتا۔

آواز سننے کا اشتیاق:

وہ جنت کا سربراہ ہے حضور ﷺ کو نہیں جانتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کا نظام تو نہیں وہاں تو ہر کوئی نبی کریم ﷺ کا خادم ہے خاص طور پر فرشتے وہ کیوں نہیں جانتا اور وہ دیکھ رہا ہے آپ ﷺ کی ذات پاک ہے اور پوچھ رہا ہے تو محدثین نے اس کا جواب لکھا انہوں نے کہا کہ اصلی بات یہی ہے کہ اس نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ جنت میں تشریف لا رہے ہیں ہوسکتا ہے آپ ﷺ خاموشی کے ساتھ دورہ فرما کر واپس تشریف لے جائیں اور مجھے مصطفیٰ ﷺ کی آواز سننا نصیب نہ ہو لہٰذا پہلے اپنا مسئلہ حل کرو پھر دروازہ کھولو آپ ﷺ نے دستک دی تو پوچھا کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا محمد ﷺ محدثین نے باقاعدہ اس کی مثال دی کہ تمہارے ہر گھر میں ہی ہوتا ہے کہ جب بچہ کھیل کر آتا ہے تو ماں اسے گود میں بٹھاتی ہے اور پوچھتی ہے تیرا کیا نام ہے تو کس کا بیٹا ہے تو کیا وہ نہیں جانتی سارا کچھ جانتی ہے لیکن بچے کی زباں سے سن کر اسے جو سکون ملتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ملتا اسی لیے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے تو آپ ﷺ نے جب محمد ﷺ کہا ہوگا بتاؤ اس وقت فرشتے پر کیا لذت طاری ہوئی ہوگی اس لیے امتیوں آؤ ہم بھی اس طرف جائیں اور پھر آگے بڑھو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مستیاں کہ جب وہ رب کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں تو بھول ہی گئے کہ زیارت ہوتی ہے یا نہیں: **رب ارنی رب ارنی**

یا اللہ! اپنا دیدار مجھے عطا فرما ہم بھی ان مستیوں کی طرف بڑھیں ہم بھی اللہ سے دعا کریں ہم نے بھی خطوط لکھنے ہیں تو یہ لکھیں کہ یا اللہ! ہمیں مدینے والے کی آواز سنا ہمیں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سنا ہمیں ان کا پیار عطا کر تا کہ دنیا بھی بہتر ہو اور آخرت بھی بہتر ہو۔ الغرض اپنے دلوں کو اللہ رسول ﷺ کی محبت کا مرکز بناؤ تا کہ آخرت میں اچھی رفاقت نصیب ہو۔ (ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، نومبر، دسمبر ۲۰۰۴ء)

پتوکی میں حضرت محقق العصر کے تین روزہ

فقید المثال دروسِ قرآن

ملک محبوب الرسول قادری

جماعت اہلسنت پاکستان پتوکی کے زیر اہتمام ۷، ۸، ۹ نومبر ۲۰۰۸ء کو کمیٹی گراؤنڈ پتوکی میں تین روزہ درس قرآن کنز الایمان کا فقید المثال اہتمام کیا گیا۔ جس میں جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عرق ریزی سے معلومات افروز علمی و تحقیقی دروس ارشاد فرمائے۔ ہر روز شرکت کرنے والے خواتین و حضرات کی تعداد ساڑھے چار ہزار سے پانچ ہزار تک رہی۔ ایک سروے فارم تقسیم کیا گیا جس میں شرکاء کی تجاویز حاصل کی گئیں۔ ۹۵ فیصد شرکاء نے دروس قرآن کو بہت پسند کیا اور وقت کے تعین، دورانیے، دیگر انتظامی امور اور لیکچر کی فنی حیثیت پر انتہائی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت اور دلنشین طرز تخاطب پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ اس موقع پر بہت وسیع و عریض پنڈال میں کرسیاں لگا کر پروگرام کا باوقار انتظام کیا گیا۔ نشستوں کی تکمیل کے بعد سینکڑوں افراد پنڈال میں اردگرد کھڑے ہو کر پروگرام سماعت کرتے رہے۔ بعض طلبہ اپنے ناشتے اور بستے پاس رکھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

پہلے روز "توحید و شرک کا قرآنی تصور" کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں توحید کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور توحید کے ساتھ ساتھ رسالت، آخرت، ملائکہ پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہیں۔ توحید، عظمت رسالت اور بالخصوص آخرت کے مناظر پر قرآن کی آخری سورتیں موجود ہیں۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم غلط فہمیوں کی بناء پر ایک دوسرے کو مشرک قرار دیتے ہیں اور اس سے امت مسلمہ کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ چاہیے کہ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے امت کے تمام مکاتیب فکر کے مسلمہ علماء بیٹھ کر شرک کی تعریف کو متعین کریں اس پر دستخط کریں اور اس کی مخالفت کرنے والے کو مشرک قرار دیں۔ شرک سب سے بڑی لعنت ہے۔ شرک اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اس کے علاوہ ...

گناہ ہیں اللہ چاہے تو ان کو معاف فرما دے گا...... شرک بری شے ہے بہت بری شے، مگر اس کے حوالے سے ہمیں علم تو ہونا چاہیے کہ کیا چیز شرک ہے کیا شرک نہیں ہے۔ اگر شرک ہے تو خفی ہے یا جلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ اللہ خالق ہے باقی ساری مخلوق ہے پھر اللہ نے اپنی مخلوق میں جس کو جو حکم دیا ہے وہ ماننا بھی توحید ہی کا تقاضا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مثل ممکن نہیں۔ ہندوستان کے فتنوں میں ایک فتنہ ہے حضور ﷺ کی مثل ماننا ہے۔ امام فضل حق خیر آبادی نے "امتناع النظیر" لکھی قابل توجہ امر یہ ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کی مثل نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کی مثل کیسے مان لیں گے؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں شریک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مقامات و مرتبے دیے اور ان کو اپنا نمائندہ بنایا۔ انبیاء و مرسلین اور اولیا خدا کے نمائندے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے کسی اور کو خالق ماننا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں۔ زمین و آسمان کا خالق وہی اللہ ہے۔ اسلام یہ عقیدہ عطا کرتا ہے کہ اللہ ہی خالق ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا خالق نہیں۔ اسی طرح متعدد الہ نہیں بلکہ عبادت کے لائق ایک ہی ہے یعنی خدا ایک ہے دوسرے خدا نہیں۔ مشرکین مکہ متعدد خدا مانتے تھے۔ مسلمان متعدد نہیں بلکہ ایک ہی خدا مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح طواف بیت اللہ کے سوا کسی کا طواف جائز نہیں۔ سجدہ، رکوع اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس کے برابر کسی کے سامنے جھکنا درست نہیں مصیبت یہ ہے کہ اب تو ہاتھ چومنا بھی غلط قرار پایا حالانکہ یہ غلط ہے رکوع کی مقدار کسی غیر کے سامنے جھکنا حرام ہے۔ کسی کو سجدہ نہیں کیا جا سکتا آپ مزارات پر جاتے ہیں بوسہ مت دیں پانچ ہاتھ ہٹ کر کھڑے ہوں اور دعا کریں۔ زندگی والے آداب و معاملات وفات کے بعد بھی جاری رکھیں۔ سابقہ امتوں میں تعظیمی سجدہ جائز تھا حضور ﷺ کی شریعت میں روا نہیں ایک صحابی نے عرض کیا کہ جی چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ کروں حضور ﷺ نے منع فرمایا شریعت نے منع کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ دونوں کیفیات ضروری ہیں۔ سجدہ کو دل چاہے مگر شریعت کا حکم مان کر نہ کیا جائے۔ خود ساختہ اور خدا ساختہ کا تصور ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ حجر اسود کا بوسہ، من دون اللہ، اور اولیاء اللہ کا فرق ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ من دون اللہ خدا کے دشمن اور اولیاء اللہ، خداوند تعالیٰ کے دوست ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ہم اس امتیاز کو محسوس کرتے ہیں اور پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہ شعور عوام میں بیدار کرنے کی ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کوئی شے بھی ذاتی نہیں ہے لیکن

بعض لوگوں کو خواہ مخواہ وہم ہو گیا ہے اور وہ انبیاء و اولیاء کا نام لے کر بے ادبی و توہین کرتے رہتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء رب کریم کا حزب اختلاف نہیں ہیں بلکہ اس کے شکر گزار بندے اور محبوب ہیں۔

حجر اسود پتھر ہے وہ شفاعت کرے گا وہ ریکارڈ رکھتا ہے حضور ﷺ اللہ کے حبیب ہیں۔ وہ شفاعت فرمائیں گے اور سوچنا چاہیے کہ کیا آپ ریکارڈ نہیں رکھتے؟ تاریخ عالم میں کبھی کسی مشرک نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے علاوہ کسی جھوٹے خدا کا نام اللہ نہیں رکھا۔ اس نے اپنے نام کی بھی حفاظت فرمائی۔

توحید انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ امت میں توحید پرست طبقہ سب سے زیادہ صوفیاء کرام ہیں۔ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں پڑھو معلوم ہو جائے گا کہ وہ توحید کے کتنے بڑے پرچار کر ہیں۔ اشیاء، اللہ کے وجود کی دلیل نہیں۔ بلکہ ہمارا رب اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے اشیاء کو پیدا فرمایا۔ مخلوق ہے تو یہ خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! میرے ساتھ محبت بھی اپنے رب کی محبت کے سبب محبت کرو۔ ماں باپ، پڑوسی، استاد، ولی، انبیاء کی تعظیم کرو اور سب سے زیادہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی کرو۔ شریعت قانون بنانا، ضابطہ دینا اس کا حق ہے۔ نبی کی زبان سے حلال و حرام کے احکام حضور ﷺ کا حکم ہے۔ اللہ بے اختیار نہیں معطلہ فرقہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے اختیارات تقسیم کر دیے اور خود فارغ ہو گیا۔ یہ باطل عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحت عقیدہ کے ساتھ سلامت رکھے۔

۸ نومبر کو "رزق حلال کی برکات" اور ۹ نومبر کو "محبت رسول ﷺ استحکام ایمان کا اہم ذریعہ" کے عنوان سے لیکچر ہوئے اور آخری روز جماعت اہل سنت پتوکی کی طرف سے حضرت محقق العصر کی ترجمہ شدہ ایک کتاب "محبت رسول ﷺ استحکام ایمان کا اہم ذریعہ" شرکاء پروگرام میں مفت تقسیم کی گئی۔ تینوں روز حضرت العلام پیر طریقت علامہ صاحبزادہ محمد سردار عالم قادری سجادہ نشین کرپہٹر شریف کے مصاحب خاص چوہدری محمد سہیل نے میزبانی کے فرائض نبھائے۔ دینی شعور کے حامل نوجوان محمد جمیل احمد رضوی، محمد شکیل احمد رضوی چوہدری محمد ظفر رضا اور محمد لیاقت علی نے جماعت اہل سنت کی انتظامیہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، دسمبر ۲۰۰۸ء)

پتوکی میں محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تین روزہ

دروسِ قرآن

رپورٹ: مدیر "سوئے حجاز" کے قلم سے

جماعت اہل سنت پاکستان پتوکی ضلع قصور کے زیر اہتمام گریٹ پیلس شادی ہال (نزد ریلوے پھاٹک) میں ۲۹ تا ۳۱ مئی ۲۰۰۹ء تین روزہ چوتھا سالانہ درس قرآن کنز الایمان کے نام سے اجتماعات منعقد ہوئے۔ جن میں حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دروس قرآن ارشاد فرمائے۔ تینوں روز یہ دروس قرآن نماز فجر کے متصلا بعد تلاوت قرآن حکیم اور نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئے اور ٹھیک ساڑھے سات بجے اختتام پذیر ہوتے رہے۔ تقریباً روزانہ سوا گھنٹہ کی نشستوں میں پہلے روز اسلام اور خدمت خلق، دوسرے روز موجودہ مسائل اور ان کا اسلامی حل اور تیسرے روز اسلام کی نظر میں شدت پسندی کے موضوعات پر لیکچرز دیے گئے۔ پہلے روز خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس وقت خدمت خلق کے موضوع پر گفتگو اور کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ سوات جل رہا ہے اور وہاں پر موجود مجبور اور بے سہارا مسلمان پاکستانی بھائی ہمیں مدد کو پکار رہے ہیں۔ ان ہنگامی حالات میں اہل اسلام کو زیادہ جوش وجذبے کے ساتھ دوسروں کی خدمت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ بھوکا شخص کہیں بھی ہو وہ استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ سوات میں ہو یا پتوکی کا رہنے والا۔ اسلام دوسروں کے دکھ درد بانٹنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام دوسروں کی خدمت کا حکم دیتا ہے۔ علمائے تصوف میں ایک عظیم بزرگ حضرت حافظ شیرازی بہت معروف ہیں ان کا یہ کہنا کتنا پیارا ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملت کا ہر فرد ایثار کا عملی مظاہرہ کرے۔ غلط سفارش اور رشوت ستانی کا خاتمہ کیا جائے۔ پاکستان میں ۱۹۷۳ء کے آئین کو عملی طور پر رائج و نافذ کر کے اس کے ثمرات پاکستان کے ہر فرد تک پہنچائے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ قیامت کے روز میں خود ذاتی طور پر تین قسم کے افراد کا وکیل

بنوں گا اور اللہ کی بارگاہ سے ان کو اجر دلواؤں گا۔ پہلا شخص وہ کہ جس کو کسی نے اغوا کیا اور پھر تاوان کا مطالبہ کیا۔ دوسرا شخص وہ کہ جس نے مزدور سے مزدوری لی مگر اس کو اجرت ادا نہیں کی۔ تیسرا شخص وہ کہ جو مسلمان ملک میں رہتا ہے اور کسی کافر کو خواہ مخواہ تنگ کرتا ہے اس پر مقدمہ بازی کر کے یا نقصان پہنچا کے خوش ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنے والا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو میل تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ مفتی محمد خان قادری مدظلہ نے کہا کہ فرائض کے بعد سب سے افضل کام مخلوق خدا کے دل کو خوش کرنا ہے۔ اس لیے ہمیں ان امور خیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی دینی، سماجی، سیاسی اور روحانی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

دوسرے روز درس قرآن کے دوران انہوں نے کہا کہ موجودہ مسائل کا حل ان باتوں میں مضمر ہے کہ معاشرے میں علم و تحقیق کی کمی کو دور کیا جائے۔ کام کے حوالے سے شعبہ جاتی تقسیم عمل میں لائی جائے۔ ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت بند کی جائے۔ کم علمی اور جہالت کا خاتمہ کر کے فروغ علم کے لیے بھرپور کردار ادا کیا جائے۔ رزق حلال کی تلاش کو فروغ دیا جائے، حرام خوری کے خلاف جہاد کیا جائے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کیا جائے۔ اتحاد و یکجہتی کو عملی طور پر اپنایا جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کے اہل علم مل بیٹھیں اور کم از کم شرک، بدعت اور گستاخی کی تعریف متعین کریں تا کہ ہر ایک کو مشرک، بدعتی اور گستاخ رسول قرار نہ دیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ گستاخ رسول کے لیے تو ملک کے قانون 295C میں ساری تفصیلات موجود ہیں۔ مفتی محمد خان قادری کہہ رہے تھے کہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق صوم، صلوٰۃ اور صدقہ تینوں سے افضل کام دو ناراض مسلمانوں میں صلح کرانا ہے۔ اس لیے امن و آشتی اور اخوت و بردباری کے فروغ کے لیے ہر مسلمان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

آخری اور تیسرے روز درس قرآن سے حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری مفصل خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت امت مسلمہ پر مشکل ترین حالات ہیں مگر آج بھی دیانت داری سے حالات کا تجزیہ کرنے والا خواہ کوئی ہو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضور ﷺ کے غلاموں کے دامن پر شدت و جبر کا کوئی داغ موجود نہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ امریکی فوجیوں نے پانچ مرتبہ قرآن پاک کی توہین دانستہ طور پر کی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی طرف سے زبور اور تورات کی توہین کا کوئی ایک واقعہ بھی رونما نہیں ہوا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ مسلمانوں کو شدت پسند کہنے والے کوئی واقعہ ثابت کریں ایسا

کوئی واقعہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ امن وحقوق انسانیت کے چیمپئن لوگوں سے ہم کہتے ہیں کہ تم نے انسانیت کو پنجروں اور تہہ خانوں میں بند کیا اور اسلام پر اعتراض کرتے ہو جبکہ اسلام انسانیت کو غلامی کی زنجیروں سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ اس موقع پر کاروانِ اسلام کے زیر اہتمام حضرت محقق العصر کی شائع کردہ دینی کتابوں کے مختلف سٹال لگائے گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان دروسِ قرآن کے اجتماعات میں ہر روز دو ہزار (۲۰۰۰) کے لگ بھگ خواتین وحضرات نے شرکت کی۔ اس پروگرام کے دوران تینوں روز جماعت اہلسنت ضلع قصور کے نائب صدر صاحبزادہ سجاد فاروق اظہر نے میزبانی کے فرائض ادا کیے۔ ڈاکٹر محمد محمود الحسن قادری ایڈووکیٹ (جنرل سیکرٹری) رانا محمد خالد انجم (جوائنٹ سیکرٹری) میاں محمد نواز جماعتی (جنرل سیکرٹری) ملک منور حسین (نائب صدر) حاجی منیر احمد ہاشمی (صدر پتوکی) کے علاوہ کارکنان کی کثیر تعداد نے دروس قرآن کی کامیابی کے لیے اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔ پروگرام کے دوران اس کی حیثیت کے تعین اور آئندہ کے لیے پروگراموں کی بہتری کی غرض سے ایک سوالنامہ جملہ شرکاء میں تقسیم کیا گیا جسے بعد میں قارئین کی طرف سے جوابات وصول کیے گئے۔ اس موقع پر مفتی محمد خان قادری نے جماعت اہلسنت پتوکی کے زیر اہتمام خدمت انسانیت کی غرض سے قائم کیے گئے خضراء فری ہسپتال کا وزٹ بھی کیا۔ انہوں نے جماعت اہلسنت کے عہدے داران واراکین کے ہمراہ صاحبزادہ سجاد فاروق اظہر کی اقامت گاہ پر اجتماعی ناشتے میں شرکت کی۔ ملک وملت کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ درس قرآن کے دوران گریٹ پیلس شادی ہال کی وسعتیں کم پڑ گئیں۔ اس کی دوسری اور تیسری منزل پر تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور مین سڑک پر کرسیاں لگانا پڑیں۔ اس کے باوجود بہت سارے شائقین اور شرکاء درس قرآن حکیم نے کھڑے ہو کر اور بعض نے زمین پر بیٹھ کر دروس قرآن سماعت کیے۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کی کثیر تعداد میں باقاعدگی کے ساتھ دروس قرآن میں شرکت کی۔ یہ درس قرآن پتوکی کے تمام حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے ضلعی ومقامی راہنماؤں کے علاوہ ملک کے بزرگ عالم دین اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما علامہ شبیر احمد ہاشمی اور ملک محبوب الرسول قادری بھی ان دروس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے سماج کو قرآن کے نور سے اپنے قلوب واذہان کو منور کرنے اور اس دھرتی پر قرآن کے نظام کو عملاً نافذ ورائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، جون ۲۰۰۹ء)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کا مالک نہ ماننے والا کافر ہے۔''

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اہم فتویٰ

حضرت مفتی محمد خان قادری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو زمین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا تھا۔

وقد تعرض بعض الولا لال تميم و اراد انتزاع الارض منهم ورفع امرهم الى القاضى ابى حاتم الهروى الحنفى قاضى القدس الشريف فاحتج الداريو بالكتب فقال القاضى هذا . الكتاب ليس بلازم، لان النبى صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم اقطع تميمًا مالم يملك فاستفتى الوالى الفقهاء وكان ابو حامد الغزالى رحمة الله حينئذ بيت المقدس قبل استيلاء الفرتج عليه فقال: هذا القاضى كافر لان النبى صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: زويت لى الارض كلها، وكان يقطع فى الجنة فيقول: قصر كذا لفلان، فوعده صدق و عطاءه حق فخزى القاضى والوالى وبقى آل تميم على مابايديهم

(نظام الحکومۃ النبویۃ، جلد ۱، ۲۰۹)

کسی سربراہ نے آل تمیم سے جھگڑا کیا اور ان سے وہ زمین چھیننا چاہی وہ اس معاملہ کو قدس شریف کے قاضی ابو حاتم ھروی حنفی کے پاس لے گیا تو داریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو قاضی نے کہا اس تحریر کی کچھ حیثیت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم کو یہ زمین بطور عطیہ دی تھی جس کے وہ مالک نہ تھے تو والی نے فقہاء سے فتویٰ طلب کیا، امام ابو حامد الغزالی اس وقت بیت المقدس میں تھے اور ابھی فرنگیوں کا بیت المقدس پر قبضہ نہ ہوا تھا امام غزالی نے کہا قاضی کافر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے تمام زمین میرے قبضہ میں دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو جنت بھی (اپنے اصحاب کو) دیتے اور فرمایا کرتے فلاں محل فلاں شخص کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ سچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا حق ہے۔

وكانت هذه الحادثة لما كان القاضي ابوبكر بن العربي بالشام

(نظام الحكومة النبوية، جلد۱، ۲۰۹)

تو قاضی اور والی دونوں رسوا ہوئے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قاضی ابوبکر بن العربی شام میں تھے۔

امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی فتویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا:

وكان يقطع الا راضى قبل فتحها لان الله ملكه الارض كلها وافتى الغزالى بكفر من عارض اولاد تميم الدارى فيما يقطعهم

(الخصائص الصغریٰ)

رسول اللہ ﷺ زمین قبل از فتح عطا فرماتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے رسول اللہ ﷺ کی عطا فرمودہ زمین میں جھگڑا کیا۔

"ماہنامہ سوئے حجاز لاہور اور ہفت روزہ فیملی لاہور میں امیر کارواں اسلام حضرت محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری قارئین کرام کی دینی راہنمائی کے لیے ان کے سوالات کے جوابات مرحمت فرماتے رہے۔۔ چند سوالات اور جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

ناپاک کپڑے:

س: ایک مرتبہ ناپاک کپڑے نچوڑنے کے بعد بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈالنے سے کیا وہ ناپاک ہوجاتا ہے؟

ج: اگر گندگی اور نجاست اچھی طرح دھو دی گئی اور پھر کپڑے نچوڑے تو اب ہاتھ پاک ہوں گے لہٰذا ان کے ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر ہاتھوں پر نجاست تھی تو پھر وہ پانی ناپاک ہوجائے گا۔

بار بار توبہ:

س: انسان بار بار توبہ کرے مگر پھر گناہ کرے تو کیا توبہ قبول ہوجائے گی؟

ج: اسلام نے ضابطہ یہی بیان کیا ہے کہ توبہ قبول ہو جاتی ہے، خواہ انسان نے لاکھ مرتبہ

گناہ کیا ہوالبتہ شرط ہے کہ اس نے دل سے توبہ کی ہو کہ مر جاؤں گا مگر یہ گناہ نہیں کروں گا اس کے بعد گناہ کیا تو پھر توبہ کرے تو قبول ہوگی۔ ہاں یہ ذہن میں نہ ہو کہ میں گناہ بھی کرلوں پھر اس پر توبہ کرلوں گا کیونکہ یہ توبہ نہیں مذاق ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔

اخبار اور قرآنی آیات:

س: اخبارات پر قرآنی آیات ہوتی ہیں ان کا کیا کیا جائے؟

ج: کسی جگہ انہیں دفن کردیا جائے اگر ایسی جگہ نہ ہو تو انہیں جلا کر ان کی راکھ دریا برد کردی جائے۔

نماز اور لاؤڈ سپیکر:

س: کیا لاؤڈ سپیکر میں نماز ہوجاتی ہے؟

ج: لاؤڈ سپیکر کا حسب ضرورت استعمال جائز ہے خواہ وہ نماز ہو یا تقریر، غلط استعمال نہ کیا جائے مثلاً لوگوں کے آرام کے وقت اسے بند ہی رکھا جائے۔ باقی خدارا، امت کو انہی مسائل میں نہ الجھائے رکھو، کچھ اس کے مستقبل کی بھی فکر کرو، آپس میں اتحاد یگانگت کی کوشش کرو غلط فہمیاں دور کروانے کی تگ و دو کرنا اس وقت اہم فریضہ ہے، اس وقت جو لوگ اتحاد امت اور غلبہ دین کی بحالی کے لئے کوشاں ہیں انہیں ہی قرب الٰہی نصیب ہوگا۔

میت کا قل:

س: میت کے قل کرنا کیسے ہیں؟

ج: فوت ہونے والے کے لیے ایصال ثواب جائز ہے یعنی اس کے لیے دعا کی جائے۔ اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے، قل اور چالیسواں اس کی صورتیں ہیں مگر یہ ہمارے معاشرے میں برادری کی دعوت بن گئی ہیں جو مناسب نہیں۔ یہ چیزیں جائز ہیں لازم نہیں، ہمارے ہاں تو لوگ قرض اٹھا کر اس موقع پر کھانا پکاتے ہیں جس کی ہرگز اجازت نہیں پھر چالیسواں اور ولیمہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ دونوں مواقع پر یکساں ہی کھانا پکتا ہے۔ اس طرح ہماری معاشرتی ضرورت کو نہیں دیکھا جاتا حالانکہ سرور عالم ﷺ سے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے حوالے سے عرض کیا کہ وہ فوت ہوگئی ہیں ان کے ایصال ثواب کے لیے کیا کروں؟ تو فرمایا تم ان کی طرف

سے کنواں کھدوا دو تاکہ لوگ اس سے پانی پئیں یعنی اس وقت لوگوں کو پانی کی ضرورت تھی تو اسے پورا کرنے کا حکم دیا آج بھی ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ معاشرتی ضرورت کیا ہے ہمارے اردگرد بھوکے ننگے لوگ رہتے ہیں انہیں کھانا کھلانا اور کپڑے پہنانا بہت بڑی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

چوری:

س: اگر زکوٰۃ کی رقم کے برابر رقم چوری ہوگئی تو پھر کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی؟

ج: اس صورت میں اگر چوری کے بعد نصاب باقی ہے تو اب بھی زکوٰۃ لازم ہوگی اور چوری شدہ رقم، زکوٰۃ قرار نہیں دی جاسکتی اور اگر بعد میں نصاب باقی نہیں تو زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

قبرستان اور خواتین:

س: کیا خواتین قبرستان میں جاسکتی ہیں؟

ج: خواتین قبرستان میں جاسکتی ہیں مگر درج ذیل شرائط کا ضرور خیال رکھیں قبرستان قریب ہو نہ کہ دور، اگر دور ہو تو محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے، باپردہ ہوں، خواتین کا پردہ کیے بغیر گھر سے نکلنا شرعاً درست نہیں۔ وہاں مرد و زن کا اختلاط نہ ہو تو پھر جائز ہے اور وہاں جا کر نوحہ وغیرہ نہ کرے بلکہ دعا اور تلاوت قرآن کر کے ایصال ثواب کرے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، مارچ ۲۰۰۲ء)



دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کے

(فیض احمد فیض)

باب 6

رو برو (انٹرویوز)

آیئے! اب حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی علم افروز نشستوں کی یادیں تازہ کرتے ہیں۔
ان کی باتیں، انہی کی زبانی۔ ملک محبوب الرسول قادری سے گفتگو

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

عظیم شہرت یافتہ محقق، عالم، خطیب، دانشور، قلم کار، مصنف، صاحب فن مدرس اور مترجم نباض قوم

علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

کی دین ودانش سے لبریز علم افروز اور روح پرور محققانہ باتیں

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

عہد حاضر میں برصغیر کے نامور دینی اسکالر، محقق، مصنف، مترجم، دانشور، مصلح ومبلغ، کاروان اسلام کے سربراہ اور جامعہ اسلامیہ لاہور کے موسس اعلیٰ مولانا مفتی محمد خان قادری علمی حلقوں میں نہایت منفرد اور نمایاں مقام کی حامل شخصیت ہیں، سیرت ومیلاد ان کا خاص موضوع ہے۔ ہر کام شعوری سطح پر کرنے کے قائل ہیں۔ ملک کی ترقی اور قوم کی اصلاح اور اتحاد کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد ایک صد سے متجاوز ہے اور ہر کتاب اپنی جگہ علم وتحقیق کا مرقع ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تحریر وتقریر کو تاثیر کی دولت ونعمت سے سرفراز کیا ہے۔ "سوئے حجاز" کا زیر نظر "شاہ اربل نمبر" درحقیقت آپ ہی کی تحقیق کا خوبصورت ثمر ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں حکومتی سطح پر جشن میلاد کا خاص اہتمام کرنے والے حکمران سلطان مظفر الدین کوکبری رحمۃ اللہ علیہ اور اسی زمانے کے مصلح ومدبر دینی سکالر محدث اندلس الشیخ حافظ ابوالخطاب دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک سازش کے تحت پیدا کی گئی غلط فہمیوں کو انہوں نے حق وانصاف اور دلائل وشواہد کی بنا پر کافور کیا ہے اس حوالے سے حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نشست ہوئی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ فرما رہے تھے کہ ہمیشہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے موقع پر امت انفرادی اور اجتماعی حوالے سے پروگرام ترتیب دیتی رہی ہے یہ سلسلہ ازل سے جاری و ساری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ قرآن مجید میں آیت میثاق میں اللہ تعالیٰ نے ازل میں ایک اجتماع اور پروگرام کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں تمام انبیاء سے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ عہد وپیمان لیا گیا کہ اگر وہ تمہاری دنیاوی زندگی میں تشریف لائیں تو تم سب ان پر ایمان بھی لانا اور ان کے مشن کا معاون بھی بننا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد

بھی لیا تھا کہ وہ اپنی امت کو بھی اس بات کا پابند کریں گے کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کے مشن کی خدمت کریں گے۔

پانچویں صدی ہجری میں جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی نے بغداد میں حکومتی سطح پر میلاد منایا

مفتی صاحب نے بتایا کہ امام تقی الدین السبکی نے اس آیت میثاق کی تفسیر پر مستقل کتاب لکھی جس کا نام "**التعظیم والمنة فی تفسیر قوله تعالٰی لتؤمنن به ولتنصرنه**" اس میں انہوں نے متعدد دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ یہ عہد رسول پاک ﷺ کے بارے میں ہے پھر حضور ﷺ نے اپنی ولادت اور نزول قرآن کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھ کر دن منایا۔ عاشورہ کے موقع پر یہود نے جب روزہ رکھنے کا پس منظر یہ بیان کیا کہ اس دن اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تمہاری نسبت کہیں زیادہ ہے ہم ہر سال دو روزے رکھا کریں گے۔ مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ اسی واقعہ سے علماء امت نے نعمت کے دن کو اہتمام سے منانا، سنت قرار دیا ہے پھر خوشی کے موقع پر جلسہ، اجتماع، جلوس، پروگرام کرنے کے حوالے سے ہجرت مدینہ کے موقع پر تشکیل دیے جانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پروگرام شاہد عادل ہیں۔ انہوں نے دعویٰ سے کہا کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا کہ سرور عالم ﷺ مکہ شریف سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں تو ہر روز فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد بچوں کو لے کر شہر مدینہ سے باہر اس راستے پر جا بیٹھتے تھے جو مدینہ منورہ سے آتا تھا۔ متعدد ایام کے بعد جب سرور عالم ﷺ وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے **طلع البدر علینا** جیسے ترانے پڑھ کر آپ کا استقبال کیا گیا، دستوں نے سلامی دی، اس زمانے میں جو کھیل معروف تھے ان کا مظاہرہ کیا گیا، گھروں کی چھتوں، چوراہوں، گلیوں میں اجتماعی طور پر مردوں، بچوں اور جوانوں نے استقبالیہ نعرے حضور آ گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، لگائے اور خوشی میں جلوس نکالے۔

انہوں نے کہا کہ یہ عمل اتنا شاندار اور اعلیٰ ہے کہ اس میں خود حضور ﷺ شریک ہوئے اور اس کے جائز و ثواب ہونے پر آپ ﷺ نے خود مہر تصدیق ثبات فرما دی، خوشی کا یہ سلسلہ ہمیشہ

سے امت مسلمہ میں جاری رہا، تاریخ اسلام کے اوراق میں ہر دور کے علماء محدثین اور بزرگوں کا کثیر تعداد میں یہ معمول ملتا ہے مثلاً شیخ ابوالحسن کرخی جیسے بزرگ خوب دھوم دھام سے محفل میلاد سجاتے، اسی طرح مسلمان حکمران بھی اپنے اپنے ادوار میں ان محافل کا انعقاد کیا کرتے مثلاً جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں بغداد میں بہت بڑی محفل میلاد کا حکومتی سطح پر اہتمام کیا، سلطان نور الدین محمود زنگی کے دور میں ان کے شیخ طریقت اور سیرت کی کتاب **وسیلۃ المتعبدین فی سیر سید المرسلین** کے مصنف شیخ عمر بن محمد (۵۷۰ھ) ملا موصل میں اتنی بڑی محفل میلاد سجاتے کہ خلیفۂ وقت اور دیگر عمال و امراء بھی اس میں خوب محبت اور اہتمام سے شریک ہوتے۔

میں نے حقائق کا مطالعہ کیا تو مخالفین میلاد کے سارے الزامات بے بنیاد پائے

مفتی صاحب نے کہا کہ شیخ المحدثین امام ابوشامہ (امام نووی کے استاذ) فرماتے ہیں کہ شیخ عمر بن محمد ملا کی پیروی میں حکمران سلطان ابوسعید احمد بن علی مظفر الدین کوکبری نے اربل (عراق) میں محفل میلاد سجانے کا اہتمام کیا۔ پہلے ان کے والد گرامی، اربل کے بادشاہ تھے انہیں ۵۸۸ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان کی خدمات کے اعتراف میں اربل کا سربراہ بنایا تھا۔ مقام حطین کی فتح جو بیت المقدس کی آزادی کا سبب بنی اس میں سلطان کوکبری کی خدمات سب سے نمایاں ہیں، یہ اربل میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے محفل میلاد سجایا کرتے، انہوں نے کہا کہ یہ نہایت ہی صالح، دیندار، عادل، عالم اور دانشور حکمران ہیں جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ ۶۰۴ھ میں محدثین کے عظیم استاذ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ کلبی اندلس سے خراسان جاتے ہوئے اربل تشریف لائے۔ جب انہوں نے اس بادشاہ کی طرف سے محفل میلاد کا اہتمام دیکھا تو انہوں نے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے اور ذمہ داری نبھاتے ہوئے میلاد کے موضوع پر علمی و تحقیقی کتاب لکھی جس میں کتاب وسنت کی روشنی میں محفل میلاد کے جواز، برکات اور اہمیت کے عنوان سے علمی و تحقیقی مواد جمع فرمایا، جسے ہر دور کے علماء نے بطور حوالہ پیش کیا اور بطور سند قبول کیا مثلاً مفسر قرآن حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے "البدایہ" میں تصریح کی

ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس سے بہت سی علمی چیزیں حاصل کیں اور استفادہ کیا۔

مفتی صاحب نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہمارے دور کے کچھ لوگوں نے محفل میلاد کی مخالفت کرتے ہوئے ان دونوں (بادشاہ اور عالم دین) پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں شروع کر دیں اور انہیں ظالم بادشاہ، مصرف، عیش پرست، نفس پرست وغیرہ وغیرہ جبکہ اس عظیم محدث کو درباری، خوشامدی، چاپلوس، لالچی اور حریص ملاں قرار دینے کی سعی نامشکور کی جو سراسر زیادتی اور ظلم ہے، مجھے سب سے زیادہ افسوس شیخ اسماعیل بن محمد انصاری پر ہے جنہوں نے "**القول الفصل فی حکم الاحتفال لمولد خیر الرسل**" میں تصویر کے فقط ایک ہی رخ کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے جب حقائق کا مطالعہ کیا تو مخالفین کے عائد کردہ الزامات غلط اور بے بنیاد پائے۔ اصل صورت حال اس کے بالکل خلاف ہے۔ "شاہ اربل نمبر" میں موجود ہمارے مقالہ میں ہمارے قارئین جہاں اس بادشاہ کے بارے ان کی سیرت و کردار اور احوال کے متعلق حقائق سے آگاہی حاصل کریں گے وہاں ان پر وارد کیے گئے اعتراضات کا جواب اس قدر مدلل پائیں گے کہ آئندہ کسی کو اس کے خلاف بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

حضرت نے بتایا کہ اب ہم نے اس عظیم محدث شیخ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ کلبی رحمہ اللہ پر بھی اپنا تحقیقی کام مکمل کر لیا ہے جو بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔

انہوں نے نہایت دردمندی سے کہا کہ ہماری تمام اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ ضد و عناد کا شکار ہو کر کبھی بھی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کریں یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ اگر ہمارے بیان کردہ حقائق میں کہیں بھی کوئی بات خلاف تحقیق پائی جائے یا کسی کے مطابق ہم نے کہیں ڈنڈی ماری ہو تو اس کی نشاندہی کرنا بھی اہل علم کا فریضہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" لکھی جس میں مخالفین میلاد کے ۱۸ اعتراضات کے جوابات پیش کیے گئے تھے۔ اب زیر نظر دو اعتراضات کے جوابات بھی پیش کر دیے ہیں، انہوں نے واضح کیا کہ ہمارے نزدیک محافل میلاد سے مراد وہی محافل ہیں جو قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق انعقاد پذیر ہوں۔ ہم بدعات و منکرات پر مشتمل کسی حرکت یا محفل کے مؤید نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو محافل میلاد کی اصلاح کے لیے تحریک برپا کر رکھی ہے۔

سلطان ابو سعید مظفر الدین کوکبری کے والد کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے اربل کی حکومت عطا کی

انہوں نے مزید کہا کہ ہماری تمام طبقات امت سے گزارش ہے کہ انا پرستی کو چھوڑ دیں اور ایسی مقدس محافل کی مخالفت کے بجائے ان میں پائی جانے والی کمی اور خامی کی اصلاح، حکمت و اخلاص کے ساتھ کریں اور ایسی محافل کی اصلاح کے لیے میری چند تجاویز یہ ہیں۔

۱۔ اشتہارات و دعوتی کارڈوں پر آیات قرآنی، احادیث نبوی اور درود پاک کے علاوہ روضہ شریف، بیت اللہ شریف اور عمامہ شریف کی تصاویر ہرگز شائع نہ کریں، کیونکہ اس سے ادب ملحوظ نہیں رہتا۔

۲۔ محافل میں کلام کسی ایسے شاعر کا پڑھا جائے جو قرآن وحدیث کا عالم ہو کیونکہ سرور عالم ﷺ کے بارے میں ایک عالم دین ہی تمام آداب ملحوظ خاطر رکھ سکتا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

۳۔ محافل میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ مقام الوہیت اور دیگر انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھا جائے اور ان کے لیے عامیانہ انداز میں طرز تخاطب ترک کیا جائے۔

۴۔ فرائض، واجبات، نماز، روزہ، قبر، حشر، جنت، دوزخ اور آخرت کے معاملات کو تحقیر آمیز لہجہ کے بجائے صحیح مؤقف و انداز سے واضح کیا جائے۔

۵۔ ان محافل میں مستند عالم دین کا خطاب ضرور کرایا جائے کیونکہ اصل نعت خوان تو عالم دین ہی ہے۔ اس سے جہالت، عقیدگی اور بدی کا خاتمہ ہوگا اور محافل میلاد کی حقیقی برکات نصیب ہوں گی۔

۶۔ منعقدہ محفل میں سکون اور خشوع وخضوع کی طرف توجہ دی جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے محفل کے آداب میں خلل واقع ہو یا توجہ منقسم ہو جیسے اُٹھ اُٹھ کر پیسے ڈالنا، ویلیں پھینکنا، دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر جھومنا، کسی بھی مہمان یا صدر مجلس وغیرہ کی آمد پر چیخ چیخ کر نعرے بازی کرنا اور سارے نظام کو تہہ و بالا کر دینا وغیرہ کیونکہ حضور ﷺ کی مجلس میلاد کے وہی آداب اہل علم اور اہل محبت نے بیان کیے ہیں جو حضور ﷺ کی ظاہری مجلس

۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر شروع ہوتا تو ان کے سر جھک جاتے، رقت طاری ہو جاتی اور وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہمارے قریبی دور کے عالم، مصنف بہار شریعت حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مرقوم ہے کہ وہ نعت شریف سنتے ہوئے اونچی آواز میں سبحان اللہ تک نہیں کہتے تھے دل ہی میں کہتے تھے تا کہ توجہ نہ ہٹے۔

۸۔ آج کل بعض نعتیں پڑھنے والے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اسے فی الفور ترک کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ادب کی تلقین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تابع رکھا جائے۔

۹۔ محافل میں آنے والے لوگوں کو ہی مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ معاشرے کے یتامیٰ، مساکین، غرباء، بیوگان اور طلبہ اصل مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۰۔ محافل میں تبرک کے طور پر مٹھائی، کپڑے، شیرینی وغیرہ کے ساتھ صحت مند لٹریچر (کتاب) بھی تقسیم کی جائے تا کہ لوگوں کے عقائد و اعمال درست ہوں اور معاشرے سے جہالت کا خاتمہ ہو اس طرف بھی توجہ دی جائے۔

۱۱۔ محافل میلاد میں نعت شریف کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کریم اور حمد باری تعالیٰ خصوصی اہتمام سے شامل کی جائے۔

۱۲۔ محفل میلاد کی صدارت کے لیے تارک فرائض افراد کے بجائے صالح اور علمی شخصیات کو ترجیح دی جائے اس سے معاشرے میں نیکی کی قدریں فروغ پائیں گی۔

۱۳۔ یہ محافل رسم و رواج کے طور پر نہیں بلکہ شعوری سطح پر سجائی جائیں تا کہ عملی طور پر تعلیم و تربیت کا ذریعہ ثابت ہوں۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا داروں کی طرح محض نعروں اور دعوؤں سے خوش کرنے کے پیمانے ان سے محبت و تعظیم و اتباع و اطاعت پر توجہ دی جائے کیونکہ اگر دل خالی رہے تو ہرگز کام نہیں آئے گا۔

جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی، کاروانِ اسلام کے امیر، مصنف کتب کثیرہ، حضرت

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ آپ ابن لیھعۃ کو ثقہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جب امام مالک یہ فرمائیں کہ ہمیں ثقہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا، تو اہل علم نے اس ثقہ سے مراد عمرو بن حارث یا ابن لیھعۃ مراد لیا ہے مثلاً موطا امام مالک میں باب "ما کیرہ ان ینبذ جمیعا" کے تحت:

حدثنی عن مالك عن الثقة عنده عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن عبدالرحمن الخ

مجھے امام مالک سے اور انہوں نے اپنے نزدیک ثقہ سے انہوں نے بکیر بن عبداللہ بن اشج اور انہوں نے عبدالرحمن بن جناب انصاری سے انہوں نے حضرت ابوقتادہ انصاری سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور اور منقہ کا شیرہ اجتماعی طور پر پینے سے منع کیا۔

اس میں مالك عن الثقه عنده کی تشریح کرتے ہوئے شارحین مؤطا نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مخرمہ بن بکیر یا ابن لیھعۃ ہیں بلکہ آگے یہ تصریح کی ہے کہ اسے ولید بن مسلم نے عبداللہ بن لیھعۃ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا ہے۔ شارح مؤطا امام محمد بن عبدالباقی مالکی (ت: ۱۱۲۲ھ) کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

(مالك عن الثقة عنده) قيل هو مخرمة بن بكيراؤ ابن لهيعة فقد رواه الوليد بن مسلم عن عبدالله بن لهيعة (عن بكير)

(شرح الزرقانی: ۴: ۲۰۷)

(امام مالک نے اپنے ہاں ثقہ سے بیان کیا) ثقہ سے مراد مخرمہ بن بکیر یا ابن لیھعۃ ہیں اسے ولید بن مسلم نے عبداللہ بن لیھعۃ سے اور انہوں نے بغیر سے روایت کیا ہے۔

مؤطا کے دوسرے شارح امام جلال الدین سیوطی (ت: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

(مالك عن الثقه عنده) رواه الوليد بن اسلم عن مالك عن عبدالله بن لهيعة عن بكير

(تنویر الحوالک: ۳،۵٦)

(امام مالک نے اپنے ہاں ثقہ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا) اسے ولید بن اسلم نے مالک سے اور انہوں نے عبداللہ بن لیھعہ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا ہے۔

الغرض آپ نے دیکھا کہ امام مالک، ابن لیھعہ کو ثقہ کہہ رہے ہیں اور موطا کے شارحین بھی انہیں ثقات میں ہی شمار کر رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (ت: ۲۴۲ھ) ان کو مصر کا سب سے بڑا محدث اور ضبط واتقان میں بے مثل مانتے ہیں۔

من كان مثل ابن لهيعة بمصر في كثر حديثه وضبطه واتقانه

(میزان الاعتدال: ۴،۱٦۸)

مصر میں کثرتِ حدیث اور حدیث کے ضبط و اتقان میں ابن لھیعہ جیسا اور کون ہو سکتا ہے۔

امام ابوداؤد نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے لکھا ہے۔

ماكان محدث مصر الا ابن لهيعة

مصر میں محدث صرف ابن لیھعہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۷۵)

شیخ زید بن حباب کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری (ت: ۱٦۱ھ) نے فرمایا کہ:

سمعت احمد يقول ما كان محدث مصر الا ابن لهيعة

(سیر اعلام النبلاء، ۸: ۱۳)

ایک اور جگہ پر انہوں نے ہی فرمایا کہ میں نے ایک حج صرف اس لئے کیا کہ میری ملاقات ابن لیھعہ سے ہو جائے۔ (رفع الامر جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

عثمان بن صالح سہمی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قاضیٔ مصر ابراہیم بن اسحاق نے بتایا کہ میں امام لیث کا ایک خط لے کر امام مالک کے پاس پہنچا۔

فجعل مالك يسألني عن ابن لهيعة واخبره، فيقول: اليس يذكر الحج؟ فسبق الى قلمي انه يريد مشافهته والسماع منه

امام مالک نے مجھ سے ابن لیھعہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا اور کہا کہ بتاؤ کہ وہ حج کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔ تو میرے دل میں یہ بات گئی کہ امام مالک ان سے

ملاقات اور ان سے حدیث لینا چاہتے ہیں۔

حضرت قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن لھیعۃ کا وصال ہوا تو ابن لیث بن سعد (ت:۱۷۵ھ) نے فرمایا کہ:

ما خلف مثله — انہوں نے اپنے بعد اپنی مثال نہیں چھوڑی۔

(تذکرۃ الحفاظ:۱، ۲۳۹)

شیخ ابو طاہر بن حرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن وہب (ت:۱۹۷ھ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

حدثنی واللہ الصادق البار عبداللہ بن لهیعة — اللہ کی قسم مجھے سچے، صالح عبداللہ ابن لیھعۃ نے حدیث بیان کی۔

الشیخ ابو طاہر کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے ابن وہب کو کبھی قسم اٹھاتے نہیں دیکھا۔

(الکامل فی الضعفاء)

امام محمد بن یحییٰ بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ (ت:۲۰۸ھ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

ما رایت احفظ من ابن لهیعة بعد هشیم — میں نے ہشیم کے بعد ابن لھیعۃ سے بڑھ کر صاحب حفظ نہیں دیکھا۔

شیخ احمد بن صالح (ت:۲۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

کان ابن لهیعة صحیح الکتاب طلاباً للعلم — ابن لیھعۃ کتاب کے اعتبار سے صحیح ہیں اور علم کے لیے خوب طلب رکھنے والے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ۱:۲۳۸)

سوال: متعدد اہل علم تو اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں کیا پھر بھی اس کی روایت قابل قبول ہوگی؟

جواب: اولاً تو اہل علم نے اس قدر اس راوی کو ضعیف نہیں کہا کہ اس کی روایت ہی کو مسترد کر دیا جائے۔ اصطلاحاً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی روایت کو موضوع کسی نے قرار نہیں دیا البتہ ان کی روایت کو لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے مگر جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگ ان سے روایت لیتے ہیں اور انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام بخاری سمیت تمام محدثین نے ان سے روایت لی ہے اور اگر کچھ لوگ اسے ضعیف کہتے بھی ہیں تو انہوں نے یہ تصریح کر دی

ہے کہ جب یہ چار عبادلہ ان سے روایت لیں تو ضعیف نہیں بلکہ صحیح مانی جائے گی اور ان چار عبادلہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔

اس پر محدثین کی متعدد تصریحات موجود ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ کیے دیتا ہوں۔

۱۔ امام ابن حبان لکھتے ہیں کہ ابن لیھعۃ کی ولادت کا سال ۹۶ھ اور سن وصال ۱۷۴ھ ہے یہ نہایت صالح آدمی تھے۔ ضعفاء سے تدلیس کرتے پھر ان کی کتب جل گئی تھیں۔ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ:

سماع من سمع منه قبل احتراق كتبه مثل العبادلة: عبد الله بن وهبه وابن المبارك وعبد الله بن يزيد المقرى، و عبد الله بن مسلمة القعنبى فسماعهم صحيح

ابن لھیعۃ سے جن لوگوں کا سماع ان کی کتب جلنے سے پہلے ہے مثلاً یہ چار عبادلہ عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔ تو ان لوگوں کا سماع درست ہے۔

(میزان الاعتدال: ۴، ۱۷۳)

۲۔ ہم دیگر اہل علم کے بجائے شیخ ناصر الدین البانی کی متعدد تصریحات اس پر ذکر کر دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی کئی مقامات پر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ ابن لیھعۃ ضعیف ہے لیکن عبادت کی روایت اس سے صحیح ہوتی ہے۔

۱۔ ابن لهيعة وان كان ضعيفاً، فان رواية العبادلة الثلاثة عنه صحيحة، كما نص على ذالك غير واحد من الائمة

ابن لیھعۃ اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان سے تین عبادلہ کی روایت صحیح ہے جیسے اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

(سلسلۃ الحادیث الضعیفہ ۲: ۴۲۴)

۲۔ دوسرے مقام پر موصوف ابن لیھعۃ سے مروی روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت ابن لیھعۃ سے اس لیے صحیح ہے کہ اسے ان سے عبادلہ نے روایت کیا ہے۔

قلت: ورجاله ثقاته لان ابن لهيعة صحيح الحديث اذا روى عنه العبادلة عبدالله بن وهبه و عبد الله بن المبارك و عبد الله بن يزيد المقرى، وهذا الحديث من رواية الاولين عنه

(سلسلہ احادیث الضعیفہ :۸،۱۹۹)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں کیونکہ ابن لیھعۃ صحیح الحدیث ہوتا ہے جب ان سے یہ عبادلہ روایت کریں، عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید مقری اور یہ حدیث ابن لیھعۃ سے پہلے دونوں روایت کرنے والے ہیں۔

۳۔ انہوں نے متعدد مقامات پر یہ بھی تصریح کی ہے کہ ابن لیھعۃ اگر چہ ضعیف ہے مگر جب ان سے عبداللہ بن وہب روایت کریں تو ان کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔

فهو ضعيف، وان تبعه المناوى: فانه من رواية عبدالله بن وهب عنه كما رأيته و حديثه عنه صحيح كما نبه على ذلك غير ما واحد من الحفاظ

(سلسلہ احادیث قسم اول صفحہ ۲۸۶)

یہ ضعیف ہے اگر چہ ان کی اتباع مناوی نے کی ہے کیونکہ اسے روایت ابن لیھعۃ سے عبداللہ بن وہب نے کیا ہے جیسا کہ سند تمہارے سامنے ہے اور ان کی روایت ابن لیھعۃ سے صحیح ہوتی ہے جیسے اس پر متعدد حافظین حدیث نے تنبیہ کی ہے۔

۴۔ ایک اور مقام پر اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حدیث میں اضطراب ابن لیھعۃ سے روایت کرنے والوں سے ہے نہ کہ خود ان سے۔

لاننا تقول: هذا مردود لانهم جميعا ثقات و فيهم عبدالله بن وهب وعبدالله بن المبارك وهما ممن سمعا من ابن لهيعة قبل احتراق كتبه فذلك يدل على ان الاضطراب منه

(سلسلہ احادیث ضعیفہ ۲،۲۲۶)

کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بات مردود ہے کیونکہ یہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں عبداللہ بن وہب اور عبداللہ بن مبارک ہیں اور وہ دونوں ان میں سے ہیں جنہوں نے ابن لھیعۃ سے ان کی کتب جلنے سے پہلے پڑھا ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ اضطراب انہی سے ہے۔

واضح رہے کہ زیر بحث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قتل گستاخ واقعہ ابن لیھعۃ سے روایت

کرنے والے حضرت عبداللہ بن وہب ہی ہیں اور آپ سن چکے ہیں کہ جب ابن لھیعۃ سے عبادلہ روایت کریں تو وہ ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہوتی ہے جب مذکورہ روایت ان عبادلہ میں سے حضرت عبداللہ بن وہب سے ہی مروی ہے تو پھر اس کو کس طرح کوئی شخص ضعیف کہہ سکتا ہے۔

جب ابن لیھعۃ کے بارے میں یہ اصول سامنے آ گیا کہ عبادلہ سے ان کی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے گا اب زیر بحث واقعہ کی روایت کو بھی صحیح ہی تسلیم کرنا ہوگا ورنہ کتب حدیث میں سینکڑوں روایات سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا جو کسی طرح بھی امت کو قبول نہیں۔

سوال: کتب جلنے والا اصل معاملہ کیا ہے؟ کچھ فرمائیے؟

جواب: جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ابن لھیعۃ کتب جل گئی تھیں تو اس بارے میں بھی متعدد اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہ بھی ان کے خلاف پراپیگنڈہ ہے ورنہ ان کی کتب جلی نہیں تھی اس پر چند تصریحات ملاحظہ کر لیجئے۔

امام ابراہیم بن طھمان کہتے ہیں کہ مجھے اہل مصر نے بتایا کہ:

ما احترق لابن لھیعۃ کتاب قط — ابن لھیعۃ کی کتب ہرگز نہیں جلیں۔

(الجرح والتعدیل: ۱۴۴)

شیخ سعید ابی مریم کہتے ہیں کہ:

لم تحترق کتب ابن لھیعۃ ولا کتاب — ابن لھیعۃ کی کتب نہیں جلیں اور نہ کوئی اور کتاب۔

(تہذیب الاکمال: ۷۲۸)

شیخ محمد بن یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابن لھیعۃ کی کتب جل گئی تھیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ:

ما غاب لہ کتاب — ان کی کوئی کتاب ان سے غائب نہیں ہوئی۔

امام ابوذرعۃ رازی فرماتے ہیں:

لم تحترق کتبہ — ابن لھیعۃ کی کتب نہیں جلیں۔

(اضعفاء الکبیر: ۲، ۳۴۶)

اُصول کا نہ جلنا

کچھ اہل علم نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن لهیعۃ کی بعض کتب تو جل گئی تھیں مگر اصول بچ گئے تھے نہیں جلے تھے شیخ عثمان بن صالح سہی کہتے ہیں کہ:

احترقت دار ابن لهيعة و كتبه و سلمت اصوله

ابن لهیعۃ کا گھر اور کتب جلیں لیکن ان کے اصول محفوظ رہے۔

(اضعفا الکبیر: ۲، ۲۹۴)

شیخ اسحاق بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ:

ما احترقت اصوله انما احترق بعض ما كان يقرا منه

ان کے اصول نہیں جلے بعض وہ چیزیں جلیں جس سے وہ پڑھا کرتے تھے۔

(سیر العلام عن نبلا ۸: ۲۱)

اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ان کی کچھ کتب تو جل گئی تھیں لیکن اصول محفوظ رہے تھے تو جب کوئی بھی ان کے اصولوں سے روایت کرے گا تو وہ روایت مقبول ہوگی اور عبادلہ کی روایات کو یہی مقام حاصل ہے۔ (ماہنامہ سوئے حجاز، جنوری ۲۰۱۲ء)



عقیدۂ ختم نبوت

"مرزائی مسلمانوں کو مغالطے دے کر گمراہ کرتے ہیں لہٰذا مسلمان علمی راہنمائی حاصل کریں"

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو

عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ایک تشنۂ تکمیل مگر جامع انٹرویو کا خاکہ

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں مثلاً توحید، رسالت، آخرت، ان میں سے ایک عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی اور رسول ماننا بھی ہے۔ بنیادی عقیدہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا انکار کفر قرار پاتا ہے۔

اوپر بیان کردہ عقائد میں سے کسی ایک کا انکار مثلاً کوئی آدمی قرآن مجید کا انکار کردے یا آخرت کا منکر ہے یا سلسلہ رسالت کو نہیں مانتا تو ایسے شخص کے کلمہ کا بھی اعتبار نہیں۔ یعنی کلمہ اسی آدمی کا اسلام اور مسلمان ہونے کے حوالے سے معتبر ہوگا جو تمام بنیادی عقائد کا ماننے والا ہو۔ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتے ہوئے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی طرح کا نبی مانے۔ چونکہ یہ بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے لہٰذا اسے مسلمان ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جو قانونی طور پر پاکستان میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے وہ اسی اصول کی بنا پر ہے۔

اختلاف بنیادی ہے

قادیانیوں اور مرزائیوں کے ساتھ مسلمانوں کا اختلاف فروعی مسائل میں سے نہیں ہے جس طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی لوگوں کا آپس میں ہے۔ ان چاروں مکاتب فکر کا آپس میں اسلام کے بنیادی عقائد کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں جبکہ مرزائیوں نے امت مسلمہ سے بنیادی اختلاف کیا ہے۔ لہٰذا یہ مغالطہ دینا کہ جس طرح حنفی، شافعی اختلاف ہے اس طرح کا قادیانیوں سے اختلاف ہے یہ محض غلط فہمی پیدا کرنے والی بات ہے۔

اہل قبلہ سے مراد

یہ جو ہمارے اسلاف ایک اُصول بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی

کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس سے مراد بھی یہی ہے کیونکہ اہل قبلہ صرف اسی کو کہا جا سکتا ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی بھی عقیدے کا منکر نہ ہو اور اگر کوئی ان عقائد میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو گا تو وہ اہل قبلہ میں شامل نہ رہے گا ورنہ وہ اہل ادیان جو کسی بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں مثلاً یہودی، عیسائی وغیرہ ان سب کو مسلمان ماننا ہو گا۔

یہودیوں عیسائیوں کو کافر قرار دینے کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ عقائد اسلام میں سے بعض کے انکاری ہیں، ویسے وہ توحید، آخرت، سلسلہ وحی۔ سلسلہ نبوت و رسالت کو تو مانتے ہیں مگر وہ حضور ﷺ کی نبوت کے انکاری ہیں۔ قرآن پاک کو الہامی کتاب نہیں مانتے یعنی ان کے اور ہمارے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔ اصول یہ ٹھہرا کہ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بنیادی عقائد اسلامیہ میں سے ہر ایک کو تسلیم کرے۔ چونکہ مرزائی اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ "مسئلہ ختم نبوت" کے منکر ہیں۔ لہٰذا وہ مسلمانوں میں شامل ہی نہیں ہو سکتے۔ رہا مسئلہ ختم نبوت کا بنیادی عقیدہ ہونا اس پر کسی کو اختلاف ہی نہیں اس پر اس سے بڑھ کر کیا شہادت ہو سکتی ہے؟ کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے اسی عقیدہ کا قائل رہا اور متعدد مقامات پر اس عقیدہ کو تسلیم کیا اور اس کو بنیادی نہ ماننے والے کو کافر کہتا رہا، اگر بالفرض امت کے درمیان یہ اختلافی مسئلہ ہوتا تو پھر شاید کوئی گنجائش نکل سکتی تھی۔

جعلی نبی کے خلاف جہاد

پھر ایسے لوگوں کو کافر کہنا زیادتی کہہ سکتے تھے لیکن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک کسی ایک مسلمان نے بھی اختلاف نہیں کیا اس پر اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ ہر دور میں جعلی نبی اور ہر کذاب کے خلاف جہاد کیا گیا کسی حنفی شافعی کے خلاف تو جہاد کبھی نہیں کیا گیا لہٰذا قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ہمارا امت مسلمہ کے ساتھ حنفی و شافعی اختلاف ہے یہ غلط ہے۔

خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کے خلاف اسی لیے لڑی گئی تھی یاد رہے مسیلمہ کذاب اپنے آپ کو پورا نبی نہیں کہتا تھا بلکہ اس کا دعویٰ تھا کہ میں محمد ﷺ کے ساتھ نبوت میں آدھا شریک ہوں۔ اب آپ خیال کریں کہ جب اپنے آپ کو آدھا نبی قرار دینے والے کو امت نے برداشت نہیں کیا تو پورا نبی کہلوانے کے شوقین کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

دوٹوک اعلان

اس امر میں بھی کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے مرزا نے دوٹوک انداز میں دعویٰ

نبوت کیا اس پر اس کی متعدد تصریحات موجود ہیں جن کی تاویل کی کوئی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں۔
اسلام نے ہمیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ اگر مسلمان کوئی ایک ایسی بات کرتا ہے جس میں ۹۹ پہلو کفر کے ہیں اور ایک اسلام کا ہے تو اسے مسلمان ہی قرار دیں گے یعنی مسلمان کی بات کو اسلام پر ہی محمول کرنے کی کوشش کی جائے گی بشرطیکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہو۔ اگر کوئی شخص صراحتاً کوئی ایسی بات کہتا ہے جس میں تاویل کی ہی نہیں کی جاسکتی یعنی تاویل ممکن ہی نہیں۔ مثلاً ایک آدمی اعلان کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ کے بعد مجھے نبوت دی گئی ہے میں رسول ہوں۔ میں صاحب شریعت نبی ہوں۔ مجھ پر شریعت کا نزول ہوتا ہے میں تشریعی نبی ہوں تو ان کلمات کی کوئی کیا تاویل کرے گا اگر کسی ایک جملے کے تاویل کا امکان بھی ہے تو دوسرا اس کا اپنا جملہ اس قائم کی گئی تاویل کا انکار کر دیتا ہے۔
مثلاً "میں رسول ہوں" کی تاویل یہ کی جائے کہ اس کا مطلب ہے میں اسلام کا مبلغ اور پرچار کر ہوں تو دوسرے جملے کہ "میں صاحب شریعت نبی ہوں" کی تاویل کیا ہوگی؟

دو نقطہ ہائے نظر

ہم یہ بات ضرور مانتے ہیں کہ مرزا کے بارے میں خود مرزائیوں کے درمیان دو نقطہ ہائے نظر موجود ہیں کچھ کہتے ہیں کہ مرزا نے دعویٰ نبوت کیا۔ جبکہ لاہوری مرزائی کہتے ہیں کہ اس نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ اس لیے وہ اس کو مجدد وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ مرزا کے دعویٰ نبوت پر ایسی تصریحات موجود ہیں جن میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں لہٰذا اس گروہ کی تاویلات کو "تاویلات فاسدہ اور باطلہ" قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاویلات صحیحہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جبکہ تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اب اصل یہ ہے کہ دعویٰ نبوت کرنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے ایسے شخص کو مجدد تو کجا مسلمان ماننا بھی کفر ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ایسا شخص اسلام کے بنیادی عقیدہ کا منکر ہے اسی بنا پر ہم مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر قرار دینے میں حق بجانب ہیں یہاں یہ بات بھی آشکار کر دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں نے مرزائیوں کو کافر نہیں بنایا کفر انہوں نے خود اختیار کیا ہے مسلمانوں نے تو اس کفر کی نشاندہی کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان میں سے کوئی شخص ختم نبوت کو تسلیم کرلے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔

شرعی اصطلاحات

اسلام اور شریعت کی مخصوص اصطلاحات ہیں جس طرح ہر زبان کی اصطلاحات ہوا کرتی ہیں

اوران اصطلاحات کا وہی مفہوم ہوگا جو اسلام اور شریعت نے بیان کیا ہے مثلاً صلوٰۃ۔اس سے مراد وہ عمل ہے جس میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ ہے یعنی اس سے مراد یہی کیفیت اور طریقہ ہے اگر کوئی آدمی ان فرائض کے بغیر نماز ادا کرنا چاہے۔ مثلاً سجدہ یا رکوع وغیرہ کو نکال دے تو اسے صلوٰۃ کہا ہی نہیں جاسکتا اگر کوئی آدمی اسلام کی صلوٰۃ (نماز) پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اس پر ان ارکان کی ادائیگی لازم ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو یہ سمجھا جائے گا کہ ایسے شخص نے اسلام کی اصطلاح کی مخالفت کی ہے مثلاً زکوٰۃ اسلام کی ایک اصطلاح ہے اس سے اسلام کی مراد، مال کا چالیسواں حصہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔کوئی آدمی کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا معنی پاکیزگی حاصل کرنا ہے میں نے غسل کرلیا ہے میں نہر میں غوطہ زن ہوگیا ہوں تو ایسے شخص کو زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والا قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہ تو اسلام کا مذاق اڑا رہا ہے اسی طرح لفظ صوم، اسلام کی اصطلاح ہے اس سے مراد طلوع فجر سے غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کھانے پینے سے رکنا ہے اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ صوم کا معنی رک جانا ہے اور وہ روزہ نہ رکھے اور وہ تھوڑی دیر کھانا چھوڑ کر پھر کھانا شروع کردے کہ میں تو رک گیا تھا اب پھر کھا رہا ہوں تو یہ اس نے مذاق کیا ہے اسلام کے حکم کو تسلیم نہیں کیا۔

"نبی" اور "رسول" یہ بھی شرعی اصطلاحات ہیں اسی طرح لفظ "اُمت" یہ بھی اصطلاح ہے "نبی" اور "رسول" سے مراد وہ کامل انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت انسانی کے لیے شریعت و ہدایت دے کر بھیجا ہے اور یہ سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ پر آ کر ختم ہوگیا اس لیے حضور ﷺ کو "خاتم النبیین ﷺ" کا لقب عطا فرمایا گیا اور خاتم النبیین ﷺ بھی صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم کی طرح شرعی اصطلاح ہے، ہم ان اصطلاحات کے شرعی معنی کے پابند ہیں اپنی طرف سے کوئی معنی اخذ نہیں کرسکتے وہاں فقط لغوی معنی ہی پر عمل کرنا اسلام کا مذاق اُڑانا ہے۔اسی طرح خاتم النبیین ﷺ کا معنی "مہریں لگانے والا نبی" کرنا مذاق اُڑانا ہے جو کفر ہے۔اس کا وہی معنی لینا ضروری ہے جو شریعت نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔اب اسی مفہوم اور معنی پر لفظ خاتم النبیین کو محمول کرنا ہی اسلام اور ایمان ہے اور میں اس کے علاوہ کوئی معنی گھڑنا ہی غیر اسلام ہوگا۔یہاں پر مسلمان کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ جس قدر منشائے الٰہی اور قرآن مجید سے آگاہی حضور ﷺ کو ہے کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ خود باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ شان بخشی ہے کہ وہ اللہ کی مجمل بات کو مفصل انداز میں ہمارے سامنے بیان فرمادیں۔

آپ جانتے ہیں قرآن نے حکم دیا۔نماز قائم کرو۔لیکن ان کیفیات، اوقات، رکعات، تعداد

کی تفصیل حضور ﷺ کے سپرد کر دی اور ان تفاصیل سے آگاہی حضور ﷺ کے در سے نصیب ہوئی۔ اسی طرح دیگر فرائض اور دیگر عبادات کا معاملہ ہے تو قرآن کے جو معنی اور تفصیل حضور ﷺ عطا کریں گے اسی کے اندر رہنا ہمارے لئے لازم ہے جیسے ہم صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ کے حوالے سے اسی امر کے پابند ہیں جو حضور ﷺ نے عطا فرمایا اسی طرح لفظ خاتم النبین میں بھی اسی معنی کے پابند ہیں جو حضور ﷺ نے لیا ہے اور وہ یہی ہے کہ میں انبیاء مرسلین میں سے آخری نبی ہوں اب اس کا یہ معنی کرنا کہ خاتم کا معنی مہر ہوتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس کو مہر لگا دوں وہ نبی بن جاتا ہے۔ یہ تفسیر باطل ہے اور ارشاد نبوی ﷺ کے خلاف ہے اگر کسی دوسرے سے معنی کی گنجائش ہوتی تو پھر دعویٰ نبوت کرنے والوں کے خلاف جہاد تک نوبت نہ جاتی اگر اسلامی حکومتوں نے ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کو متزلزل کرنے کی کوشش ہے اور یہاں اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی نے یہی معنی لیا ہے اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔

یہ کلمہ بطور محاورہ نہیں بلکہ حقیقت کا بیان ہے۔

یہاں ہمیں اس الجھن کو دور کر لینا چاہیے کہ یہ لفظ "خاتم النبین" اہل علم کے عام محاورہ کی طرح نہیں مثلاً جب وہ کسی کو "خاتم الفقہا" یا خاتم المجتہدین، خاتم المحدثین، خاتم الشعراء کہتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد اس آدمی کی عظمت کو آشکار کرنا ہوتا ہے اور یہ بات ان کے اپنے دور تک ہی محدود ہوتی ہے کیونکہ ان کا علم محدود ہے۔ "خاتم النبین" وہ ذات کہنے والی ہے جس کا علم محدود نہیں ہے غیر محدود ہے وہ تمام ادوار سے خوب آگاہ اور واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ خاتم النبین کے بعد قرآن مجید کے یہ الفاظ ہیں:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

(سورۂ احزاب: ۴۰)

جس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا جو اس ذات نے کہا ہے کہ جو ساری کائنات کے بارے میں خوب علم رکھنے والی ہے لہٰذا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ جس طرح اہل علم نے یہ لفظ بولے ہیں اور اس سے مراد آخری شاعر، آخری محدث اور آخری مجتہد وغیرہ ہیں۔ لفظ "خاتم النبین" کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان اہل علم کی نظر فقط اپنے دور پر ہے جبکہ خالق کائنات کی نظر میں تمام ادوار ہیں۔

روایت کا رد

مرزائی حضرات جہاں ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ "میں آخری نبی ہوں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔" اس سلسلہ میں یہ وضاحت بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ من گھڑت اور

موضوع روایت ہے تفصیل کے لیے، محمد علی لاہوری کی کتاب موجود ہے اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

امت، فیضِ نبوت سے محروم نہیں ہوتی

ان کا یہ کہنا نہایت ہی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ سلسلہ نبوت کو ختم ماننا، انسانیت اور امت کو فیض نبوت سے محروم کر دینا ہے۔ یہ بات تو تب کہی جائے کہ اگر آج حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کا فیض جاری و ساری نہ ہو۔ آپ کا فیض شریعت قرآن، حدیث کی صورت میں بھی زندہ و تابندہ ہے کھلے لفظوں میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہمارا نبی آج بھی زندہ ہے۔ حضور ﷺ کی ظاہری حیات کا سلسلہ ختم ہوا ہے ورنہ یہ دور قیامت تک اور بعد از قیامت بھی آپ ﷺ ہی کا ہے۔ مذکورہ بات کہ "آج امت میں فیض نبوت نہیں اس لیے نبی کی ضرورت پیش آ گئی" سوائے مغالطے کے کچھ نہیں ہمیں تو ایسے نبی کی نبوت کا فیض نصیب ہوا ہے جس کے سامنے سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کی شریعت نہیں چل سکتی اس لیے آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ بھی دوبارہ آ جائیں تو وہ میری شریعت کی اتباع کریں گے۔

ایک اور مغالطے کا ازالہ

مسلمانوں کو یہ بھی مغالطہ دیا جاتا ہے کہ سلسلہ ختم نبوت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے ہم کلامی کا شرف ختم کر دیا ہے یہ سراسر مغالطہ ہے، ہم آج بھی اللہ کا اپنے بندوں سے خواب میں، ہم کلام ہونا شرف دیدار بخشنا آج بھی مانتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کو سینکڑوں مرتبہ دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو چہرے پر جب کوڑے مارے گئے تو خواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرماتے ہوئے دیدار عطا کیا کہ "تم نے میرے کلام (قرآن مجید) کی خاطر چہرے پر کوڑے کھالیے ہیں میرے چہرے کا دیدار کرلو"۔۔۔۔۔۔ یہ بھی سراسر مغالطہ ہے عقیدہ ہمارا یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ بندے سے ہم کلام بھی ہوتا ہے سیدنا جبریل امین علیہ السلام اور دیگر فرشتے بھی آتے ہیں لیکن وہ تعلیمات شریعت لے کر نہیں آتے۔ کیونکہ تعلیمات شریعت کا سلسلہ وصال نبوی کے ساتھ ہی تکمیل کو پہنچا۔ وہ اسی طرح آتے ہیں جس طرح شہد کی مکھی پر وحی ہوتی ہے۔ اس سے شہد کی مکھی نبی تو نہیں بن جاتی کیونکہ نبی پر جو وحی ہوتی ہے وہ تبلیغ احکام کی صورت میں ہے اس پر امت کا یہ موقف بھی سامنے آتا ہے کہ امت میں سے کسی کو بھی خواب نظر آئے خواہ وہ صحابی ہی کا کیوں نہ ہو۔ اسے تعلیمات شریعت ہی پر پرکھا جائے گا اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو اسے قبول ورنہ مسترد کر دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تا قیامت حضور ﷺ پر نازل کردہ تعلیمات کے خلاف کوئی حکم

جاری نہیں فرمائے گا۔ باقی لیلۃ القدر کی بشارتیں دینے کے لئے، حوصلہ دینے کے لیے فرشتے آتے ہیں۔ اولیاء کرام مشکلات میں اُمت کی رہنمائی کرتے ہیں تو اس سے وہ نبی نہیں بن جاتے۔

الہام کی شرعی حقیقت

انہی حقیقتوں کے پیش نظر اہل علم نے اصطلاحات میں فرق کرتے ہوئے نبی سے ہونے والے کلام کو وحی اور اولیاء سے ہونے والے کلام کو الہام قرار دیا تا کہ کوئی شخص ان معاملات کو خلط ملط کرنے سے اپنا ایمان ضائع نہ کر بیٹھے کیونکہ وحی قطعی شے ہے جبکہ الہام ظنی ہے اور اس کی تفہیم میں غلطی کا امکان بھی ہے تو الہام کا انکار نہیں۔ البتہ اس کو قطعی اور یقینی کہنے میں اختلاف ہے اس کا فرق یوں بھی واضح ہے کہ نبی کا خواب سراپا وحی ہوتا ہے جبکہ غیر نبی کے خواب کو یہ شان حاصل نہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم ملا تو انہوں نے اس پر عمل کیا جبکہ اگر آج کل کسی کو یہ خواب آئے تو وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا کہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ہم سب پر یہ بات آشکار ہونی چاہیے کہ آج بھی نبوت کے معاملہ میں کوئی خلا نہیں ہے بلکہ سب سے کامل واکمل کی نبوت موجود ہے تعلیمات شریعت کے مطابق اولیاء کا الہام، فرشتوں سے ملاقاتیں، اللہ کریم کی ہم کلامی وغیرہ سب جاری وساری ہیں۔

بزرگوں کی عبارتوں سے مغالطے

اوپر والی گفتگو سے ان عبارات کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے جنہیں قادیانی ولاہوری اپنی تائید میں لے آتے ہیں کہ فلاں نے لکھا ہے کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے اللہ کی ہم کلامی کا سلسلہ جاری ہے فلاں نے کہا کہ جبرئیلؑ آتے ہیں فلاں نے یہ کہا وہ کہا تو ان لوگوں نے یہی حقیقت آشکار کی ہے کہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن تعلیمات وشریعت وہی ہیں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اور عطا فرمائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ جاری ہے اس کے باوجود بھی وہ ختم نبوت کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں اور خود شد ومد سے قائل ہیں۔ وہ ہرگز کسی جگہ پر بھی تعلیمات نبویہ کو ناقص قرار نہیں دیتے وہ کسی جگہ پر یہ نہیں کہتے کہ تعلیمات اسلام کے علاوہ بھی کوئی وحی نازل ہو سکتی ہے وہ بشارات مانتے ہیں تو الہامات بھی جانتے ہیں لیکن یہ بزرگ تعلیمات شریعت کے ازسرنو نزول کے ہرگز قائل نہیں وہ ہر جگہ پر یہ بات واضح کرتے ہیں کہ شریعت کی تکمیل سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو چکی ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہی حاصل ہوگا۔ وہ ہر جگہ پر نبی اور امتی کے لفظ میں تضاد مانتے ہیں یعنی نبی امتی نہیں ہو سکتا اور امتی نبی نہیں ہو سکتا۔ (ماہنامہ سُوئے حجاز، ستمبر ۲۰۱۷ء)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے باہر جلسہ اور جلوس کا اہتمام کیا

"محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" بہت مقبول ہوئی

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عالم کو میری کتاب کی قبولیت کا مژدہ ملا

یوم حشر بپا کرنے کا اصل مقصد عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے

کاروانِ اسلام کے امیر، جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ اور نامور عالم دین

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

کی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے معلومات افروز گفتگو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

مفتی محمد خان قادری...... علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ سیرت و شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ان کا مطالعہ اور خدمات اپنے عہد کے اہل علم میں انہیں ممتاز کرتی ہیں۔ اب تک ان کی ۷۰ تصانیف و تراجم زیور طباعت سے آراستہ ہو کر دنیا بھر کے علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں اور بیک وقت درجنوں موضوعات پر ان کا کام پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔ انہوں نے ۱۹۹۲ء سے جامعہ اسلامیہ لاہور قائم کیا جبکہ گذشتہ تیس سال سے تدریسی خدمات کے نتیجے میں بلامبالغہ ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ اُمت کی وحدت و اخوت کے لیے جدوجہد کرنا ان کی سرشت میں شامل ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ وغیرھم کے ساتھ مل کر اتحاد اہل سنت کے لیے ان کی مربوط اور منظم کوششیں ثمر بار ہوئیں تو جمعیت کے دونوں دھڑے گیارہ سال کے بعد اکٹھے ہوئے۔ مفتی محمد خان قادری نے روایتی علماء کو لکھنے اور پڑھنے کی طرف متوجہ کیا اور باصلاحیت اہل علم کے لیے مثبت لٹریچر کی تیاری کے سلسلہ میں راہیں متعین کیں۔ ان کی وسیع اور معیاری لائبریری اپنی جگہ پر ایک منفرد ذاتی کتب خانہ کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی اہمیت نامور عرب عالم دین فضیلۃ الشیخ السیّد یوسف السید ہاشم الرفاعی (کویت) کے اس تاریخی جملے سے واضح ہوتی ہے جو انہوں نے یہ لائبریری دیکھتے ہی کاغذ قلم نکال کر نایاب کتب کی فہرست مرتب کرتے ہوئے کہا کہ ہم عرب ممالک کے باشندے ہیں لیکن وہ ذخیرۂ کتب آپ کے پاس ہے۔ مفتی محمد خان

قادری شعوری سطح پر تقریر اور تحریر کے قائل اور عامل ہیں۔ اصلاحی مزاج رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ حتی الوسع سچی بات کہے بغیر رہ نہیں سکتے اور بعض اوقات اقبال کا یہ شعر ان پر صادق آتا ہے کہ ۔

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مولانا مفتی محمد خان قادری اعتراف حقیقت کے معاملے میں بڑے وسیع النظر واقع ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شادمان لاہور میں مجھے ایسے بہترین ساتھی عطا فرمائے ہیں جن کے ہمہ جہتی تعاون سے میں دین متین کی خدمت کر رہا ہوں اور ہمہ وقت ان کے لیے دعا گو ہوں۔ کاروان اسلام کے امیر، جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ نامور عالم دین، خطیب، مصنف اور مترجم، محقق العصر استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی کے ساتھ میلاد مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے ایک خصوصی نشست ہوئی جو فکری و نظری اور اعتقادی حوالے سے عدیم النظر رہی ماہنامہ "سوئے حجاز" کے قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ (محبوب قادری)

س: محفل میلاد کے حوالے سے اجتماعات اور جلوسوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کیا ثبوت پیش کرتے ہیں؟

ج: اس سلسلہ میں قرآن کے اس اسلوب کو پیش نظر رکھ لینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے نیچے والے معاملات کا حکم بیان کیا اور اوپر والے معاملات کو بندوں کے عقل پر چھوڑ دیا مثلاً قرآن میں حیات شہداء کا ذکر جس قدر ملتا ہے حیاتِ انبیاء کا اس قدر نہیں ملتا۔ کیونکہ جب ایک آدمی نبیوں کے مشن پر قربانی دینے والے کو مردہ کہنا تصور نہیں کرتا تو وہ یہی بات انبیاء کے لیے کیسے سوچ سکتا ہے؟ کیوں کہ جب خدام کے لیے وہ حیات مان رہا ہے تو انبیاء کے لیے بدرجہ اولیٰ مانے گا۔ اسی طرح قرآن میں فرشتوں کی معصومیت کا تذکرہ صراحتاً موجود ہے لیکن انبیاء کی معصومیت کا ذکر صراحتاً کسی جگہ موجود نہیں اس لیے کہ جب فرشتوں کو ایک آدمی معصوم تسلیم کر لیتا ہے تو انبیاء کو بدرجہ اولیٰ معصوم تسلیم کرے گا کیونکہ انسانوں کے لیے انبیاء کی زندگی ہی اسوۂ حسنہ ہے اس طرح سلیمان علیہ السلام کے ایک اُمتی کا ذکر قرآن میں ہے کہ اس نے بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کے خادم کی شان یہ ہے تو خود سلیمان علیہ السلام کی شان کیا ہوگی؟ اور پھر حضور سید عالم ﷺ کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ جب یہ اسلوب قرآن، واضح ہو گیا تو اب آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو اس میں بہت سارے پیغمبروں کے میلاد ناموں کا تذکرہ ملے گا۔ مثلاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ان کی ولادت سے پہلے بچوں کے قتل، ولادت کے بعد سمندر کے حوالے کیا جانا، فرعون کے محلات میں پہنچنا، وہاں مختلف خواتین کا دودھ پلانے کے لیے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کسی دوسری خاتون کا دودھ نہ پینا،

ہمشیرہ کی نشان دہی والدہ، پھر اپنی والدہ کا دودھ پینا، یہ سارا ذکر قرآن میں موجود ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر لے لیجئے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کا بڑا تفصیلی ذکر ہے بغیر والد کے پیدا ہونا، حضرت مریم کی پریشانی، ان کے سکون کے لیے رب کریم کی طرف سے مختلف انتظامات، پانی کا چشمہ، خشک کھجوروں سے تروتازہ کھجوریں عطا فرمانا، خدا کا آپ کی والدہ کو یہ حکم دینا جب خاندان کے لوگ اعتراض کریں تو تم خاموش رہنا بچہ خود جواب دے گا جب لوگوں نے اعتراض اٹھایا تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے بات کرو، قوم نے کہا کہ پنگھوڑے میں بچہ کیسے بات کرسکتا ہے؟ لیکن ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے فرمایا "میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھ نبی بنایا ہے مجھے مبارک بنایا ہے میں صاحب کتاب ہوں، مجھے زندگی کے آخری سانس تک نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔" تو آپ نے دیکھا کہ قرآن نے مختلف انبیاء کے میلاد کا کس قدر تفصیلی ذکر کیا ہے مذکورہ اسلوب قرآن کے مطابق یہ تعلیم سامنے آتی ہے کہ جو قرآن میلاد موسیٰ علیہ السلام اور میلاد عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر اہمیت اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کررہا ہے اس کے نزدیک میلاد محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کا کیا مقام ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں ازل سے لے کر دخولِ جنت تک آپ ﷺ کے بارے میں آپ کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ آپ کے شان وعظمت کے اظہار کے لیے منعقدہ مجالس اور جلوسوں کا تذکرہ کیا مثلاً قرآن میں ایسی مجلس کا ذکر ملتا ہے جو حضور ﷺ کی عظمت کے بیان کے لیے اور اس کے سارے شرکاء حضرات انبیاء ومرسلین تھے۔ اور اس کا موضوع شان وکمالات نبوی ﷺ تھا اس پر امام تقی الدین سبکی **"التعظیم والمنة تفسیر تعوفن به واستغفرنه"** کا مطالعہ مفید ہے جو اسی آیت مبارکہ کی تفسیر ہے پھر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان رحموں اور پشتوں کا ذکر کیا جن میں آپ ﷺ کا نور پاک منتقل ہوتا رہا۔ سورۃ البلد میں آپ ﷺ کی ولادت کی قسم یاد دلائی۔ سورۃ والضحیٰ میں آپ ﷺ کی یتیمی کا ذکر کرتے ہوئے بچپن کا ذکر کیا، سورۃ الحجر میں آپ ﷺ کی ساری عمر کی قسم یاد فرمائی اور یہ بات آشکار رہے کہ دخول جنت اور جہنم سے پہلے میدان محشر میں جس پروگرام، جلسہ اور جلوس کا انتظام ہوگا وہ بھی شان مصطفیٰ ﷺ کی خاطر ہوگا حدیث صحیحہ میں موجود ہے کہ تمام لوگ گرمی محشر سے پریشانی میں انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ بنائیں گے لیکن وہ تمام نفسی نفسی کہتے ہوئے **اذهبوا الی غیری** کہیں گے حتیٰ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسی شخصیت بھی آپ ﷺ کی تلاش میں ہوگی۔ (مسلم شریف)

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی　　وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشان دہی پر لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ

انسا لھا فرمائیں گے کہ شفاعت کبریٰ کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی عطا فرمایا ہے ذرا یہاں ٹھہر کے سوچئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت کی ساری انسانیت جلوس ہی کی صورت میں درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری دے رہی ہے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فیصلوں سے پہلے اس عمل کے ذریعے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو آشکار کرنا چاہتے ہیں یعنی ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا   کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

س: معمولاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی میلاد کے حوالے سے کوئی عمل ملتا ہے؟

ج: ہاں جی، طبرانی اور شعب الایمان بیہقی میں حدیث موجود ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اپنی مجلس میں دو چیزوں کا ذکر کر رہے تھے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان ہونے کی توفیق بخشی اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی صورت میں ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا آج تم کیا گفتگو کر رہے تھے؟ ہم نے یہی دو باتیں عرض کیں تو فرمایا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جمع کر کے فرما رہا ہے۔ یہ دیکھو زمین پر کس قدر اعلیٰ مجلس سجی ہوئی ہے۔ اور اس امر پر اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر و مباہات کا اظہار فرما رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو پوری پوری زندگیاں ذکر رسول ﷺ پر مشتمل ہیں البتہ مکہ مکرمہ میں محافل کے انعقاد کے سلسلہ میں کفار نے پابندیاں لگا رکھی تھیں لیکن جیسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آزادی کا سانس لینا نصیب ہوا اور وہ مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے آمد مصطفیٰ ﷺ پر ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے باہر استقبالیہ جلسہ اور جلوس کا اہتمام کیا اور بچے اور بچیوں نے مل کر دف پر **طلع البدر علینا** کے ترانے پڑھے۔ بحمد اللہ امت مسلمہ نے انہی یادوں کو ہمیشہ محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ یاد رہے کہ جب مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع ملی کہ آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اجتماعی طور پر مدینے سے باہر ان راستوں پر منتظر بیٹھ جاتے تھے۔ جو راستے مکہ سے مدینہ آتے تھے۔ اور اس وقت تک انتظار کرتے جب تک دھوپ میں بیٹھنا آسان ہوتا۔ پھر ان کا یہ بھی معمول ملتا ہے کہ حضور ﷺ کی غزوات سے واپسی کے ہر موقع پر آپ ﷺ کا استقبال کرتے بلکہ نذریں مانتے کہ آپ خیریت سے تشریف لائیں تو ہم آپ کا استقبال کریں گے اور نعت شریف پڑھیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے ملتا ہے کہ ایسے ہی موقع پر انہوں نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر پیشانی آدمؑ میں آپ ﷺ کا نور نہ ہوتا تو فرشتوں کو سجدہ کا حکم نہ دیا جاتا کشتی نوحؑ میں اگر آپ ﷺ تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ کنارے نہ لگتی۔ اگر آپ کا نور نہ ہوتا تو آگ نمرود گلزار نہ بنتی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سن

کر آپ ﷺ نے انہیں دعا دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے۔

س: آپ کے مطالعہ اور وسیع علمی معلومات کے مطابق شرعی طور پر محافل میلاد کے دوران شرکاء کو کیا آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں؟

ج: چونکہ یہ محافل ذکر الٰہی اور ذکر رسول ﷺ پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کے ذکر کے وہی آداب ہیں جو ان کی اپنی ذوات مقدسہ کی بارگاہوں کے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام نے یہی بات کہی ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کی محفل کا وہی ادب کرنا چاہیے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ نبوی میں بجالاتے تھے مثلاً ذکر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اپنے آپ کو غفلت کا شکار نہ ہونے دے۔ جہاں تک ہو سکے آپ ﷺ کی بارگاہ کا تصور کیے رکھے نعت شریف خواہ وہ نظم کی صورت میں ہو نثر کی صورت میں، اس میں جیسے ہی گنبد خضرا کا ذکر آئے تو انسان اپنے دامن دل کو پھیلائے ہوئے آپ ﷺ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو۔ شہر مدینہ کی گلیوں کا ذکر چھڑے تو آدمی یہی محسوس کرے کہ میں وہاں دیوانہ وار گھوم رہا ہوں۔ آپ ﷺ کے مولد پاک کا ذکر آئے تو آدمی وہاں حاضری دیتا ہوا اپنے آپ کو محسوس کرے کبھی بیت اللہ کے تصور میں گم ہو تو کبھی محلہ بنی ہاشم میں سانس لینے کی کوشش کرے کبھی غار حرا کی بلندیوں اور غار ثور کی گہرائیاں آئیں تو کبھی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاقے میں پہنچ جائے۔ جہاں آپ ﷺ نے چار سال کا عرصہ بسر فرمایا۔ اگر ہم ان تصورات میں ڈوب کر محافل میلاد سنیں اور سنائیں تو ممکن ہی نہیں کہ ہمارے دلوں کو نورانیت نصیب نہ ہو۔ نعت خوان اور واعظین کی خدمت کا بھی مہذبانہ انداز اختیار کیا جائے۔ صدارت اور مہمانانِ گرامی کے لیے اچھے اصحاب علم وفضل، خوش عقیدہ اور نیک و متقی لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ معیار دنیاوی وجاہت یا مفاد نہ ہو بلکہ تقویٰ کو معیار بنایا جائے۔ محافل میلاد کو ذاتی اور سیاسی مفادات اور دنیاوی روابط کے بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے مستحکم رابطہ استوار کرنے کے لیے منعقد کیا جائے۔

س: محافل نعت کو معاشرے میں موثر بنانے کے لیے کوئی تجویز؟

ج: پہلے تو ان بیان کردہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے دوسرے ایسے کلام کا انتخاب کیا جائے تو قرآن وسنت کے مطابق ہو اس کے لیے ان لوگوں کا کلام پڑھا جائے جن کی نگاہ قرآن وسنت پر ہو جیسے امام بوصیری، امام جامی، امام احمد رضا خان قادری، علامہ اقبال، خواجہ غلام فرید، شیخ حسن رضا خان، سید نصیر الدین گولڑوی وغیرہ تیسرے ایسے کلام کا انتخاب کیا جائے جس میں شمائل کے ساتھ ساتھ سیرت کا پہلو بھی اجاگر ہو مثلاً:

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اس میں شان بھی ہے اور سیرت بھی ہے، چوتھے محافل نعت میں صاحب مطالعہ مستند عالم دین کا خطاب بھی ضرور رکھا جائے تا کہ وہاں کے شرکاء کو اسلام کی تعلیمات سے کماحقہ آگاہی ہو سکے۔ پانچویں محافل کے لیے بہت زیادہ قیمتی اشتہار شائع کرنے کے بجائے محافل میلاد اور حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ شمائل یا کسی بھی دینی اسلامی، اصلاحی موضوع پر لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کر دیا جائے تا کہ اس کا زیادہ اجر وثواب نصیب ہو اور آخری بات یہ کہ مٹھائی وغیرہ کا تبرک اپنی جگہ پر بجا لیکن اصل اور اس سے زیادہ اہم تبرک تو ذکر رسول پاک ﷺ ہے جس کی وجہ سے مٹھائی بھی متبرک ہوئی اس مبارک ذکر کو ہمہ تن گوش ہو کر کامل یکسوئی کے ساتھ سنا جائے اور ذکر کرنے والے بھی اسی کیفیت سے سرشار ہوں۔

س: آپ کی کوشش سے محفل میلاد کے حوالے سے کون کون سی کتب شائع ہوئیں؟

ج: آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ اس وقت تین مسائل کو بین الاقوامی سطح پر زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ایک محفل میلاد کا انعقاد دوسرے زیارت روضۂ رسول ﷺ اور تیسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانا۔ اس لیے میری خواہش تھی کہ ہم ان موضوعات پر اپنے اسلاف کی کتب کو سامنے لائیں تا کہ امت مسلمہ کو آگاہی ہو کہ ان مسائل میں ہمارے اسلاف واکابرین کے نظریات کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے خصوصاً محفل میلاد پر بہت ساری نایاب کتب کو سامنے لانے کی کوشش کی۔ مثلاً امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "**حسن المقصد**" کا محققہ نسخہ مع اُردو ترجمہ "میلاد پاک کی شرعی حیثیت" کے نام سے شائع کیا۔ اس کا عربی نسخہ ہم نے شائع کیا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر مکی کی کتاب مولد النبی ﷺ اور حافظ ابن کثیر کا رسالہ مولد رسول اللہ ﷺ بھی شائع کیے یہ تینوں عربی کتابیں ایک ہی مجموعہ میں دستیاب ہیں اسی طرح عربوں میں ایک مقبول میلاد نامہ "مولود برزنجی" (از۔ امام جعفر بن حسن برزنجی المدنی) حضرت مولانا نور بخش توکلی کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ محدث الوری علامہ سید دلدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رسول الکلام" کو اسلام اور جشن میلاد کے نام شائع کیا۔ برصغیر میں اس موضوع پر سب سے بڑی کتاب شیخ عبدالحق الہ آبادی خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی "**الدر المنظم فی المولد النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**" ہے اس کتاب پر حاجی امداد اللہ اور شیخ مولانا رحمت اللہ کرانوی کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کا نایاب نسخہ ایک مدت پہلے شرقپور شریف سے شائع ہوا۔ یوں الحمدللہ درجنوں کتب شائع ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ہمارے فاضل خطاط سید قمر

الحسن ضیغم قادری کے ذریعے ہم نے اس کی زبان کو سلیس اور عام فہم انداز میں مرتب کروالیا ہے جو عنقریب شائع کررہے ہیں۔ شیخ سید محمد بن جعفر الکتانی کی کتاب **الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد** کا ترجمہ مولانا محمد شہزاد مجددی کررہے ہیں اسے ادارہ شائع کرے گا۔ ان شاء اللہ

س: اس موضوع پر خود آپ نے کیا کچھ کیا ہے؟

ج: الحمدللہ میں نے اب تک محفل میلاد پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کو جمع کیا جو تقریباً اٹھارہ ہیں ان کے جوابات میں ۱۶۸ صفحات پر مشتمل کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" لکھی جو اگست ۱۹۹۴ء بر موقع ربیع الاول ۱۴۱۵ھ پہلی دفعہ شائع ہوئی اب تک اس کے تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور ابھی تک کسی مخالف کا ردنظر نہیں گذرا۔ اس کے مختلف ابواب ملک کے مختلف شہروں میں لوگوں نے چھاپ کر تقسیم کیے۔ جہاں بھی کوئی اعتراض اٹھاتا ہے وہی حصہ اس کتاب سے لے کر چھاپ لیتے ہیں۔ اس کتاب کے حوالے سے ایک عالم دین مولانا ابومظہر علی اصغر چشتی کی کتاب شمیم رسالت کی تقریظ میں حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے انہی کے حوالے سے ایک خواب کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ "اسی نیند میں اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار، سیاہ کار پر کرم ہوا۔ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورودِ مسعود ہوا۔ فقیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب پانچ چھ نفوس قدسی تھے اور فقیر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب اکیلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" اور بائیں دست پاک میں "ہادی عالم کا ورود مسعو" ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقیر حقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ کتاب "ہادی عالم" مجھے بہت پسند ہے اسے تقسیم کیجئے۔ فیصل آباد کے ایک اہلحدیث عالم کی فہرست میں اس کتاب کے رد کا نام، نظر سے گذرا ہے لیکن ابھی تک کتاب سامنے نہیں آئی۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے چھ رسائل کا ترجمہ کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ جو تمام کے تمام شائع ہو چکے ہیں خود بندہ نے بھی ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مقالہ لکھا جو تین رسائل کے مجموعہ میں چھپ چکا ہے بقیہ دو مقالات شیخ محمد علوی المالکی اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے بھی ہیں میں نے امام ابوبکر ابن العربی کا جب یہ قول پڑھا کہ جس خاتون نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کی دولت سے نوازا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماؤں کے حالات اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں مطالعہ کرتا رہا یہ کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں" کے نام سے شائع ہو چکی ہے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس بات کو واضح کیا جائے کہ جب دودھ پلانے والی مائیں اللہ کے ہاں اس قدر مقبول ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی والدین کی شان وعظمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

شاہکار ربوبیت، آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا، مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات جذب و مستی، رفعت ذکر نبوی محبت واطاعت نبوی، صحابہ اور بوسہ جسم نبوی، ذخائر محمدیہ، شرح سلام رضا، امتیازات مصطفیٰ ﷺ، صحابہ اور تصور رسول وغیرہ میری کتب کا تعلق بھی تقریباً اسی قبیل سے ہے۔

آج کل "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محافل نعت" کے عنوان سے کام کر رہا ہوں جو چھپنے پر اپنی نوعیت کا منفرد کام ثابت ہوگا۔ اس کی اشاعت سے معاشرے کی عملی اور اعتقادی اصلاح ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

س: آج کل محافل میلاد میں در آنے والی بعض ناپسندیدہ رسومات کے حوالے سے کوئی کام؟

ج: ہم نے اس موضوع پر ایک پورا مقالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "ہم محافل میلاد کی برکات سے محروم کیوں ہو گئے؟" لکھا۔ اس میں بہت کچھ ہے جو پڑھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ویسے ماہ ربیع الاول میں محافل کے ساتھ ساتھ معاشرے سے غربت اور افلاس کے خاتمے کے لیے کوشش کی جائے۔ یتیموں اور بیوگان کا سہارا بنا جائے اور عملی طور پر سماجی کاموں میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا جائے تو ہم میلاد شریف کے حقیقی تقاضوں سے آشنا ہو سکتے ہیں کیونکہ انسانیت کی بھلائی و بہتری سے جس قدر حضور ﷺ خوش ہوتے ہیں شاید کسی اور کام میں نہیں ہوتے۔

اس سے میری گذارش ہے کہ ہر علاقے میں بانیان محافل میلاد خصوصاً اور عامۃ المسلمین عموماً اس طرف بھی متوجہ ہوں۔ ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہوگا کہ محافل میلاد کی مخالفت کرنے والے اپنے مذموم پروگرام میں فیل ہو جائیں گے۔ بزرگان دین کے اعراس مبارکہ، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی دیگر تقریبات کے مواقع پر بھی اسی اصول پر کاربند رہتے ہوئے معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ہمیں توجہ مرتکز کرنی چاہیے جس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کی ضرورت کے مطابق پانی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قحط سالی کے سبب لنگر خانے کھولے تمام بزرگوں نے مسافروں کے قیام کے لیے سرائے بنوائیں، راستے پختہ کروائے اور نہروں پر پلیں بنوائیں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ ایصال ثواب کے لیے جہالت کے خلاف علم کی روشنی پھیلائی جائے اور بہترین تبرک، صحت مند لٹریچر ہے جو مستند اور صحیح العقیدہ علماء سے لکھوایا جائے۔ ان محافل میلاد کو رسومات کی ادائیگی کے بجائے تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا جائے تاکہ لوگوں کی عقائد و اعمال کے معاملے میں اصلاح ہو۔ ان محافل سے ہر مسلمان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و کمالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے جس سے آپ ﷺ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا ہے کئی زنگ آلود

دل محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو جاتے ہیں جس قدر یہ نعمت ان محافل میں بٹتی ہے شاید اور دنوں میں اس کا تصور ہی نہ کیا جائے۔ کون سا گھر، کون سا علاقہ اور قریہ ایسا ہے جہاں محافل نعت اور محافل میلاد کی صورت میں پروگرام مرتب نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ علاقے، شاہراہیں، پارک اور راستے جو سارا سال ذکر رسول ﷺ کے لیے ترستے ہیں انہیں بھی ربیع الاول کی برکت سے ذکر رسول ﷺ کی نعمت نصیب ہوتی ہے وہ راستے جو فحش فلمی گانوں اور بدی کے مراکز بن چکے ہوتے ہیں وہاں بھی ذکر رسول ﷺ کی برکت اور ربیع الاول کی بہار سے صدقہ میں رحمت اور انوار نازل ہوتے ہیں۔ سیّد نصیر الدین شاہ گولڑوی کا خوبصورت شعر ہے ؎

اے مطلبی پھول بہاروں کے پیمبر — کھلتا ہے ترے نام سے گلزار کا چہرہ

اگر ان محافل میں ہم خلاف شرع حرکات کے مرتکب ہوں گے تو لوگ دین اور دین کی تعلیمات کے بارے میں اچھا تاثر نہیں لیں گے جو ان ڈائریکٹ اسلام کے لیے سخت نقصان دہ ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اس کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ہم کم از کم مسلمان ہیں اور جس مبارک نام پر یہ تقریبات منعقد کر رہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ اس تقدس مآب نام کی لاج نبھاتے ہوئے آپ ﷺ کی تعلیمات پر مکمل کاربند ہوں۔ باقی ہمارے بزرگ محافل میلاد کا انعقاد صرف اور صرف روحانی برکات کے حصول کے لیے منعقد کرتے تھے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا خواہ وہ ابولہب ہی کیوں نہ ہو جس نے رسول اور حبیب خدا سمجھ کر نہیں بلکہ محض اپنا بھتیجا سمجھ کر حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے پر عذاب میں تخفیف کی اللہ تعالیٰ کے اسی فضل و کرم کی بنیاد پر تمام محدثین و مفسرین نے امت مسلمہ کو آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر خوشی کے اظہار کی تلقین کی۔ اور واضح کیا کہ جب اس قدر مخالف کے ساتھ اللہ تعالیٰ مہربانی فرما رہا ہے تو آپ ﷺ کے خدام اور امتیوں کو بھی محروم نہیں فرمائے گا۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم ظاہری سجاوٹوں کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو سجانے کی بھی کوشش کریں کیونکہ اصل خوشی روحانی ترقی کا نام ہے۔ سورۃ النصر میں اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کو خوش نصیب ہونے پر جو منشور عطا فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ ہر خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور اپنے گناہوں پر کثرت کے ساتھ مغفرت و بخشش مانگی جائے خود حضور ﷺ نے ولادت کے دن روزہ رکھ کر اسی طرف متوجہ کیا۔ آپ کی سیرت پاک میں یہ بھی ملتا ہے کہ جب بھی کوئی خوشخبری سنتے تو بارگاہِ ایزدی میں آپ ﷺ سجدہ ریز ہو جاتے ہم جہاں میلاد کی خوشی میں سڑکیں بازار گھر اور مساجد سجاتے ہیں وہاں ہمیں اپنے دل کو نور علیٰ نور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور وہ نماز کی ادائیگی، کثرت تسبیح و تہلیل

درود وسلام اور استغفار سے ہی ممکن ہے یاد رہے کہ احادیث میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ جاتے وضو کے پانی کو گرنے نہ دیتے لعاب دہن کو ہتھیلیوں پر لے کر اپنے چہروں پر سجا لیتے آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ سے محبت کے سبب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تم سے محبت کریں تو تین کام کرو۔ جب بات کرو سچی کرو، پڑوسی کو تنگ نہ کرو اور امانت میں خیانت نہ کرو۔ اگر ہم اس تین نکاتی فارمولے کو ہی میلاد کا بنیادی نقطہ بنالیں تو معاشرے کی فوری اصلاح ہو سکتی ہے۔

س: موجودہ عرب علماء میں سے بھی کسی عالم دین نے میلاد شریف کے حوالے سے کوئی کام کیا ہے؟

ج: ہاں موجودہ دور کے متعدد عرب اہل علم نے بھی بہت لکھا ہے مثلاً مولد خاتم رسول اللہ، شیخ زاہد الکوثری، مصر، بلوغ المامول، بمولد رسول، شیخ عیسیٰ بن منع ڈائریکٹر اوقاف کویت حول الاحتفال بمولد النبوی الشریف۔ شیخ محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ تاریخ الاحتفال بمولد سید الرجال۔ شیخ یونس سامرائی۔ عراق المولد الشریف، شیخ عبداللہ الحبشی ۔ بیروت، انہی کی ایک کتاب "دالروائع الزکیہ فی مولد خیر البریہ" اور مصر کے مشہور عالم شیخ محمد متوالی شعراوی نے "حفاوۃ المسلمین بمیلاد سیّد المرسلین" لکھی۔

س: متقدمین بزرگان دین کا اس موضوع پر تحقیقی جائزہ؟

ج: تاریخ اسلام میں محفل میلاد کے جواز اور فضائل و برکات کے موضوع پر تو ہر صدی کے متعدد اہل علم نے کام کیا ہے جس میں بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور عرفا شامل ہیں مثلاً امام ابن جوزی، شیخ ابو دحیہ، امام جلال الدین سیوطی، حافظ ناصر الدین دمشقی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرھم۔

اگر محفل میلاد کے خلاف کوئی چیز ملی ہے تو وہ صرف شیخ تاج الدین فاکہانی (۷۳۴ھ) کا چار ورقی مضمون بعنوان "المورد فی عمل المولد" ہے پوری تاریخ اسلام میں یہ واحد شخص ہے جس نے محفل میلاد کا انکار کیا ورنہ کسی بھی محدث یا مفسر نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور اس پر سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ مخالفین میلاد نے اب تک مخالفت میں چھپنے والا لٹریچر دو جلدوں میں یکجا طور پر شائع کر دیا ہے اس میں تمام کے تمام رسائل موجودہ نجدیوں کے ہیں پچھلے علماء میں سے صرف دو اہل علم افراد کے علاوہ کوئی تحریر موجود نہیں۔

ایک شیخ فاکہانی اور دوسری شیخ ابن الحاج۔ لیکن یاد رہے کہ شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب

"المدخل" میں ربیع الاول کی فضیلت پر ایک پورا باب تحریر فرمایا ہے لہٰذا انہیں مخالفین میلاد میں شامل کرنا سراسر زیادتی ہے انہوں نے جو مروجہ میلاد میں خرافات وغیرہ در آئی تھیں ان کا رد کیا ہے ورنہ انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب جمعہ کے روز سیّدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اس گھڑی میں کی جانے والی دعا مقبول ہوتی ہے تو اس وقت وساعت میں دعا کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا جب سرورِ عالم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جمعہ لازم فرمایا لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادت کو ہم پر لازم نہیں فرمایا جب وہ رب ہو کر آپ ﷺ کی آمد پر اس قدر مخلوق پر شفقت فرما رہا ہے تو اگر اُمتی ایسے وقت میں نیکی نہیں کر سکتا تو کم سے کم برائی تو نہ کرے۔

س: شیخ فاکہانی کے اس چار ورقی مضمون کے جواب میں جواز میلاد پر کوئی علمی کام؟

ج: شیخ فاکہانی کے اس رسالہ کا متعدد اہل علم نے رد تحریر فرمایا ہے مثلاً امام جلال الدین سیوطی رسالہ "حسن المقصد" میں اس کا مکمل رد موجود ہے اس طرح سیوطی کے شاگرد شیخ محمد یوسف صالحی شامی (صاحب سیرت شامی) نے ان کے ایک ایک جملہ کا مسکت جواب دیا ہے اس سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ ان کے اس نظریہ کو بعد میں کسی عالم نے قبول نہیں کیا۔

س: جواز میلاد پر لکھی جانے والی کتب کی فہرست؟

ج: (۱) **حسن المقصد فی عمل المولد** (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۲) **جزء فی المولد الشریف** (امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۳) **المورد الروی فی المولد النبوی** ﷺ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۴) **مولد النبی** ﷺ (حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۵) **المورد النهنی فی المولد النبی** ﷺ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۶) **جامع الآثار فی مولد النبی المختار** (حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۷) **عرف التعریف بالمولد الشریف** (امام شمس الدین ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۸) **المیلاد النبوی** (شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ) ۔۔۔۔ (۹) **مورد اصاوی فیمولد الهادی** (حافظ شمس الدین دمشقی) ۔۔۔۔ (۱۰) **الباعث علی انکار البدع والحوادث** (امام ابوشامہ المتوفی ۶۶۵ھ) ۔۔۔۔ (۱۱) **التنویر فی مولد السراج المنیر** (امام ابو الخطاب ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۱۲) **نظم البدیع فی مولد النبی الشفیع امام** (یوسف بن آسمعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۱۳) **حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف** (شیخ محمد علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ) ۔۔۔۔ (۱۴) **مولد النبی** (شیخ السید جعفر

البرزنجی)۔۔۔۔(۱۵)مولد الدیبعی(امام عبدالرحمن بن الدیبع الشیبانی المتوفی ۹۳۴ھ)۔۔۔۔۔(۱۶)ماثبت بالسنة(شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۱۷)سمط الدرر فی اخبار مولد خیر البشر(امام علی بن محمد الحبشی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۱۸)مولد الغرب(شیخ محمد الغرب رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۱۹)مولد المصطفی(الاستاذ خیر الدین وائلی)۔۔۔۔۔(۲۰)سبل الہدیٰ والرشاد(امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۱)فیصلہ ھفت مسئلہ(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۲)سعید البیان فی مولد سید الانس والجان(شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۳)اثبات المولد والقیام(شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۴)خیر البیان من المحسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان(شاہ محی الدین عبداللہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۵)خیر المورد فی احتفال المولد(شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۶)اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام(مولانا سلامت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۷)الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم(مولانا عبدالحق الہ آبادی)۔۔۔۔۔(۲۸)انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ(مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۲۹)الشمامة العنبریہ من خیر مولد البریہ(علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی)۔۔۔۔۔(۳۰)الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد(سید محمد بن جعفر الکتانی)۔۔۔۔۔(۳۱)النفحة العنبریہ فی مولد خیر البریہ(امام مجد الدین فیروز آبادی)۔۔۔۔۔(۳۲)الدر المنظیم فی مولد النبی الکریم(علامہ محدث سیف الدین ابی جعفر عمر بن ایوب حنفی)۔۔۔۔۔(۳۳)نہایة الارشاد الی احتفال المیلاد(مولانا عین القضاۃ لکھنوی)۔۔۔۔۔(۳۴)الدرة السنیة فی مولد خیر البریہ(حافظ صلاح الدین خلیل العلائی)۔۔۔۔۔(۳۵)الدر المعظم فی المولد المعظم(ابی القاسم السبتی ۲ جلد)۔۔۔۔(۳۶) اذاقة الانام لمانعی عمل المولد والقیام(مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ)۔۔۔۔۔(۳۷)مورد الصفاء فی مولد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم(محقق الشافعیہ شیخ ابن علاج الصدیقی)۔۔۔۔۔(۳۸)رسالہ فی الرد علی من انکر القیام عند ذکر ولادتہ(حافظ مغلطائی)۔۔۔۔۔(۳۹)بہجة السامعین والناظرین(علامہ نجم الدین الخیطی الشافعی)......(۴۰)المولد(شیخ حسن بن علی المدائنی)۔۔۔۔۔(۴۱)مواکب الربیع فی مولد الشفیع(شیخ احمد الحلوانی)۔۔۔۔۔(۴۲)الروائح الزکیہ فی مولد خیر البریہ(علامہ المحدث شیخ عبداللہ الہرری المعروف بالحبشی)۔۔۔۔۔(۴۳)

استحباب القيام عند ذكر ولادته (شیخ محمد آفندی العطار احد) ۔۔۔۔۔ (۴۴) حضين النقول فی الرد علی حضر القيام عند ولادة رسول (علامہ شیخ محمد آفندی القاسمی) ۔۔۔۔۔ (۴۵) العروة الوثقٰی فی الدنیا والعقبٰی (علامہ محمد برہان الدین القادری حیدر آبادی) ۔۔۔۔۔ (۴۶) تاریخ الاحتفال بمولد سید الرجال (شیخ یونس السامرائی) ۔۔۔۔۔ (۴۷) مولد خاتم رسول الله ﷺ (علامہ زاہد الکوثری) ۔۔۔۔۔ (۴۸) المولد الشریف النبوی ﷺ (علامہ زاہد الکوثری) ۔۔۔۔۔ (۴۹) مولد النبی المختار (الاستاذ عبد المنعم حمادہ) ۔۔۔۔۔ (۵۰) المولد النبوی (امام عبد الغنی نابلسی) ۔۔۔۔۔ (۵۱) المولد النبوی (شیخ محمد المغربی) ۔۔۔۔۔ (۵۲) تشر الدور علی مولد ابن حجو (سید احمد عابدین دمشقی) ۔۔۔۔۔ (۵۳) المولد (شیخ احمد الدردیر المالکی ۱۲۱۰) ۔۔۔۔۔ (۵۴) عقد الواهر فی مولد النبی الازهر (سیّد جعفر برزنجی) ۔۔۔۔۔ (۵۵) شرح الکوکب علی عقد ابو اهرنی مولد النبی الازهر (سیّد جعفر برزنجی) ۔۔۔۔۔ (۵۶) اظهار الفرح والسرور بمیلاد النبی المبرور (شیخ ابوبکر احمد الباقوی) ۔۔۔۔۔ (۵۷) المولد الشریف (شیخ عبد اللہ حبشی) ۔۔۔۔۔ (۵۸) بلوغ المأمول بمولد الرسول (شیخ عیسیٰ بن مانع حمیری) ۔۔۔۔۔ (۵۹) حفاوة المسلمین بمیلاد سید المرسلین ﷺ (شیخ محمد متولی شعراوی مصری) ۔۔۔۔۔ (ماہنامہ سُوئے حجاز، ستمبر ۲۰۱۸ء)



تحفظ ناموس رسالت محاذ کے بانی سربراہ، جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی،

کاروانِ اسلام کے امیر، مصنف کتب کثیرہ، حضرت

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

"حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ۔۔۔۔۔علمی دنیا کے روشن آفتاب و ماہتاب کی حیثیت سے ساری دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں ان کے قلم سے نکلی ڈیڑھ سو کے لگ بھگ علمی و تحقیقی تصنیفات و تالیفات، مقالات، مضامین، عربی کتب کے تراجم، وطن عزیز کے علاوہ دیگر ممالک سے بھی چھپ رہے ہیں۔ دیگر زبانوں میں ان کے تراجم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ نہایت اہم موضوعات پر ان کے مدلل خطبات اپنی ایک خاص مقبولیت رکھتے ہیں جب بھی اسلام اور پاکستان کے حوالے سے دین اور وطن مخالف قوتوں کی طرف سے کوئی منفی کارروائی کی گئی تو آپ میدان عمل میں اُترے اور تحریکی و تنظیمی میدانوں میں بھرپور کام کیا۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے جیلوں تک میں آمدورفت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ پولیس گردی، چھاپے اور قید و بند کی صعوبتیں آپ کے حوصلے کو پست نہ کرسکیں تو انہوں نے ہمیشہ اپنے اور پرائے کے تصور کو اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور وطن عزیز پاکستان کی بنیاد پر ہی قائم رکھا اور اس معیار سے ہٹ جانے والے کسی بھی چھوٹے بڑے کی ہرگز پرواہ نہیں کی۔ مرض معاصرت میں مبتلا آپ کے حاسدین کی بھی کمی نہیں۔ ماشاءاللہ ان کا قول و عمل قرون اولی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرتا ہے آپ نے کریما اور پند نامہ سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک تمام کتب درسیہ اور مختلف مشکل و ادق علوم و فنون اپنے تلامذہ کو پڑھائے اس وقت تفسیر کبیر کے اردو ترجمہ کی طرف تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ متوجہ ہیں۔ علالت طبع کے باوجود اس ترجمہ پر نہایت سرعت سے کام جاری ہے۔ ٹوٹل ۳۲ اجزاء میں سے ۲۴ اجزاء کا ترجمہ تکمیلی مراحل میں ہے جبکہ سات مختلف جلدیں چھپ بھی گئی ہیں۔ ان ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود آپ نے اس دور میں اٹھنے والے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف بھی توجہ مرتکز کر رکھی ہے وہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے ملک ممتاز حسین قادری کے کیس میں بہت سرگرم ہیں اس مقصد کے لیے آپ نے تمام مسالک و مکاتب فکر کے نامور اور مقتدر علماء، زعما اور لیڈروں کے متعدد اجلاس طلب فرمائے۔ مظاہروں میں شرکت کی قانونی چارہ جوئی کے لیے نقاہت و علالت کے باوجود اسلام آباد کے سفر کیے وہ

اس کام کو ایک دینی اور شرعی ذمہ داری اور سب سے اعلیٰ عبادت قرار دیتے ہیں ہم نے اس حوالے سے آپ کا ایک انٹرویو کیا جو ہر سطح کے قارئین کے لیے معلومات افروز ہے اور اس سے راہنما اصول وضع ہوتے ہیں حضرت مفتی صاحب کی اس مفید گفتگو کو ہمارے قارئین مسلسل چند اقساط میں ملاحظہ فرمائیں گے۔" (محبوب قادری)

سوال: کچھ لوگ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو ماورائے عدالت قرار دیتے ہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اسلامی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

جواب: اکثر لوگ ممتاز حسین قادری کے عمل کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ سلمان تاثیر کا عمل کیسا ہے؟ کیا وہ ماورائے عدالت ہے یا نہیں؟ وہ ماورائے قانون ہے یا نہیں؟ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ سوال پہلے سلمان تاثیر کے بارے میں ہونا چاہئے کیونکہ سلمان تاثیر نے اس معاملے میں پہل کی جبکہ ممتاز حسین قادری کا فعل اس کا ردعمل ہے اور جب ہم سلمان تاثیر کے عمل و کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے ہر اس قول و عمل کا ارتکاب کیا تھا جو اسے کافر، مرتد اور مباح الدم بنا دیتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی توہین کرتے ہوئے سلمان تاثیر کہتا ہے کہ میرے لئے اس میں کچھ بھی نہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں بنائے گئے قانون کو کالا، سخت اور ظالمانہ قرار دیتا ہے بلکہ اس قانون کے مطابق سزا پانے والی مجرمہ آسیہ کے ساتھ جیل میں جا کر بیٹھتا ہے اور اس مجرمہ کی سزا کو غلط قرار دیتے ہوئے اس کی رہائی کا اعلان کرتا ہے تمام قوانین اور عدالت کے ضابطوں کی توہین کرتے ہوئے پریس کانفرنس کرتا ہے اور اسے بے گناہ قرار دینے کی پوری جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔

سوال: کیا اس صورت حال میں بھی قانون کو بالادستی حاصل نہیں ہونی چاہیے تھی یا کہ اسے ازخود قتل کر دیا جاتا۔۔۔۔۔اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: قانونی چارہ جوئی کی کوشش کی گئی ہمارے ساتھی صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی مدعی تھے جبکہ ان کے ساتھ عالمی تنظیم اہلسنت کے سربراہ پیر محمد افضل قادری، صاحبزادہ سید شاہد حسین گردیزی اور دیگر رفقاء شامل تھے۔ تھانہ سول لائنز لاہور میں قانونی چارہ جوئی کے لیے گئے جس کا ثبوت اور ریکارڈ بھی موجود ہے۔ ہمارے ساتھیوں کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ گورنر قانون سے بالاتر ہوتا ہے اسے طلب نہیں کیا جا سکتا۔ حکمرانوں کو بھی بار بار مظاہروں اور قراردادوں کے ذریعے توجہ دلائی گئی کہ اس شخص کو گورنر کے عہدہ سے ہٹایا جائے اس پر اس وقت کے اخبارات شاہد ہیں مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور

حکومت نے اسے اس کے عہدہ سے برخاست نہیں کیا۔ کچھ لوگ سلمان تاثیر سے اس بات سے رجوع کرنے کو بھی کہتے رہے لیکن اس نے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ جواباً وہ کہتا رہا کہ ایسے فتوے میرے جوتے کی نوک پر ہیں ان حالات میں خود ہی غور کر لیجئے کہ ایک باوفا امتی کا فریضہ کیا بنتا ہے؟

سوال: ان حالات میں ازخود فیصلہ کر کے قتل کر دینے والے شخص کے ذمہ شرعاً قصاص یا دیت لازم آتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص مرتد اور مباح الدم ہو جائے اور اس کے ازخود قاتل کے بارے میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے واقعتاً مباح الدم شخص ہی کو قتل کیا ہے تو اسلام کے قانون کے مطابق اس پر نہ کوئی قصاص ہوگا اور نہ ہی دیت۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے متعدد فیصلے موجود ہیں جو اسلامک لاء کا حصہ ہیں اور راہنمائی کرتے ہیں۔

سوال: مثلاً چند فیصلے؟

جواب: سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال موجود ہے کہ انہوں نے اسلام کے ایک نام لیوا شخص کو اس لیے ازخود قتل کر دیا تھا کہ اس بدبخت نے رسول اللہ ﷺ کا مبارک فیصلہ نہ مانا تھا پھر جب اس مقتول کے ورثا دیت اور قصاص کے مطالبہ کے ساتھ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو قتل کر دینا درست ہے ان پر نہ تو کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ کیونکہ وہ شخص آپ ﷺ کا فیصلہ نہ مان کر مباح الدم ہو چکا تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت وہ شخص بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا تھا تو پھر اس تناظر میں یہ ارشاد ربانی قرآن پاک کے پارہ ۵، سورۃ النساء آیت ۶۵ میں موجود ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۝

تو اے محبوب ﷺ! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے فیصلوں کا مقام بھی ذہن نشین رہنا چاہیے یہ آیت مبارکہ یہ بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرنا بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے یعنی مسلمان کے لیے فرض ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول ﷺ کے فیصلے کو صحیح جانے، مانے اور ان کے خلاف کسی طرح کے قول وعمل کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن وسنت کے فیصلوں کے خلاف اظہار کرتا ہے جیسا کہ سلمان تاثیر نے کیا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے فارغ ہوجاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر مسلمان یہ مان چکا ہوتا ہے اور یہ عہد کر چکا ہوتا ہے کہ میری جان، مال اور ہر شے کا مالک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔ اب دوسرے تو کجا میری اپنی ذات کے فیصلے بھی میرے ہاتھ میں نہیں رہے بلکہ میرے ذاتی فیصلوں کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے اور اس کی تصریح خود باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول ﷺ کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا، وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔

(پارہ ۲۲۔سورۃ الاحزاب:۳۶)

اور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یومن احد کم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اور تمنائیں میری تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں۔

سوال: بعض لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کی سند پر یہ فنی اعتراض کرتے ہیں کہ ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے یہ واقعہ قابل استدلال نہیں ہے اس حوالے سے آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جواب: یہ بھی ایک جاہلانہ مغالطہ ہے یہ واقعہ ابن لہیعہ کے ضعیف طریقہ کے علاوہ ابو مغیرہ اور شعیب بن شعیب کی صحیح سند سے بھی منقول ہے اور دوسری بات یہ ذہن نشین رہے کہ محدثین لکھتے ہیں کہ جب ابن وہب، ابن لہیعہ سے روایت کرے تو وہ روایت قابل استدلال ہوتی ہے مذکورہ روایت ابن وہب سے

حافظ ابن کثیر جیسے محقق نے بھی یہی شان نزول نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر ابن کثیر، مع تحقیق ج ۲: ۳۱۸ کے محقق عبدالرزاق مہدی نے اس پر یہ نوٹ لکھا کہ:

هذا مرسل وفيه ابن لبيعه لاكن ابن وهب سمع منه قبل الاختلاط یہ روایت مرسل ہے اس میں ابن لبیعہ ہے لیکن ان سے ابن وہب نے اختلاط عارض ہونے سے پہلے پڑھا۔

واضح رہنا چاہئے کہ حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر، مع تحقیق ج ۲: ۳۱۸ میں یہی واقعہ امام ابن وحیم کی تفسیر کے حوالے سے اسے شعیب بن شعیب سے بھی نقل کیا ہے۔ (اس حوالے سے مزید تفصیلات ہمارے قارئین اس انٹرویو کے اگلے حصوں میں ملاحظہ کریں گے)۔

سوال: اس کے علاوہ کوئی اور واقعہ یا حوالہ، جو اس موقف کی تائید کرے؟

جواب: یہ واقعہ جو میں نے ابھی بیان کیا اس کے بارے میں یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یہ فیصلہ وحی الٰہی کی روشنی میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اسی فیصلہ کا حکم دیا کہ اگر کوئی شخص از خود کسی بھی مباح الدم شخص کو قتل کر دے تو اس پر نہ کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ اسی حکم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں ایسے ہی حالات اور افراد کے بارے میں متعدد فیصلے بھی فرمائے۔ مثلاً حضرت عمیر بن امیہ نے اپنی بہن کو سرور عالم ﷺ کی گستاخی پر قتل کیا جب رسول پاک ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی بہن کو قتل کیا ہے؟ تو عرض کیا، جی ہاں، فرمایا، کیوں؟ عرض کیا۔

انها كانت توفيني فيك اس نے مجھے آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں اذیت پہنچائی۔

آپ ﷺ نے ان کے بیٹوں کو بلا کر بتایا۔

واهدر دمها قالو سمعاً وطاعةً اور آپ ﷺ نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

اس عورت کے بیٹوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے فیصلے کو منظور اور قبول کرتے ہیں۔ ایک اور فیصلہ بھی سنیں۔

اسماء بنت مروان نے آپ ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کرتی اور ہجو یہ اشعار کہتی حضرت عمیر بن عدی خطمی تک جب ان کے گستاخانہ اشعار پہنچے تو انہوں نے اس کے قتل کی نذر مان لی کہ اگر میں غزوہ [illegible] قتل کر [illegible] انہوں نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ

نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ پر مطلع فرما دیا۔ قتل کرنے کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے آخر کار اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا حضور ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ ایسا ہی ہوا۔ رسالت مآب ﷺ اپنے اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اذا اجبتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ ورسولہ بالغیب فنظروا الی عمیر بن عدی

اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے پس پشت از خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

ایک اور روایت بھی سنیں مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودیہ نے رسالت مآب ﷺ کی گستاخی کی۔

فخنتھا رجل حتی مائت فابطل رسول اللہ دمھا

ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کے مار دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس بد بخت مقتولہ کا خون باطل قرار دیا۔

اس طرح کے اور بھی متعدد واقعات صحیح احادیث میں موجود ہیں اور ان تمام واقعات میں از خود ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ یہ فیصلے کئے گستاخوں کو قتل کیا ان تمام افراد کی سرکار دو عالم ﷺ نے تحسین فرمائی اور بد بخت مقتولوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا یعنی نہ ہی ان کا کوئی قصاص، خون بہا یا دیت رکھی بلکہ جب بھی کوئی آدمی اس بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو منع فرماتے یا نظر انداز فرما دیتے کہ یہ معاملہ ہی غیر اہم ہے اس پر بات ہی نہ کی جائے۔

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہے؟

جواب: اس سلسلہ میں سب سے پہلے بات تو ذہن میں رہنی چاہئے کہ زیر بحث سلمان تاثیر کا مسئلہ قبل از توبہ کا ہے اس شخص کے مباح الدم اور مرتد ہونے پر تو پوری امت کا اتفاق ہے اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اس کے کچھ ساتھیوں نے رجوع کی طرف اس کی توجہ دلائی مگر اس نے اسے قبول ہی نہیں کیا۔ رہا آپ کا سوال تو آپ نے ابھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے متعدد فیصلے سنے ہیں ان میں سے کسی ایک فیصلے میں بھی کوئی یہ نشان دہی کر سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ کہا ہو کہ تم اس گستاخ کو توبہ کا کہتے۔ تم نے ان کو قبل از توبہ کیوں قتل کیا؟ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ اقدام غلط ہوتا تو آپ ﷺ آئندہ کے لیے امت کو پالیسی ہی عطا فرما دیتے کہ آئندہ اگر کسی شخص سے اس طرح کا قول وعمل سرزد ہو جائے تو

پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا نہ مانے توقتل کرنا ورنہ چھوڑ دینا جبکہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ساری کائنات میں کسی کے مطالعہ میں ایسی کوئی بات ہوتو وہ میدان میں آئے۔

اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایسے سنگین معاملے کو معمولی تو قرار دیا نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایسے معاملے میں نسیان طاری نہیں ہوسکتا۔ مثلاً حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قتل غیرت کے بارے میں پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو کیا وہ غیرت کی بنیاد پر اسے قتل کر سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سعد! شریعت کسی ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتی۔ میرا اللہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے اور اس کے بعد سب سے زیادہ غیرت مند محمد ﷺ ہے مقصد یہ ہے کہ اگر اس چیز کی اجازت ہوتی تو شریعت ضرور بیان کر دیتی۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کی اجازت نہیں دے رہے تو ثابت ہوا کہ کسی بھی غیرت کے نام پر ایسے عمل کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

غور کریں جو پیغمبر اتنے باریک اور نازک معاملات کو سامنے رکھ کر قتل کی اجازت نہیں دے رہے کیا گستاخی کے معاملہ پر یہ تلقین نہیں کر سکتے تھے اور امت کو یہ پالیسی نہیں دے سکتے تھے کہ جب تک ان سے توبہ کا مطالبہ نہ کرلو اس سے پہلے انہیں ہرگز قتل نہ کرنا لیکن آپ ﷺ نے ہر موقع پر از خود فیصلہ کرنے والے کی تحسین فرمائی اور بدبخت گستاخوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا نیز قاتل کو بری قرار دیا۔ یہ چیز ہر مسلمان پر واضح کر دیتی ہے کہ توبہ کا مسئلہ دیگر مرتدین کے لیے تو ہوسکتا ہے لیکن ایسے مرتد شخص کے لیے دنیا میں توبہ کا کوئی راستہ نہیں۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، اکتوبر ۲۰۱۱ء)



۱۴ فروری کو ہمیشہ ہمیشہ "یوم تحفظ ناموس رسالت" کے طور پر منائیں گے

ڈاکو اور لٹیرے بھی بھلا گھروں سے روزے رکھ کر اور وضو کر کے وارداتیں کرتے ہیں

اگر ناموس رسالت کسی مسلمان کا مسئلہ نہیں ہے تو پھر اس کا مسئلہ کیا ہوگا؟

ہماری بدنظمی، باہمی عدم اعتماد اور باہمی عدم رابطہ کے سبب بھی ہمیں نقصان ہوا اور کارکنان کی رہائی میں تاخیر ہوئی

۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کے حوالے سے تحفظ ناموس رسالت محاذ کے سربراہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک تفصیلی نشست

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

مفتی محمد خان قادری۔۔۔۔۔۔تحفظ ناموس رسالت محاذ کے سربراہ ہیں وہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی، نامور محقق، عظیم مترجم، ثقہ عالم، باوقار خطیب، صالح مبلغ، حق گو اسکالر، منصف مزاج مصنف، محتاط مفتی، مثالی مدرس اور صاف ستھرے اُجلے کھرے انسان ہیں۔ وہ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے اسیری کے "مزے" بھی اُڑا چکے ہیں، قید و بند کی صعوبتیں بھی نبھا چکے ہیں اور وہ روپوش بھی رہے تاہم یہ طے ہے کہ وہ ہمیشہ حق و صداقت اور انصاف و دیانت کے ساتھ پوری استقامت سے چمٹے رہے۔ آیئے! ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کے حوالے سے ان سے ملتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(محبوب قادری)

س: تحریک تحفظ ناموس رسالت کا آغاز اب کی بار (۲۰۰۶ء) یورپین ممالک میں حضور ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے ہوا۔ آپ نے یہ خبر پہلی مرتبہ کب اور کہاں سنی۔ اس بڑی سازش پر آپ کا ردعمل کیا تھا اور تحفظ ناموس رسالت محاذ نے اس پر احتجاجی تحریک کا آغاز کیسے کیا؟

ج: اخبارات کے ذریعے خبر پڑھی۔ ستمبر میں جو خاکے شائع ہوئے ہمیں اس کا علم نہ ہو سکا۔

جنوری میں جب خبریں چھپیں تو اس سے پتا چلا ہم نے دیکھا کہ عرب دنیا نے اس پر سخت نوٹس لیا۔ احتجاج ہوا۔ غالباً عربوں میں یہ احتجاج پہلی مرتبہ تھا۔ سعودی عرب جیسے ملک نے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کئے۔ لیبیا کا نام بھی تھا۔ پاکستان میں بھی چھوٹے موٹے احتجاجی بیانات اور مظاہرے شروع ہو چکے تھے۔ لیکن جتنا بڑا یہ سانحہ اور حادثہ تھا اس کے حوالے سے کوئی موثر احتجاج نہ ہوسکا۔ میں نے فی الفور اپنے ساتھیوں کی میٹنگ ۶ فروری بروز پیر ۴ بجے سہ پہر شادمان میں بلائی اس میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی، خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ، سید شاہد حسین گردیزی، قاری محمد خان قادری اور صاحبزادہ علامہ رضائے مصطفی تھے، ان سے مشورہ کیا سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ۸ فروری بروز بدھ ۲ بجے دن جامعہ نعیمیہ میں تحفظ ناموس رسالت محاذ کا اجلاس فوری طور پر بلایا جائے اور اس میں شامل تمام جماعتوں کے سربراہوں کو دعوت دی جائے۔

ہم نے اجلاس طلب کیا اس میں فیصلہ ہوا کہ ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کو داتا دربار سے اسمبلی ہال تک احتجاجی جلوس کی کال دی جائے۔ ساتھ ہی اہل لاہور سے ہڑتال کی اپیل کی جائے۔ ہڑتال کے حوالے سے اگرچہ اجلاس میں دو مختلف آراتھیں لیکن پھر ہڑتال کا فیصلہ ہو ہی گیا جیسے ہی ہڑتال کا اعلان محاذ کی طرف سے ہوا لاہور کی مختلف تاجر تنظیموں نے بھی بھرپور حمایت کا اعلان کیا اخبارات میں بیان دیئے اور ہمیں یقین دہانی کرائی۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اہل لاہور نے اپنے ایمان اور بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے سب سے مؤثر اور شاندار احتجاج ریکارڈ کروایا۔ ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کی ہڑتال اور جلوس دیکھنے والوں کا یہ تبصرہ ہے کہ ہم نے ایسی ہڑتال اور احتجاج اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ یہ ہڑتال صرف لاہور میں نہیں ہوئی بلکہ ملک کے تمام اخبارات کا ریکارڈ گواہ ہے کہ یہ ملک گیر ہڑتال تھی۔ تمام لاہور سڑکوں پر امڈ آیا تھا گلی کوچے اور بازاروں میں سر ہی سر نظر آرہے تھے صبح سے لے کر شام تک اہل لاہور سراپا احتجاج بنے رہے اس عظیم کارنامے پر محاذ اہل لاہور کو سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔ کافی عرصہ سے تمنا تھی کہ اہل لاہور ایسے حساب مسئلے پر زندہ دلان لاہور ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اس موقع پر ساری دنیا گواہ ہے کہ اہل لاہور نے اپنی تمام وابستگیوں سے بالاتر ہوکر حضور علیہ السلام سے وفاداری کا ثبوت دیا۔ حتیٰ کہ ہمارے ساتھ ان تاجروں نے بھی بھرپور اعلانیہ تعاون کیا جو مسلم لیگ (ق) اور حکومتی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔

س: جلوس میں ہونے والی توڑ پھوڑ قتل وغارت اور پکڑ دھکڑ پر آپ کا موقف؟

ج: جیسے ہی محاذ کی طرف سے مال روڈ پر احتجاجی جلوس کا اعلان ہوا تو حکومت پنجاب نے اپنے

دستور کے مطابق اس میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش شروع کر دی حالانکہ باقی تینوں صوبوں اور آزاد کشمیر میں جو بھی مظاہرے ہو رہے تھے جلوس نکل رہے تھے وہاں کی حکومتیں مزاحم نہیں ہوئیں بلکہ انہوں نے اس مسئلہ پر عوام کا بھرپور ساتھ دیا اس پر قومی پریس کے فائل آج بھی گواہیاں دے رہے ہیں جبکہ یہاں ۱۳ فروری کی شام تک حکومت نے ہمیں مال روڈ پر جلوس کی اجازت نہیں دی۔ اس وجہ سے بھی عوام کے ذہنوں میں حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ بالآخر ۱۳ فروری کی شام کو پنجاب سیکرٹریٹ میں محاذ اور حکومتی نمائندوں کے درمیان مذاکرات ہوئے محاذ کے وفد کی سربراہی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے کی جبکہ حکومتی نمائندوں کی سربراہی وزیر قانون راجہ بشارت نے کی۔ اس میں محاذ کے قائدین نے واضح کر دیا کہ کل پورا لاہور سڑکوں پر ہوگا جس طرح "میراتھن دوڑ" کے لئے حکومت نے حفاظتی اقدامات کیے تھے کم از کم اسی طرح ناموس رسالت کے لئے احتجاجی ریلی کے موقعہ پر حفاظت کے لیے اقدامات کئے جائیں ہم اخلاقی طور پر آپ سے تعاون کریں گے آپ ہم سے رابطہ رکھیں باہم تعاون سے یہ کام ہو جانا چاہئے۔

بعد ازاں حکومت اس کے برعکس یہ کہتی رہی کہ محاذ کے لوگوں نے حفاظت کی ذمہ داری اُٹھائی تھی۔ یہ بات سراسر جھوٹ اور غلط بیان ہے اسی لئے آج بھی ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وفود کے درمیان ہونے والے مذاکرات کا ریکارڈ قوم کے سامنے پیش کر دیا جائے اور یہ بات ہم نے ۱۵ فروری کو وزیر اعلیٰ کی صدارت میں ہونے والے اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے اجلاس میں جہاں محترم راجا بشارت بھی تھے واضح کر دی تھی۔ جبکہ وزیر اعلیٰ نے خطبۂ صدارت میں ۱۴ فروری کی توڑ پھوڑ پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا کہ محاذ کے قائدین نے وعدہ نہیں نبھایا۔ انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم جلوس کے پرامن رہنے کی ضمانت دیتے ہیں اس موقع پر محاذ کے دو نمائندے بندہ (مفتی محمد خان قادری) اور مولانا احمد علی قصوری نے وضاحت کرتے ہوئے بتادیا کہ محترم راجا بشارت صاحب موجود ہیں یہ واضح کریں کہ کیا مذاکرات ہوئے تھے۔ کیا محاذ نے حکومتی ارکان سے یہ نہیں کہا تھا کہ تمام ذمہ داری حکومت کی ہے اگر ہم غلط بیانی کر رہے ہیں تو محترم راجا صاحب اس کی تردید کریں اس پر راجا بشارت خاموش رہے۔

باقی اس میں توڑ پھوڑ، قتل و غارت کس نے کی؟ یہ تحقیق کرانا اب بھی حکومت ہی کی ذمہ داری ہے کیونکہ اس سے ناموس رسالت کے مقدس جلوس پر بھی دھبہ لگا اور ایسی حرکت ناموس رسالت سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہرگز نہیں کر سکتا الحمدللہ حکومت کی جاری کردہ توڑ پھوڑ کرنے

والے لوگوں کی تمام تصاویر بھی یہ آشکار کر رہی ہیں کہ ناموس رسالت کے لئے احتجاج کرنے والوں میں سے وہاں کوئی بھی شامل نہیں ہے ہم اس مذمومہ فعل کی سخت مذمت کرتے ہیں ہم توڑ پھوڑ اور کسی کی املاک کو نقصان پہنچانا حرام سمجھتے ہیں اس پر محاذ کی سابق احتجاجی ریلیوں کا پرامن ہونا بھی حکومت کے ریکارڈ میں ہے ہم نے کبھی کسی ایک بلب اور ٹیوب تک کو نقصان نہیں پہنچایا۔ واضح رہے کہ توڑ پھوڑ کرنے والوں کا احتجاجی جلوس سے کوئی تعلق نہیں اس دن کے جلوس کا ریکارڈ بھی گواہ ہے کہ بار بار محاذ کے قائدین لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرتے رہے کہ ان توڑ پھوڑ کرنے والوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں پولیس انہیں گرفتار کرے اس لئے حکومت تحقیق کے لئے کوئی اعلیٰ کمیشن بنائے جو مجرموں کو بے نقاب کر کے قوم کے سامنے لائے عبرت ناک سزا دے تاکہ آئندہ کیلئے کسی کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔

س: اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے اجلاس میں کوئی بدمزگی بھی ہوئی تھی؟

ج: جب اجلاس شروع ہوا تو تلاوت کے لئے جو آیات مبارکہ منتخب کی گئی تھیں وہ منافقین کے بارے میں نازل ہونے والی آیات تھیں کہ "جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔" ...... وزیر اعلیٰ نے اپنی گفتگو میں ۱۶ فروری کی توڑ پھوڑ کا سارا ملبہ محاذ پر ڈال دیا اور کہا کہ ہم نے ایک قرارداد تیار کی ہے وہ راجا بشارت پڑھ کر سناتے ہیں آپ منظور کر لیں اور اس کے بعد جو گفتگو کرنا چاہے تو کرے اس پر ہم نے کہا کہ اس قرارداد کو پیش کرنے سے پہلے ہمارا موقف سنا جائے اور پھر مولانا احمد علی قصوری نے کھل کر وہی باتیں کیں جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ محاذ نے اس احتجاجی تحریک کے حوالے سے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی یہ حکومتی ذمہ داری تھی اور ہمیشہ حکومتی ذمہ داری ہی ہوتی ہے اور مذاکرات میں حکومت کو ہم نے بار بار اس امر پر متوجہ بھی کیا تھا لیکن حکومت نے اس کے لئے کوئی انتظام نہ کیا تو آپ کی انتظامیہ نااہل ہے۔ اپنی کوتاہیوں کو چھپانے کے لئے ملبہ محاذ کے راہنماؤں پر ڈالا جا رہا ہے۔ محترم وزیر اعلیٰ صاحب آپ نے اپنے مشیروں کی باتیں سن کر یہ بات کہہ دی ہے آپ سارا ریکارڈ طلب کریں ایک ایسی کمیٹی بنا لیں جو منصفانہ فیصلہ کرے اگر محاذ کے لوگ توڑ پھوڑ میں شریک ہوئے تو ہم ان کا ہرگز دفاع نہیں کریں گے اور اگر معاملہ برعکس ہو تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ کو اہل سنت کے ساتھ لڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگوں نے بھی گفتگو کی۔ بعض ممبران نے یہاں تک کہا کہ یہ پلیٹ فارم اتحاد بین المسلمین کا ہے اس کو کسی سیاسی مسئلہ کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ حکومت پنجاب کے مشیر طاہر محمود اشرفی نے جو گفتگو کی وہ نہایت ہی

پریشان کن تھی۔اس کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ محاذ کے لوگ دہشت گرد ہیں۔اہل سنت نے پرویز مشرف کو قادیانی قرار دیا۔انہی کو لندن سے بریف کیس آتے ہیں جس کی بنیاد پر یہ دوسروں کے آلہ کار بن کر احتجاجی جلوس نکالتے ہیں ان کا مقصد ناموس رسالت کا تحفظ نہیں بلکہ یہ باہر بیٹھے سیاست دانوں کے مقاصد پورے کرتے ہیں۔

علامہ احمد علی قصوری نے اس پر بڑی سختی سے کہا کہ محترم وزیراعلیٰ صاحب اسے ایسی باتیں کہنے سے باز رکھیں ہم ایسی بے بنیاد، غلط اور محض الزامی باتیں ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔اس کے بعد راجا بشارت نے قرارداد پڑھی جس میں توڑ پھوڑ کرنے والوں کی مذمت اور مجرموں کو سزا دینے کا مطالبہ تھا۔ہم نے اس کی بھرپور تائید کی اور دستخط کئے یہ ساری بات تھی۔

س: دیگر صوبوں میں وزراء اعلیٰ اور گورنرز عوام کے ساتھ ریلیوں میں شریک ہوئے اگر آپ یہاں بھی ارباب اقتدار کو شامل کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔آپ کیا کہیں گے؟

ج: اس وقت کے اخبارات اس بات پر گواہ ہیں کہ ہم نے پریس کے ذریعے بھی حکومت کو کہا تھا کہ گورنر اور وزیراعلیٰ دونوں اس جلوس کی قیادت کریں بلکہ ۱۳ فروری کی شام کی مذاکراتی میٹنگ میں محاذ کے قائدین نے حکومتی نمائندوں سے کہا کہ اس خالص دینی اور ایمانی مسئلہ کو اختلافی نہ بنائیں بلکہ اس پر ہم سب مل کر اجتماعی موقف اختیار کریں وزیراعلیٰ اور گورنر دونوں کل ہمارے جلوس کی قیادت کریں جس کا ہمیں جواب تک موصول نہیں ہوا۔ہماری یہ پیش کش بھی بتاتی ہے کہ ہم کسی سیاست دان کے آلہ کار نہیں ہیں بلکہ ہمارا مقصد توہین آمیز خاکوں کے خلاف بھرپور احتجاج ریکارڈ کرانا تھا اگر ہم اس مسئلہ پر کسی کا آلہ کار ہوتے تو حکومت کو کبھی بھی ایسی پیش کش نہ کرتے لیکن حکمرانوں کے نصیب میں بھی ایسی بات نہ تھی اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

س: حکومتی ارکان کا کہنا ہے کہ لندن سے ٹیلی فون آئے صدر مشرف نے جلسے میں کہا کہ نواز شریف کے ایماء پر توڑ پھوڑ کرائی گئی ٹیلی فون کے کیسٹ محفوظ ہیں وغیرہ۔اصل کہانی کیا ہے؟

ج: اس سلسلہ میں ہمارے علم میں تو کوئی بات نہیں محترم ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے یہ بتایا کہ جب سے نواز شریف وغیرہ باہر گئے ہیں ان سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں کبھی ٹیلی فون پر بات نہیں ہوئی اس میں ۱۶ فروری بھی شامل ہے چند سال پہلے ہماری والدہ صاحبہ بیمار ہوتی تھیں تو نواز شریف نے ٹیلی فون پر عیادت کی تھی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جب سے وہ باہر گئے ہیں انہوں نے ہمارے جامعہ اور مدرسہ کو کسی طرح کا کوئی چندہ دیا ہے نہ ہی ہم نے ان لوگوں کو اس طرف کسی طرح متوجہ کیا ہے باقی ہمیں

ڈاکٹر صاحب کی سچائی پر یقین ہے اگر حکومت کے پاس کوئی چیز ہوتی تو اس کے لیے بڑا موقع تھا وہ سامنے لے آتی اب تو ڈاکٹر سرفراز تقریباً اڑھائی ماہ کی سخت اسیری بھگت کر آ گئے ہیں باقی آپ ان سے تفصیل پوچھ سکتے ہیں جس طرح ڈاکٹر صاحب کے خلاف انہوں نے مقدمات بنائے ہیں، اسی طرح محاذ کے دیگر عہدیداران، ارکان اور خادموں پر مقدمات بنائے۔ بے گناہ تین تین ماہ تک جیلوں میں ڈالا، تشدد کیا، ناروا سلوک کیا اس کا حساب دنیا میں اور یوم حشر حکمرانوں کو دینا ہوگا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو خدا کے حبیب ﷺ کے ناموس اور عزت کا خیال نہیں کرتے ان کے مقدر میں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

س: ۱۴ فروری کے خاکوں کے حوالے سے عالمی سطح پر ملت مسلمہ کو کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے تھا جو اہل علم اور اہل اقتدار کی ذمہ داری ہے لیبیا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، پاکستان اور دیگر مسلم برادری کے حکمرانوں، عوام اور اہل علم نے اپنے اپنے ملک میں تو احتجاج کیا ہے لیکن ایسے مقاصد کے لیے کوئی متحدہ مشترکہ کوشش نہیں ہو سکی اس حوالے سے آپ کا موقف یا کوئی قابل عمل تجویز؟ جس کے ذریعے عالمی سطح پر اسلامی موقف کی وضاحت اور برتری ممکن ہو۔

ج: عالم اسلام کی تنظیم او آئی سی (OIC) کا اجلاس تو ہوا تھا جس طرح پورے عالم اسلامی پر کمزوری طاری ہے اسی طرح اس پر بھی ہے ان خاکوں کے بعد امت میں بیداری پیدا ہوئی ہے امید ہے چند سالوں میں یہ کمزوری دور کر لی جائے گی ایسے پلیٹ فارم سے توقع ہے کہ مستقبل میں بہتر آواز اٹھائی جا سکے ورنہ عالم اسلام کے حکمران امریکہ کو ذہنی طور پر سپر طاقت تسلیم کر چکے ہیں جس کی وجہ سے اس کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں کاش اٹھاون ممالک بیک وقت مل کر فیصلہ کرتے تو ضرور رزلٹ سامنے آتا۔ اب تو افغانستان، عراق وغیرہ میں امریکہ کو دن میں تارے نظر آتے ہیں۔ امید ہے کہ اس صورت حال کا رزلٹ بھی امریکہ کے خلاف ہوگا۔ منشائے ایزدی یہی محسوس ہوتی ہے جس طرح روس کو ختم کر دیا گیا ہے اسی طرح امریکہ کی طاقت بھی ختم ہو جائے گی۔ امت کو اپنی ذمہ داری قائم رکھتے ہوئے اپنی صفوں میں احتجاج اور یکجہتی کی کوشش کرنی چاہئے خصوصاً فرقہ واریت کی لعنت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ امریکہ مزید کاندھوں کو استعمال کر کے امت کو نقصان نہ پہنچائے۔

س: اسیرانِ تحفظ ناموس رسالت (۱۴ فروری) کے لئے محاذ نے کیا کیا؟

ج: کچھ لوگ تو اسی دن گرفتار ہو گئے تھے اور بعض قائدین پر ایک ہی وقت میں مختلف تھانوں

میں چار چار پانچ پانچ جھوٹے مقدمات درج کئے گئے جن میں ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، مولانا احمد علی قصوری، سید شاہد علی گردیزی، سید مصطفی اشرف رضوی اور بندہ (مفتی محمد خان قادری) کا نام تھا جب ہم نے یہ محسوس کیا کہ اس موقع پر حکومت غلط فہمی کا شکار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اہل سنت کو نقصان ہوسکتا ہے تو ہم نے مختلف انداز میں کام کرنے کا سوچا۔ بعض قائدین کا گرفتاری نہ دینا اور محترم ڈاکٹر صاحب کی گرفتاری میں تاخیر بھی اسی پالیسی کا حصہ تھی۔ خیال یہ تھا کہ بعض ساتھی باہر رہیں اور وہ تحریکی کام جاری رکھیں اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے علماء و مشائخ سے رابطہ کر کے ان کو اصل صورت حال سے آگاہ کریں۔ تاکہ وہ اپنی اپنی سطح پر انفرادی اور اجتماعی طریقے سے ان کارکنوں کی رہائی کے لئے کوشش کریں کیونکہ کچھ لوگ جیلوں میں تھے کچھ روپوش ہوگئے تھے آپس میں رابطہ بھی چند دنوں بعد ہوا۔ اسی لئے یکم مارچ کا جلسہ بھی ملتوی کرنا پڑا۔ محترم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی گرفتاری کے لیے پولیس مسلسل چھاپے مارتی رہی ان کے نو قریبی رشتہ داروں کو گھروں سے اٹھالیا گیا۔ ان دنوں محاذ کے پلیٹ فارم پر کچھ پروگرام بھی ہوئے مثلاً دربار حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ پر محاذ نے احتجاجی جلسہ کیا حکومت نے وہاں سے بھی بیس راہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔ مثلاً علامہ سید محمد عرفان مشہدی، علامہ سید محمد محفوظ مشہدی صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ، صاحبزادہ مختار اشرف رضوی، مولانا خادم حسین رضوی، مولانا قاسم علی، مولانا محمد نواز بشیر جلالی، مولانا محمد طاہر تبسم وغیرہ وغیرہ گرفتار ہوئے جس کی وجہ سے مزید پریشانی بنی۔ مسلسل بعض اہم رابطوں کی وجہ سے ہفتہ بھر کے بعد ان بے گناہ حضرات کی رہائی ہوئی اور پھر پنجاب بھر کے علماء و مشائخ کا ایک کنونشن جامعہ حزب الاحناف لاہور میں منعقد کیا گیا۔

انہی دنوں بش صاحب کا دورہ آگیا جس کی وجہ سے حکمرانوں نے فیصلہ کیا کہ گرفتار شدگان کو رہا نہ کیا جائے۔ مختلف اہل سنت کے لوگوں سے رابطے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ سے کئی وفود نے ملاقاتیں کیں۔ وزیر اعظم سے وفود ملے۔ وزیر مذہبی امور اعجاز الحق سے ملاقاتیں کیں اور کراچی کے سانحہ فاجعہ کے بعد جنرل مشرف سے ملاقاتیں ہوئیں اس طرح کچھ غلط فہمیاں دور ہوئیں اور حکومت نے ان کارکنوں سے ضمانتی مچلکے پر کروا کے رہا کیا۔ یہی انہی رابطوں کی وجہ سے ہوا جو قائدین نے باہر رہ کر کیے ورنہ اس قدر سنگین مقدمات سے جان چھڑانا نہایت ہی دشوار تھا۔ ہماری بدنظمی، باہمی عدم اعتماد اور باہمی عدم رابطہ کے سبب بھی ہمیں نقصان ہوا اور کارکنوں کی رہائی میں تاخیر ہوئی تاہم میں کہنا چاہوں گا کہ اہل سنت کے ہر فرد نے بہت کوشش کیں اگر کوئی اجتماعی کاوش ہو جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ یہاں میں ان

نورانی، صاحبزادہ ابوالخیر زبیر، حاجی فضل کریم، پیر عبدالخالق بھرچونڈی، پیر عتیق الرحمن، نقیب الرحمن، پیر افضل قادری، علامہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی، مولانا نورالحق قادری، صاحبزادہ حامد رضا، محمد خلیل الرحمن قادری، ملک محبوب الرسول قادری، مفتی جان محمد نعیمی، میاں عبدالباقی سجادہ نشین ہمایوں سٹریٹ، حاجی حنیف طیب۔ ان کے ساتھ بندہ کا مسلسل رابطہ رہا اور انہوں نے حسب استداد اطاعت تعاون میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس موقع پر میں محاذ کے ان لوگوں کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جنہوں نے گرفتار ساتھیوں کی صبح و شام خدمت کی ان میں سید عابد حسین گردیزی اور چوہدری محمد صدیق (سیکرٹری صاحب) کے نام بڑے نمایاں ہیں۔

تین وکلاء محترم خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ، محمد عارف اعوان ایڈووکیٹ اور محترم غلام مصطفی چوہدری ایڈووکیٹ نے انتھک محنت کر کے کارکنوں کو رہا کرایا۔

س: سنا ہے محاذ کے ذمہ داروں میں سے کسی نے گورنر ہاؤس یا وزیر اعلیٰ ہاؤس میں کوئی خفیہ معاہدہ کر کے جان چھڑائی ہے۔

آپ کو ایک قطعہ سناتا ہوں جو ہمارے پروگرام اور نظریے کا غماض ہے۔

یہ قدم قدم قیامت یہ طواف کوئے جاناں — جسے زندگی ہو پیاری وہ یہیں سے لوٹ جائے
میرے کارواں میں شامل کوئی کم ظرف نہیں ہے — جو نہ کٹ مرے مشن پہ میرا ہم سفر نہیں ہے

ج: ایسی ہرگز کوئی بات نہیں اور اتنی گھٹیا حرکت کی کسی ساتھی سے کوئی امید نہیں۔ خدا کا شکر ہے محاذ کے تمام ساتھی پہلے کی طرح چٹان سے زیادہ مضبوط اور متحد ہیں۔ ہم محاذ کے ساتھیوں میں سے کسی کے بارے میں ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر کسی کے سامنے کوئی شے ہو تو سامنے لائے۔

س: ۱۴ فروری کے احتجاجی پراجیکٹ کے لیے انتظامی امور، اشتہاری مہم، دعوت نامے، اعلانات، گاڑیاں، جھنڈے، بینرز، ٹیلی فون اور دیگر اخراجات کے حوالے سے مختلف آرا گردش کرتی رہتی ہیں اس حوالے سے آپ کا موقف کیا ہے پیسے کہاں سے آئے؟

ج: جب سے یہ محاذ قائم ہوا ہے اس وقت سے آج تک کا آمدن و خرچ کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے جو آپ کو بتائے گا کہ کہاں کہاں سے یہ فنڈز آئے ہیں اور کہاں کہاں خرچ ہوئے ہیں مثلاً آپ ۱۶ فروری کی ریلی کے اخراجات دیکھیں گے تو وہ ڈیڑھ لاکھ روپے سے کم ہیں سب سے زیادہ خرچ اخبارات میں اشتہارات جاری کرنے کا ہے غالباً روزنامہ نوائے وقت میں چار روز اشتہارات

میں دوست احباب کو کہہ کر پیشہ جمع کیا باقی گاڑیاں، بینرز اور دیگر معاملات میں عوام نے اپنے طور پر اپنے ایمان کے استحکام کا مظاہرہ کیا۔ مثلاً علماء اور تاجر اتحاد وغیرہ کے بینرز تو لوگوں نے اپنی محبت اور عقیدت کے پیش نظر بنوائے اور لگوائے اور یہ کام کیا کیونکہ ظاہر ہے یہ مسئلہ عقیدے کی صحت اور عقیدے کا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ اربوں روپے خرچ کر کے بھی اس طرح کی بھاری کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی یہ تو سرور عالم ﷺ کی عزت وناموس کی برکت ہے کہ ہمیں یہ عزت نصیب ہوئی ہے اس میں کسی سیاسی جماعت، حکومت یا کسی ایسے فرد کا کوئی ایسا حصہ نہیں کہ جس نے لاکھوں کروڑوں دے کر اپنا مقصد نکالا ہو ہم آخرت کو ماننے والے لوگ ہیں ہم جانتے ہیں کہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ یوم حشر سارا ریکارڈ کھل کر سامنے آجائے گا اس لئے ہم سارا حساب صاف رکھنا چاہتے ہیں اور رکھتے ہیں۔

س: اس ریلی کے حوالے سے اپنے احتجاج کو آپ کامیاب تصور کرتے ہیں؟

ج: جہاں تک احتجاج کی کامیابی کا معاملہ ہے اس میں ہم سوفی صد تک مطمئن ہیں بلکہ جن لوگوں نے توڑ پھوڑ کے ذریعے اس کو ناکام کرنے کی کوشش کی وہ اپنے مقاصد میں بری طرح ناکام ہوئے۔ مشکلات اور آسانیاں تو آتی جاتی رہتی ہیں لیکن جس طرح یہ احتجاج ہوا ہے تاریخ لاہور میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں میں نے یہاں ۱۹۷۷ء کی تحریک دیکھی ہے اور میں بڑے بڑے احتجاج دیکھے ہیں لیکن اتنے بڑے پیمانے پر تو ہم نے کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا۔ یہاں عالم تو یہ تھا کہ گلی محلوں میں پان سگریٹ اور چائے تک کی دکانیں بند تھیں۔ صرف مال روڈ ہی لوگوں سے بھرا ہوا نہیں تھا بلکہ لاہور کی ہر ہر گلی اور تمام سڑکیں افراد سے بھرے ہوئے تھے ایک عجیب سماں تھا۔

س: اس جلوس میں دو افراد قتل ہوئے وہ بینک ڈکیتی تھی یا کوئی اور معاملہ؟

ج: جس بچے کے بارے میں حکومت نے کہا کہ بینک لوٹنے کی کوشش کر رہا تھا ہم اسی رات اس کے لواحقین سے ملے انہوں نے بتایا کہ آج یہ بچہ وضو کر کے اور روزہ رکھ کر جلوس میں گیا تھا وہ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا اور بہنوں کا کلوتا بھائی تھا آپ خود بتائیں کہ ڈاکو اور لٹیرے بھی بھلا گھروں سے روزے رکھ کر اور وضو کر کے وارداتیں کرتے ہیں آج بھی ہمارا مطالبہ ہے کہ جس طرح یونیورسٹی میں شہید ہونے والے بچے کے ورثاء کے ساتھ تعاون کیا گیا اسی طرح ۱۴ فروری کے دنوں شہداء کے ورثا

تقاضے پورے کیئے جائیں۔

س: ریلی کے حوالے سے آنے والی مشکلات کے حوالے سے کچھ بتائیں کیا وہ رکاوٹیں یا مشکلات کیونکر دور ہوئیں؟

ج: کسی کا بڑا خوبصورت شعر ہے

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے دھوپ زیادہ سائے کم لیکن اس راہ میں چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم

خدانخواستہ ایسے واقعات ہوں۔ اگر بالفرض کوئی مسئلہ بنتا ہے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ اس کا نوٹس لے اگر وہ اپنے اندر ایسی جرات نہیں رکھتی تو عوام کو اس پر کھل کر اظہار رائے کی اجازت دے۔ کیونکہ احتجاج، جلوس، جلسے کسی مسئلے کا فی الفور حل نہیں ہوتے لیکن ان کے نتائج دوررس ہوتے ہیں اور جو اچھے لوگ ایسے مسائل پر آواز اٹھائیں حکومت ان پر ظلم وستم ڈھا کر اپنی دنیا اور آخرت تباہ نہ کرلے۔

باقی جس خندہ پیشانی کے ساتھ محاذ کے افراد نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں وہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں اور ان مشکلات و پریشانیوں کی وجہ سے تحریکیں دبتی نہیں ہیں بلکہ ان میں ایک نئی روح پیدا ہوتی ہیں آپ گرفتار شدگان سے ملاقات کریں اور دیکھیں ان کے جذبات پہلے سے بھی کہیں زیادہ قوی ہیں اور انہیں اپنی ان خدمات پر شرح صدر نصیب ہوا ہے آئندہ دن بدن ان کو اپنے اس عمل پر روحانی خوشی اور حقیقی فخر نصیب رہے گا جبکہ ظلم وستم کرنے والوں کا ضمیر ضرور ان پر ملامت کرے گا مجھے اعتراف ہے کہ چونکہ محاذ کی تنظیم صرف لاہور تک ہی محدود ہے اس کو چلانے والے پورے ملک میں پھیلا بھی نہیں سکتے کیونکہ ان کی دیگر مصروفیات اور علمی مشاغل آڑے آتے ہیں اس لئے ہماری درخواست ہے کہ ملک گیر سطح پر ایک ایسی جماعت قائم کی جائے جو ایسے مشترکہ اور اجتماعی مسائل پر بھرپور جدوجہد کرے جیسا کہ تحریک ناموس رسالت کے قیام کی کوشش کی گئی تھی اللہ کرے یہ کام کسی کنارے لگے کیونکہ ایسی تحریک کا قیام ہم سب کا فرضہ ہے۔

س: شنید یہ ہے کہ اہل سنت کو نقصان پہنچانے کے لئے کچھ لوگوں نے مفادات حاصل کیئے آپ کا موقف؟

ج: میں رومیٔ کشمیر حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کا قائل ہوں کہ

دشمن مرے تاں خوشی نہ کریئے سجناں بھی

ان معاملات سے گزرنے کے دوران میرا یہ احساس پختہ ہوا ہے کہ مختلف لوگوں اور ایجنسیوں نے اہل سنت اور حکومت کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش ضرور کی۔ جب ملک کا وزیراعظم یہ کہہ رہا ہو کہ میں نے تمام ویڈیو دیکھی ہیں اس میں کوئی بھی مذہبی یا محاذ کا لیڈر آگ لگانے والوں میں شامل نہیں اس کے باوجود اہل سنت کے لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمات بنانا غلط فہمی کے سوا کیا سبب ہوسکتا ہے؟ جن لوگوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ ملک وقوم کے کبھی خیر خواہ نہیں ہوسکتے انہیں کم از کم یہ ہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ یہ مسئلہ کس ذات اقدس سے منسوب ہے ایسے لوگوں کو اب بھی اپنے ایسے عمل پر توبہ کر لینی چاہیے۔ جب حکومت پر معاملہ آشکارا ہو چکا ہے تو اب حکومت کو جھوٹے مقدمات واپس لینے پر کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

س: ۱۴ فروری کو مستقل یوم منانے کے حوالے سے سنا ہے کہ محاذ نے کوئی اہم فیصلہ کیا ہے؟

ج: چونکہ ۱۴ فروری کے موقع پر اہل لاہور نے ناموس رسالت کے حوالے سے تاریخی کردار ادا کیا ہے لہٰذا ہم اس دن کو ہمیشہ ہمیشہ "یوم تحفظ ناموس رسالت" کے طور پر منائیں گے۔ شہداء ناموس رسالت کانفرنسیں، جلسے، سیمینار اور مذاکرے منعقد کریں گے تاکہ لوگوں کو اس حوالے سے بریفنگ ملے بعض اخبارات نے اس حوالے سے جو خبریں دیں کہ ہڑتال کیا کریں گے۔ یہ غلط ہے یہ بے بنیاد ہے ایسا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ بلکہ پریس کانفرنس میں ایک صحافی نے پوچھا تھا کہ آپ ہر سال ۱۴ فروری کو ہڑتال کیا کریں گے؟ ہم نے کہا تھا ایسا نہیں۔

س: مذہبی سیاست اور دینی تحریکی کاموں میں بہتان طرازی، الزام تراشی اور ایک دوسرے کے خلاف منفی پراپیگنڈا اس معاشرے میں ایک ماحول سا بن گیا ہے آپ نے اس محاذ سے اپنی طویل رفاقت میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟

ج: آپ کے سوال میں "بہتان" کا لفظ جو آیا ہے یہ وہی معاملہ ہے اسلام نے ہمیں ہر ایک معاملے میں حسن ظن کی تعلیم دی ہے میں نے اس طویل دورانیے میں ہر چھوٹے بڑے ساتھی کو نہایت مخلص پایا کسی کو میں نے دھوکہ دینے والا، عیار یا مکار نہیں دیکھا ذہنی سطح میں تفاوت اور فرق ہوسکتا ہے نادانی میں غلطی ہوسکتی ہے لیکن جہاں تک اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے وفاداری ہے اس میں کسی کو پیچھے ہٹتے ہوئے نہیں پایا۔ لہٰذا ہمیں اپنے رویوں کو ہمیشہ مثبت بنا لینا چاہئے۔ بلا تحقیق کسی کے بارے میں بات نہ کرنے کا عہد کر لینا چاہیے۔ انہی غلط فہمیوں سے افتراق وانتشار پیدا ہوتا ہے ایک دوسرے پر اعتماد کریں اپنے سے بہتر جانیں اور خصوصاً نظم وضبط کا خیال رکھیں ہمارے پرانے اصحاب منصب کی

اطاعت کا کوئی تصور نہیں اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے بعض اوقات صاحب منصب کے علم میں وہ چیزیں ہوتی ہیں جو کارکنوں کے علم میں نہیں ہوتیں ہر بات کا فیصلہ مال روڈ پر کھڑے ہو کر کرنا چھوڑیئے اطمینان کے ساتھ اپنے اجلاسوں میں فیصلے کیجئے۔ اگر ہم مثبت رویئے اپنانا شروع کر دیں اور ہمارے سوچ اور کاوش اجتماعی ہو تو بہت سارے معاملات حل ہو سکتے ہیں۔

س: آپ قلم وقرطاس سے وابستہ سنجیدہ اور متین عالم دین ہیں آپ جلسوں اور احتجاج کی طرف کیسے متوجہ ہوئے؟

ج: قلم وقرطاس کا بھی ایک مقصد ہے اور وہ یہی ہے کہ اچھی اقدار معاشرے میں بحال ہوں اس مقصد کے حصول کے لئے جو بھی بہتر راستہ نظر آئے میں اس کو اپنانے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں جو مسائل احتجاج سے حل ہوتے ہیں وہ محض لکھنے پڑھنے سے حل نہیں ہوتے یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسان پوزیشن بدل لے کام میں شعبہ جاتی تقسیم کرلے لیکن حصول مقصد میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے مجھے تو ان جماعتوں پر بڑا افسوس ہے، جو بیس پچیس لاکھ جمع ہوتے ہیں اور جب ناموس رسالت جیسا انتہائی حساس اور خالص ایمانیاتی مسئلہ سامنے آئے تو وہ اسے اپنا مسئلہ ہی نہیں سمجھتے میں پوچھتا ہوں اگر ناموس رسالت کسی مسلمان کا مسئلہ نہیں ہے تو پھر اس کا مسئلہ کیا ہوگا؟ آپ نے دیکھا ہوگا میں ہر معاملہ کو مذاکرات سے ہی حل کرنے کا قائل ہوں۔ مگر جہاں احتجاج کی ضرورت ہو وہاں چپ کر کے بیٹھے رہنا بھی تو جرم ہے۔

البتہ مجھے اس بات کا احساس ضرور ہے اسی لئے میں نے اپنے احباب سے متعدد مرتبہ کہا بھی ہے کہ محاذ کی سربراہی کسی اور ساتھی کے حوالے کریں تا کہ میں اپنے شعبے میں مزید اچھا رزلٹ دے سکوں کیونکہ ہر انسان اپنے شعبے میں اچھے انداز سے کام کر سکتا ہے ہمیں بھی اس تقسیم کو ضرور اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

آج تو یہ مشکل پیدا ہو گئی ہے کہ نعت پڑھنے، سننے اور جھومنے والے کو عاشق رسول ﷺ کہا جاتا ہے لیکن ناموس رسالت کی خاطر جیل کاٹنے اور مشکلات جھیلنے والے کو "پنگا" لینے والا کہا جاتا ہے۔ اصل میں اہداف بدل گئے معانی بدل دیئے گئے اور اپنی مرضی سے مفاہیم گھڑ لئے گئے ہیں اس سے اسلام کا حلیہ بگڑا ہے اور کھوٹے کھرے کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہے ہم ان شاء اللہ ان اقدار کی بحالی کے لئے ان طعنوں کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے رہیں گے۔

رکھیں لوکاں نال فقیرا ایسا بہن کھلون
کول ہووےیں تے ہسن سارے نہ ہووےیں تے رون
(ڈاکٹر فقیر محمد فقیر)

باب 7

تحقیقات / تحریکات

چند علمی و تحقیقی مقالات کا انتخاب جنہیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی سے لکھا
نیز تحفظ ناموس رسالت محاذ کی تاریخ ساز تحریک اور کامیاب ترین ریلی کی داستان

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

تحقیقات

علوم خمسہ

کے بارے میں اہل سنت کا موقف

شیخ الجامعہ، محقق العصر مفتی محمد خان قادری (جامعہ اسلامیہ لاہور)

اہلسنت کا مختار بلکہ حق موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابتداء خلق سے دخول جنت کے بعد تک کے علم سے نوازا ہے اور اس میں علوم خمسہ کا تفصیلی علم بھی شامل ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ علوم خمسہ کی جزئیات کا علم تو رکھتے ہیں مگر بطور کلی ان کا علم نہیں رکھتے مثلاً شیخ سرفراز صفدر گکھڑوی دیوبندی نے امام احمد رضا قادری، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہم اللہ کا رد کرتے ہوئے لکھا:

"اور ہم پہلے مفصل عرض کر چکے ہیں کہ ان کے علوم خمسہ کے جزئیات کے علم میں اہل حق کا مبتدعین سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔ اہل حق یہ کہتے ہیں: ان علوم خمسہ کے جزئیات کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے، ان کو علوم خمسہ کے جزئیات کا جتنا علم اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کر دے وہ محل نزاع نہیں۔"

اہلسنت نے اپنے موقف پر جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے کچھ ملاحظہ کیجئے:

ارشادِ الٰہی ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ — اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

(پارہ ۴، النساء: ۱۳)

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وتجلٰی لی کل شیء وعرفت — ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

(سنن ترمذی، حدیث ۳۲۴۶ دار الفکر بیروت ۵، ۱۶۰)

دوسرے مقام پر فرمایا:

میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(سنن ترمذی، حدیث ۳۲۴۴ دار الفکر بیروت، ۵:۱۵۹)

ان نصوص میں عموم ہے اس عموم کی وجہ سے اہلِ علم نے تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علومِ خمسہ کے تفصیلی علم سے آگاہ فرمایا۔

ائمہ اُمت کی تصریحات

یہاں اُمت کے مسلمہ ائمہ، محدثین اور اہل علم کی چند تصریحات ذکر کرنا چاہ رہے ہیں کہ جس میں واضح طور پر انہوں نے یہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کا علم بھی بطور کلی بلکہ وقوع قیامت کے خصوصی وقت سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔

آیئے دیانت وانصاف اور قبر کو سامنے رکھ کر ان عبارات واقوال کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱) امام برہان الدین ابراہیم بن مرعی عطیہ شبراخیتی مالکی (ت، ۱۱۰۶) حدیث جبریل کے تحت لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے میں اور قیامت ان دو (متصل انگلیوں) کی طرح ہیں جو بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کا علم رکھتے ہیں۔ حالانکہ آیات قرآنی کا تقاضا یہ ہے کہ اسے فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اس کا جواب شیخ حلیمی نے یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کا معنی یہ ہے کہ "میں آخری نبی ہوں میرے بعد اور کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا البتہ میرے بعد قیامت ہے" اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

والحق كما قال جمع ان الله سبحانه و تعالى لم يقبض نبينا عليه الصلوٰة والسلام حتى اعلمه الله على كل ابهمه عنه الا انه امره بكتم بعض والاعلام ببعض۔

اور حق یہی ہے جو ایک جماعت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو وصال سے پہلے ہر اس شئے سے آگاہ کر دیا جو آپ ﷺ پر مخفی تھی البتہ کچھ کے مخفی رکھنے کا حکم دیا اور بعض کے بتادینے کا حکم دیا۔

(الفتوحات الوهبية بشرح الاربعين النووية ۸۰) (مطبوعہ مصطفی البابی مصر، طبع اول ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء)

(۲) امام محمد بن عبداللہ جردانی دمیاطی (ت۔ ۱۳۳۱) حضرت جبریل امین علیہ السلام کا قیامت کے بارے میں سوال نقل کرنے کے بعد آیت مبارکہ "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ

السَّاعَةِ" (لقمان:۳۴) کا حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں:

والحق ان الله سبحانه وتعالى لم يقبض نبينا صلى الله حتى اعلمه على كل ما ابهمه عليه الا انه امره بكتم البعض والعلام ببعض۔

اور حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو وصال سے پہلے ہر اس شئے سے آگاہ کر دیا جو آپ ﷺ پر مخفی تھی البتہ کے مخفی رکھنے کا حکم دیا اور بعض کو بتا دینے کا حکم دیا۔

(الجواہر اللؤلؤیۃ فی شرح الاربعین النوویۃ: ۴۸ مطبوعۃ بیروت)

(۳) امام حسن بن علی المدابغی (ت: ۱۱۷۰) شیخ شبراخیتی کی ہی طرح وقوع قیامت کے علم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحق كما قاله جمع ان الله سبحانه و تعالى لم يقبض نبينا عليه الصلوة والسلام حتى اعلمه على كل ما ابهمه عنه الا انه امره بكتم لبعض والاعلام ببعض۔

اور حق یہی ہے جسے ایک جماعت اہلِ علم نے بیان کیا کہ ہمارے نبی ﷺ کو وصال سے پہلے ہر اس شئے سے آگاہ کر دیا جو آپ ﷺ پر مخفی تھی مگر ان میں سے کچھ کے بتانے اور کچھ کے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

(حاشیۃ علی الفتح المبین، ۲۰۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت تحلیل محمد حسن اسماعیل)

(۴) امام نبراوی (ت) کے الفاظ بھی تقریباً یہی ہیں:

والحق ان الله سبحانه وتعالى لم يقبضه صلى الله عليه وآله وسلم حتى اعلمه على كل ما ابهمه عليه الا انه امره بتم البعض والاعلام بالبعض۔

اور حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وصال سے پہلے ہر اس معاملہ سے آگاہ کر دیا جو آپ ﷺ پر پوشیدہ تھا ان میں سے کچھ کو لوگوں کو بتا دینے اور کچھ کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

(شرح المتر نوی علی اربعین۔۲۱۔ جامع ازھر مصر)

(۵) امام محمد بن علی شنوانی (ت: ۱۲۳۳) سوال اٹھاتے ہیں کہ یہاں آیت مبارکہ میں حصر ہے حالانکہ اولیاء اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

ان هذا الحصر بالنسبة للعامة لا الخاصة وقد ورد ان الله لم يخرج النبي صلى الله عليه وآله وسلم من الدنيا حتى اعلمه على كل شيء

یہ حصر عام کی نسبت سے ہے نہ کہ خواص کے اعتبار سے احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا سے لے جانے سے پہلے آپ ﷺ کو ہر شئے سے آگاہ فرمادیا۔

(حاشیہ علی مختصر ابن ابی جمرہ۔ ۲۵۲۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر)

(۶) امام عبدالوہاب شعرانی (ت: ۹۷۴) رسول اللہ ﷺ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جمع له بين الحكم بالظاهر و الباطن معًا اوتي جوامع الكلم واوتي مفاتيح الخزائن الارض و جمع له بين النبو والسلطان و اوتي علم كل شي حتى الروح والخمس التي في آية اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

آپ ﷺ کو ظاہر و باطن کا علم بیک وقت دیا گیا، جوامع الکلم اور زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں آپ ﷺ کو نبوت، سلطنت اور ہر شئے کا علم حتیٰ کہ روح اور ان علوم خمسہ کا بھی علم دیا گیا جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔
"اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ"۔

(کشف الغمۃ۔ ۲: ۵۷۔ مطبوعہ دار الفکر۔ ۸: ۱۴۔ ۱۹۷۷)

(۷) علامہ بیجوری نے یہی بات یوں تحریر کی:

لم يخرج صلى الله عليه وآله وسلم من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله تعالى بهذه الامور الخمسة۔

نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچ غیوب کا علم دیا۔

(حاشیۃ الباخوری: ۹۲)

(۸) امام عثمانوی "عجب العجائب" میں اس قول کو صحیح قرار دیتے ہیں:

قيل انه صلى الله عليه وآله وسلم اوتي علمها اى الخمس في آخر الامر لكن امر فيها بالكتمان و هذا القيل هو الصحيح

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کو آخر میں علوم خمسہ کا علم دے دیا گیا البتہ اسے پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا اور یہی قول صحیح ہے۔

(فتاوی رضویہ: ۵۲۹، ۴۷۷)

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ یہ تمام اقوال بتاتے ہیں کہ اہلِ علم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا اور انہوں نے مختار وحق قول کو واضح کیا کہ یہ تفصیلی وکلی علم ہے کیونکہ جزئیات کے بارے میں اختلاف ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو واضح نصوص ہیں، مثلاً بدر میں کفار کے بارے میں بتایا "**هذا مصرع فلان**" اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جس مقام کی نشاندہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی اسی جگہ دوسرے دن کفار مرے۔ ان واضح نصوص کے بعد جزئیات کا اختلاف متصور نہیں ہوسکتا۔

اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے پورا رسالہ "**انباء المصطفیٰ**" لکھا، سوال اور جواب کا ابتدائیہ ملاحظہ ہو:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسئلہ: از دہلی چاندنی چوک موتی بازار مرسلہ بعض علمائے اہلسنت ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ حضرات علماء کرام اہلسنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے، دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتیٰ کہ بدأ الخلق سے لے کر دوزخ وجنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر وشر تفصیل سے جانتے ہیں اور جمیع اولین وآخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح اپنے کفِ دستِ مبارک کو، اور اس دعوے میں آیات واحادیث واقوالِ علماء پیش کرتا ہے۔

بکر اس عقیدے کو کفر وشرک کہتا ہے اور بکمال درشتی دعوی کرتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں جانتے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا اور اپنے اس دعوے کے اثبات میں "**تقویۃ الایمان**" کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ذاتی تھا خواہ یہ کہ خدا نے عطا فرما دیا تھا، دونوں طرح شرک ہے۔

اب علمائے ربانی کی جناب میں التماس ہے کہ ان دونوں میں سے کون برسرِ حق موافق عقیدہ وسلف صالح ہے اور کون بدمذہب جہنمی ہے، نیز عمرو کا دعویٰ ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے، اس کا گنگوھی مرشد اپنی کتاب "**براهین قاطعه**" کے صفحہ نمبر ۴۷ پر یوں لکھتا ہے کہ شیطان کو وسعت علم نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے۔

جواب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ کے بعد لکھا:

زید کا قول حق وصحیح اور بکر کا زعم مردود وقبیح ہے۔ بے شک حضرت عزت، **عزت عظمته** نے

اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، **ملکوت السموات والارض** کا شاہد بنایا روزِ اول سے روزِ آخر تک سب "**ما کان وما یکون**" انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل والصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر و کبیر، ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا "**للہ الحمد کثیرًا**" بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا سا حصہ ہے، ہنوز احاطہ محمدی وہ ہزار در ہزار بے حد و کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولیٰ **جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلیٰ**۔ (فتاویٰ رضویہ۔۲۹:۴۸۵ تا ۴۸۷)

پھر آپ ﷺ نے "**خالص الاعتقاد**" تحریر فرمایا: جس میں واضح انداز میں اہلسنت کا مختار واضح کیا۔ اس میں امر پنجم کے تحت لکھتے ہیں: **فضل محمد** رسول اللہ ﷺ کے منکروں کو جہنم جانے دیجئے۔ تتمہ کلام استماع فرمایئے:

ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ و عزوجل نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے آیا وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عوام آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہلِ ظاہر جانب خصوص کی طرف گئے ہیں، کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے کہا خمس کا، کسی نے کہا ساعت کا، اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا "**ماکان وما یکون**" بمعنی مذکور میں از انجا کہ غایت میں دخول و خروج دونوں متحمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے ایک بعض خفیف بلکہ "**انباء المصطفیٰ**" حاضر ہے۔

میں نے قصیدۂ بردہ شریف اور اس کی شرح مُلا قاری سے ثابت کیا ہے کہ علم الٰہی تو علم الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی ہے، یہ مجموعہ "**ما کان وما یکون**" کا علم علوم محمد رسول اللہ ﷺ کے سمندر سے ایک لہر ہے، پھر علم الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اسی کو معاذ اللہ علم الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسی قدر کرنے کا حق ہے۔ (پ ۷۔ الانعام:۹۱)

اور واقع جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گن دینے پر خدائی آ گئی تو "ماکان ومایکون" تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماء اہلسنت میں دائر ہے مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ لوم نہیں۔

ہاں ہمارا مختار قولِ اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے، اس بارے میں بعض آیات و احادیث، اقوال ائمہ حضرات کو فقیر کے رسالے "انباء المصطفٰی" میں ملیں گے اور "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون" وغیرہ رسائل فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر ووافر ہیں اور اقوال اولیائے کرام وعلمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار، یہاں بطور نمونہ صرف بعض اشاراتِ ائمہ پر اقتصار، وما توفیقی الا باللہ العزیز الغفار۔

حدیث صحیح "جامع ترمذی" جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔"

(سنن ترمذی، حدیث ۳۲۴۶ دار الفکر بیروت ۵:۱۶۰)

دوسرے مقام پر فرمایا:

علمت ما فی السموات والارض۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(سنن ترمذی، حدیث ۳۲۴۴ دار الفکر بیروت ۵:۱۵۹)

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہوچہ در زمینہا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا اس حدیث میں تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ باب المساجد، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۳۳۳/۱) (فتاویٰ رضویہ۔ ۲۹: ۴۵۳، ۴۵۴)

جب اہل سنت کا مختار قول یہی ہے کہ آپ ﷺ کو علومِ خمسہ کا کلی و تفصیلی علم دیا گیا ہے تو اس کے خلاف بات کرنا ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

(بشکریہ ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور، جنوری ۲۰۱۲ء۔ شمارہ ۱۸۶)

جمادات اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مفتی محمد خان قادری

مسجد نبوی میں منبر شریف تیار ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے، جب قیام طویل ہوجاتا یا کچھ تھکاوٹ محسوس فرماتے تو اس تنے پر دست اقدس بھی رکھتے، نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جمعہ میں دور بیٹھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کر پاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف بھی زیادہ ہوگئی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا طویل قیام دشوار گزرنے لگا، انہوں نے منبر تیار کرنے کا سوچا، عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس رائے کو پسند فرمایا۔ لہٰذا منبر تیار کرلیا گیا، جب منبر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے خطبے کے لیے حجرہ انور سے نکل کر منبر کی طرف بڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر جب اس تنے کے پاس سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں نہ رکے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

اذا بالجذع يصرخ صراخا شديدا و يحن حنينا مولما حتى ارتج المسجد و تساقط البناء و تشقق الجذع ولم يهدا۔

تو تنے نے چیخ و پکار شروع کردی وہ اس قدر دردناک انداز میں رویا کہ پوری مسجد آواز سے گونج اٹھی۔ تنا پھٹ گیا۔

اس کا صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ اثر ہوا۔

وبكوا بكاء شديد الحنين هذا الجذع۔

کہ انہوں نے بھی اس تنے کے ساتھ خوب رونا شروع کردیا۔

یہ بے جان تنا رویا اور چیخا ہاں ہاں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے، اس پہ دست اقدس رکھتے ہوئے دلاسہ دیا اسے گلے لگایا یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے جان تنے سے گفتگو کی اور اسے اختیار دیا، چاہے تو تجھے جنتی درخت بنادیا جائے تیری جڑیں جنت کی نہروں اور چشموں سے

فیض یاب ہوں اور اہل ایمان تیرا پھل کھائیں یا تجھے دنیا کا پھل دار درخت بنا دیا جائے۔ بایں طور کہ تجھے باغ میں لوٹا دیا جائے تو پھل دے اور مومن تیرا پھل کھائیں؟ شوق میں رونے والے نے جنتی ہونا پسند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

افعل ان شاء الله افعل ان شاء الله۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں ایسا کرتا ہوں۔

اس پر وہ تنا خاموش ہو گیا، اس کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیده لو لم التزمه لبقی یحن الی قیام الساعة شوقاً الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ اللہ کے رسول ﷺ کے شوق میں قیامت تک روتا رہتا۔

اس بے جان تنے سے چار پانچ ہاتھ رسول اللہ ﷺ دور ہوتے ہیں۔ لیکن یہ وہ دوری برداشت نہ کر سکا، وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگا، آپ ﷺ کے فراق میں نہایت غمزدہ ہو گیا اور اس وقت خاموش نہ ہوا جب تک آپ ﷺ نے وصل کی صورت میں اسے گلے نہ لگا لیا اور اختیار عطا نہ فرمایا۔ حالانکہ اس کے پاس عقل کہاں؟ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نے دوبارہ باغ میں پھلدار ہونا قبول اس لیے نہیں کیا کہ اگر وہ یہ قبول کر لیتا تو سینکڑوں میٹر حضور ﷺ سے دور ہو جاتا جب وہ چند ہاتھ دوری کو برداشت نہیں کر سکا تو اتنی طویل مسافت کی دوری کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ تو اس نے دوبارہ پھلدار درخت ہونا نہ قبول کیا کیونکہ اگر وہ یہ قبول کر لیتا تو اسے دوبارہ فراق مل جاتا۔

(نوائے اسلام، اگست ۲۰۰۴ء)



محدث حجاز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نادر سوانحی مضمون

خانوادۂ بریلی کا ایک عرب مفکر، فضیلۃ الشیخ

پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسینی المالکی

علامہ مفتی محمد خان قادری

آپ کا اسم گرامی محمد، والد کا علوی اور دادا کا نام عباس ہے۔ آپ کا تعلق خاندان سادات سے ہے۔ سلسلہ نسب ستائیس واسطوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مسلکا مالکی اور مشربا قادری ہیں۔ کیونکہ آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور خود آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے پرورش پائی، مسجد حرام، مدرسۃ الفلاح اور مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت حسین وجمیل، قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔

تعلیمی سفر

آپ نے صرف اپنے وطن میں علوم حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لیے تمام عالم اسلام کا سفر کیا۔ ایک مقام پر اس بارے میں رقم طراز ہیں۔

میں نے حصول علم کی خاطر مغرب، مصر، ہندوستان اور پاکستان کا سفر کیا وہاں کے بڑے بڑے کتب خانوں مدارس اور نامور علمی شخصیات سے استفادہ کیا۔ آپ نے عالم اسلام کی جن نامور شخصیات سے استفادہ کیا ان کی فہرست طویل ہے ان میں بعض کے اسماء یہ ہیں۔

"شیخ امام عمر بن احمد سمیط، شیخ علی بن عبدالرحمن الحبشی، شیخ علی بن العطاس، مفتی مصر شیخ حسنین بن محمد مخلوف، شیخ امین بن محمود خطاب السبکی مصری، شیخ ابراہیم الباجوری کے تلمیذ رشید شیخ محمد عبداللہ المصری المعروف بالعقودی، مفتی حلب شیخ محمد اسعد"

مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، مولانا ضیاء الدین احمد قادری ہیں ان کی سند نہایت ہی اعلیٰ وافضل ہے انہوں نے جن بزرگوں سے روایت لی ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد خان رضا بریلوی قدس سرہ ہے۔ جو شیخ مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی کتاب "الطالع السعید" کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

فن حدیث میں ڈاکٹریٹ

آپ نے جامعہ الازہر مصر میں فن حدیث اور اصول حدیث کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کا وہ مقالہ اتنا علمی وتحقیقی اور دقیع تھا کہ اس وقت کے عظیم محدث شیخ محمد ابوزہرہ مصری اور شیخ محمد سالیس نے اسے سب سے اعلیٰ قرار دیا۔ اس بات کا تذکرہ ڈاکٹر الحسینی عبدالحمید ہاشم مصری (جو کہ جامعہ الزہر میں امور مذہبی کے سربراہ تھے) نے آپ کی کتاب کی تقدیم میں ان الفاظ سے کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف شیخ محمد علوی المالکی الحسنی ہیں۔ آپ کا عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ الازہر کے ثمرات میں سے ایک مبارک ثمر ہیں۔ کلیۃ اصول الدین سے سند فراغت لی اور یہیں حدیث نبوی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کا یہ مقالہ بڑے بڑے علماء نے بہت ہی پسند کیا ان میں سے ایک شیخ سائیس ہیں جو مجلس علماء کے ممبر ہیں اور دوسرے محدث شیخ محمد ابوزھرہ ہیں جو عالم اسلام میں فن حدیث کے ماہر ترین شخص ہیں۔

آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بلوغ سے قبل بہت سے علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ اس کرم پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میں نے اللہ کے فضل وکرم سے جب تدریس شروع کی تو اس وقت ابھی نابالغ تھا۔ میں اپنے والد گرامی علوی المالکی سے جو کتاب بھی پڑھتا جب ختم ہوتی تو آپ اس کی تدریس کا حکم دیتے۔ جو طالب علم بھی مذکورہ کتاب پڑھنے کے لیے ان کے پاس آتا اسے میرے پاس بھیج دیتے۔

الکلیۃ الشرعیہ کے ساتھ تعلق

علمی ثقاہت وشہرت کی وجہ سے آپ کو ۱۳۹۰ھ میں کلیۃ الشرعیہ مکہ المکرمہ میں استاد مقرر

کیا گیا۔

مسجد حرام میں تدریس

جب ۱۳۹۱ھ میں آپ کے والد گرامی سید علوی المالکی کا وصال ہو گیا تو علماء مکہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اب ان کی مسند کی ذمہ داری نبھانا آپ ہی کا کام ہے۔ والد گرامی کے وصال کے تین دن بعد علماء مکہ ہمارے گھر تشریف لائے اور انہوں نے مجھے مسجد حرام میں والد گرامی کی جگہ درس دینے کا حکم دیا۔ اللہ کے فضل و احسان سے یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی ہمیشہ توفیق عنایت فرمائے رکھے تمام تعریفیں اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ مسجد حرام میں آپ جن کتب کا درس دیا کرتے تھے ان کا تذکرہ مولانا محمد یٰسین مصباحی کے نام خط میں کرتے ہیں۔ میں اس وقت مسجد حرام میں جن کتابوں کا درس دے رہا ہوں ان کے اسماء یہ ہیں۔ صحیح البخاری، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، بلوغ المرام، مؤطا امام مالک، مشکوٰۃ المصابیح اور تفسیر قرآن۔۔۔۔۔ یاد رہے اس خط پر ۲۳ / ۲ / ۱۴۰۳ ہجری تحریر ہے جو اس بات کا یقینا ثبوت ہے کہ حرم شریف میں آپ کا سلسلہ درس ۱۴۰۳ھ تک جاری رہا۔

ندا الاسلام پر درس

مسجد حرام میں اپنے والد گرامی کی جگہ درس دینے کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ کے "نداء الاسلام ریڈیو" سے اسلامی موضوعات پر درس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ جس طرح آپ کے والد گرامی کا درس ہر جمعہ کی صبح کو نداء الاسلام نشر کرتا تھا اسی طرح آپ کا درس بھی اسی موقع پر شروع کر دیا گیا۔ "نداء الاسلام" پر نشری تقاریر و خطبات کے دو مجموعے "الدعوۃ الاصلاحیہ فی سبیل الھدیٰ والرشاد" کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔

ادارے کا قیام:

آپ نے مکۃ المکرمہ کے محلہ "رصیفہ" میں دینی علوم کا ایک مرکز قائم کر رکھا ہے۔ جس کا نام "مدرسہ عتیبیہ" ہے۔ اس میں آپ صرف استاد ہی نہیں بلکہ اس کی تمام ذمہ داریاں آپ ہی کے سر ہیں۔ اس میں سعودیہ کے علاوہ مختلف ممالک کے طلبہ کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔ ایک مضمون میں سید عابد حسین شاہ آف برہان شریف چکوال تحریر فرماتے ہیں کہ اس ادارہ کی ایک شاخ مدینہ منورہ میں

بھی کام کر رہی ہے۔

ہر روز محفل ذکر و نعت

آپ کے پاس چونکہ ہر روز مختلف مقامات سے تربیت، زیارت اور ملاقات کے لیے کافی تعداد میں لوگ آتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہر روز مغرب کی نماز کے بعد آپ کے ہاں محفل ذکر و نعت منعقد ہوتی ہے۔ اس میں عرب نعت خوان بڑے ہی ذوق وشوق سے نعت خوانی کرتے ہیں۔ اس رحمت ونور سے معمور محفل سے حاضرین اپنے اپنے دل کی تسکین کا سامان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رہے جب آپ مغرب کے بعد مسجد حرام میں درس دیتے تھے اس وقت بھی یہ محفل آپ کے ہاں عشاء کے بعد ہوا کرتی تھی۔

سند حدیث اور غلاف کعبہ کا تبرک

۱۹۸۸ء میں حج کے موسم میں مجھے صاحبزادہ طاہر مبین مدظلہ اور مولانا شمس الزمان قادری مدظلہ کی معیت میں آپ کے ہاں مغرب کے بعد اس مقدس محفل میں شرکت کا موقع ملا۔ ہمارے لیے یہ شرکت یادگار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں شیخ محمد علوی مدظلہ نے ہمیں سند حدیث عطا کرنے کے ساتھ غلاف کعبہ کا تبرک بھی دیا۔

عالمی کانفرنسوں میں شرکت

حجاز مقدس میں اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود آپ نے متعدد دفعہ الجزائر، انڈونیشیا، کینیڈا، مراکش، برطانیہ اور ہندوستان سمیت کئی ممالک میں بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ علامہ مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی کے نام اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔

"جن اجتماعات اور کانفرنسوں میں مجھے مدعو کیا گیا یا جن میں میں نے شرکت کی وہ بکثرت ہیں۔ مشہور کانفرنسیں یہ ہیں (۱) الملتقی الاسلامی ہفتم الجزائر (۲) جشن تعلیمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۳) المرکز الاسلامی جاکارتا، انڈونیشیا (۴) مرکز جمعیات اسلامیہ کینیڈا (۵) ندوۃ الامام مالک مراکش (۶) مؤتمر علماء مالکیہ لندن (۷) مؤتمر علما مسلمین مالا بار "ہند"۔"

مراکش کے "شاہ حسن" مملکت کے فرمانروا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ خود ٹیلی ویژن پر اسلامی موضوعات پر خطاب بھی کرتے ہیں۔ چند سال قبل آپ کے زیر انتظام تین روزہ "امام مالک کانفرنس" عالمی سطح پر مراکش کے شہر فاس میں منعقد ہوئی۔ شیخ محمد بن علوی مدظلہ نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات "ندوۃ امام مالک" کے نام سے تین جلدوں میں وزارت اوقاف مراکش نے شائع کیے ہیں۔ اس میں فقہ پر آپ کے مقالات ہی قابل تحسین ہیں۔

عالمی مقابلہ قرات کی صدارت:

آپ سعودیہ میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی مقابلہ قرات کانفرنس کے تین سال تک صدر رہے۔ علمی، فقہی کانفرنسوں میں شرکت اور مقابلہ قرات کی صدارت کا ذکر مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف نے ان الفاظ میں کیا ہے، رابطہ عالم اسلامی کے تحت منعقدہ علمی مجالس، فقہی کانفرنسیں، مقابلہ حسن قرات اور سنت نبوی کے بارے میں قائم اداروں کی سربراہی و سرپرستی کرتے ہیں۔ مزید برآں رابطہ عالم اسلامی کے رکن بھی رہے ہیں۔ دس سال تک رابطہ اسلامی ثقافتی مواقع پر پہلے خطاب کے لیے شرکت کی۔

تصانیف:

آپ نے مختلف تعلیمی، تدریسی، تربیتی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تیس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں جو عالم اسلام کے لیے رہتی دنیا تک راہنمائی کا کام دیں گی۔ آپ نے عقائد، تفسیر، حدیث، سیرت، معیشت، معاشرت پر جس طرح قلم اُٹھایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ہر کتاب کا مطالعہ کرنے والا شخص یوں سمجھتا ہے کہ اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف آپ کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں آپ کی تیس سے زائد علمی تصانیف ہیں ان میں سے بعض قرآن اور اس کے علوم، بعض سیرۃ نبوی، موضوعات دینیہ اور دعوت و تربیت کے موضوع پر ہیں۔

اب ہم آپ کی تصانیف اور ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

ا۔ الانسان الکامل

سیرۃ و شمائل نبوی کے موضوع پر نہایت ہی عمدہ اور جدید انداز میں لکھی گئی ہے۔

۲۔زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن

اصول تفسیر پر عمدہ اور جامع کتاب ہے۔اگر چہ امام سیوطی کی "الاتقان" کی تلخیص ہے۔مگر آپ نے اس میں ضروری اضافات بھی کئے ہیں۔

۳۔المنہل اللطیف فی اصول الحدیث شریف:

اصول حدیث کے موضوع پر یہ نہایت مفید اور محققانہ انداز میں لکھی گئی کتاب ہے۔اقسام حدیث کے علاوہ صحابہ وتابعین پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔کتب احادیث ان کے درجات وشرائط اور آئمہ حدیث کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اصول حدیث کے موضوع پر اتنی جامع کتاب نظر سے نہیں گزری۔شیخ مدظلہ مقدمہ میں رقم طراز ہیں، یہ اصول حدیث کی اصطلاحات پر مشتمل مباحث ہیں۔مبتدی طالب علم ان کا محتاج ہے۔اور منتہی (اساتذہ) اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔اس میں حدیث کے اصول، اس کی تاریخ، اس کی روایات کی حفاظت اور امت مسلمہ کی خدمت حدیث کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ مدارس نظامیہ کے نصاب میں اس کتاب کا شامل کیا جانا نہایت ہی مفید رہے گا۔

۴۔القواعد الاسلامیہ فی علم مصطلح الحدیث

چونکہ **المنہل اللطیف** اصول حدیث پر ضخیم کتاب تھی۔اس لیے طلبہ کی آسانی کے لیے آپ نے یہ کتاب مرتب فرمائی یہ نہایت جامع اور مختصر ہے۔

۵۔فضل مؤطا وعنایت الامتہ الاسلامیہ

اس کتاب میں آپ نے مؤطا کی عظمت واہمیت اور خصوصیت پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اس میں حواشی کے لیے آپ کو مصر، مغرب، تیونس، شام کا سفر کرنا پڑا۔آخر میں مؤطا کے بارے میں وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ کیا۔اس کتاب میں آپ کے والد گرامی کے ساتھ جامع ازہر میں حدیث کے استاد علامہ محمد ابوزہرہ اور حرمین شریفین کے محدث حضرت علامہ شیخ حسن بن مشاط کی تقریظات بھی شامل ہیں۔

۶۔حول خصائص القرآن

اس کتاب میں خصوصیات قرآن سے بحث کی گئی پہلے حصہ میں قرآن کے علمی نہج کی

خصوصیات، دوسرے میں اسلوب قرآن کی خصوصیات، تیسرے میں فضائل قرآن کی خصوصیات اور چوتھے میں قرآن کی عام خصوصیات کا تذکرہ ہے۔

۷۔قل ہذہ سبیلی

اس کتاب میں ایمانیات کا اجمالی تذکرہ ہے بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔کلمہ طیبہ، ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، حوض کوثر، جنت ودوزخ، شفاعت، ایمان کے تقاضے، علم عبادت کی فضیلت اور تقویٰ کے درجات، ایک مومن کی اصلاح وتربیت کے لیے یہ کتاب بڑی ہی نفع بخش ہے۔

۸۔لبیک اللھم لبیک !!

یہ کتاب حج، عمرہ، اور زیارت نبوی کے آداب، فضائل اور مسائل پر مشتمل ہے۔

۹۔حول الحتفال بالمولد النبوی الشریف

جشن میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔

۱۰۔حاشیۃ المختصر فی السیرۃ النبویہ المختصر فی السیرۃ النبویہ

امام عبدالرحمن بن دبیع شیبانی کی کتاب ہے۔اس میں چونکہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ بھی تھا۔شیخ مدظلہ نے اس میں درج تمام روایات کی تخریج وتحقیق فرماتے ہوئے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کے شروع میں میلاد کے موضوع پر ایک شاندار علمی اور دقیع مقدمہ لکھا جس میں جواز میلاد پر بیس دلائل قائم فرمائے۔

۱۱۔فی رحاب البیت الحرام

یہ کتاب تاریخ مکہ اور اس کے آثار مثلاً حجر اسود، ملتزم، میزاب رحمت، مقام ابراھیم، مولد النبی (جائے ولادت رسول) جنت المعلی، غار ثور، غار حراوغیرہ پر ایک نہایت ہی اہم اور بے مثال کتاب ہے۔

۱۲۔ذکریات ومناسبات

اس میں سال کے مختلف مخصوص ایام، مہینوں اور بعض واقعات پر گفتگو کی گئی ہے۔اس میں نئی صدی ہجری کا استقبال بھی ہے اور ماہ محرم الحرام کے فضائل بھی ہیں اور واقعہ ہجرت، فضائل رمضان و

شعبان پر مشتمل ہے۔

۱۳۔المستشرقون بين الانصاف والعصبية

اس میں شیخ مدظلہ نے بڑے اختصار کے ساتھ اسلام کے بارے میں مستشرقین کے خیالات اورنظریات پیش کیے ہیں۔ انصاف پسند۔تعصب پرست اور منافق مستشرقین کے ساتھ اسلام صحیح معنوں میں متاثر ہونے والے مستشرقین کی بھی نشاندہی کی ہے۔

۱۴۔الدعوة الاصلاحيه

شیخ کے والد گرامی ہر جمعہ کی صبح کو اصلاحی موضوعات پر" ریڈیو سعودیہ" پرخطاب فرماتے تھے ان کے بعد یہ شرف شیخ مدظلہ کو حاصل ہوا۔انہیں خطابات کو مجموعہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔تقریباً ساٹھ مقالات اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ان کے بارے میں مولف رقم طراز ہیں۔عقیدہ، اخلاق اور معاملات سے متعلق مختلف موضوعات پر میرا یہ رسالہ دس سالہ جانفشانیوں کا نچوڑ ہے۔

۱۵۔فی سبیل الهدی والرشاد

یہ بھی ان خطابات کا مجموعہ ہے جو آپ نے ریڈیو سعودیہ پر کئے۔مقدمہ میں شیخ مدظلہ لکھتے ہیں۔" مجھ سے بعض اصحاب نے مطالبہ کیا کہ اپنے وہ خطابات جو میں نے" ریڈیو سعودیہ" پر کیے ہیں ان کو جمع کروں میں نے اللہ عزوجل سے استخارہ کیا۔انشراح صدر کے بعد انہیں کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے یہ تقریباً پچاس مقالات ہیں۔"

۱۶۔ادب الاسلام فی نظام الاسرة

کتاب کے نام سے ہی مضامین کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ایک صحیح خاندان کس طرح تشکیل پاتا ہے۔ کیسے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ کیسے وہ بڑھتا اور پھیلتا ہے اور یہ خاندان کس طرح ایک اچھے معاشرے کا حصہ بن سکتا ہے۔اس کتاب کے چند موضوعات یہ ہیں" اسلام کے لیے خاندان کا تصور، زوجین کا طرز زندگی، اسلام اور تعدد ازواج، تحدید نسل وغیرہ۔"

۱۷۔الطالع السعيد المنتخب من المسلسلات والاسانيد

اس کتاب میں شیخ مدظلہ نے اپنی عملی اسناد کا ذکر کیا ہے۔حدیث مسلسل بالاولیت حدیث

مسلسل بالمحبت اور حدیث مسلسل بیوم عاشرہ وغیرہ۔ یہ سندات کے ساتھ ساتھ جلالین، موطا امام مالک، صحاح ستہ، حزب البحر، قصیدہ بردہ کی اسناد کا ذکر ہے۔ شیخ مدظلہ جس کو حدیث کی اجازت دیتے ہیں۔ اسے یہ کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ عنایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ الشریعۃ اللہ الخالدہ

اس کتاب میں فقہ اسلامی کی تاریخ اور مذاہب پر گفتگو کرتے ہوئے مصادر فقہ "کتاب و سنت" اجماع، قیاس پر سیر حاصل بحث ہے۔ اجتہاد، آئمہ اربعہ کے قواعد وضوابط اور فقہ اسلامی کے مختلف ادوار پر بے مثال کتاب ہے۔ ڈاکٹر ہاشم مصری سیکرٹری جنرل مجمع "بحوث الاسلامیہ" اس کی تقدیم میں شیخ مدظلہ کا علمی مقام اور خدمات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "مجھے یہ سعادت مل رہی ہے کہ میں آپ کو نہایت قیمتی تصنیف "شریعۃ اللہ الخالدہ" پر تقدیم لکھ رہا ہوں یہ مذاہب الفقہا اور تشریع نفیسی احکام کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ مسلمان اس کے قیمتی مواد سے مستفید ہوں گے اس میں مصنف نے تفصیل اور آسانی کو پیش نظر رکھا ہے اور یہ کام نہایت ہی قابل قدر، موثر ترین اور منزل تک رسائی کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے تاکہ وہ اس سے رہنمائی کی باتیں اور اس کے انوار سے مستفید ہوں۔"

۱۹۔ حاشیہ المورد الروی

ملا علی قاری نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام المورد الروی فی المولد النبی ہے۔ یہ کتاب عرصہ دراز سے نایاب تھی۔ شیخ مدظلہ نے اسے بڑی جدوجہد کر کے تلاش کیا اور اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ حاشیہ لکھا ہے۔ حاشیہ تعلیق کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں مولد النبی ربیع الشیبانی سے فارغ ہوا تو میرے علم میں یہ بات آئی۔ امام حافظ محدث شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میلاد نبوی پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ آپ اپنے وقت کے کبار ائمہ میں شامل ہیں۔ فن حدیث میں آپ ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ جدوجہد مسلسل کے بعد یہ کتاب شہر مدینہ میں مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت کے شعبہ سیرت سے مجھے دستیاب ہوئی۔

۲۰۔ شرح المولد لابن کثیر

مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر نے میلاد پاک کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جو نشر میں

تھی۔علامہ الفاضل محمد بن سالم نے اسے نظم کی صورت دی۔شیخ مدظلہ نے اس پر تفصیلی حاشیہ تحریر کیا۔

۲۱۔الذخائر المحمدیہ

سرزمین حجاز پر جب آپ نے محسوس کیا کہ لوگ بدعقیدہ ہوتے جارہے ہیں۔ان کو معلوم ہی نہیں کہ اہل اسلام کے عقائد کیا ہونے چاہئیں تو اس وقت عقائد کی حفاظت کے لیے ایک عظیم کتاب تصنیف کی جس کا نام "الذخائر المحمدیہ" ہے۔اس کتاب کی طباعت کے بعد آپ کو بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن آپ نے ان تمام مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔عقائد کے موضوع پر یہ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔

۲۲۔مفاہیم یجب ان تصحیح

الذخائر المحمدیہ پر لوگوں نے جو اعتراض وارد کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ان کا جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔اس کتاب کی تائید تمام علماء عرب نے کی جن علماء نے اس پر تقاریظ لکھی ہیں ان میں مراکش کے مفتی اعظم شیخ عبداللہ کنون ہیں جو کہ "رابطہ عالم اسلامی" کے بانی اراکین میں سے ہیں اور دوسرے مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف ہیں ان کو سعودی عرب حکومت نے خدمت اسلام کے مترادف کے طور پر "شاہ فیصل ایوارڈ" دیا تھا۔

۲۳۔شرف الامتہ المحمدیہ

اس کتاب میں شیخ مدظلہ نے حضور ﷺ کے مبارک وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر جو کرم فرمائے ہیں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۲۴۔افقدوۃ الحسنہ فی منھك الدعوۃ الی اللہ

اس کتاب میں آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک اسوہ کی روشنی میں مبلغین اسلام کے لیے نہایت ہی خوبصورت اور جامع لائحہ عمل تحریر کیا ہے۔

۲۵۔تحقیق و تعلیق علی قریب المجیب

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الترغیب والترہیب کا منتخب حصہ مدارس الفلاح کے نصاب میں شامل تھا۔آپ کے والد سید علوی المالکی نے طلبہ کی آسانی کے لیے اس میں بڑا ہی جامع حاشیہ لکھا۔شیخ

منظلہ نے اس حاشیہ کا ابتدائیہ اور اس کی تحقیق وتخریج فرمائی۔

۲۶۔الحصون المنیعہ

یہ مختصر دعاؤں اور وظائف کا مجموعہ ہے۔

۲۷۔مقبرہ جنت المعلیٰ

اس میں مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلیٰ کے بارے میں معلومات درج کی ہیں۔

۲۸۔شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد

یہ کتاب پہلی دفعہ طبع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ترجمہ کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ہے۔

۲۹۔تاریخ الحوادث والاحوال النبویۃ

یہ کتاب ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ سیرت النبوی پر نہایت ہی جامع اور مختصر کتاب ہے۔ اس کے لکھنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ آج کے دور میں لوگ ضخیم کتب کا مطالعہ نہیں کرتے تو میں نے نہایت جامع اور مختصر کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں آپ ﷺ کے احوال، آپ کے نسب مبارک، اولاد، بنات، زوجات، پھوپھیاں، آپ کو دودھ پیش کرنے والی خواتین، رضاعی بھائی، بہنیں، خدام، محافظین، خطوط اور آپ کے مقرر کردہ امراء کے احوال پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے حصہ میں آپ کی ولادت سے لے کر وصال تک وقوع پذیر واقعات کو تاریخی تربیت کے ساتھ نہایت جامعیت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے رجب ۱۳۹۷ھ میں مدینہ منورہ میں تحریر کی ہے اور ۱۳۹۸ھ میں شیخ محمد صالح عجاج نے اسے طبع فرمایا۔

۳۰۔مفہوم التطور والتدید فی الشریعۃ الاسلامیہ

اس کتاب میں آپ نے اس موضوع پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے کہ دور جدید میں اسلامی اصولوں کی تعمیر تو کس طرح کی جائے۔

۳۱۔کشف الغمہ فی اصطناع المعروف ورحمۃ الامۃ

یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔

آپ کی شخصیت علماء کی نظر میں

حرمین شریفین اور عالم اسلام میں آپ کو بے پناہ قدر ومنزلت حاصل ہے، علماء ومشائخ آپ کی موثر مذہبی حیثیت اور جلالت شان کے قائل اور معترف ہیں۔ اس لیے ہم یہاں آپ کے بارے میں عالم اسلام کی نامور شخصیات کے خیالات کا تذکرہ کرتے ہیں......!!

۱۔ مفتی مصر شیخ محمد حسنین مخلوف آپ کی کتاب "**مفاهيم يجب ان تصحيح**" پر تقریظ میں کتاب کے مضامین کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "یہ اس کے مضامین کا اجمالی خاکہ ہے اس کا مصنف علماء حرمین میں سے ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبویہ کے سمندر سے انہیں حظ وافر حاصل ہے۔ آپ مجالس علمیہ اور درس نبویہ کا انعقاد کرنے والے اور ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس سے مسلمانوں کا ایک جم غفیر مستفید ہو رہا ہے۔"

۲۔ جامعہ ازھر کے سابقہ سربراہ اور سیرت کمیٹی کے چیئرمین شیخ محمد طیب النجار آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ "عالم جلیل السید محمد علوی المالکی الحسنی مدظلہ کی زندگی اس مبارک درخت کی مانند ہے جو پاکیزہ زمین میں پیدا ہوا۔ اس کی بہت زیادہ حفاظت وتربیت کی گئی۔ اس کی شاخیں پھیل گئیں۔ اس کا پھل لگا اور لوگ اس کی خیر و برکت سے خوب سیراب ہوئے۔"

۳۔ شیخ محمد الخرزجی وزیر امور مذہبی واوقاف متحدہ عرب امارات لکھتے ہیں۔ "میں نے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا جسے عالم جلیل محقق نبیل السید محمد بن علوی المالکی نے مرتب کیا ہے۔ آپ شجر نبوی کی ایک شاخ اور عترت ہاشمی کا سہرا ہیں۔ اس کتاب کا نام مفاھیم یجب تصحیح ہے۔" ڈاکٹر رؤف شبلی سابقہ عمید کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ لکھتے ہیں۔ "شیخ فاضل ڈاکٹر محمد علوی المالکی المکی الحسنی علماء اسلام میں سے بہترین عالم ہیں۔ آپ اخلاق ومسلک کے اعتبار سے بھی افضل ہیں۔ ہم ان کو اس وقت سے جانتے ہیں جب آپ جامعہ ازھر دراسات میں زیر تعلیم تھے۔"

ڈاکٹر حسن الفاتح قریب اللہ سوڈانی لکھتے ہیں۔ "سید محمد علوی المالکی کے خاندان کو بڑی شہرت اور مقام حاصل ہے۔ آپ کا خاندان علمی اور اخلاقی اعتبار سے نہایت ہی افضل ہے۔ اس نے لوگوں کی قرآن کریم اور سنت نبوی کے طریق پر کاربند رہنے کے لیے عمدہ خدمت کی ہے۔"

جامعہ ازھر قاہرہ اور عالم اسلام کے نامور استاذ حدیث شیخ محمد ابوزہرہ نے مؤطا پر تحقیق ومحنت

کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کے دینی و علمی شخصیت کے بارے میں لکھا ہے۔ "فضل الموطا کے مصنف علامہ الفاضل شیخ محمد علوی المالکی آپ کی ذات علماء اور ایسے عظیم مشائخ و اساتذہ میں سے ہے۔ جن کو سنت نبوی کی خدمت کا شغف اور احادیث نبویہ کا درک تامہ حاصل ہے۔"

علماء کی طرف سے آپ کا دفاع

جیسا کہ سابقہ صفحات پر گذرا کہ آپ نے مسلک اہلسنت کی حقانیت اور اس کی ترویج کے لیے متعدد کتب تحریر کیں ان میں سے سرفہرست "الذخائر المحمدیہ" کا نام ہے جب یہ کتاب مصر سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آئی تو بعض لوگوں نے اس کا رد لکھنے کی کوشش کی۔ مثلاً شیخ ابن منیع "**حوار مع المالکی فی رد منکراته وضلالاته**" تحریر کی بس اس کتاب کے چھپنے کی دیر تھی تمام عالم اسلام کی طرف سے شیخ محمد علوی مدظلہ کے دفاع میں کتب اور مقالات کا سلسلہ شروع ہو گیا جواب بھی جاری ہے۔ یہاں ہم چند نامور اہل علم اور ان کی کتب کا مختصر تعارف ضروری تصور کرتے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ یوسف السیّد ہاشم الرفاعی مدظلہ۔ آپ عالم اسلام کی نامور شخصیت ہیں۔ اس وقت سلسلہ رفاعیہ کے سربراہ ہیں۔ کویت میں آپ وزیر اوقاف رہ چکے ہیں۔ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے شیخ محمد علوی مدظلہ کے دفاع میں کتاب لکھی جس کا نام "الرد المحکم المنیع" رکھا۔ اس کے دو اقتباس ملاحظہ ہوں۔ مقدمہ کتاب میں ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں۔ "مجھ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور شریعت کی طرف سے واجب تھا کہ میں شیخ محمد علوی المالکی کے دفاع کے لیے آگے بڑھوں کیونکہ سیّد مالکی میرے ہیں۔ اور میں ان کا ہوں۔ ان کی تکلیف میری تکلیف اور ان کی خوشی میری خوشی ہے۔" میں سیّد مالکی کا ساتھ محض کسی ذاتی عصبیت اور خواہش نفس کی وجہ سے نہیں دے رہا۔ بلکہ ان کا ساتھ حق میں اور حق کے ساتھ دلیل شرعی کی بنا پر در ے رہا ہوں۔ میں اور سیّد مالکی بنا پر دے رہا ہوں۔ میں اور سیّد مالکی آقائے کریم اور سنت میں ان لوگوں سے زیادہ عزت مند ہیں جنہوں نے سیّد مالکی پر اتہامات کی بوچھاڑ کی ہے۔ ہم تمام نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے اور وہ قیامت کے روز عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، آخر میں لکھتے ہیں۔ "میں شیخ محمد علوی پر ڈھائے گئے ظلم اور جھوٹے اتہامات کا دفاع کیوں نہ کروں؟ ان کا دفاع دراصل مسلک اہلسنت، سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا دفاع ہے۔"

یاد رہے کہ اس کتاب کا ترجمہ ملک کے نامور عالم دین علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

نے "اسلامی عقائد" کے نام سے کیا ہے۔

شیخ محمد مالکی کی کتاب "الذخائر المحمدیہ" کے خلاف شیخ ابوبکر جابر الجزائری نے جب "کمال الامۃ صلاح عقیدہ" تحریر کی تو اس کے جواب میں بحرین کے مشہور عالم شیخ راشد بن ابراھیم المرخبی نے "اعلام النبیل بمافی" تحریر کی۔ ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں۔ "میں نے صاحب ذخائر المحمدیہ پر ابوبکر الجزائری اور ان کے ہم مسلک علماء کی تنقید اور غیر ذمہ دارانہ باتیں دیکھیں حالانکہ وہ کتاب نہایت ہی عمدہ مسائل پر مشتمل ہے تو میں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے بہت سی غلط باتیں شیخ کی طرف منسوب کر دی ہیں، جو انہوں نے نہیں کہیں۔ شیخ کو سخت سست بھی کہا ہے۔ اس کا جواب اس لیے ضروری تھا کہ کوئی کمزور عقل اور ناپختہ ذہن ان کی باتوں کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ اس مذکورہ کتاب کا مقدمہ مغرب کے مشہور محدث شیخ السیّد عبدالعزیز بن محمد بن الصدیق الغماری نے تحریر فرمایا ہے جو پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں انہوں نے نہایت ہی احسن اور علمی انداز میں ابوبکر الجزائری کی خوب خبر لی ہے۔ اس کی ابتدا میں السیّد محمد علوی مالکی اور ان کی کتاب الذخائر کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ "ابوبکر الجزائری نے علامہ مسلمہ فاضل ڈاکٹر سیّد محمد بن علوی المالکی کی قیمتی کتاب "الذخائر المحمدیہ" کا رد کر کے وقت اور مال کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اس کتاب کا مواد نہایت ہی خوبصورت ہے۔ اس سے مومن کا دل کشادگی پاتا ہے۔ محب صادق کا سینہ سرور و خوشی محسوس کرتا ہے کیونکہ محبوب خدا ﷺ کو بہت سے ایسے فضائل و کمالات عطا فرمائے گئے ہیں جن کی بنا پر آپ کو دیگر تمام انبیاء سے امتیاز بخشا انہیں کمالات میں سے بعض کا ذکر شیخ نے اس کتاب میں کیا ہے۔ ان میں کوئی منکر نہیں اور نہ ہی جھوٹ ہے نہ ہی شیخ نے کوئی بات اپنی طرف سے لکھی اور اختراع کیا۔ ان پر قیامت ٹوٹ پڑے اور طعن و تشنیع سے انہیں زخمی کر دیا جائے۔ یہی تو وہ کمالات ہیں جن کے بارے میں علماء امت نے کتابیں لکھی ہیں۔

مراکش کے نامور محقق عبدالحیٔ العمروی اور شیخ عبدالکریم مراد نے بھی آپ کے دفاع میں کتاب لکھی جس کا نام "التحذیر من الاعناد" رکھا۔ شیخ ابوبکر الجزائری نے آپ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتب کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے "جاوِیر کنون" لکھی۔ اس میں انہوں نے خصوصاً مسئلہ توسل کے عدم جواز پر خصوصی گفتگو کی تھی۔ اس کا جواب حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا اور اس کا نام "حول المبحث التوسل" رکھا......!

تصانیف کی مقبولیت

آپ کی تصانیف کو عالم اسلام کے ہر طبقہ ومسلک کے علماء وعوام میں بہت ہی مقبولیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور سعودیہ کے علاوہ شام، مصر، لبنان، سوڈان، متحدہ عرب امارات، دبئی، پاکستان اور ہندوستان میں بھی شائع ہوتی ہیں۔

اُردو تراجم

چونکہ یہ تمام کتب عربی میں ہیں۔ عربی دان حضرات تو ان سے استفادہ کر سکتے تھے۔ مگر اردو جاننے والے حضرات کے لیے ان سے استفادہ دشوار تھا۔ اس لیے حسب ضرورت علماء نے بڑی محنت کے ساتھ بعض کتب کو اردو زبان دی ہے اور اب تک درج ذیل کتب کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ الانسان الکامل
۲۔ المستشرقون بین الانصاف والعصبیه
۳۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف
۴۔ الدعو الاصلاحیة
۵۔ ذکریات ومناسبات
۶۔ اداب الاسلام فی نظام الاسرة
۷۔ مفاهیم یجب ان تصحیح
۸۔ شفاء الفتواد بزیار خیر العباد۔

حال میں اس کتاب کا ترجمہ (راقم) نے بفرمائش انجمن تعمیر ملت کیا ہے جو "در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری" کے عنوان سے چھپ کر دنیائے علم ودانش میں تقسیم ہو رہا ہے۔ مولف گرامی نے اس کتاب میں در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کے فضائل، کیفیات اور اہمیت پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے اس سنی عالم دین نے نجدی عربوں کے ان تمام نظریات کو رد کر دیا ہے جو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ تحسین پیش کرنے کے لیے زیارت کرتے وقت روضہ منورہ اور مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرنا شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب کو علماء عرب وعجم نے بے حد پسند کیا ہے۔ الحمدللہ اب اسے اردو میں ترجمہ کر کے ان لوگوں کے لیے آسانی کر دی گئی ہے۔ جو عربی نہیں جانتے۔

بارگاہ رضویت سے عقیدت

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنے علم وفضل کونورانیت دینے کے لیے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کواسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم وفضل کے بڑے مدعا ہیں۔ بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفی رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء ومشائخ کوخلافت اجازت نے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کوبھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت

مولانا غلام مصطفی مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی مفتی سعد اللہ مکی کے ایماء پر ان کا وفد علامہ سیّد محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لیے گیا دوران ملاقات مولانا غلام مصطفی نے کہا ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی شربت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفی اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرما دی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا "سیّدی علامہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعے جانتے ہیں۔ وہ اہلسنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔" اس مجلس میں بڑے بڑے رؤسائے مکہ جلوہ افروز تھے۔ علامہ سید محمد علوی مالکی کی اس توجہ کو دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ تمام لوگوں سے آپ نے وفد کا تعارف کرایا اور بار بار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر کیا۔ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی جو مفتی اعظم کے جانشین ہیں ۱۹۸۸ء جو زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو علامہ سیّد علوی مالکی نے اپنی تصانیف کا مکمل سیٹ عنایت فرمایا اور بہت ہی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا۔ امام احمد رضا قادری بریلوی کے پوتے ہونے کی حیثیت سے آپ کی بے حد عزت افزائی فرمائی اور دعائیہ کلمات سے نوازا۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء)

تاریخی رپورٹ

تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کی تاریخی کامیابی

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کے قلم سے

الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

۲۲ اپریل ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو پاکستان کا بیان شائع ہوا کہ قانون ناموس رسالت ۲۹۵ سی کے طریقہ تفتیش میں تبدیلی کر رہے ہیں آئیندہ ڈی سی کی اجازت کے بغیر ایسے کیس کی ایف آئی آر درج ہی نہیں ہوگی۔ اسے پڑھ کر نہایت دکھ ہوا اپنے ساتھیوں سے دن بھر اس پر گفتگو ہوتی رہی کہ اس کا کیا کیا جائے؟

بندہ حسب معمول بعد نماز عصر اپنی لائبریری میں کام کرنے کے لیے بیٹھا ہی تھا ایک نوجوان (جس کا نام میاں محمد اشرف عاصمی تھا) آئے اور کہنے لگے مجھے صاحبزادہ سید محمد شاہ گیلانی نے بھیجا ہے کہ مفتی صاحب کا فون درکار ہے، بندہ نے نمبر دے دیا۔ مغرب کی نماز کے بعد محترم شاہ صاحب کا فون آیا اور پرویز مشرف کی طرف سے اخبارات میں ناموس رسالت کے حوالے سے 295 سی کے طریقہ تفتیش میں تبدیلی کا تذکرہ کیا پھر میں نے عرض کیا بندہ نے بھی پڑھا ہے اور اس پر غور وفکر بھی آج کرتا رہا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ پیر محمد افضل قادری صاحب نے کراچی سے فون کیا ہے کہ شام کو میں لاہور پہنچ رہا ہوں آپ لوگ اس مسئلہ پر فی الفور میٹنگ بلاؤ، اس طرح عالمی تنظیم اہلسنت کے دفتر میں رات نو بجے میٹنگ طے ہوگی۔ میں نے عرض کیا قبلہ شرف صاحب کا مکتبہ آپ کے قریب ہے انہیں بھی دعوت ضرور دیں۔

ابتدائی میٹنگ

حسب وعدہ ہم نو بجے تنظیم کے دفتر میں پہنچ گئے محترم شاہ صاحب وہیں موجود تھے، تھوڑی دیر کے بعد کراچی سے پیر محمد افضل قادری بھی آ گئے اس ابتدائی میٹنگ میں [illegible]

شریک ہوئے۔

(۱) علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، (۲) پیر محمد افضل قادری، (۳) ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی، (۴) ڈاکٹر محمد اسحاق رحمانی، (۵) راقم الحروف (خود)، (۶) صاحبزادہ مولانا رضائے مصطفی نقشبندی، (۷) مولانا علی احمد سندھیلوی، (۸) صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی، (۹) ذوالفقار حید رسیالوی۔

حکومت نے دفتر کے اردگرد پولیس اور مختلف ایجنسیوں کے لوگ متعین کر دیئے تھے لیکن انہوں نے میٹنگ میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔

طے یہ ہوا

اس میٹنگ میں یہ طے ہوا کہ فی الفور اس بیان کی شدید مذمت کی جائے اور ۲۴ اپریل بروز پیر ۲۰۰۰ء پر بوقت تین بجے دن جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں لاہور کی سطح پر اہلسنت کی تمام تنظیموں کا بھرپور اجلاس رکھا جائے اور اس میں حکومت کے اس غلط اقدام کے خلاف تحریک چلانے کا لائحہ عمل طے کیا جائے۔

تعظیمات اہلسنت کا اجلاس

حسب پروگرام جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے اجلاس میں درج ذیل تنظیمات اور اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔

محاذ کا قیام

تمام شرکاء نے متفقہ طور پر رائے دی ایک پلیٹ فارم قائم کیا جائے اور اس میں تمام تنظیمات اہلسنت کو نمائندگی دی جائے لہٰذا مختلف آراء کے بعد پلیٹ فارم کا نام "تحفظ ناموس رسالت محاذ" طے ہوا۔ درج ذیل اہل علم و دانش کو محاذ کے ممبر کے طور پر منتخب کیا گیا۔

(۱) ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی (۲) مولانا محمد طفیل اظہر (۳) صاحبزادہ رضائے مصطفی نقشبندی (۴) علامہ سید شمس الدین بخاری (۵) پیر محمد افضل قادری (۶) سید محمد صفدر شاہ گیلانی (۷) انجینئر سلیم اللہ خان (۸) قاری عبدالحمید قادری (۹) ذوالفقار حیدر سیالوی (۱۰) انجمن اساتذہ (۱۱) سلطان ریاض الحسن قادری (۱۲) مولانا محمد قاسم علوی (انہیں محاذ کا رابطہ سیکرٹری بھی بنایا گیا) (۱۳) قاری زوار بہادر

(۱۴) سید عابد حسین گردیزی (۱۵) سید محمد ظفر علی شاہ (۱۶) محمد خان قادری۔

محاذ کے قیام کے ساتھ ساتھ مذکورہ اجلاس میں چار مئی بروز جمعرات کو احتجاجی جلوس بھی طے ہوا لیکن محاذ کو تبدیلی تاریخ کا اختیار بھی دیا گیا۔

اعلان اجلاس

تحفظ ناموس رسالت محاذ کے مذکور ممبران نے آپس میں مشورے کے بعد یہ اعلان کیا کہ کل ۲۵ اپریل بروز منگل بوقت ڈھائی بجے دن بمقام دفتر عالمی تنظیم اہلسنت محاذ کا اجلاس ہوگا جس میں لائحہ عمل طے کیا جائے گا اس میں تمام ممبران بھرپور تجاویز لے کر شریک ہوں۔

محاذ کا پہلا اجلاس

حسب پروگرام "تحفظ ناموس رسالت محاذ" کا پہلا اجلاس ڈھائی بجے دن مذکورہ مقام پر منعقد ہوا جس میں درج ذیل اہل محبت نے شرکت کی۔

(۱) ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (۲) مولانا محمد طفیل اظہر (۳) مولانا محمد قاسم علوی (۴) مولانا سید شمس الدین بخاری (۵) مولانا محمد اقبال چشتی (۶) پیر محمد افضل قادری (۷) ڈاکٹر محمد احمد ساقی (۸) سید محمد صفدر شاہ گیلانی (۹) محمد نواز کھرل (۱۰) سلطان ریاض الحسن قادری (۱۱) محمد خان قادری۔

صدارت کی ذمہ داری

محاذ کے رابطہ سیکرٹری کا تقرر تو پہلے ہی ہو چکا تھا آج کے اجلاس میں تمام شرکاء نے محسوس کیا محاذ کا صدر بھی ضروری ہے تمام نے متفقہ طور پر بندہ کو یہ ذمہ داری سونپ دی بندہ نے یہ سمجھ کر کہ اس کے ذریعے حبیب خدا ﷺ کے خدمت گاروں میں شامل ہو جاؤں نہایت ہی مسرت سے اسے قبول کر لیا۔

تاریخی فیصلے

محاذ نے اس اجلاس میں یہ اہم اور تاریخی فیصلے کیے۔

(۱) چار مئی کے بجائے گیارہ مئی بروز جمعرات چار بجے دن کو احتجاجی جلوس نکالا جائے گا اس جلوس کا روٹ داتا صاحب سے ہائی کورٹ تک ہوگا۔

(۲) تین مئی بروز بدھ بوقت دو بجے دن جامعہ نعیمیہ میں تمام تنظیمات اہلسنت کے سربراہوں کا

اجلاس بلایا جائے۔

(۳) چار مئی بروز جمعرات جامعہ نعیمیہ میں ہی لاہور کے علماء کا کنونشن منعقد کیا جائے۔

(۴) گیارہ مئی کے جلوس کا اشتہار شائع کر دیا جائے۔

(۵) علماء کنونشن کا دعوت نامہ تیار کیا جائے۔

وسائل کا معاملہ

اس اجلاس میں اخراجات و وسائل کا معاملہ زیر بحث آیا چار افراد نے ہزار ہزار عطیہ کے طور پر پیش کیا یوں محاذ کے فنڈ میں چار ہزار روپے آئے۔

سربراہی اجلاس

تمام تنظیمات اہلسنت کے سربراہوں کو اجلاس کے دعوت نامے جاری کر دیئے اور بروز بدھ دو بجے دن سے اجلاس جامعہ نعیمیہ کے محدث کچھوچھوی حال میں منعقد ہوا۔

اس اجلاس میں تمام تنظیموں کے نمائندوں نے بھرپور شرکت کی ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) پیر محمد افضل قادری (عالمی تنظیم اہلسنت) (۲) مولانا امجد علی چشتی (جماعت اہلسنت پاکستان) (۳) مولانا احمد علی قصوری (مرکز اہلسنت) (۴) ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (سربراہ جامعہ نعیمیہ) (۵) علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ رضویہ) (۶) علامہ امین الحسنات بھیروی (۷) مولانا شبیر احمد ہاشمی (جمعیت علمائے پاکستان نورانی گروپ) (۸) قادری زوار بہادر (۹) محمد خان لغاری (۱۰) بشیر احمد نظامی (۱۱) سید عابد حسین گردیزی، (۱۲) انجینئر سلیم اللہ خان (نیازی گروپ) (۱۳) قاری عبدالحمید قادری (۱۴) میاں شبیر احمد قادری (۱۵) پیرزادہ سید محمد عثمان نوری (۱۶) صاحبزادہ فیض القادری (۱۷) حاجی فضل کریم (جمعیت العلماء پاکستان فضل کریم گروپ) (۱۸) سلطان ریاض الحسن قادری (۱۹) عمران چوہدری (سنی فاؤنڈیشن) (۲۰) سید ظفر علی شاہ (جماعت علماء اہلسنت) (۲۱) مولانا محمد قاسم علوی (رابطہ سیکرٹری محاذ) (۲۲) امانت علی زیب (انجمن طلباء اسلام) (۲۳) علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی (حلقہ سیفیہ) (۲۴) مولانا سید عابد حسین سیفی (حلقہ سیفیہ) (۲۵) مولانا احمد دین توگیروی (حلقہ سیفیہ) (۲۶) مولانا طالب حسین فریدی (تنظیم علماء اہلسنت) (۲۷) محمد نعیم طاہر رضوی

(کنز الایمان سوسائٹی) (۲۸) مولانا محمد طفیل اظہر (۲۹) سید محمد صفدر شاہ۔

احتجاجی جلوس کی حمایت

اس سربراہی اجلاس میں تمام تنظیمات کے نمائندوں نے گیارہ مئی کے احتجاجی جلوس کی تائید کی اور اس میں بھرپور شرکت کا اعلان کیا۔ کچھ لوگوں نے معروضی حالات کے پیش نظر مایوسی کی بات کی مگر اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ان تمام باتوں کو مسترد کرتے ہوئے طے شدہ جلوس کی حمایت کی۔

علماء کنونشن

۴ مئی بروز جمعرات بوقت دو بجے دن جامعہ نعیمیہ ہی میں اہلسنت کے اہل علم و دانش کا علماء کنونشن منعقد ہوا جس میں بحمد اللہ سینکڑوں علماء کرام نہایت ہی جوش و ولولہ کے ساتھ شریک ہوئے۔

ان میں چیدہ چیدہ علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علامہ خان محمد قادری ۲۔ مولانا نور الٰہی انور چشتی ۳۔ مولانا طالب حسین زیدی ۴۔ صاحبزادہ حامد سعید کاظمی اور محاذ کے تمام ممبران۔

یوم تحفظ ناموس رسالت

چونکہ اگلے دن جمعہ تھا لہٰذا علماء نے کنونشن میں یہ فیصلہ کیا کہ کل تمام مساجد میں تحفظ ناموس رسالت کے موضوع پر خطابات کیے جائیں حکومت کے خلاف قراردادیں پاس کی جائیں اور لوگوں کو جلوس میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

مظفر وارثی کی شرکت

اس علماء کنونشن میں ملک کے نامور نعت گو شاعر جناب مظفر وارثی بھی بندہ کی درخواست پر شریک ہوئے اور انہوں نے نظم کی صورت میں تحفظ ناموس رسالت کے بارے میں حکومت کی خوب خبر لیتے ہوئے واضح کیا کہ ہم اس مسئلہ پر اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے ان کے پیش کردہ اشعار آپ بھی پڑھیں اور ذوق حاصل کریں۔

انہوں نے اس مسئلہ پر نوائے وقت میں یہ قطعہ بھی تحریر کیا۔

رابطہ کے لئے مختلف مقامات پر اجلاس

احتجاج جلوس کو کامیاب بنانے کے لئے لاہور میں مختلف مقامات پر بھی علماء کے اجلاس ہوئے جن میں محاذ کے ممبران شریک ہوئے اور علماء کو اس مسئلہ کا احساس دلاتا۔ ان اجلاسوں کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

(۱) حلقہ شمالی لاہور کے علماء اجلاس مولانا محمد طفیل اظہر کے ادارے اور جامعہ میں ہوا۔

(۲) حلقۂ مزنگ کا اجلاس مولانا نور الٰہی انور چشتی کی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ میں ہوا۔

(۳) حلقۂ اچھرہ اور شادمان کے علماء کا اجلاس مولانا محمد مشتاق نوری کی جامع مسجد شہابیہ میں ہوا۔

(۴) حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن کا اجلاس سید ظفر اللہ شاہ کی مسجد جامعہ فاروقیہ میں ہوا۔

(۵) حلقہ وحدت کالونی کا اجلاس وہاں کی مسجد میں ہوا۔

ان اجلاسوں کے ذریعے تحریک لاہور کے گوشے گوشے میں پھیل گئی تمام اجلاسوں میں علماء نے بھرپور شرکت کی اور جلوس کو کامیاب کرنے کا عہد کیا۔

سات مئی کا اجلاس

سات مئی کو جامعہ نعیمیہ میں ہی جماعت اہلسنت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا چونکہ جامعہ کی طرف سے ملتان سنی کانفرنس کی خوشی میں جماعت کے قائدین کے لئے ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا محترم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے محاذ کے لوگوں کو بھی ظہرانے میں شرکت کی دعوت دے رکھی تھی۔ اس اجلاس کے اختتام پر محاذ کے لوگ بھی اس میں شریک ہوئے۔ جب ظہرانہ کی تقریب شروع ہوئی تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے اجلاس کی توجہ مسئلہ ناموس رسالت کی طرف مبذول کروائی جس سے یہ معلوم ہوا کہ جماعت نے ناموس رسالت ایکشن کمیٹی قائم کردی ہے جس پر سربراہ علامہ سید عرفان مشہدی ہوں گے۔ اس پر محاذ کے سیکرٹری مولانا محمد قاسم علوی اور بندہ نے عرض کیا کہ اس مسئلہ کو اگر جماعت تحریک تحفظ آثار رسول کی طرح نہ لے بلکہ معاملہ کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کرے تو محاذ کو اس کمیٹی میں ضم کردیا جائے گا۔

چونکہ محاذ کے دیگر ممبران سے اس پر مشورہ نہیں کیا گیا تھا لہٰذا ان میں سے اکثر نے کہا کہ

عملاً اس تحریک کا حصہ بن گئی۔

حکومت سے مذاکرات

ظہرانہ سے فارغ ہونے کے بعد وہاں محاذ کا اجلاس ہوا جس میں پیر محمد افضل قادری نے بتایا کہ پنجاب حکومت کا مشیر طاہر محمود اشرفی بار بار رابطہ کر رہا ہے کہ حکومت محاذ کے وفد سے ملاقات اور بات چیت کرنا چاہتی ہے اس معاملہ پر غور کیا جائے۔

چند اہم فیصلے

اس پر تمام ممبران نے کھل کر اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا اور یہ امور طے پائے۔

(۱) طاہر محمود اشرفی کے واسطہ سے ملاقات ہی نہ کی جائے کیونکہ یہ معاملہ وفاق کا ہے۔

(۲) گورنر اور چیف سیکرٹری کے علاوہ کسی سے مذاکرات نہیں کیے جائیں گے۔

(۳) چیف سیکرٹری اگر ملاقات چاہتا ہے تو وہ جامعہ نعیمیہ میں آئے۔

(۴) مذاکرات کے لیے وفد تشکیل دیا گیا ممبران کے نام یہ ہیں۔

مفتی محمد خان قادری، علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ، سید محمد صفدر شاہ، مولانا محمد قاسم علوی۔

(۵) مختلف مدارس اور مراکز سے رابطہ کے لئے کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں تاکہ احتجاجی جلوس کو خوب کامیاب کیا جائے۔

بعض لوگوں کی کمزوری

محاذ نے بالاتفاق جب مذکورہ لوگوں سے مذاکرات کا انعقاد کیا تو بعض لوگوں نے کمزوری دکھائی اور سیکرٹری وغیرہ سے ملے خدا جانے ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں اور کیا طے پایا۔

راوی ریان روانگی

اس محاذ کے اجلاس میں مولانا سید عابد حسین سیفی بھی شریک تھے، ساتھیوں کے مشورہ پر بندہ اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ان کے ہمراہ راوی ریان میاں محمد حنفی سیفی سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے مغرب کی نماز وہاں ادا کی۔ میاں صاحب نے اپنے مریدین سمیت خوب ہمارا استقبال کیا۔ بندہ عرض

کیا تو انہوں نے بھر پور معاونت اور جلوس میں شرکت کا وعدہ فرمایا اور کہا یہ تمہارا ہی نہیں ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے اس میں ضرور شریک ہوں گے عشائیہ کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔

مدارس کے ساتھ رابطہ

بندہ نے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی معیت میں درج ذیل مدارس سے بنفس نفیس رابطہ کیا۔

(۱) جامعہ نظامیہ رضویہ (۲) جامعہ محمدیہ غوثیہ (۳) جامعہ صدیقیہ (قاری یوسف صدیقی) (۴) جامعہ حنفیہ غوثیہ (۵) جامعہ محمدیہ فیض القرآن (۶) جامعہ شمسیہ (۷) جامعہ فاروقیہ (۸) جامعہ جلالیہ (۹) جامعہ غوثیہ گلبرگ (۱۰) جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن (۱۱) دارالقرآن گارڈن ٹاؤن (۱۲) جامعہ فخر المدارس

ان تمام مدارس کے مہتمم حضرات نے تحریک میں بھر پور تعاون اور احتجاجی جلوس میں شرکت کی یقین دہانی کروائی۔

علماء سے رابطہ

اگر چہ کافی دنوں سے علماء سے رابطہ ہو رہا تھا مگر مولانا محمد قاسم علوی، مولانا محمد طفیل اظہر، مولانا سید ظفر اللہ ہاشمی نے لاہور کے بقیہ علماء سے رابطہ بھی جاری رکھا جس کے نہایت ہی مفید نتائج بر آمد ہوئے۔

جامع مسجد سوڈیوال میں کانفرنس

مئی بعد نماز عشاء عوام سے رابطہ مہم کے سلسلہ میں جماعت اہلسنت لاہور نے جامعہ مسجد سوڈیوال میں ایک عظیم الشان ناموس رسالت کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں متعدد مقررین نے خطاب کیا۔

(۱) علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی (۲) ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (۳) مولانا محمد قاسم علوی (۴) محمد نواز کھرل (۵) مولانا حسنات احمد مرتضیٰ (۶) مولانا محمد اقبال چشتی (۷) مفتی محمد خان قادری۔

کافی اچھا اجتماع تھا لوگوں نے دلجمعی کے ساتھ اہل علم کی گفتگو سنی اور زیر بحث مسئلہ پر اپنی جانیں لٹانے کا عہد کیا۔

حکومت اور علماء کا اجلاس

حکومت نے اس مسئلہ پر ۸ مئی بروز منگل کو اسلام آباد میں علماء کا اجلاس طلب کرلیا جس میں تقریباً ۶۰ کے قریب علماء شریک ہوئے۔ بعض نے حکومت کی تائید کی مگر اہل سنت کے علماء نے وہاں بھی قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں واضح کردیا کہ جب تک اس طریقۂ کار کی تبدیلی کو واپس نہیں لیا جاتا مسئلہ حل نہ ہوگا۔ ان علماء کی مخالفت کی وجہ سے مشترکہ اعلانیہ جاری نہ ہوسکا۔ مگر حکومت نے اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لئے پریس ریلیز جاری کی جس کی عبارت درج ذیل ہے۔

۹ مئی کو اجلاس:

حکومت کی اس پریس ریلیز پر غور کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ میں نماز عصر کے بعد محاذ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں محاذ کے تمام مرکزی لوگ شریک تھے۔

پیر محمد افضل قادری مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب .... مولانا محمد قاسم علوی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری .... ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، مولانا محمد طفیل اظہر .... میاں خالد حبیب الٰہی، ڈاکٹر محمود احمد ساقی .... سید صفدر شاہ گیلانی ڈاکٹر محمد اسحاق رحمانی .... سید محمد ظفر اللہ ہاشمی، صاحبزادہ سید عابد حسین گردیزی۔

حکومت کا دھوکہ

جب پریس ریلیز پڑھ کر سنائی گئی تو ممبران کی اکثریت نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ حکومت کی پسپائی نہیں بلکہ ڈھٹائی ہے اس نے قوم کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور ہم اس کی خدمت کرتے ہیں پھر متفقہ طور پر یہی طے ہوا بہر صورت جلوس نکالا جائے اور احتجاج جاری رکھا جائے۔

حکمت عملی

اس اجلاس میں یہ حکمت عملی بھی طے کی گئی کہ گرفتاری کی صورت میں اول درجہ پر کون لوگ ہوں گے اور باہر کون رہیں گے قارئین آپ حیران ہوں گے کہ ہر بندہ یہی چاہ رہا تھا کہ اولین گرفتاری کا شرف مجھے نصیب ہو لیکن محاذ کے فیصلہ کے مطابق ہر ایک نے اپنی اپنی ذمہ داری قبول کرلی۔

دوبارہ مذاکرات کی دعوت

محاذ کی میٹنگ کے بعد ہم گھر پہنچے ہی تھے کہ اطلاع آئی کہ حکومت مذاکرات کرنا چاہتی ہے عالمی تنظیم اہلسنت کے دفتر جمع ہوئے تو پھر اس اشرفی کا فون آیا جس کے بارے میں ہمارا یہی فیصلہ تھا کہ اس کو اہم وسیلہ مانتے ہی نہیں لہٰذا ہم نے مذاکرات سے انکار کر دیا۔

میاں سیفی صاحب کا فون

اس دوران بندہ کو میاں محمد حنفی سیفی کا فون آیا کہ ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہم عالمی تنظیم اہلسنت کے دفتر آرہے ہیں وہاں یا مکتبہ حجاز پر آپ تشریف رکھیں ملاقات ہوجائے گی۔

ہم کچھ وہاں لیٹ پہنچے لہٰذا ان سے ملاقات نہ ہوسکی ان کے دو ساتھی مولانا محمد گلزار سیفی اور مولانا محمد عابد سیفی سے ملاقات ہوئی۔

بعض لوگوں کی ملاقات

جیسا کہ پیچھے گزرا محاذ کے اراکین نے طاہر اشرفی کے واسطہ سے ملاقات کا انکار کر دیا لیکن بعض لوگ پھر ان سے جا ملے کیا بات ہوئی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

ٹی وی اور پروپیگنڈا

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حکومتی علماء کی طرف سے مسلسل کہا جاتا رہا کہ ۲۹۵ سی کے طریقہ کار میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کی گئی محاذ کے لوگ صرف اپنی لیڈری چمکانے کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں بعض تو ایسے بھی تھے جنہوں نے تبدیلی کی حمایت بھی کر دی کسی نے کہا ڈی سی کے بجائے یہ حق مجسٹریٹ کو تفویض کر دیا جائے اس پروپیگنڈا کی وجہ سے عوام میں کافی ذہنی اضطراب ہوا کہ کس کی بات مانی جائے۔

مستحکم اپیل

حالانکہ حقوق انسانی کانفرنس کے موقعہ پر جنرل صاحب نے تقریر میں یہی بات کہی اور پھر انہی دنوں فیصل آباد میں توہین رسالت کا کیس ہوا تو وہ ڈی سی کی اجازت سے رجسٹر ہوا۔ اخبارات میں

اس کی رپورٹ آ گئی۔ حکومت نے اس کی تردید تک نہ کی۔ پھر اسلام آباد کے علماء کنونشن کی پریس ریلیز (جو آپ پیچھے ملاحظہ کر چکے) میں واضح طور پر تحریر تھا کہ تبدیلی زیر غور ہے۔ ان مستحکم دلائل کی بناء پر محاذ نے اس میں کسی قسم کی کمزوری دکھانے سے انکار کر دیا اور دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ ہم کٹ سکتے ہیں مگر پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

جلوس نہ نکالنے کی خبر

۱۱ مئی کے اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ بعض کی طرف سے یہ خبر شائع کروادی گئی کہ آج جلوس نہیں نکلے گا کیونکہ حکومت نے اطمینان دلایا ہے حالانکہ محاذ کے ساتھیوں میں سے کسی کے علم میں یہ بات نہ تھی لوگوں نے جب یہ خبر بڑی آیات پریشانی اور اضطراب کا شکار ہو گئے محاذ کے ساتھیوں کے گھروں میں فون شروع ہو گئے تم نے یہ کیا کیا؟ ایسی اطلاع ملتے ہی ہم نے فون پر تمام اداروں اور مراکز میں رابطہ کر لیا اور انہیں بتایا یہ خبر گمراہ کن ہے، احتجاجی جلوس ہر صورت چار بجے داتا صاحب سے نکلے گا۔ محترم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اور محترم مولانا محمد قاسم علوی، بندہ کے پاس شادمان آ گئے۔ رابطہ کے ساتھ ساتھ یہ مقصد بھی تھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی سے ملا جائے اور ان کے خلاف کاروائی کا عرض کریں کیونکہ اس وقت وہ ان کی جمعیت کے جنرل سیکرٹری تھے۔ ان کے اخراج کر دیا گیا۔ دوپہر کے اخبارات میں جلوس نکالنے کی خبر شائع ہوئی۔

مختلف خبریں

اس وقت ہمیں یہ اطلاع بھی ملی کہ شاید پیر محمد افضل قادری کو مراڑیاں شریف میں گرفتار کر لیا جائے تاکہ وہ جلوس میں نہ آ سکیں کیونکہ ان کی ناکہ بندی ہو چکی تھی کچھ ایسے لوگوں نے بھی جلوس میں آنے سے انکار کر دیا جن پر کافی بھروسہ تھا انہوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ جلوس نہ نکالو جبکہ محض جلسہ کر لو کہیں سبکی نہ ہو جائے۔

قبلہ مفتی صاحب کا فون

اس دوران علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ کا راولپنڈی سے فون آیا جس پر انہوں نے نئی صورت حال پوچھی اور بتایا کہ ہم وزیر داخلہ سے ملاقات کے لئے جا رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر

بھی ہم وہاں گفتگو کریں گے۔ ہم نے آ گاہ کیا کہ ایک گروپ حکومت سے مل گیا ہے اور ان کی طرف سے جلوس نہ نکالنے کی خبر بھی اخبارات میں شائع ہوگئی ہے ہم بہرصورت جلوس نکالیں گے خواہ ہمیں تنہا ہی نکلنا پڑے۔

بندہ کی گرفتاری

تقریباً سوا دس کا ٹائم تھا جب تھانہ شادمان کا ایس ایچ او سید مختار شاہ بھاری نفری لے کر وہاں آ پہنچا۔ مجھے کہنے لگا آپ آدھ گھنٹہ کے لئے ہمارے ساتھ چلیں بعض آفیسر آپ سے گفت وشنید چاہتے ہیں۔ مولانا قاسم علوی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس نے کہا میری نوکری کا مسئلہ ہے۔ ہم نے تمام معاملہ کو بھانپ لیا۔ میں نے دونوں ساتھیوں سے کہا آپ اپنے کام کو جاری رکھیں اور جلوس ہر صورت نکلنا چاہیے اور ہمیں گرفتاری کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

گھر نہ جانے دیا

میں نے پولیس سے کہا پاس ہی میرا گھر ہے مجھے کپڑے وغیرہ تبدیل کر لینے دیں مگر انہوں نے کہا ہمیں سخت آرڈر ہے لہٰذا اب کسی قسم کی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اسی حال میں انہوں نے مجھے گاڑی میں بٹھالیا۔ بڑے احترام سے میرے اردگرد دو سپاہی سول کپڑوں میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے راستہ میں بتایا کہ ہم صبح بھی لینے آئے تھے مگر بعض وجوہ کی بنا پر ہم نہیں لے جاسکے۔

تھانہ اچھرہ میں

مجھے سیدھا تھانہ اچھرہ میں لے گئے وہاں کے ایس ایچ او نے چائے وغیرہ پلائی، بڑا احترام کیا کیونکہ یہ دونوں آفیسر بندہ کو جانتے تھے۔ سید مختار شاہ ان کے سپرد کر کے واپس آ گئے اور کہا پیچھے کمرہ ہے آپ وہاں رہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کا پوچھا تو انہوں نے طریقہ سے ٹال دیا مجھے محسوس ہو گیا کہ جلوس کے بعد تک مجھے یہاں رکھنا چاہتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا وہاں کے آفیسر نے اپنی جیب سے یہ کہہ کر کھلایا کہ اس میں ناجائز کی شرکت نہیں، اسی کمرہ میں ظہر کی نماز ادا کی۔

تلاوت قرآن مجید

ان سے قرآن کریم کا نسخہ لیا اور پھر میں تلاوت میں مصروف ہو گیا ایسے مواقع پر نماز،

تلاوت، قرآن شریف، درود شریف اور استغفار جس قدر سہارا بنتے ہیں شاید اس کا کوئی تصور کیا جا سکے۔

جلوس کے لئے دعا

جب دن کے چار بجے تو میری عجیب کیفیت تھی جلوس کا کیا بنا؟ کامیاب ہوا یا ناکام؟ ہمارے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے یا ان کے ساتھ کیا ہوا؟ اس وقت دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا بار بار اپنے خالق و مالک کے سامنے آہ و زاری کے ساتھ یہ دعا کرتا رہا کہ یہ تیرے حبیب ﷺ کی ناموس کا معاملہ ہے ہم کمزور ہیں ہماری مدد فرما۔ جلوس کو کامیابی سے ہم کنار فرما۔ حکومت کو ہدایت دے وہ اس طریقہ کا تبدیلی کا فیصلہ واپس لے لے۔

باہر جانے کی اجازت نہ تھی

اس کمرہ میں نماز، تلاوت کے ساتھ ٹہلنے کی اجازت تھی مگر اس کے دروازہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو آدمی بندہ کے پاس موجود رہتے۔

یاد رہے ہمارے ساتھیوں اور گھر والوں کو یہ علم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں؟ میں نے وہاں متعلقہ آدمی سے کہا میرے بچے پریشان ہوں گے آپ بے شک جگہ نہ بتائیں مگر فون پر گھر یہ اطلاع کر دیں کہ وہ خیریت سے ہیں بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے ایسا کر دیا تھا۔

نعروں کی آواز

عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد ساتھ والے کمرہ سے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت سے پورا تھانہ لرز اٹھا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اور انہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ لیکن بات آگے پیچھے کر دی اور صحیح نہ بتایا۔

مولانا محمد طفیل اظہر کی آواز

اتنے میں مجھے مولانا محمد طفیل اظہر کی آواز سنائی دی میں نے محسوس کیا شاید یہ لوگ ہمارے ساتھی ہی ہیں اور مولانا ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں میں نے پولیس سے کہا مجھے مولانا سے ملاقات کی اجازت دے دی جائے لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا بعد میں پتہ چلا مولانا بھی ان گرفتار لوگوں میں تھے چونکہ اچھرہ میں جگہ تھوڑی تھی تو ان سمیت دس آدمیوں کو ٹمپل روڈ کے تھانہ میں

منتقل کر دیا گیا تھا۔

نوائے وقت کی خبر

صبح میں نے نوائے وقت منگوایا تو اس میں جلوس کی نمایاں خبریں تھیں جس سے مجھے علم ہوا کہ جلوس نکلا ہے اور خوب نکلا ہے کافی حد تک ذہنی پریشانی کا ازالہ بھی ہوا۔

وہاں سے منتقلی

۱۲ مئی بروز جمعۃ المبارک مجھے کہا گیا، آپ کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے دس بجے دن تھانہ شادمان سے کچھ پولیس والے آئے جو مجھے گاڑی میں بٹھا کر تھانہ لوئر مال لے گئے۔

تھانہ لوئر مال میں

جب میں تھانہ لوئر مال پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ ۱۱۶ ایم پی او کا پرچہ درج کیا گیا ہے مجھے وہاں کی ایسی حوالات میں بند کر دیا گیا جو نہایت ہی بدبودار تھی، اس کا ماحول بہت ہی گندا تھا وہاں جو لوگ بند تھے، کچھ عجیب قسم کے تھے وہاں ایک پرانی سی دری تھی جس پر میں بیٹھ گیا، دل میں مختلف خیالات آنے لگے تو اسے سمجھایا کہ تیرے ساتھ بند ہونے والے نہ معلوم کس کس جرم میں یہاں بند ہیں تو ایک نہایت ہی پاکیزہ مشن پہ ہے اگر قبول ہو جائے تو دنیا و آخرت سنور جائے گی۔ صبح کا ناشتہ تک نہ کیا تھا پیچھے کسی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں؟ چوکیدار سپاہی کو فون دیا اور کہا کم از کم میرے ساتھیوں کو یہ اطلاع ہی دے دو کہ میں یہاں ہوں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہاں موجود دوسرے قیدی اگرچہ مجرم تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ میں ناموس رسالت کے مسئلہ پر گرفتار ہوں تو انہوں نے مجھے پانی پلایا اس سپاہی سے کھانا لانے کو کہا۔ میں نے پیسے دیے جس پر وہ کچھ کھانا لایا لیکن وہاں کا ماحول اس قدر متعفن تھا کہ کھانا تناول کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا اس کے بعد کچھ پانی لے کر وضو کیا اور ظہر کی نماز ادا کی اس دن جمعہ ادا نہ کیا جا سکا کچھ دیر کے لئے لیٹ گیا۔

علامہ سید عرفان شاہ مشہدی اور مولانا طفیل اظہر کی آمد

تقریباً ساڑھے تین بجے کے قریب وہاں محاذ کے دیگر رہنماؤں میں سے علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی، مولانا محمد طفیل اظہر اور قاری لیاقت علی صدیقی کو لایا گیا۔ انہیں باقاعدہ ہتھکڑیاں لگائی گئی

تھیں جو حوالات کے کمرہ میں داخل ہونے کے بعد کھولی گئیں۔ بندہ نے ان پر رشک کرتے ہوئے کہا کاش یہ زیور مجھے بھی پہنایا جاتا۔ وہ اپنے ساتھ صف اور تکیہ وغیرہ بھی لائے گئے۔

جلوس کی کامیابی کی خبر

ان ساتھیوں سے ملاقات پریشانی دور ہوگئیں انہوں نے بندہ کو جلوس کی کامیابی کی روئیداد بیان فرمائی جس سے دل باغ باغ ہوگیا، ساتھ اخبارات بھی دکھائے جن کے پورے پورے صفحات محاذ کے جلوس کی خبروں پر مشتمل تھے۔

لوگوں کی ملاقات کے لئے آمد

چونکہ ان رہنماؤں کے بارے میں لوگوں کو اطلاع تھی ان کے وہاں منتقل ہوتے ہی ملاقاتیوں کی آمد شروع ہوگئی اور بندہ کے بارے میں بھی معلوم ہوگیا۔ اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے لوگ کافی پریشان تھے بحمد اللہ اطلاع ملتے ہی پریشانی بھی دور ہوگئی بلکہ ساتھیوں سے ملاقات بھی ہوگئی۔

ماحول ہی بدل گیا

پھر تو وہاں کا ماحول ہی بدل گیا کوئی کھانا لا رہا ہے اور کوئی پھل، کوئی صفیں لا رہا ہے اور کوئی چادریں باجماعت نماز کی ادائیگی شروع ہوگئی۔

۲۶۳ افراد کی گرفتاری

جلوس سے جن افراد کو گرفتار کیا گیا ان کی کل تعداد ۲۶۳ تھی اتنی کثیر تعداد میں شاید ہی کسی جلوس میں گرفتاریاں ہوئی ہوں لاہور کے تھانے بھر گئے اور ہر تھانہ نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا۔ حکومت نے تیس رہنماؤں کے علاوہ تمام کو چھوڑ دیا۔

تیس افراد کا اجتماع

جن جن رہنماؤں کو نہیں چھوڑنا تھا انہیں رات گئے تک تھانہ لوئر مال میں ہمارے ساتھ جمع کر دیا گیا۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

علامہ سید محمد عرفان مشہدی، پیر محمد افضل قادری، سید محمد ظفر اللہ شاہ، لیاقت علی، مولانا طالب

نیازی، مولانا محمد طفیل اظہر، سید محمد صفدر گیلانی، حافظ غلام حسین۔

بجلی بند

وہ جگہ بھی تھوڑی تھی حبس و گرمی اپنے عروج پر تھی اور اس پر زیادتی یہ کہ لائٹ بند کر دی گئی تا کہ انہیں مزید پریشانی لاحق ہو۔ ساتھیوں نے محفل نعت شروع کر دی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ذکر الٰہی اور ذکر رسول اللہ ﷺ کی برکت سے رات بخیر و خوبی کٹ گئی۔

صاحبزادہ سید محمد صفدر گیلانی کی گرفتاری

وہاں جب صاحبزادہ سید محمد صفدر گیلانی کو لایا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے بھی انہوں نے آپ کی طرح کل دس بجے گرفتار کر لیا تھا اور مجھے تھانہ مصری شاہ میں رکھا گیا وہاں سے اب لے کر آتے ہیں اور اس تھانہ میں بھی کافی گرفتار افراد موجود تھے اور انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔

پیر افضل قادری اور سید ظفر اللہ شاہ پر تشدد

محاذ کے رہنما پیر محمد افضل قادری اور سید محمد ظفر اللہ ہاشمی نے بتایا ہمیں دیگر ساتھیوں کے ساتھ تھانہ انارکلی میں رکھا گیا تھا جبکہ ہم دونوں پر تھانیدار کا تشدد بھی گیا جس کے نشان ان کے جسم پر عیاں تھے جس پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا لیکن ان دونوں ساتھیوں نے کہا ہمیں جلوس کی کامیابی کی وجہ سے اس پر کوئی افسوس نہیں۔

روانگی ہوئے جیل

۱۳ مئی بروز ہفتہ بوقت دس بجے دن بڑی گاڑی پر بٹھا کر تیس رہنماؤں کو کیمپ جیل پہنچا دیا گیا۔ وہاں جاتے ہی حسب ضابطہ ہماری گھڑیاں اور رقم اور دیگر سامان لے لیا گیا جو رہائی کے وقت واپس دے دیا گیا۔ لوئر مال کے تھانیدار نے بتایا کہ تم نے ۲۵ مئی کو فلاں جج کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

دوپہر ۱۶ ایم پی او

باقی تمام افراد پر دفعہ ۴۴ کی خلاف ورزی عائد کی جبکہ بندہ اور سید محمد صفدر شاہ گیلانی پر ۱۶

ایم پی او تھا یعنی دیگر رہنماؤں کی ضمانت میں آسانی تھی مگر دو کا معاملہ نہایت پیچیدہ تھا۔

سپرنٹنڈنٹ کی آمد

وہاں ہم پہنچے ہی تھے تو جیل سپرنٹنڈنٹ صاحب آ گئے انہوں نے کہا ہم نے آپ لوگوں کے لئے ایک بیرک مقرر کر دی ہے جو اوپر والی منزل پر ہے آپ لوگ وہاں ہی نماز وغیرہ ادا کریں تم میں سے کوئی نیچے نہیں آ سکتا۔ بیرک کافی بڑی تھی۔ اس کے باتھ بھی اچھے تھے۔ چونکہ پیر محمد افضل قادری کئی مرتبہ مختلف جیلوں میں رہے تھے انہوں نے بتایا کہ یہ جگہ کافی بہتر ہے۔

جیل میں دوپہر کا کھانا

ساتھیوں کو چونکہ ہمارے جیل منتقل ہونے کا علم نہ تھا اس لئے اس دن دوپہر کا کھانا جیل ہی کا کھایا اس کھانے کے بارے میں صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ وہ انسانی کھانا نہیں ہوتا جیسے ہی ساتھیوں کو علم ہو گیا پھر باقی اوقات اور دنوں کا کھانا باہر سے آ جاتا تھا۔

اہل محبت کی خدمات

یہاں ان لوگوں کا تذکرہ بھی مناسب رہے گا جنہوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے اسیران ناموس رسالت کی خوب خدمت کی مثلاً تھانوں میں الحاج شیخ محمد مشتاق، محترم عبدالستار غازی کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی اور جیل میں مسجد رحمانیہ شادمان کے دوستوں نے جو کردار ادا کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

جیل کا ملاحظہ

بیرک کا دروازہ شام ساڑھے چار بجے بند ہوتا اور صبح فجر کی نماز کے بعد کھول دیا جاتا، دوسرے دن ناشتہ کے بعد ایک سپاہی نے آ کر کہا تمام ملاحظہ کے لئے چلو ہمیں پیر صاحب نے بتایا یہ لوگ ملاحظہ میں بہت تنگ کرتے ہیں کسی کو سارا دن دھوپ میں کھڑا کر دیتے ہیں کسی کو کوئی مشقت والا کام سپرد کر دیتے۔ کسی کے منہ پر تھپڑ اور طمانچہ لگا دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ حضور ﷺ کے نام مبارک کی برکت تھی۔ جب ہم تمام ان افیسروں کے سامنے آئے تو وہ متعلقہ لوگوں سے ناراض ہوئے اور ہمیں فی الفور واپس جانے کا کہہ دیا۔ ہم بیرک میں واپس آ گئے۔ غالباً اسی دن انہوں نے ہمارا قد اور وزن بھی

حسب ضابطہ لیا۔

جیل کے شب وروز

جیل،جیل ہی ہوتی ہے اس کا ماحول نہایت ہی خوفناک اور ڈراؤنا تھا مگر ناموس رسالتؐ کی برکت تھی کہ ہمارے لیے وہ گھر سے بہتر محسوس ہوئی۔ ہر ساتھی فخر محسوس کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت عطا فرمائی کہ میں فقط اس کے حبیب ﷺ کی عزت کی خاطر جیل آیا ہوں بلکہ جس فرد سے بھی ملاقات ہوتی وہ ہمیں مبارک باد کہتا اور ہماری کاوش کو خوب سراہتا۔

وہاں کے معمولات

نماز باجماعت ہوتی اور بعد میں خصوصاً عصر کی نماز کے بعد کسی نہ کسی رہنما کا خطاب ہوتا جس میں وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول کا محبت بھرا تذکرہ کرتے جس میں دل خوشی سے لہرا اٹھتا اہل علم نہایت ہی مؤثر گفتگو فرماتے۔

عشاء کے بعد محفل نعت

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے اس نے ہمیں علماء، قراء اور نعت خوان حضرات عطا فرمائے خصوصاً علامہ سید محمد عرفان مشہدی اور حافظ غلام حسین عشاء کے بعد محفل نعت ہوتی اور یہ دونوں رہنما ہمیں بڑے ہی خوبصورت کلام سناتے، جب یہ شعر آتا۔

غلام مصطفیٰ بن کر میں بک جاؤں مدینے میں محمد ﷺ نام پہ سودا سربازار ہو جائے

تو محفل پر عجیب کیفیت طاری ہوتی، ہر آدمی کی آنکھوں کے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں اور ہر کوئی دعا کر رہا ہوتا کہ یا اللہ! مجھے تیرے اور حبیبؐ کی خاطر قربانی دینا نصیب رہے۔

خدمت کا جذبہ

یہ چیز بھی ہم نے دیکھی ہر ساتھی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر خدمت کا جذبہ موجزن تھا مثلاً کھانے کا وقت آتا تو ہر کوئی کوشش کرتا پہلے دوسرا کھائے ہر کوئی برتن لانے، اٹھانے اور صاف کرنے کی کوشش کرتا، دن کو ایک دو جیل کے قیدی بھی آجاتے جو بہت ہی خدمت کرتے۔

غازی احمد شیر نیازی سے ملاقات

اس جیل میں غازی احمد شیر نیازی بھی تھے جنہوں نے عارف اقبال بھٹی کو توہین رسالت کے کیس میں گستاخوں کو رہا کرنے پر ٹھکانے لگا دیا تھا۔ دن کو ان سے بھی ملاقات کی جاتی۔ ان سے مل کر ساتھیوں کو خوب حوصلہ ملتا کیونکہ جس قدر ہم نے مطمئن انہیں پایا اس کا دوسرے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تحریک کا عروج

محاذ کے کامیاب جلوس، اس قدر گرفتاریوں اور انسانوں کے حوصلوں کی وجہ سے دنیا دنگ رہ گئی کہ بڑی بڑی جماعتیں اس دور میں سہمی بیٹھی ہیں مگر محاذ کے رہنماؤں نے کمال کر دیا اب تحریک بحمد للہ اپنے عروج پر چلی گئی۔ اب حکومت مذاکرات کے لیے کوشاں ہوئی۔

ہم جھکیں گے نہیں

تیس میں سے سترہ افراد کی رہائی ہو چکی تھی اب ہم تیرہ افراد باقی تھے۔ ایک رات بتاریخ اٹھارہ مئی تک بوقت ساڑھے دس بجے پولیس والے آ گئے۔ انہوں نے کہا تم میں سے چھ افراد کی رہائی کا آرڈر آ گیا ہے لہٰذا وہ ہمارے ساتھ چلیں اور پیر محمد افضل قادری صاحب سے کہا تمہاری رہائی تو نہیں لیکن تم اپنا سامان لے لو اور ہمارے ساتھ چلو ہم نے ان سے پوچھا انہیں کہاں لے جانا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں بھی علم نہیں بس ساتھ چلیں وہ لمحات تمام ساتھیوں کے لیے نہایت ہی پریشان کن تھے۔ شاید انہیں لے جا کر ان پر تشدد کریں گے شاید اب یہ ہمیں الگ الگ کر دیں یا پیر صاحب کو کہیں میانوالی جیل نہ بھجوا دیں۔ تمام ساتھیوں نے پیر صاحب کو الوداع کیا اور عہد کیا کچھ بھی ہو ہم جھکیں گے نہیں۔ پیر صاحب کے جانے کے بعد آرام کہاں؟ تمام ساتھی بیٹھ گئے اور درود شریف اور دعائیں کرنے لگ گئے تقریباً آدھا گھنٹے کے بعد پیر صاحب کو واپس لے آئے۔

وفد کی ملاقات تھی

پیر صاحب نے فرمایا بعض لوگ آئے ہوئے تھے ان سے ملاقات کروائی گئی اور ساتھ یہ خبر بھی لائے کہ دھوکہ کے ساتھ محاذ میں کچھ دراڑیں ڈالنے کی کوشش شروع ہو چکی ہے مثلاً صبح اخبارات میں

یہ آ رہا ہے کہ عالمی تنظیم اہل سنت محاذ سے جدا ہو رہی ہے، مقصد ہمارے عزائم کو کمزور کرنا ہے ہم نے عرض کیا اس کا حل ہونا چاہیے انہوں نے بتایا کہ ساتھ ہمارے بھائی مولانا مسعود بھی تھے میں نے ان سے کہا ہے تم اس کی تردید میں بیان جاری کردو اور سید صفدر گیلانی سے کہا تم تفصیلی تردیدی الگ بیان لکھو جو کل ہم جاری کر دیں گے۔ بحمد للہ چونکہ تمام ساتھی مخلص تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی ناموس کی خاطر انہیں متحد رکھا۔

ایک رات پہلے بھی

یاد آیا ایک رات پہلے بھی یہی وفد ملنے آیا تھا اور ان سے بندہ اور پیر محمد افضل قادری کی ملاقات ہوئی تھی جس میں انہوں نے ہم سے پوچھا تھا سنا ہے تم لوگوں نے ضمانت کروانے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی دیکھنا ہے کہ کاز کو فائدہ کس میں ہے؟ اگر جیل کے اندر رہنے میں فائدہ ہے تو ضمانت مت کراؤ اور اگر باہر فائدہ ہے تو تم ضمانت کروا سکتے ہو۔

رات کو مشورہ

چونکہ ہم نے باہر ساتھیوں کو ہدایت بھی دینا ہوتی تھیں رات کو اس سلسلہ میں تفصیلی میٹنگ کر لیا کرتے تا کہ جس کی جس سے بھی ملاقات ہو اسے وہ پیغام پہنچا دے اور اختلاف رائے بھی نہ ہو اس سے تحریک کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

حکمت عملی کے تحت فیصلے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے محاذ کے تمام رہنما خواہ جیل میں تھے یا باہر تمام کے تمام متحد رہے اور طے شدہ حکمت عملی کے تحت انہوں نے تحریک کو جاری رکھا حکومت کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔

قرآن بردار جلوس

تحریک کو آگے بڑھاتے اور اسیران کی رہائی کے لئے جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور میں اجلاس اور جلسہ ہوا۔ جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ داتا دربار سے اسمبلی ہال تک کفن باندھ کر قرآن بردار جلوس نکالا جائے گا پہلے ہی حکومت پر کافی دباؤ تھا جلوس کا اعلان ہوتے ہی جنرل پرویز مشرف

نے اعلان کر دیا کہ ہم ۲۹۵ سی میں ترمیم واپس لیتے ہیں اور اس پر گرفتار شدگان کو باعزت بری کرتے ہیں۔

ہم پانچ افراد کی رہائی کا ٹی وی پر اعلان ہوا۔

(۱) مفتی محمد خان قادری

(۲) پیر سید محمد عرفان مشہدی

(۳) پیر محمد افضل قادری

(۴) مولانا محمد ظفر اللہ شاہ

(۵) صاحبزادہ محمد صفدر شاہ

یہاں ایک پر لطف بات قابل ذکر ہے کہ گرفتار شدگان میں سے ایک صاحب نے دوران اسیری کچھ پریشانی کا اظہار کیا کہ مدرسے کا کیا ہوگا۔ گھریلو معاملات احباب کی پریشانی وغیرہ۔ تقریباً یہ عشاء کی نماز کا وقت تھا خدا کی شان کہ رات دس بجے کے قریب پولیس نے ان کی رہائی کا پروانہ دیا اور وہ بخوشی گھر چلے گئے لیکن بعدازاں جب ہماری رہائی ہوگئی اور وہ ملاقاتی ہوئے تو کہنے لگے کہ کاش میں آپ لوگوں کے ساتھ رہا ہوتا۔

میں نے یاد دلایا کہ حضرت جس دن آپ نے پریشانی کا اظہار کیا تھا اسی دن آپ رہا ہو گئے آپ کی تو دعا قبول ہوگئی تھی اور آپ تو اس پر مسرور تھے۔ آج ہمارے ساتھ رہائی کی خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں۔ تو حضرت یوں گویا ہوئے کہ بس پتا نہیں تھا اگر میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہا ہوتا تو میری رہائی کا اعلان بھی ٹیلی ویژن پر کیا جاتا۔

اسناد اور شیلڈیں

اسیران ناموس رسالت کو مختلف تنظیمات کی طرف سے اسناد اور شیلڈیں پیش کی گئیں۔

جماعت اہل سنت پاکستان نے مسلم مسجد لوہاری گیٹ میں پروگرام کیا جس میں اسیران کو "تعریفی اسناد" پیش کی گئیں۔ بزم لاثانی پاکستان نے شیلڈین پیش کیں خود تحفظ ناموس رسالت محاذ نے جامعہ نعیمیہ کے پروقار اجتماع میں اسیران کو اسناد دیں۔ مختلف مقامات پر لوگوں نے اسیران کے اعزاز میں پروگرام منعقد کئے اور جوش وجذبے کا اظہار کیا۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، اگست ۲۰۰۶ء)

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں
گور پیا کوئی ہور

(بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

باب 8

محقق العصر حلقۂ یاراں میں

علمی وفکری حلقۂ احباب کی شخصیت میں مفتی صاحب مرحوم اور
آپ کے کارہائے نمایاں پر نقد ونظر

حافظ مفتی محمد خان قادری۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر: جسٹس (ر) میاں نذیر اختر ☆

چوہدری فیروز دین (مہلو) ساکن بیریاں کلاں تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال کو اللہ کریم نے ۱۹۵۳ء میں ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام محمد خان رکھا گیا۔ اسی فرزند ارجمند کو دنیا حضرت مفتی محمد خان قادری (بانی و سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور) کے نام سے جانتی ہے۔ آپ کی والدہ، محترمہ لالہ بی بی آپ کی پیدائش کے تقریباً ۹ ماہ بعد رحلت فرما گئیں۔ آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کے والد محترم اور چار بڑی بہنوں نے نبھائی۔ تقریباً ۶۷ برس کی عمر میں آپ ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء کو عالم بقا کو سدھارے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ (محترمہ بشیراں بی بی) تین صاحبزادے (علامہ محمد فاروق قادری، محمد عثمان قادری، محمد علی قادری) اور دو صاحبزادیاں (فاطمہ قادری اور عائشہ قادری) سوگوار چھوڑیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریباً ۶ برس کی عمر میں اپنے ماموں محترم غلام محمد صاحب کی ترغیب پر، مدرسہ جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ سے صرف ایک سال تین ماہ میں قرآنِ پاک حفظ کیا، اس کے بعد تقریباً ۳۰ برس تک آپ نے رمضان المبارک کے مہینوں میں نماز تراویح میں قرآنِ پاک سنایا۔ آپ نے باقاعدہ دینی تعلیم مختلف مدارس سے حاصل کی جن میں جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ، جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف (منڈی بہاؤالدین) جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ، جامعہ حاصلاں والا گجرات، جامعہ جماعتیہ علی پور شریف شامل ہیں۔ آپ نے علوم دینیہ بشمول دورہ حدیث کی تکمیل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے کی۔ آپ اسی جامعہ میں بطور استاد پڑھاتے رہے، اس دوران ہی آپ جامعہ مسجد رحمانیہ شادمان لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے یہ فریضہ تادمِ آخر بطریق احسن نبھایا۔

☆ سابق جج لاہور ہائی کورٹ لاہور

اللہ کریم نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ایک مخلص، ہمدرد، سخی اور ذہین وفطین انسان تھے۔ عزیز واقارب اور علمۃ الناس کی شادی، غمی میں شریک ہوتے۔ ان کی مالی تنگی اور پریشانی کی صورت میں حسب استطاعت اعانت فرماتے۔ تعلیمی اور تدریسی شعبوں کے علاوہ آپ کے جوہر تصنیف وتالیف کے کاموں میں خوب کھلے۔ آپ نے تقریباً ۱۲۰ کتابیں تصنیف وتالیف اور ترجمہ کیں جن میں آپ کی علمیّت، دقتِ نظر، فقہی بصارت اور وسیع مطالعہ کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ نے فتاویٰ امام احمد رضاؒ بریلوی کی سات جلدوں کا ترجمہ اردو میں کیا۔ آپ کا حیران کن کارنامہ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کا عربی سے اُردو زبان میں ۳۲ جلدوں پر مشتمل ترجمہ ہے جس کا نام "فضلِ قدیر" ہے۔ علمائے کرام امام رازی کی تفسیر کے حوالہ جات اپنی تحریر وتقریر میں دیتے رہتے تھے لیکن اس کے مکمل ترجمہ کا منفرد اعزاز ہمارے ممدوح مفتی محمد خان قادریؒ کے حصے میں آیا۔

آپ کے دل میں جہاں حصولِ علم اور تصنیف وتالیف کی لگن تھی وہیں آپ میں دوسروں تک دینی تعلیم پہنچانے کی بے پناہ تڑپ تھی۔ چنانچہ آپ نے ۲۳ جون ۱۹۹۳ء کو جامعہ اسلامیہ لاہور کا آغاز سمن آباد لاہور میں ایک کرائے کی بلڈنگ میں کیا، اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مفتی صاحب اور ان کے بعض قریبی ساتھی حصہ ڈالتے رہے۔ آپ کی کاوشوں سے بعدازاں جامعہ کے لیے الحاج عبد الرشید فاروقی نے تقریباً سوا گیارہ کنال زمین واقع گلشنِ رحمان نزد ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی وقف کی جس پر ایک خوبصورت اور پرشکوہ عمارت تعمیر کی گئی۔ اس جامعہ میں درس وتدریس کا کام ۲۰۰۳ء میں شروع کیا گیا۔ جامعہ کے اہم شعبہ جات میں درسِ نظامی، علوم عصریہ، ناظرہ وحفظِ قرآن، کمپیوٹر، تبلیغ اسلام، دارالافتاء اور طبی سہولیات (فری ڈسپنسری) شامل ہیں۔ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے طلبہ کو کمپیوٹر کورسز بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ طلبہ کو تعلیم مفت دی جاتی ہے، رہائشی طلبہ کے لیے کھانے پینے اور علاج ومعالجہ کے جملہ اخراجات جامعہ کی طرف سے پورے کیے جاتے ہیں۔ طلبہ کی ذہنی تربیت ایسے کی جاتی ہے کہ وہ فرقہ پرستی کی تنگنائے سے نکل کر وسیع النظر اور معتدل مزاج عالمِ دین بنیں۔ اس جامعہ سے سینکڑوں طالب علم، حافظِ قرآن، عالمِ دین، مفتی اور مبلغِ اسلام بن کر نکل چکے ہیں۔ وہ پاکستان کے مختلف حصوں میں اپنے اپنے شعبوں میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان حضرات کی خدمات، مفتی محمد خان قادری مرحوم کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔

مفتی محمد خان قادری (مرحوم) نے تحریر وتقریر سے ختمِ نبوّت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے محاذوں پر شاندار خدمات سرانجام دیں۔ وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت پر بالکل واضح نکتہ نظر رکھتے تھے کہ

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، ان کی اُمت آخری اُمت اور ان پر نازل ہونے والی کتاب آخری الہامی کتاب ہے۔ آپ کے بعد ہر مدعیٔ نبوّت مفسد، فتنہ پرور اور کاذب ہے۔ ان میں زیادہ شر، گمراہی اور فساد پھیلانے والے کذّاب ہیں۔ انہیں کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں آخری نبی ہوں اب نئی نبوت کا دروازہ تا قیامت بند ہے، ہاں! میرے بعد تیس کذّاب/دجّال ظاہر ہونگے ان میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ مفتی صاحب مرحوم نے اپنی تقاریر میں یہ بات بھی واضح فرمائی کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت سے اس کے سچا ہونے کی علامت یعنی دلیل طلب کرنا بھی مستلزمِ کفر ہے۔ اسی طرح کسی مدعیٔ نبوّت کے سچا ہونے کے امکان پر استخارہ کرنے سے بھی ایمان زائل ہوجاتا ہے۔ آپ کی ان باتوں سے سننے والوں کا عقیدۂ ختمِ نبوّت واضح اور ایمان مضبوط ہوتا۔ آپ نے ختمِ نبوت کے حوالے سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اور فتاویٰ کو اپنی کتاب "امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور ختمِ نبوت" میں جمع کیا۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کے محاذ پر بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ اپنی تقاریر میں یہ بیان فرماتے رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ انہوں نے امام تقی الدّین علی السبکی کی کتاب "**السیف المسلول علی من سبّ الرسول**" کا ترجمہ بعنوان "اسلام اور احترامِ نبوت" کیا۔ اس کتاب میں مسلمان یا ذمی گستاخِ رسول کے متعلق تعلیمات اور احکامات کو واضح کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب یہ پختہ عقیدہ رکھتے تھے کہ توہینِ رسالت کی سزا موت ہے اور یہ کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295.C اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ انہوں نے اپنی متعدد تقاریر میں جاوید غامدی کا یہ نکتۂ نظر کہ قرآنِ پاک میں توہینِ رسالت کی سزا موت نہیں ہے کو غلط ثابت کیا۔ ان کا ایک طویل مضمون بعنوان "قرآنِ حکیم اور گستاخِ رسول" رسالہ انوارِ رضا کے تحفظِ ناموسِ رسالت نمبر ۲۰۱۴ء میں چھپا ہے، اس میں آپ نے واضح فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو ایذا دینے والوں پر اللہ کریم نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے عذاب مہین کی وعید بھی سنائی ہے۔ انہوں نے فرمایا: عام لوگوں کی طرف سے لعنت اور اللہ کریم کی طرف سے بھیجی گئی لعنت میں فرق ہے۔ ایسا ملعون دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت اور ہر نوعیت کی رعایت وحفاظت سے محروم ہوجاتا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کے آخر میں فرمایا: "۔۔۔۔۔ گستاخ کے لیے لعنت کی اطلاع اور خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے فعل کے مرتکب سے اپنی رحمت کو اُٹھا کر اسے مباح الدم، مستحق قتل اور سب سے زیادہ ذلیل ورُسوا قرار

دے دیا ہے۔ اب دنیا اور آخرت میں کوئی شخص اس کا معاون نہیں بن سکتا اور نہ کوئی دفاع کر سکتا ہے کیونکہ اب یہ رحمان کی رحمت کا محل نہیں رہ گیا۔ لہٰذا ایسے شخص کو زمین سے نیست و نابود کرنا ہی ضروری ہے۔" انہوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کا حوالہ دیا (جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کو مخاطب ہو کر فرمایا):

یا امیر المومنین ما بقاء الامۃ بعد شتم نبیھا

اے امیر المومنین! توہین نبوی کے بعد اُمت کے باقی رہنے کا کیا معنٰی؟

جب غازی محمد ممتاز قادری نے سلمان تاثیر (گورنر پنجاب) کو گستاخِ رسول ہونے کی بنا پر قتل کر دیا تو مفتی صاحب اور ان کے رفقائے کار نے فی الفور ممتاز قادری کی حمایت کی۔ انہوں نے بڑے جوش و جذبے سے ممتاز قادری کے حق میں تقریریں کیں اور اسلام آباد ہائیکورٹ میں ملزم کی اپیلوں اور بعد ازاں سپریم کورٹ میں اپیل اور نظرِ ثانی کی درخواستوں کی پیروی میں ممتاز قادری کے وکلا کی بہترین انداز میں رہنمائی فرمائی۔ اس سلسلے کی کچھ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۲، اکتوبر ۲۰۱۱ء کو راقم کو جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی و سربراہ محترم مفتی محمد خان قادری صاحب کا پیغام ملا کہ میں جامعہ میں ان کے دفتر میں پہنچوں جہاں کچھ دیگر وکلاء اور احباب بھی موجود ہونگے تا کہ ممتاز قادری کی اپیل دائر کرنے کے سلسلے میں مشاورت کی جائے۔ چنانچہ میں فوری طور پر جامعہ اسلامیہ لاہور پہنچا، جہاں مفتی محمد خان قادری، علامہ محمد خلیل الرحمن قادری، غلام مصطفٰی چوہدری ایڈووکیٹ، خالد محمود ایڈووکیٹ اور چند دیگر احباب موجود تھے۔ سب ہی عاشق رسول ممتاز قادری کے خلاف ہونے والے فیصلے پر دکھی اور متفکر تھے۔ مفتی صاحب نے عدالت کے فیصلے کی فوٹو کاپی منگوا رکھی تھی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ راولپنڈی کے معروف عالمِ دین حضرت سید حسین الدین شاہ صاحب سے رابطے میں ہیں۔ ممتاز قادری اور ان کے خاندان کے افراد محترم شاہ صاحب کے عقیدت مندوں میں شامل ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ (راقم) اس کیس میں ممتاز قادری کی طرف سے اپیل لکھوا دیں اور اس کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیں۔ میں نے بخوشی حامی بھر لی اور کہا کہ میں یہ اہم فریضہ رضا کارانہ طور پر اللہ کریم اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی رضا کے لیے سرانجام دوں گا۔ یہ امر میں نے اپنے لئے باعث اعزاز و سعادت سمجھا کہ میں عاشق رسول ممتاز قادری کے دفاع کا فریضہ سرانجام دوں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ پوری توجہ سے پڑھا اور موجبات اپیل تحریر کروائیں۔ تحریر کرنے کا فریضہ غلام مصطفٰی چوہدری ایڈووکیٹ نے سرانجام دیا۔ چوہدری صاحب لاہور کے بہت قابل اور محنتی ایڈووکیٹ ہیں۔

صحیح اسلامی فکر کے حامی اور ختم نبوت محاذ کے مجاہد ہیں۔ انہوں نے اپیل مکمل کروا کر اگلے روز ہی راولپنڈی کے وکلاء کو بھجوا دی۔ انہوں نے اپنے دستخط کر کے اپیل اسلام آباد ہائیکورٹ میں بتاریخ ۶، اکتوبر ۲۰۱۱ء کو دائر کر دی۔ یوں ممتاز قادری کے دفاع کے سفر کا آغاز ہوا۔۔۔۔ مفتی محمد خان قادری مرحوم کی سربراہی میں ممتاز قادری کے دفاع کے لیے اجلاس ان کے ادارہ جامعہ اسلامیہ لاہور میں ہوتے جن کی صدارت مفتی صاحب فرماتے۔ ان میں ان کے دستِ راست اور معتمدِ خاص علامہ محمد خلیل الرحمن قادری، علامہ احمد علی قصوری مرحوم، پیر محمد افضل قادری، غلام مصطفی چوہدری ایڈووکیٹ اور دیگر احباب شامل ہوتے رہے۔

ایک بار ایک اہم اجلاس مارچ ۲۰۱۱ء کو رکھا گیا۔ اس میں مسئلہ زیر غور یہ تھا کہ آیا علمائے کرام ممتاز قادری کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ اجلاس کا وقت ۱۱ بجے دن کا تھا۔ میں اس وقت بطور امین بیت المال پنجاب فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ مجھے بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس روز اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی کہ پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی ہے کہ ممتاز قادری قاتل ہے لہٰذا اسے سزائے موت دی جائے۔ یہ دلخراش خبر پڑھ کر میں بہت دکھی ہوا۔ اپنے اہم دفتری کام نمٹا کر میں تقریباً ایک بجے اجلاس میں شرکت کے لیے جامعہ اسلامیہ لاہور میں پہنچا۔ سٹیج سیکرٹری امیر حمزہ نے یہ کہتے ہوئے مجھے دعوتِ خطاب دی کہ ایک اور قانون دان آ گئے ہیں ان کا بھی نکتہ نظر سن لیتے ہیں۔ میں نے تقریباً نصف گھنٹہ تک خطاب کیا اور علمائے کرام سے استدعا کی کہ وہ ممتاز قادری کی حمایت کا اعلان کریں۔ الحمدللہ! میری گفتگو کو تمام علمائے کرام بشمول مفتی محمد خان قادری (مرحوم) نے سراہا اور شرح صدر کے ساتھ متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ہم پوری طرح ممتاز قادری کی حمایت کرتے ہیں۔ اس مرحلے پر میں نے علمائے کرام کی توجہ ممتاز قادری کے خلاف پنجاب اسمبلی کی قرارداد کی طرف مبذول کروائی۔ علمائے کرام نے متفقہ طور پر پنجاب اسمبلی کی قرارداد کو غلط قرار دے کر اس کی بھرپور مذمت کی۔

مفتی صاحب ملی مجلس شرعی کے صدر اور ملی یکجہتی کونسل کے اہم رکن تھے۔ ان دونوں اداروں نے ممتاز قادری کے کیس میں اسلام آباد ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو اسلامی اور ملکی قوانین اور انصاف کے تقاضوں کے خلاف قرار دیا۔ اس سلسلے میں ان اداروں کے اجلاس میں مفتی صاحب نے جرأت وحق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عدالتی فیصلوں پر کڑی تنقید کی اور ان کی سنگین خامیوں کو تشت از بام کیا۔ ان کے دستِ راست علامہ محمد خلیل الرحمن قادری نے تو ان عدالتوں کے

فیصلوں پر بڑی باریک بینی سے تنقیدی جائزے تحریر کیے۔ مفتی صاحب اور علامہ محمد خلیل الرحمن قادری ہر مرحلے پر ممتاز قادری کے وکلا کی راہنمائی فرماتے رہے اور انہیں اسلامی تعلیمات کے ضروری حوالہ جات مہیا کرتے رہے۔ ان کی یہ کاوشیں مسلسل جاری رہیں۔ صدرِ پاکستان کو گیارہ علمائے کرام کی طرف سے آرٹیکل ۴۵ آئینِ پاکستان ۱۹۷۳ء کے تحت درخواست برائے حصولِ انصاف و تنسیخ سزائے موت بھیجی گئی تھی، اس میں پہلے نمبر پر ہمارے ممدوح مفتی محمد خان قادری صاحب نے بحیثیت صدر ملی مجلس شرعی پاکستان دستخط کیے تھے۔ ایسی ہی دو اور درخواستیں ملک محمد بشیر اعوان والد ممتاز قادری اور راقم کی طرف سے بھیجی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں پورے ملک سے کم وبیش چار ہزار رحم کی اپیلیں اس وقت کے صدرِ پاکستان ممنون حسین کو ارسال کی گئی تھیں لیکن وہ "صمٌ بکمٌ عمیٌ" بن کر بیٹھے رہے اور انہیں میرٹ پر ان کے فیصلے کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ یہ سب درخواستیں "زیر سماعت" تھیں کہ اچانک ممتاز قادری کی سزائے موت پر عملدرآمد کر کے اسے شہید کر دیا گیا۔ اس وقت مفتی صاحب بڑے غمزدہ ہوئے اور انہوں نے اس ظالمانہ حکومتی عمل پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتے ہوئے فرمایا کہ میں پہلے نواز شریف کے بارے میں محتاط رائے کا اظہار کرتا تھا لیکن آج سے میں اس کے خلاف ہوں۔ اس نے تو وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے دور میں ممتاز قادری کی سزا پر عملدرآمد نہیں کرائے گا لیکن اس نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ یاد رہے کہ نواز شریف کی طرف سے ممتاز قادری کی سزا پر عملدرآمد نہ کرانے کی یقین دہانی کی اطلاع اس وقت کے وفاقی وزیر مذہبی اُمور پیر امین الحسنات نے پیر افضل قادری کو دی تھی۔

مفتی صاحب شوگر اور دل کے مریض تھے لیکن ان بیماریوں کے باوجود وہ اپنے فرائض بطور مہتمم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور اور صدر ملی مجلس شرعی پاکستان بطریقِ احسن سرانجام دیتے رہے۔ بعض اوقات بیماری کی شدت کے باعث انہیں ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا۔ میں جب بھی ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تو انہوں نے خوشی وطمانیت کا اظہار کیا، تادیر گفتگو فرمائی اور کبھی اپنی تکلیف یا بیماری کی شدت کا اظہار نہ فرمایا۔ ایک بار میں ان کے گھر عیادت کے لیے ۴ نومبر ۲۰۱۹ء کو حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ممتاز قادری کے حوالے سے میری کتاب "حاضری سے حضوری تک" پر تقریظ تحریر فرمائیں۔ انہوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے حامی بھر لی اور صرف ایک ہفتہ بعد یعنی ۱۱ نومبر ۲۰۱۹ء کو بڑی خوبصورت اور جامع تقریظ لکھ کر بھجوادی۔ یہ تقریظ میری کتاب کا حصہ ہے۔ اس میں انہوں نے تحریر فرمایا "۔۔۔۔ہم نے دیکھا کہ زرداری حکومت میں سلمان تاثیر نے اس قانون

(295۔c ت پ) پر بے رحم تنقید کی اور اسے "کالا قانون" قرار دیا۔ مسلمانوں کے دل چھلنی ہو گئے۔ اس نے نہ صرف توہینِ رسالت کی سزا یافتہ مجرمہ آسیہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ اس کی سزا کو ختم کرنے کے لیے بھی متحرک ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اس نے قانون توہینِ رسالت پر ہرزہ سرائی بھی کی۔ اسے کالا اور ظالمانہ قانون تک کہا اور اسے ختم کرانے کی بھی بات کی، العیاذ باللہ۔ ایسے میں اللہ رب العزت نے غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا اور ان سے وہ کام لیا جس سے بعد ازاں تمام مکاتبِ فکر کے جید علمائے کرام نے پوری اُمت کی طرف سے فرضِ کفایہ کی ادائیگی قرار دیا"۔ انہوں نے اپنی تقریظ میں یہ بھی واضح فرمایا کہ انسدادِ دہشت گردی کی عدالت سے ممتاز قادری کی سزا کے بعد جامعہ اسلامیہ لاہور میں غور و خوض کر کے اپیل دائر کرنے کے لیے جسٹس (ر) میاں نذیر اختر (راقم) کا انتخاب کیا گیا۔

مفتی صاحب (مرحوم) انتہائی شفیق، حلیم، ہمدرد اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بین المسالک ہم آہنگی، برداشت اور صبر و تحمل کے داعی تھے۔ وہ دینی اور فقہی علوم کے ایک بحرِ بیکراں تھے لیکن کبھی اپنے وسیع علم، فقہی بصیرت اور بطور مصنف اپنے تحریری کارناموں پر کسی زعم، عُجب یا تکبّر کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کی شخصیت میں زہد، سادگی اور عاجزی کے رنگ نمایاں تھے۔ انہوں نے فانی دنیا سے دل نہ لگایا بلکہ اللہ اور رسول سے دل لگایا، ان کے احکامات پر عمل کیا اور دینِ اسلام کی تبلیغ میں اپنا سرمایۂ حیات صرف کیا۔ وہ اس فانی دنیا سے ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء کو رخصت ہوئے۔ وہ بلاشبہ حق کی راہیں روشن کرنے والی شمعِ درخشاں تھے۔ ان کی رحلت پر بڑی شدّت سے یہ محسوس ہوا کہ "اِک دیا اور بجھا اور بڑی تاریکی"۔ ان کے وصال سے پہلے موجودہ دور کی وبا نے بڑی اہم دینی شخصیتوں کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیئے۔ مفتی صاحب کی دنیا سے رخصتی ہمارا ناقابلِ تلافی قومی اور ملّی نقصان ہے۔ مفتی صاحب دنیا سے تو رخصت ہو گئے لیکن وہ ہماری یادوں میں زندہ ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ کریم انہیں جنّت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے، ان کے اہل خانہ، تمام احباب اور متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم مفتی صاحب کے نائب، ان کے لائق فائق فرزند علامہ صاحبزادہ محمد فاروق قادری کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے والد گرامی کے نقشِ قدم پر چل کر ان کے مشن کو آگے بڑھائیں اور جامعہ اسلامیہ لاہور کے انتظام و انصرام کے جملہ اُمور و فرائض بطریقِ احسن سرانجام دیں۔ آمین۔

عصر حاضر کے بیدار مغز اور دیدہ ور عالم

تحریر: شیخ الحدیث علامہ سیّد شاہ حسین گردیزی ☆

علمائے کرام پر ایسا وقت آ جاتا ہے کہ ان میں انانیت اور عصبیت، مقاصد میں غفلت، رسوخ فی العلم میں کمی، علمی، گہرائی کے فقدان، عصری بے بصری، نفوس بشری میں عدم تدبر اور مستقبل ناشناسی کی وجہ سے جمود طاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ان کی برف پوشی کی اس کیفیت پر اصطلاحی طرزِ عمل سے "ماء حمیم" کی بارش برسائی جائے تا کہ اس عقلی اور فکری جمود سے برفانی سلیں ایک ایک ہو کر تحلیل ہو جائیں اور حقیقت اپنی فطری اور جبلی صورت میں عیاں ہو جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے دور میں جمود کی ان برفانی سلوں پر اپنے علم و عرفاں اور فکر و نظر کی قوت سے آب گرم کا چھڑکاؤ کر کے علمائے کرام کے فقیہانہ اور صوفیانہ دل و دماغ کو قرآن و سنت سے براہِ راست کیا تا کہ اس کے فکری آب زمول سے ان کو حیاتِ نو اور قوت ارادی حاصل ہو۔ جس شخصیت کے حصہ میں یہ نعمت ہوتی ہے تو اسے اپنے معاصرین کی طرف سے طعن و تشنیع اور تنقید و تنقیص سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری قدس سرہ سے پہلی ملاقات ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے نشتر پارک کراچی میں ہونے والے ایک جلسہ میں ہوئی اور اس کے بعد مختلف مقامات پر ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری قدس سرہ جب ان کے جامعہ اسلامیہ لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی ملاقات کے لیے وہاں حاضری ہوئی تو بھی ان سے ملاقات ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ درس نظامی کے منجھے ہوئے فاضل مدرس تھے اور اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ تدریس میں گزارا۔ جس سے ان میں علمی تبحر اور فنی ثقاہت نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی قدس سرہ اور حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی قدس

☆ کراچی

سرہ کے نامور تلامذہ میں سے تھے اور ان علمائے کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا جو اپنے دور کے بیدار مغز اور دیدہ ور ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ہمہ تن علم کی اشاعت میں مشغول رہنے کی وجہ سے ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ علمائے کرام میں ان کا تفوق تھا اور عوام میں بھی ان کے اثرات تھے۔ وہ جلسوں میں بھی خطاب کرتے تھے اور لوگ ان کے گفت کو دلیل راہ بناتے تھے اور خاص طور پر شہر لاہور کے علماء و عوام میں ان کی قبولیت عامہ تھی۔

قرآنِ حکیم کی ایک آیۃ کریمہ "فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝" (الانعام:۱۴۹) ہے، اس میں ایک حرف "لو" ہے اور علمائے کرام نے اس کے بارے میں کہا ہے:

"لو حرف امتناع لامتناع"

یعنی "لو" دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جس میں ایک کے امتناع سے دوسرے کا امتناع ہو جاتا ہے یعنی ثانی کا امتناع اس لیے ہے کہ اول کا امتناع ہے لہٰذا بات یہ ہوئی:

ماشاء ماھداکم اجمعین — یعنی اس کی مشیت نہیں ہوئی، اس لیے اجمعین کی ہدایت نہیں ہوئی۔

بعض کی ہدایت اور بعض کی ضلالت ہوگی تو ہدایت و ضلالت کا مقابلہ جاری رہے گا۔ اسی طرح نور و ظلمت اور علم و جہل دونوں ہوں گے اور دونوں میں مقابلہ ہوگا۔ بدر میں دونوں قوتوں کا مقابلہ ہوا نور اور علم غالب آ گئے اور یہ مقابلہ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور نور و علم والے تھے۔ اپنے عصر کی ظلمت و جہل سے مقابلہ ہوتا تھا۔ بعض معاملات پر صدیوں سے تہ در تہ مٹی جمی ہوئی ہوتی ہے۔ ان غبار آلود معاملات سے گرد صاف کرنا اصل کام ہوتا ہے۔ اپنے عصر کے علمائے کرام کے دل و دماغ سے جمودی اور تقلیدی قفل توڑنا ہی بڑا کام ہوتا ہے۔ شیعہ وسنی آویزش سے بعض معاملات، غبار آلود اور گرد آلود ہو گئے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم نے اس گرد کو صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور اُمت کے سامنے صراطِ مستقیم کو چودھویں کے چاند کی مانند پیش کیا ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ نے فصوص الحکم میں "کلمہ ابراھیمیہ" میں لکھا ہے:

ماعلی ممکن من العالمین فتح — یعنی حق تعالیٰ نے تمام ممکناتِ عالم کا عین

نفسه علی ما هو علیه۔ فمنهم العالم والجاهل حقائق اشیاء جیسا کہ وہ فی نفسہ ہیں ان کا ادراک کرے۔

اس لیے حقائق اشیاء کا ادراک کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں ہیں جب کوئی شے قوت کا روپ دھار لیتی ہے تو وہ اپنی مقابل قوت سے ٹکراتی ہے۔ یہ قوت کی فطرت ہے۔

حضرت مفتی محمد خان قادری قدس سرہ وہ شخصیت ہیں جن کی عین بصیرت میں حق تعالیٰ نے جوہر مدرکہ رکھا تھا۔ اس لیے وہ اپنے عصر کا ادراک رکھتے تھے۔ ماضی کے بھی مدرک تھے یعنی وہ ماضی کے علمی مسائل پر نظر رکھتے تھے اور دورِ حاضر میں ان کے انطباق کو بھی سمجھتے تھے۔ یعنی وہ حاضر و موجود اور غائب و مشہود پر عقابی نظر رکھے ہوئے تھے۔ جس میں یہ وصف ہو وہ "محقق" ہوتا ہے اور ہر محقق سے اس کے ہم عصر غافل و جاہل فاصلہ پر ہوتے ہیں کیونکہ وہ "قوت تحقیق" کو اپنے جسد و جسم میں جذب کرنے کی صلاحیت و صالحیت نہیں رکھتے۔ اس لیے کسی نے اس حقیقت کو بے پردہ کرتے ہوئے کہا ہے:

والجاهلون لاهل العلم اعداء یہ نور دشمنی آج سے نہیں صدیوں سے چلی آرہی ہے۔

خلافت کی عین بصیرت علم و عدل کی مدرک ہے اور ملوکیت میں جہل و ظلم ہے۔ دونوں میں مقابلہ عین فطرت ہے اور یہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ کبھی علم و عدل کا اور کبھی جہل و ظلم کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس جہل و ظلم کے خلاف حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ایک آواز تھے بلکہ وہ سراپا آذان تھے اور وہ بڑی بے باکی سے یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

آپ نے اپنی عمر کے بالکل آخری دور میں مسجد کے محراب و منبر اور میناروں سے "تفتازانیہ" کے جمال و کمال پر ایک آواز دی تھی کا آوازہ دور دور تک ہوا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور کی شخصیت صداقت و دیانت، حقیقت و حقانیت، محبت و مروّت اور متانت و شائستگی کی آذان تھی جس کی گونج دیر تک رہے گی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

وحدت اُمت کے داعی عالم

حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: مولانا محمد بشیر فردوسی

عصرِ حاضر کی عظیم علمی شخصیت قبلہ محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے جب پہلی ملاقات ہوئی تو آپ کی شخصیت کا جو تاثر ذہن پر نقش ہوا وہ کچھ اس طرح تھا "دراز قامت، بارعب شخصیت، خوبصورت چہرہ، علم وحلم کا مظہر اور چہرے پر خوبصورت ریش مبارک اور دھیما اندازِ گفتگو جس میں عجز و انکساری کی جھلک نظر آتی تھی" اور جب گفتگو ہوئی تو علمی دلائل شائستہ انداز میں اور دلائل سے مزین، افراط وتفریط سے منزہ اور مسلکِ اعتدال کی ترجمان گفتگو تھی۔

قبلہ مفتی صاحب نے اپنی پوری زندگی اشاعتِ دین کے لیے وقف کی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے جو اشاعت دین کا کام لیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، تحقیق وتدریس اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت میں بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا ذہن تحریکی، تنظیمی، تعلیمی، تصنیفی اور اصلاحی سوچ کا حامل تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت ساری تحریکات کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ ابتداً عصرِ حاضر کے عظیم مفکر قبلہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب زید شرفہٗ کی تحریک منہاج القرآن کے بنیادی اراکین میں شامل تھے اور تحریک کو پروان چڑھانے میں آپ کا کلیدی کردار تھا پھر اس کے بعد عالمی دعوت اسلامی کے بانی خانوادۂ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے چشم وچراغ حضرت سلطان فیاض الحسن القادری کی تحریک عالمی دعوت اسلامی میں بھی آپ کا بنیادی کردار تھا۔

تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا ذوق گویا فطرت ثانیہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے قلیل عرصہ میں بہت سی تصانیف کیں اور کتب کے تراجم کیے۔ آپ کی ایک ایک کتاب اہل اسلام کے لیے انتہائی قیمتی اساسہ ہے اور جس کتاب نے ناچیز کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ آپ کا

امت کے لیے باعث فخر ہے اور پھر فتاویٰ رضویہ کی بعض جلدوں کی تخریج وتسہیل بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔

دعوت وتبلیغ کے لحاظ سے آپ کے دروسِ قرآن اور آپ کے خطابات جن میں فرقہ واریت کے بجائے اصلاحِ امت کا پیغام زیادہ ہوتا ہے، تنقیدی گفتگو کی بجائے تعمیری گفتگو زیادہ ہوتی ہے آپ کی گفتگو میں ترھیب وتخویف کے بجائے ترغیب زیادہ ہوتی تھی اور آپ کی گفتگو میں سختی کی بجائے آسانی کی طرف زیادہ توجہ ہوتی تھی یعنی آقا کریم علیہ التحیۃ والثناء کے اس فرمان کا مظہر ہوتی تھی: **يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا**

آپ نے اپنے خطابات کو پیشہ وارانہ اور تاجرانہ نہیں بنایا جبکہ موجودہ ماحول میں ہر طرف دین کو سستے داموں بیچا جارہا ہے اور خطابات کی بولی لگائی جارہی ہے اس مذموم ماحول میں بھی آپ نے اپنے دامن کو اس ماحول سے منزّہ رکھا اور کبھی بھی معاوضے کا مطالبہ نہیں کیا۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے آپ کو بوریوالہ میں جلسے کے لیے دعوت دی آپ تشریف لائے دن کے وقت آپ نے بار روم بوریوالہ میں خطاب کیا اور رات کو جلسہ عام سے خطاب فرمایا جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو ہم نے نذرانہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا میں نذرانہ نہیں لیتا ہمارا خیال تھا کہ آپ کی کچھ خدمت ہو جائے گی لیکن آپ نے انکار فرمایا پھر ہم نے عرض کیا کہ حضور صرف آنے جانے کا زادِراہ قبول فرمالیں تو آپ نے اپنے ساتھی غالباً محمد نعیم احمد سے پوچھا کہ کہ بتایئے زادِراہ کتنا خرچ ہوا؟ تو وہ خاموش رہے ہم نے غالباً دو ہزار روپے پیش کیے تو آپ نے دوبارہ پوچھا بتایئے زادِراہ کتنا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اٹھارہ سو روپے خرچ ہوئے تو آپ نے دو ہزار میں سے دو سو روپے واپس کر دیے ہم نے کہا حضور آپ یہ بھی قبول فرمالیں تو آپ نے فرمایا جتنا زادِراہ خرچ ہوا اتنا ہی لینا ہے!!! اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی خطابات نہیں بیچے۔ اور پھر گاہے بگاہے آپ سے ملاقات ہوتی تو آپ تصنیف کی طرف شوق دلاتے اور بار بار یہی فرماتے کہ تصنیف کا کام کریں تو بندۂ ناچیز نے جب نحوِ میر کی شرح التنویر لکھی اور آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے پسند فرمایا حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور اس پر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔ آپ علیہ الرحمۃ نے تقریظ میں جو کلمات تحریر فرمائے وہ ناچیز کے لیے انتہائی قیمتی سرمایہ ہیں آپ نے فرمایا: بندہ نے بعض مقامات کا مطالعہ کی تو محسوس ہوا کہ یہ شرح دیگر شروحات سے کئی حوالوں سے ممتاز ہے مثلاً متن ...

گیا ہے اور متعدد مثالوں سے بات کو واضح کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مزید کام کو جاری رکھیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ گگو منڈی جلسہ میں تشریف لائے تو آپ سے ملاقات ہوئی آپ نے اپنے خطاب میں اور بعد از پروگرام نجی محفل میں میں اہلِ علم حضرات کو کتاب بینی اور مطالعہ کی ترغیب دی اور خطاب میں خصوصی طور پر اس کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ محفل کے بعد جب ہم نجی محفل میں بیٹھے تو بندۂ ناچیز نے آپ سے عرض کیا کہ آپ تصنیفات کی طرف بہت توجہ دلاتے ہیں لیکن لکھنے سے پہلے کتاب کے قاری تو تیار کریں جب تک کتب بینی کا شوق پیدا نہیں ہو گا تو کتابوں کا مطالعہ کون کرے گا تو میں نے آپ کو ایک دلچسپ لطیفہ سنایا کہ ایک مرتبہ بندۂ ناچیز ایک مدرسے میں حاضر ہوا تو وہاں کے ناظم صاحب سے میری گفتگو ہوئی تو ناچیز نے ان سے ایک سوال پوچھا کہ ایک حدیث پاک بخاری شریف میں ناچیز نے پڑھی تھی لیکن اس کا حوالہ ذہن میں نہیں ہے آپ کے ذہن میں حوالہ ہو تو مجھے بتایئے تو وہ مجھے فرمانے لگے مولانا یہ دیکھیں میرے مدرسے میں بخاری شریف ہے اور تقریباً آٹھ سال ہو گئے ہیں میں نے اس کو خریدا ہے لیکن ابھی تک اس کو کھول کر نہیں پڑھ سکا!! تو ناچیز نے قبلہ مفتی صاحب سے عرض کیا کہ جب ہمارے ناظمین حضرات کے مطالعہ کا یہ حال ہے تو باقی لوگوں کے مطالعہ کا کیا حال ہو گا!!! تو آپ مسکرائے اور فرمانے لگے: فردوسی صاحب یہ المیہ ہے کہ ہماری قوم میں مطالعہ کا شوق نہیں ہے۔

بہرحال قبلہ مفتی صاحب اپنی ذات میں ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک انجمن تھے آپ صرف صاحب مطالعہ نہیں بلکہ پوری لائبریری تھے اور آپ کی نظر قدیم وجدید کتب پر یکساں تھی۔

آپ میں اُمت کے اتحاد و اتفاق کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور اس بارے میں آپ نے بارہا مرتبہ کوششیں بھی کیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے آخری عمر میں جیسے انسان اکابرین کے طرزِ عمل سے مایوس ہو جاتا ہے آپ نے خاموشی اختیار کر لی لیکن اس کے باوجود اہلِ محبت آپ کی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بارگاہِ لم یزل میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

ایک سر برآوردہ علمی شخصیت

تحریر: علامہ رضاالدین صدیقی ☆

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری ہمارے عہد کے انتہائی سر برآوردہ اہل علم ودانش میں سے ایک ہیں، تدریس تحقیق تحریر، خطابت کے ساتھ نہایت اعلی درجہ کی انتظامی صلاحیتوں سے بھی بہرور تھے ایک خصوصیت جوانہیں اہل علم و دانش کی صفوں میں بہت ممتاز کرتی ہے وہ دیگر اہل علم کی حوصلہ افزائی اوران کے ساتھ ہمہ جہت تعاون ہے نئے لکھنے والوں کی نہایت خلوص سے رہنمائی کرتے ،ان کا حوصلہ جوان رکھتے اور امکانی حد تک ان کی ہر حوالے سے مدد بھی کرتے ان کے نمایاں کارناموں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے بہت سے عرب مصنفین کی کتابوں کے خود بھی ترجے کیے اور دیگر افراد سے بھی ایسے بہت سے تراجم کروائے اس طرح جہاں اُردو زبان کو بیش بہا علمی سرمایہ میسر آیا وہیں عالم عرب کے وسیع تر حلقے کی ایمانی اور اعتقادی صورت حال بھی ہمارے سامنے واضح ہوئی اور یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ دنیا بھر میں اہل سنت و جماعت کے اعتقادات ہی قبولیت کے حامل ہیں اور یہی عالم اسلام کی وسیع تر اکثریت کا عقیدہ ہے ناموس رسالت کے حوالے ان کا تحریری کام بھی اور ان کی عملی جدوجہد دونوں قابل رشک ہیں گذشتہ ایک عرصہ سے ہمارے ملک میں یہ مباحث بڑی اہمیت اختیار کرگئی ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس محاذ پر سب سے زیادہ اور بنیادی علمی اثاثہ قبلہ مفتی صاحب اوران کے رفیق محترم علامہ خلیل الرحمن قادری صاحب نے ہی فراہم کیا ہے ان کی خطابت ہمیشہ اصلاحی اور ناصحانہ رہی اور بلاخوف لومۃ الائم رہی بلاشبہ اس نے اہل سنت کے حلقوں میں شعور اور سنجیدگی کو فروغ دیا مجھے ان سے بہت سے مواقع پر ملنے کا موقع ملا ہمیشہ ان کی نشست کو سنجیدہ شائستہ اور بامقصد پایا اور انہیں ہمیشہ ہی کسی اہم موضوع کی تحقیق وجستجو میں منہمک پایا اور جب بھی کسی حوالے مدد کی ضرورت محسوس کی انہوں نے بلا تاخیر وتامل نہایت کی خوش دلی مکمل تعاون فرمایا آداب والقابات کے تکلفات سے کلیۃ پاک تھے بھر پور تعاون کے باوجود کسی صلہ کی توقع تو کیا رکھتے رسمی تشکر حاصل کرنے بھی خواستگار نہ ہوتے۔

انعام والوں میں ہوگا نام تیرا

تحریر: ابوالرضا گلزار حسین قادری

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا — جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ ﷺ کی

☆ جامعہ نظامیہ لاہور کے اساتذہ خصوصاً حضرت شیخ العلماء مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ العلماء صاحب قلم وقرطاس شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کمال و شرف حاصل ہے کہ آپ کے طلبہ وتلامذہ علم کی دنیا میں آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور اسلام کے ابدی پیغام کو بہت ہی احسن طریق پر اگلی نسلوں کو منتقل کرنے میں کامیاب رہے۔ ان دو قابل فخر علماء کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے طلبہ کو قدیم و جدید اسلوبِ علوم سے کما حقہ راستہ کیا، محنت شاقہ اور راست قدمی ان کے اذہان وقلوب میں منتقل کی، دین اسلام اور مذہب حنفیہ کی ترویج واشاعت کا خمیر اُن کے رگ وپے میں ایسا منتقل فرمایا کہ ان فاضلین کے مشام روح وجسم کو نور دین سے منور ومعطر ہو کر رہ گئے۔ بیشمار اسمائے گرامی ہیں تازہ اور زندہ مثال امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے جن کے مجاہدانہ افکار ونظریات سے ایک عالم نے کروٹ لی اور ایک زمانہ منور ہوا اور تاریخ میں ابدی نشان ثبت فرما کر اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے اللہ تعالیٰ! ان کی مرقد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آقائے کریم ﷺ کے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

☆ آج ہم نے ایک اور مرد مجاہد، حریت فکر کے داعی کا ذکر خیر کرنا ہے۔ آپ کا اسم گرامی محمد خان قادری اور اہل علم میں آپ کو محققِ عصر مفسر ومُعلم، شیخ الحدیث وتفسیر مفتی فی المسائلِ شریعہ کے القابات سے جانا جاتا ہے۔ آپ بیسیوں کتب کے مصنف ومترجم ہیں آپ کا سب سے بڑا اعزاز حضرت امام المفسرین امام فخر الدین رازی کی تفسیر قرآن جو کہ چالیس مجلدات کی حامل تفسیرِ رازی کو اُردو زبان کے قالب میں منتقل کیا یہ عظیم کام انہی کا حصہ ہے اس سے قبل کسی عالمِ دین کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کے حصولِ علم کے دور کا اختتام جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ سے ہوا اور بطور معلم آغاز بھی اسی جامعہ سے شروع ہوتا ہے اور بعد میں حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری کی کاوشوں

اسلامیہ ایسے عظیم درس گاہ کی تعمیر و تکمیل پر اختتام پذیر ہوا۔

☆ تحقیق و جستجو آپ کی زندگی کے شب و روز کا معمول تھا، آپ فرماتے ہیں: "واقعۃً مطالعہ کی کمی انسان کو لے ڈوبتی ہے" چنانچہ جس موضوع پر بھی آپ نے قلم اُٹھایا اُس کو کبھی تشنہ نہیں چھوڑا اور تحقیق کا پورا پورا حق ادا فرمایا۔ آپ کی تحریر میں سلامت روی تہذیب و شائستگی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ فکری اختلاف کے باوصف آپ نے دوسروں کی تلخ بات سنی اور اُس کا قرآن و حدیث اور آثارِ آئمہ سے مدلل جواب دیا اس پر آپ کی تصنیف "علم نبوی اور متشابہات" شاہد عادل ہے۔

☆ کم علمی وجہ خسران ہے اگر اطباع میں نہ ہو، وسیع العلمی کا فائدہ بھی تب ہے جب کہ اطباع میں ہو اور دین حق کے آگے اپنی ذات کو سرنگوں کر دینے میں فلاح دارین ہے۔ دیانت دینی کا ہونا ایک عالمِ دین کے قلم کو عصمتِ تحریر سے نوازتا ہے تحریر کی عصمت کا اعزاز یہ ہے کہ دیانت کے ساتھ امانت کو اپنی اصل شکل میں آگے منتقل ہو جاتی ہے خواہ اُس سے اپنی ذات کی ذلت یا نفی ہی کیوں نہ ہوتی ہوں۔ کسی مسئلہ میں دو وکیل یا دو فریق اپنے اپنے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں جب کے دونوں کو علم ہوتا ہے کہ سچی بات کیا ہے اور حق پر کون ہے دیانت داری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سچ کے آگے دوسرا فریق دستبردار ہو جائے اور اگر معاملہ دین کا ہو تو پھر یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ حق واضح ہو تو اس کو قبول کر لیا جائے۔ یہ دُکھ کا مقام ہے جب بعض علماء دین بھی اس مرض کے مریض نظر آتے ہیں وہ اُمت کا افتراک قبول کر لیتے ہیں لیکن اپنی غلط دلیل سے ہٹنے کو تیار نہیں ہوتے آج بھی یہ روش دیکھنے کو مل جاتی ہے اور ہم اس وجہ سے مسلسل بڑے نقصان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آج روش یہ ہے کہ کم علم حضرات ممبر نقابت پر براجمان نظر آتے ہیں اور نعتِ رسول ﷺ کے آداب و تقدس سے نابلد نعتِ نبی کا مائیک سنبھالے ہوئے ہیں نتیجتاً مسلمہ عقائد اہل سنت سے کھلے بندوں انحراف کیا جا رہا ہے دینِ حق کی بجائے بد دینوں کے عقائد کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔ تحقیق کی دنیا میں تعصب کی کوئی جا نہیں ہے اور جہاں دینی مسائل کو تعصب کی نظر کیا گیا وہاں سے کبھی خیر نے جنم نہیں لیا، بات سیدھی اور سچی ہی انسان کو عزت سے سرفراز کرتی ہے ، وہ سرفرازی دنیا کی ہو یا آخرت کی۔

☆ تحریر و تحقیق کی دنیا میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات بے مثال ہیں فتاوی رضویہ شریف کی اشاعت میں آپ کی معاونت قابلِ فخر دیگر فاضلین جامعہ نظامیہ کے ساتھ مل کر فتاوی شریف کی تخریج کا بہت بڑا کام عربی و فارسی عبارات کا اُردو ترجمہ نہایت عرق ریزی کا مرہونِ منت ہے جس کو ان حضرات نے بطریقِ احسن پایۂ تکمیل تک پہنچایا، کام گزشتہ صدی [illegible]

بڑا احسان ہے کہ علماء کرام کی اس جماعت کا قرض اُتارے نہیں اُترتا آج ہمارے اہل علم کو فتاوی رضویہ کی شکل میں علم کا وہ خزانہ میسر ہے جو اس سے قبل والی جماعت علماء کو میسر نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے بندہ نے عرض کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ فتاوی شریف کا مکمل ترجمہ عربی اور انگلش میں ہو سکے تو آپ نے فرمایا قادری صاحب یہ کام اتنا ہی مشکل ہے جتنا ایک بڑا سیمنٹ کا کارخانہ کھڑا کرنا مشکل ہے۔ فتاوی رضویہ شریف وہ شہکار ہے جس کے مطالعہ کے بعد ہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الآئمہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی فضیلت اعلیٰ مقام و اعلیٰ مرتبہ کا ادراک کیا جا سکتا ہے یہ شہکار اُمت کے لیے نہ ختم ہونے والا علمی فیضان ہے جب تک علم کی دنیا آباد ہے اور اسلام باقی ہے اس علمی خزانے سے استفادہ ہوتا رہے گا۔

☆ علماء اہل سنت و مشائخ کرام ایک عجب باہمی علمی مباحث میں ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے ہیں صدیوں سے مسلمہ عقائد جو مشاہیر آئمہ اہل سنت بشمول حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی سے مرفوع اور اس پر عمل ثابت ہے کے باوصف بعض دینی امور میں بڑے اختلاف کا شکار ہو چکے ہیں ادب احترام کا رشتہ، حفظ و مراتب کا لحاظ یہ سب اصول پامال ہو کر رہ گئے ہیں کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ جہاں سے قال اللہ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کشا آوازہ سماعتوں سے ازہان و قلوب میں اُتر کر اصلاح احوال کا سبب بنتا تھا وہاں سے اندازِ تکلم کا ایسا زوال اُمنڈ آیا کہ بازاروں اور گلی کوچوں کا کوڑا کرکٹ اپنے ساتھ بہالے گیا اور جبہ و دستار کی فضیلت اپنے ہاتھوں سے پامال ہوگئی۔ گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے یہ سنا کرتے تھے لیکن اب دیکھنے کو بھی مل گیا ہے۔ آپ انبیاء و مرسلین اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان سے وابستہ نفوسِ قدسیہ کی جماعت کی عزت و آبرو کے چوکی دار تھے اور اپنے مورچوں میں دشمن دین کے خلاف قمر بستہ تھے آج کیا ہوا کہ آناً فاناً صدیوں سے طے شدہ عقائد اہل سنت جن پر تمام آئمہ اہل سنت متفق تھے اور انہوں نے اس کی ترویج و اشاعت میں بڑا کام کیا اور برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے مسلمانوں کے متفقاً علیہ امام و پیشوا ہیں خصوصاً علماء کرام و مشائخ عظام ان کے پیرو ہیں تو پھر ایسی کیا افتاد آ پڑی کہ ان بزرگوں کے روشن اور رہنما اصول و عقائد کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے اب کونسا نیا حکم مقرر کریں گے جو بطور فیصل سب کو قابل قبول ہوگا۔ اُمت کو مزید گروہوں میں منقسم نہ کیا جائے یہ نقصان سمیٹا نہ جا سکے گا۔ یہ جماعت پہلے ہی قحط الرجال کی شکار ہے اگر کوئی دین کی خدمت کی ہمت رکھتا ہے تو اس کا ساتھ دیں اور باہمی اختلاف اہل حل وعقد کی طرح نمٹایا جائے۔ مذکورہ بالا ان تین بزرگوں کے افکار و عقائد کے دائرہ سے باہر کوئی جائے پناہ

نہیں ہے اور ہمیں سلامتی ایمان کی سعی کرنی چاہیے جو اسی حصار میں رہنے میں مضمر ہے۔

☆ ہمارے اس انتشار کا فائدہ ہمارے ان مخالفین کو ہوگا جو خانقاہی نظام کو شرک کدہ اور ہمارے علماء عظام کو بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔ خوارج جس بھی رنگ میں ہوں وہ تو انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی معصوم عن الخطاء ماننے کو تیار نہیں اور برملا حضور اکرم ﷺ کے بعض فیصلوں کو قطعی طور پر خطاء پر محمول کرتے ہیں اور یہاں تک کہ گزرتے ہیں "کہ یہ نبی نہ فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے نہ اللہ کے خزانوں کا مالک ہے۔" چاہیے تو یہ تھا کہ ان گروہوں کے ایسے مکروہ عقائد کے خلاف آواز بلند کی جاتی، ہم تو اس معاملہ میں باہم اُلجھ بیٹھے جن میں کبھی اختلاف نہیں تھا اہل سنت کے اکابر کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام وملائکہ مقربین علیہم السلام کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر تمام صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و اولیائے کاملین معصوم عن الخطاء نہیں ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ اگر تعبیر میں کوئی اختلاف وارد ہوا ہے تو تمام آداب و احترام کے مراتب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کو ختم کیا جاتا نہ کہ آگ لگادی گئی اور تھانوں کچہری تک معاملات کو پھیلا دیا گیا اور جو تھوڑا بہت دین کا کام ہو رہا تھا وہ قیمتی وقت ان باہمی اُلجھنوں میں ضائع کیا جا رہا ہے۔ عدائے دین کی بات تو سمجھ آتی ہے مگر حاسدین کا کیا علاج ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے جامعہ نعمانیہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر کسی سنی عالم دین کی کوئی کمی کوتاہی ظاہر ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جائے اور اصلاح احوال کا راستہ نکالا جائے اگر اس کو عوام تک پھیلا دیا گیا تو اُس عالم دین کی توقیر ختم ہو جائے گی اور ممبر رسول پر اس کی بات کوئی نہیں سنے گا (یہ میں نے مفہوماً عرض کیا ہے)۔ اس وقت ہمارا باہمی حال یہ ہے کہ کوئی کسی کی پردہ پوشی پر راضی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی طبقہ کسی بڑے کو اپنا حکم یا قاضی ماننے کو تیار ہے تو ایسی صورت میں انجامِ گلستاں کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

☆ حضرت مولانا مفتی محمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و مشرب نہ صرف باہمی افہام وتفہیم اور اتحاد کا تھا بلکہ دوسرے طبقات سے بھی مکالمہ کے قائل تھے گو کہ اہل سنت میں آپ کی اس تحریک کو قبول نہیں کیا گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں "جب انسان کسی رائے میں تعصب برتتا ہے تو اسے اپنے مطلب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا" صفحہ نمبر ۴۶ علمِ نبوی اور متشابہات۔ ایک سچے اور ایماندار، خوفِ خدا رکھنے والے عالم دین کو تعصب یا اپنی ذات کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں ہونا چاہیے وہ تو محض اللہ جل مجدہ اور رسول کریم ﷺ کے احکامات کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ وسعت علمی کے سبب کبھی بے باق نہیں ہوتا، اعلیٰ حضرت ایسے عالمِ دین بھی اپنی علمی معراج کے باوصف فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی بے بساعتی کا ادراک ہے اس لیے

قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہوں" ایسی ہی روش کا علماء اہل سنت کو حامل ہونا چاہیے۔"

☆ حضرت مفتی محمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناموس رسالت اور ختم نبوت کی تحریک میں نمایاں خدمات ہیں حضرت غازیِ ملت ملک ممتاز حسین قادری شہید کی سزا موت کے خلاف آپ نے بہت کام کیا خاص کر عدالتی صف بندی میں آپ نے جسٹس میاں نذیر احمد کے معاون و مددگار رہے جس کا برملا اعتراف جسٹس میں میاں نذیر احمد صاحب نے آپ کی رسم قل کے موقع پر کیا جہاں یہ فقیر بھی موجود تھا۔

☆ آپ کا تحریری اور علمی کام فقید المثال ہے جس سے ابلاغ اسلام کا کام قیامت تک تابندہ و جاری رہے گا اور ہر آن دین کا نور اور خوشبو چہار عالم کو منور و معطر کرتی رہے گی۔



محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

امیر ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: پیر سید محمد صفدر شاہ گیلانی

محقق العصر مفتی محمد خان قادری صاحب سے ادارہ منہاج القرآن میں پہلی ملاقات کا شرف اس وقت ہوا جب وہ وہاں پڑھا رہے تھے اور جامعہ کے ہیڈ تھے پھر یہ سلسلہ چلتا رہا اُن سے علمی اکتساب فیض بھی کیا مختلف مباحث پر اُن کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ بھی ہوا اُن کی ایک ہی لگن تھی تعلیم و تعلم، اشاعت دین۔ اسی لگن میں ساری زندگی مگن رہے اور قوم کو کتب کثیرہ کی صورت میں وہ علمی خزانہ عطا کر گئے کہ تا قیامِ قیامت تشنگانِ علم اس سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔ طلبہ کی تربیت سے لے کر علماء کی رہنمائی تک ہر جگہ اپنی گونا گوں صلاحیتوں سے بے مثال حیثیت رکھتے تھے۔ وہ تنظیمی تحریکی زندگی سے کوسوں دور تھے لیکن جب بھی ملت کو رہنمائی کی ضرورت پڑی تو وہ خم ٹھوک کر میدان عمل میں اُترتے۔ احتجاج کا حصّہ بن کر جائز مطالبات کی منظوری تک میدان میں ڈٹے رہتے۔

جب ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے بڑھنے لگے تو میں نے اُن سے روابطہ کیا انہوں نے بھر پور حوصلہ افزائی فرمائی پھر پیر افضل قادری صاحب سے مشاورت پر عالمی تنظیم اہلسنت کے دفتر لاہور کے جید علماء و مشائخ کا ایک بھر پور اجلاس پیر محمد افضل قادری کی میزبانی میں میری دعوت پر منعقد ہوا۔ اس سلسلہ میں شہید پاکستان ڈاکٹر مفتی سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکمل طور پر بھر پور کردار ادا کیا اور ہم نے تحفظ ناموس رسالت محاذ قائم کیا جس میں لاہور میں موجود تمام مذہبی، سیاسی، سماجی، طلبہ و اساتذہ تنظیموں نے شمولیت اختیار کی اور یہ اتحاد اہل سنت کا عملی مظاہرہ تھا۔ محاذ کے زیر اہتمام احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا مفتی صاحب ہر جگہ پر نمایاں اور قیادت کرتے نظر آئے۔ ۲۰۰۱ء میں جب جنرل پرویز مشرف نے قانون ناموس رسالت ختم کرنا چاہا تو محاذ کے پلیٹ فارم ایسی زوردار تحریک شروع کی گئی کہ حکومت کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ لاہور میں جلوس نکالنے اور احتجاج کرنے کی پاداش میں ہمیں گرفتار کر لیا گیا قبلہ مفتی صاحب جیسی بزرگ علمی شخصیت کی گرفتاری نے عوام میں ولولہ تازہ پیدا کر دیا۔ پیر سیّد عرفان مشہدی، علامہ حافظ خان محمد قادری، پیر محمد افضل قادری، پیر سیّد محمد صفدر شاہ گیلانی، علامہ محمد طفیل اطہر،

علامہ سیّد ظفر شاہ، نعیمی ہم سات روز اکٹھے کیمپ جیل میں رہے مفتی صاحب کی حقیقی صحبت کا شاندار تجربہ حاصل ہوا میں نے بہت قریب سے محسوس کیا کہ مفتی محمد خان قادری صاحب کو گرفتاری کی پریشانی نہ تھی بلکہ بھرپور اطمینان تھا اور اللہ کی رضا پر اتنے راضی اور مطمئن تھے کہ سات دنوں میں ایک لمحہ بھر کے لئے اُن کے چہرے پر گفتگو میں کبھی بھی پریشانی کا عنصر نہیں تھا بلکہ وہ ہم سب کی لمحہ لمحہ ہمت بڑھاتے اور قرآن وحدیث، بزرگانِ دین کے واقعات سے رہنمائی کرنے میں مصروف رہتے اور آئندہ کے لئے ٹھوس اور جاندار حکمت عملی تیار کرنے کے لئے مشاورت کرتے رہتے تھے کہ باہر نکل کر ہمیں یہ کرنا ہے اور یہ طریقہ اختیار کرنا ہے یہاں مجھے خراجِ تحسین پیش کرنا ہے جامعہ رحمانیہ کی انتظامیہ کا کہ جنہوں نے لاکھوں روپے ناموس رسالت کے ان اسیر علماء کی خدمت کے لئے وقف کر دیئے اس وقت جامعہ رحمانیہ کے خزانچی نوجوان تھے جو کہ جیل سپرنٹنڈنٹ کے ریڈر تھے اُن کے ذریعے کھانا وغیرہ لایا جاتا تھا۔ اس طرح مفتی صاحب کی بدولت کیمپ جیل لاہور میں بھی ہمیں بھرپور سہولیات میسر ہوئیں۔ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔

خدایا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت

چراغِ مسجد و محراب و منبر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

کتبہ ومشقہ فرحان نقلہ اُستاد نفیس شاہ مد

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت سفیر عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: مولانا محمد امان اللہ شاکر فریدی

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ "اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔" (ترجمہ کنزالایمان) (سورۂ فاطر:۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ حضرت صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں (یعنی علم والے وہ ہیں) جو اس کے صفات جانتے ہیں اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔

(تفسیر خزائن العرفان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی شان بیان فرمائی ہے ایسے ہی علمائے حق اور علماء ربانیین کی فہرست میں ایک عظیم نام عالم باعمل، زینت مسند تدریس، آبروئے اہلسنت عظیم محدث، مفسر، مترجم، محقق، صاحب طرز ادیب، سنجیدہ متین خطیب، مصنف کتب کثیرہ، سفیر اسلام، سفیر عشق رسول امیر کاروان اسلام حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی ومہتمم وشیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اسلامیہ لاہور کی ذات ستودہ صفات کا ہے جن کی ساری زندگی علوم اسلامیہ کی تدریس میں گزری اور دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے اپنے حصے کا چراغ روشن کرتے ہوئے ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء کو دارالفنا سے دارالبقا

کی طرف کوچ کر گئے اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے آمین۔

معزز قارئین کرام!

حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ مسلک حق اہلسنت و جماعت کے نامور عالم دین اور علمی و تحقیقی دنیا کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال علمی دنیا کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے آپ کا خلا پر ہونا ناممکن نہیں تو یقینا مشکل ضرور ہے ایسی عظیم شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اسی لیے فرمایا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ۔۔۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میری معلومات کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۳ء میں ضلع نارووال کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ حفظ القرآن سمیت ابتدائی تعلیم اس علاقے سے حاصل کی اور علوم اسلامیہ کے حصول کے لیے اہل سنت کے عظیم علمی مراکز جامعہ محمدیہ نوریہ بھکی شریف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سمیت دیگر شہروں کے مختلف دینی مدارس میں تشریف لے گئے اور اپنے عہد کی عظیم اور مقتدر علمی شخصیات مثلاً حضرت علامہ مولانا پیر سیّد جلال الدین مشہدی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ شمس الزماں قادری، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی، مفتی غلام سرور قادری، علامہ مہر الدین نقشبندی، شیخ الحدیث علامہ محمد عالم سیالکوٹی، علامہ محمد نواز نقشبندی (رحمہم اللہ تعالیٰ) ایسے صاحبان علم و دانش کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور علمی فیوض و برکات حاصل کیے اور دنیائے علم و تحقیق کے درخشندہ ستارے بن کر چمکے علوم اسلامیہ کی تحصیل سے لے کر تادم وصال آپ رحمۃ اللہ علیہ تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ شعبہ تدریس سے وابستہ رہے اور قال اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائے دلنواز بلند کرتے رہے اور تشنگان علوم اسلامیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے آپ کی علمی بارگاہ کے فیض یافتہ صاحبان علم و دانش، ارباب فکر و نظر اور وارثان محراب و منبر کی ایک طویل فہرست ہے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے آپ نے سلسلہ قادریہ کے معروف شیخ کامل پیر طریقت رہبر شریعت، واقف رموزِ حقیقت و معرفت شہزادہ غوث الوریٰ، حضرت پیر سیدنا محمد طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ مختلف دینی، مذہبی، یاسی، سماجی، فلاحی تنظیموں اور اداروں سے بھی وابستہ رہے۔ وہ تحریک منہاج القرآن ہو، تحفظ و ناموس رسالت محاذ ہو عالمی دعوت اسلامیہ ہو، ملی مجلس شرعی ہو، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان ہو یا کاروان اسلام ہر جگہ اور ہر مقام پر آپ کا جاندار اور

شاندار کردار نظر آتا ہے۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت کی شاندار کامیابی

یہ سن دو ہزار کی بات ہے، ہم جامعہ نعیمیہ لاہور میں دورہ حدیث شریف کے طالب علم تھے۔ جنرل پرویز مشرف کی حکومت تھی۔ مشرف نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے "قانون تحفظ ناموس رسالت 295C تعزیرات پاکستان" میں تبدیل کرنے کا اعلان کیا اس اعلان کے سنتے ہی عاشقانِ رسول ﷺ شدید اضطراب کا شکار ہوئے اور حکومت کے خلاف غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ہم نے دیکھا سب سے پہلے تحفظ ناموس رسالت محاذ کے پلیٹ فارم سے حضرت استاذی المکرم علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید پاکستان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ نے آوار بلند کی جلسے، جلوس اور ریلیوں کا اہتمام کیا ایک شاندار ریلی داتا دربار سے اسمبلی ہال تک نکالنے کے پروگرام بنایا گیا۔ الحمد للہ ہمیں بھی بزم نعیمیہ کی طرف سے شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ان دنوں بزم نعیمیہ کی صدارت میرے ذمے تھی۔ چنانچہ حضرت محقق العصر علیہ الرحمہ اور شہید پاکستان علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اہلسنت کی قیادت میں زبردست ریلی نکالی گئی اگرچہ اس موقع پر انتظامیہ کی طرف سے آنسوگیس کی شدید شیلنگ بھی کی گئی۔ قائدین اہلسنت اور کارکنان پر تشدد بھی کیا گیا گرفتاریاں بھی ہوئیں مگر عشقِ سرکار سے سرشار غلامان مصطفیٰ ﷺ اپنے موقف سے ذرا برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر کار عاشقانِ رسول اللہ ﷺ کی کاوشیں رنگ لائیں۔ مشرف جیسے کو بیرونی دورے سے ڈکٹیٹر، واپسی پر قانون تحفظ ناموس رسالت 295c میں تبدیلی کے حوالے سے اپنا بیان واپس لینا پڑا۔ اس تحریک کی عظیم کامیابی پر حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام "تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی" تحریر فرمائی۔

معزز قارئین کرام!

مجھے جامعہ نعیمیہ لاہور میں زمانہ طالب علمی کے دوران اور بعد میں بھی مختلف کانفرنسز، سیمنارز، جلسوں اور ریلیوں میں حضرت محقق العصر کے خطابات سننے کا موقع ملا آپ کے خطابات ہمیشہ فکری، اصلاحی اور تربیتی نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔ دعوت و تبلیغ اسلام اصلاح عقائد و اعمال پر زور دیتے۔ نمود و نمائش، جبہ و قبہ، بے جا نعرہ بازی، ہٹو بچو اور دست بوسی جیسے تکلفات سے اجتناب فرماتے۔ تصنع و بناوٹ، تکلفات سے پاک سیدھی سادھی بات کرتے اور مقفع و مسجع الفاظ سے گریز فرماتے۔ کاروباری محافل نعت، پیشہ ور نعت خوانوں اور روایتی خطباء و واعظین کی اصلاح فرماتے۔ محافل میلاد کو

ہر قسم کے تکلفات سے پاک رکھنے اور محافل کے ادب واحترام کو برقرار رکھنے پر زور دیتے۔

حضرت محقق العصر علیہ الرحمہ نے صرف اہلسنت بلکہ تمام مکاتب فکر کے درمیان عزت و احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جس کا منظر آپ کے جنازہ اور قل شریف کے ختم کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔

بارگاہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ عشق

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی زندگی میں سات حج اور پچیس مرتبہ عمرہ شریف کی سعادت حاصل کرتے ہوئے مکین گنبد خضرا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور حاضری کا شرف حاصل کیا بلکہ بعض عربی کتب کے تراجم کا آغاز یا اختتام بھی آپ نے گنبد خضرا کے سامنے بیٹھ کر کیا۔ ماشاءاللہ آپ کی کتب پڑھنے سے عشق مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبات مچلنے لگتے ہیں۔

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا فیضان

یہ نومبر ۲۰۱۱ء کی بات ہے جب میں نے جامع مسجد معین الاسلام فیروز پور روڈ اچھرہ لاہور میں بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ درس قرآن کے دوران میں نے تفسیر کبیر کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا چنانچہ درس قرآن سے فارغ ہونے کے بعد ایک باریش نمازی میرے پاس آئے اور کہنے لگے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو واقعہ آپ نے بیان کیا ہے کیا تفسیر کبیر آپ کے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا اصل تفسیر کبیر تو میرے پاس نہیں ہے البتہ میں نے حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر نعیمی میں یہ واقعہ تفسیر کبیر کے حوالے سے پڑھا ہے۔ وہ نمازی کہنے لگے کہ ہمارے اہلسنت کے جید عالم دین مفتی محمد خان قادری صاحب تفسیر کبیر کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ میں آپ کو پیش کروں گا۔ چنانچہ اگلے دن ہی فجر کے بعد وہ صاحب دو بڑے بڑے شاپر بیگز کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور وہ شاپر مجھے تھما دیئے۔

جب میں نے دیکھا تو ایک شاپر میں تفسیر کبیر مترجم کی سات جلدیں تھیں اور دوسرے شاپر میں حضرت مفتی صاحب کی تحریر کردہ ۱۰، ۱۵ مختلف موضوعات پر کتابیں تھیں جن کے ملنے پر مجھے نہایت خوشی ہوئی اور حضور محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت میں مزید اضافہ ہوا بعد ازاں کتابیں تحفۃً پیش کرنے والے صاحب سے تعارف کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ حاجی محمد اشرف صاحب ہیں جو حضرت مفتی

صاحب کے بڑے عقیدت مند ہیں اور ان کی کتب اکثر علماء کو تحفۃً پیش کرتے رہتے ہیں میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد بھی حاجی محمد اشرف صاحب نے تفسیر کبیر کی جتنی جلدیں چھپ جاتیں مجھے عنایت فرماتے رہتے اس کے علاوہ بھی حضرت کی نئی آنے والی کتب بھی پیش کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے بلکہ ان کے وسیلہ سے کئی بار قبلہ مفتی صاحب سے ملاقات اور زیارت کا موقع بھی ملتا رہا۔

معزز قارئین کرام!

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مطالعہ سے جہاں آپ کی خداداد صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت اور عشق سرکار کی شمع فروزاں ہوتی ہوئی نظر آتی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقہ اصول فقہ فتاوی رضویہ، احکام اسلام، عقائد و اعمال، اصلاح امت، سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمائل و خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت بیسیوں موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ میری معلومات کے مطابق آپ کا علمی و تحقیقی کام زیادہ تر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے حوالے سے ہے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جو شخص بھی حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف کا نہایت باریک بینی، توجہ، دل جمعی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو کر مطالعہ کرے تو وہ کبھی بھی عقیدہ اہل سنت سے منحرف نہیں ہو سکتا وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کرنے لگے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کیا اور آنے والے محققین کے لیے راہ عمل متعین کیا اور لوگوں کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع اور محبت مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ روشن کیے انہی عظیم کارناموں کی وجہ سے آپ سفیر اسلام اور سفیر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آتے ہیں۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب دنیائے علم و تحقیق کا وہ معتبر حوالہ اور جانا پہچانا نام ہیں جن کی علمی و تحقیقی کاوشوں پر ملکی سطح کی جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تھیسز لکھے جا رہے ہیں جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی حلقوں میں مقبولیت کی دلیل ہے۔

فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر ایک عظیم کارنامہ

کلام ربانی کی تفسیر ایک نہایت ہی علمی، تحقیقی اور مشکل کام ہے اگرچہ ہر دور میں اہل علم کی

ایک جماعت نے تفسیر قرآن کے حوالے سے کام کیا مگر جو کام تفسیر قرآن کے حوالے سے حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اگرچہ دیگر عربی تفاسیر کے تراجم کیے گئے مگر تفسیر کبیر کو آج تک کسی نے ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ شاید اس لیے کہ یہ سعادت حضرت محقق العصر علیہ الرحمہ کے حصے میں آنی تھی لہٰذا آپ نے دیگر بہت ساری عربی کتب کے اردو تراجم کرنے کے ساتھ ساتھ تفسیر کبیر کا ترجمہ ''فضل قدیر'' کے نام سے کر کے اہلسنت کے ذمے بہت بڑے قرض کو اتار دیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت محقق العصر علیہ الرحمہ کا ''عظیم کارنامہ'' ہے اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے مگر اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہم اہلسنت کے ایک بزرگ عالم دین سے خدمت قرآن مجید کا یہ کام لے لیا تفسیر کبیر کا ترجمہ مکمل ہونے کی خوشی میں ہمارے ایک بڑے محبت والے نمازی جو کہ مفتی کے بڑے عقیدت مند ہیں جناب حاجی محمد اشرف صاحب نے قبلہ محقق العصر کو عشائیہ دیا جس میں الحمد للہ مجھے بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا اور قبلہ مفتی صاحب کی زیارت و ملاقات اور ملفوظات علانیہ سننے کا موقع ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک یادگار ملاقات:

یہ ۳۰ جنوری ۲۰۱۰ء کی بات ہے ہمارے ایک دوست انجینئر عبدالرحمن شاکر صاحب کی شادی تھی اور شاکر صاحب پنجاب یونیورسٹی میں اپنے دور طالب علمی کے دوران قبلہ محقق العصر کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اور آپ سے علمی فیوض و برکات حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر شاکر صاحب نے قبلہ مفتی صاحب کو اپنی شادی میں مدعو کیا تھا۔ لاہور کے علاقے شاہدرہ کے ایک شادی ہال میں شادی کا پروگرام تھا۔ ہم بھی گئے اور حضور قبلہ مفتی صاحب بھی تشریف لائے ہمیں آپ کے ساتھ آپ کے ٹیبل پر ہی کھانا کھانے کی سعادت حاصل ہوئی اس دوران آپ نے بہت زیادہ محبتوں سے نوازا۔ بہت ساری اچھی اچھی نصیحتیں فرمائیں۔ اتحاد اہلسنت کے حوالے سے اپنے درد کا اظہار فرمایا اور نوجوان علماء کو علمی و تحقیقی موضوعات پر نئی نئی تحققات منظر عام پر لانے کے حوالے سے بھی گفتگو فرمائی۔

اسی دوران آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ اپنا اور اپنے علاقے راجہ جنگ ضلع قصور کے صاحب مطالعہ اور باذوق علماء کے ایڈریس ہمیں ارسال کریں تا کہ ہم آپ کو اور دیگر علماء کرام کو اپنا علمی و تحقیقی مجلہ ''ماہنامہ سوئے حجاز'' اعزازی طور پر ارسال کیا کریں گے چنانچہ میں نے چند ہی دنوں کے بعد قبلہ مفتی صاحب کی خدمت میں خط ارسال کیا جس میں میرے سمیت پانچ علماء کے نام تھے

چنانچہ آپ نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے مجلہ سوئے حجاز ہمارے نام جاری فرمایا ماشاء اللہ جو ابھی تک سلسلہ جاری وساری ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مفتی صاحب کی اصاغر نوازی اور علماء اہلسنت سے خصوصی محبت تھی اور یہ آپ کا علمی لنگر تھا جو آپ نے ہمیں عطا فرمایا بلکہ آپ محافل میلاد کے موقع پر اشیائے خورد ونوش کی تقسیم کے ساتھ ساتھ اصلاح عقائد واعمال پر مشتمل صحت مند لٹریچر تقسیم کرنے کا ذہن دیا کرتے تھے۔

میں آپ کی ان تمام خدمات دینیہ کو خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ سرانجام دینے پر آپ کو بصد ادب واحترام سلام عقیدت ومحبت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ خراج تحسین وآفرین پیش کرتا ہوں۔ آخر میں میں حضور سیّد عالم ﷺ کے ایک ارشاد گرامی پر اپنی گفتگو کا اختتام کرتا ہوں۔ حضور تاجدار کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم نافع (۳) نیک اولاد۔"

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق نظر آتے ہیں۔ علوم اسلامیہ اور علوم عصریہ کا عظیم مرکز جامعہ اسلامیہ آپ کے سینکڑوں شاگردان رشید، ڈھائی صد کے قریب تصانیف اور صاحبزدگان یقیناً آپ کے لیے صدقہ جاریہ اور بلندی درجات کا باعث ہیں۔ میری صمیم قلب سے دعا ہے اللہ تعالیٰ بطفیل سیّد الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء آپ کی خدمات دینیہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آپ کے تمام متعلقین، متوسلین، شاگردان رشید کو بالعموم اور صاحبزدگان کو بالخصوص آپ کی علمی تحریک اور عظیم مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آپ کے مزار پر انوار پر اپنی رحمت وبرکات کا نزول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آخر میں، میں ماہنامہ "سوئے حجاز" کی پوری ٹیم کو اور بالخصوص حضرت مفتی صاحب کے انتہائی قریبی رفیق سفر چیف ایڈیٹر سوئے حجاز لاہور محترم جناب علامہ خلیل الرحمن قادری اور محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری چیف ایڈیٹر سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جنہوں نے حضور محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کرنے کے لیے محقق العصر نمبر شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اللہ پاک تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ **بجاہ النبی الامین وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔**

محقق العصر، استاذ العلماء

حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

حق گوئی و بے باکی

تحریر: مختار جاوید منہاس

ایک وقت تھا کہ خاندانی روایات اور دینی ماحول کے زیر اثر بندہ ناچیز مذہبی جلسوں اور محافل کا بے تکان شریک اور سامع ہوا کرتا تھا۔ متعدد تقاریب کا اہتمام کرنے کی سعادت بھی میسر آئی۔ کئی نامور علماء کرام اور واعظین سے تعلق خاطر بھی رہا۔

پھر وقت بدلا۔ ہر قل آعوذیا، علامہ کہلانے لگا۔ چھوٹی سے چھوٹی مسجد کا امام، خطیب پاکستان کے لاحقہ کا مدعی ٹھہرا تو ہم جیسے درویش، یہ بھاری پتھر چوم کر الگ ہو بیٹھے۔ والد گرامی، حضرت مولانا محمد بشیر برکاتی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب، امیر حزب الاحناف) فرمایا کرتے تھے کہ خطیب پاکستان کہلانے کے شوقین کیا غلط کہتے ہیں۔ وہ خطیب تو ہیں ہی اور وہ بھی پاکستان کے کسی دور سے ملک کے تو نہیں۔

خیر اسے تو جملہ معترضہ سمجھ لیجئے۔ قحط الرجال کے موجودہ دور میں نام اور چہرے وہی یاد رہنے لگے جو ٹیلی وژن سکرین پر جلوہ گر نظر آتے ہیں۔

جب تک علم نہ تھا میں حضرت کو ان کے ایک ہم نام کے ساتھ خلط ملط کرتا رہا۔ اللہ معاف فرمائے۔

وہ ایک لمحہ کو بھلائے نہ بنے

فقیر کا ایک کتابچہ "میں زہر ہلاہل کو کیسے کہوں قند" کسی طور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا۔ مختصراً عرض کرتا چلوں کہ کتابچہ خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف امیر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مسلح بغاوت پر اس عاجز نے اپنا مؤقف پیش کیا تھا۔ جس پر بہت سی جبینیں شکن آلود ہوئیں اور

''اس شخص کو شیعوں نے پیسے دیئے ہیں، یہ ان کی بولی بول رہا ہے۔''

ایک سراسر من گھڑت اور بے سروپا الزام تراشی، ایسے ہی نام نہاد" عالم" کا کارنامہ ہوسکتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بزعم خود......؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا تخصیص معصوم عن الخطا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ خاصہ، صرف اور صرف انبیاء کرام علیہم السلام تک محدود ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ رافضیوں کے چودہ معصومین تو حلق سے نہ اتریں اور سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو معصوم مان لیا جائے۔

بات طویل ہو گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناچیز کے موقف کو مبنی برحق قرار دیا اور از راہ بندہ پروری فون کر کے خاکسار کی حوصلہ افزائی کے لیے تحسین فرمائی میرے لیے یہ ایک منفرد اعزاز کی بات تھی۔ جسے میں کبھی بھلا نہ پاؤں گا۔

پھر پوچھا "تمہیں سوئے حجاز ملتا ہے۔؟" عرض کیا میرے لئے تو اس جریدہ کا نام نیا ہے۔ فرمایا "اچھا اب یہ ماہنامہ تمہیں باقاعدگی سے ملتا رہے گا۔" سو آج تک آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو رہی ہے۔

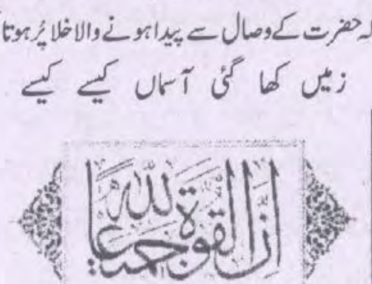
سانحہ ارتحال

ناچیز آغاز سال سے بستر علالت پر ہے، وسط مارچ میں حضرت والا، واصل بالحق ہوئے۔ مجھ تک یہ خبر دو تین روز بعد پہنچی۔ فی الواقعہ دلی صدمہ ہوا۔

اللہ جل شانہٗ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب عطا کرے۔ دین متین کے لیے ان کی خدمات جلیلہ کا صلہ عظیم عنایت فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمل سے ہمکنار فرماتے اور فرزندگان عالی کو حضرت کے عظیم مشن کو چار چاند لگانے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

کہنے کو ہم ہر چھوٹے بڑے عالم کی وفات پر "موت العالم، موت العالم" کا جملہ بول دیتے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے وصال سے پیدا ہونے والا خلا پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے



یادگارِ اسلام، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب و ادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ کاروانِ اسلام، بانی و شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

تحریر: حافظ محمد نواز بشیر جیلانی

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی صدائیں کانوں میں رس گھولتی ہیں اور سامعین اسے پڑھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں بلکہ صوفیاء کرام تو اسے وظیفہ کے طور پر پورا سلام رضا پڑھے کا کہتے ہیں۔ اس سلامِ رضا کی شرح کرنا کتنا بڑا اعزاز ہے۔ میرے محسن دوست ادیب اہل سنت آبروئے صحافت عزت مآب جناب ملک محبوب الرسول قادری نے فون پر مجھے فرمایا کہ محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سوئے حجاز نمبر شائع کر رہا ہوں اور کچھ مفتی صاحب کے حوالے سے لکھوں تو اپنے بھائی کا حکم ٹال نہ سکا تو کچھ لکھنے کا ارادہ کیا جب قلم پکڑا تو دل ہی دل میں سوچنے لگ گیا اس شخصیت کے بارے میں کیا لکھوں جو خود تصنیف و تالیف کا ماہر جس کی لکھی ہوئی کتب کو بطورِ سند پیش کیا جاتا ہے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ مفتی صاحب کی زندگی کے کسی پہلو پر ہی کچھ لکھوں ان کی ملکی، مسلکی، سیاسی، یا تدریسی خدمات پر ناموسِ رسالت کی خاطر جو انہوں نے تکالیف اُٹھائیں اس پر کیونکہ ۲۰۱۴ء میں جب ڈنمارک میں ہمارے آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی گئی، خاکے شائع کئے گئے تو اس وقت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحفظِ ناموسِ رسالت محافظ کے صدر تھے اور مجھے بھی مفتی صاحب کی قیادت میں اس تحریک میں کام کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ مختلف مواقعوں میں ان کی سربراہی میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اس پر بھی کبھی عرض کروں گا مگر آج جو دل میں خیال آیا وہ ان کی ایک یادگار تحریر جو عشق و محبت سے بھرپور اور ایمان کو خوشبوئیں بانٹنیں والی تصنیف لطیف "شرح سلام رضا" اس پر کچھ سطریں لکھنے کی کوشش کروں گا۔

ویسے تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتب کا ترجمہ اور تشریح لکھی ہیں۔ مگر سلامِ رضا پر جامع مانع ایک ہی جلد میں شرح سلام رضا لکھ کر قارئین کو بہت بڑا علمی تحفہ دیا ہے۔ اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ ایک عالم قاری بھی اس شرح سلام رضا پڑھ کر اپنے عقیدت کو محفوظ رکھ سکتا ہے تو [illegible]

کیونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر شعر میں قرآن وحدیث کا سہارا لے کر لکھا اور مفتی صاحب نے جب اس کی شرح کی تو قرآن وحدیث سے دلائل پیش کر کے حق ادا کر دیا۔ یقیناً یہ کام کوئی عالم ربانی ہی کر سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کروایا ہے۔ اگر کتاب کا آغاز اھداء میں جو الفاظ کا چناؤ کیا گیا ہے اسے دیکھا جائے تو اسے پڑھ کر انسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت کے علمی ذوق اور وزن شعری کا پتہ بھی چلتا ہے اور محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو ایک جگہ اکٹھا کر کے قارئین کے ذوقِ مطالعہ میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ ایسے الفاظ کو اگر محافل میں پڑھا جائے تو سننے والوں پر ایک کیفیت سی طاری ہو جاتی ہے۔

قطب ولایت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ باآواز بلند یہ صدا لگاتے تھے۔

"ہر چند کند خدا کند" جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔

حسب معمول یہ صدا لگاتے لگاتے سرِ بزار جا پہنچے۔ کسی بدست جوانی کے حامل نوجوان نے استہزاء پیچھے سے مکا مارا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے پہ پوچھا۔ بابا جب تم کہتے ہو۔

ہر چہ کند خدا کند تو پیچھے مڑ گئے کیوں دیکھا۔۔۔؟

جواباً فرمایا! میں اس بات کو صرف کہنے کی حد تک نہیں کرتا۔ بلکہ یہ تو میرے ایمان کا حصہ ہے، میں تو صدقِ دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہوں۔ اسی لیے تو بانگِ دہل کہتا ہوں:

ہر چہ کند خدا کند

مڑ کر دیکھنے کا مسئلہ تو وہ اس وجہ سے ہے کہ میں دیکھوں کہ اس بدبختی کے لیے انتخاب کس کا ہوا۔

قارئین کرام! جب کسی بدبختی کے لیے انتخاب اور نصیبے کی بات ہے تو خوش نصیبی اور خوش قسمتی کے لیے کیوں نہیں؟

رشک آتا ہے محقق العصر مفتی اہل سنت آبروئے قلم وقرطاس حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ پر۔۔۔۔۔زندگی کے لمحات کو ضائع نہیں کیا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا طریقہ وسلیقہ سکھایا ہے اگر موصوف کی زندگی کے لمحات کو شمار کیا جائے تو شاید وہ لمحات کم پڑ جائیں اور مفتی صاحب کا کام کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔ بلاشبہ ایسے لوگوں کو دیکھ کر ربّ العالمین مسکراتا ہے۔

یقیناً حضرت مفتی صاحب کا شمار انہی افراد میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی خدمات کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔

عقیدت وارادت، حضرت

محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے تناظر میں

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

اس مضمون میں ہم نے حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری قدس سرہٗ کی تصانیف، تراجم تالیفات کی روشنی میں ان کی عقیدت وارادت کو کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔ انتسابات اور الاھداء کو یکجا کر دیا ہے جس میں انہوں نے مختلف علوم وفنون کے حوالہ سے اپنی گراں قدر علمی تحریروں کو عالم اسلام کی نامور شخصیات سے منسوب کیا ہے۔۔۔۔۔۔ آیئے دیکھیں، پڑھیں اور سوچیں کہ حضرت کا طائر فکر اس حوالہ سے کہاں کہاں محو پرواز رہا۔(رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

شرح سلام رضا:

حبیبِ خدا، وجہ تخلیقِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور

جن کے مراتب وشیئون کا بیان بوجہ عجز، فکر اور ضعفِ بیان انسانی بس کی بات نہیں، البتہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سلامِ نیاز میں اس جامع صفات ہستی کے جن چند اوصاف ومحاسن کا تذکرہ کیا ہے اور سبدِ عقیدت میں جو خوش رنگ نعتیہ پھول نذر کئے ہیں...... جیسے

مصطفٰے، جانِ رحمت، شمع بزم ہدایت، مہر چرخ نبوت، گل باغ رسالت، شہر یارِ ارم، تاجدارِ حرم، نو بہارِ شفاعت، شب اسریٰ کے دولہا، نوشۂ بزم جنت، عرش کی زیب وزینت، فرش کی طیب و نزہت، نور عین لطافت، زیب وزین نظافت، سرو ناز قدم، مغزِ راز حکم، یکہ تاز فضیلت، نقطۂ سر وحدت، مرکز دورِ کثرت، صاحب رجعتِ شمس، صاحب شق القمر، نائب دست قدرت، اصلِ ہر بود و بہبود، تخمِ وجود، قاسم کنز نعمت، فتح باب نبوت، ختم دور رسالت، شرق انوار قدرت، فتقِ ازہار قربت، بے سہیم وقسیم، بے عدیل ومثیل، جوہر فرد عزت، سرغیب ہدایت، عطر جیب نہایت، ماہ لاہوت خلوت، شاہ ناسوت جلوت، کنز ہر بیکس و بے نوا، حرز ہر رفتہ طاقت، پرتو اسم ذات احد، نسخۂ جامعیت، مطلع ہر سعادت، مقطع ہر سیادت، خلق کے دادرس، سب کے فریادرس، کہف روز مصیبت، مجھ سے بیکس کی دولت، مجھ سے بے بس

کی قوت، شمع بزم وناھو میں گم کن انا، شرح متن ہویت، انتہائے دوئی، ابتدائے یکی، جمع تفریق وکثرت، طلعت بعد ظلمت، عزت بعد ذلت، رب اعلیٰ کی نعمت، حق تعالیٰ کی منت، ہم غریبوں کے آقا، ہم فقیروں کی ثروت، فرحت جان مومن، غیظ قلب ضلالت، سبب ہر سبب، منتہائے طلب، علت جملہ علت، مصدر مظہریت، مظہر مصدریت، گل پاک منبت، قد بے سایہ کے سایہ مرحمت، ظل ممدود رافت .... ان کی دید شنید سے اپنی اور سب اہل محبت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل ودماغ کی تنویر کا سامان کر رہا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

امیدوار شفاعت

محمد خاں قادری

(شرح سلام رضا، جون ۱۹۹۳ء، محرم الحرام ۱۴۱۴ھ، ناشر الحاد ریاض احمد علوی)

تبسم نبوی:

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
اُس دلربا تبسم
کے نام

(تبسم نبوی، جولائی ۱۹۹۷ء، ناشر عالمی دعوت اسلامیہ)

حضورِ اکرم ﷺ کا سفرِ حج:

حضور اکرم ﷺ کے جدِ امجد حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں

☆ جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے وادی غیر ذی ذرع کو مرجعِ خلائق بنادیا۔

☆ جنہوں نے اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی تعمیرِ نو کی۔

☆ جنہوں نے محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ کی مبارک آمد کے لیے اللہ رب العزت سے دعائیں کیں۔

☆ جنہیں یہ شرب بھی حاصل ہے کہ ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

(حضور ﷺ کا سفرِ حج، حضور ﷺ نے حج کیسے ادا فرمایا، فروری ۹۹ء، ناشر، الحاج سہیل اقبال الحاج ثابت آفتاب)

شاہکارِ ربوبیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بحضور

مربیٔ شش جہات حضرت عبداللہ ومحسنۂ کائنات حضرت آمنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جن کے دامن توسط سے کائنات کو عالم امکان کی سب سے بڑی نعمت نصیب ہوئی۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(شاہکارِ ربوبیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نومبر ۱۹۹۵ء، ناظر الحاج سہیل اقبال، شادمان، لاہور)

محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ:

اپنی حقیری کوشش رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں......

☆ جنہیں چار سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گود میں لینے کا شرف ملا۔

☆ جب تشریف لائیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی اُمی (میری والدہ تشریف لائیں) کہتے ہوئے استقبال فرماتے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد خاں قادری

(محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ، جون ۲۰۰۲ء، ربیع الاول ۱۴۲۳، ناظر کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)

اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی:

☆ السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته:

☆ نشهد أنك قد بلغت الرسالة ------ وأديت الأمنة ---- ونصحت الأمة---- وجاهدت فی سبیل الله حتی أتاك الیقین

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو۔ اے پیارے آقا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت کے تمام فرائض کاملاً نبھائے۔ ادائیگی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا۔ اُمت کو کامل تعلیم سے نوازا، اور راہِ خدا میں وصال تک جدوجہد فرمائی۔"

(علموا اولادکم محبة رسول الله اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، مارچ ۱۹۹۴ء، ناشر الحاج محمد جمیل چشتی کاموکے)

نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

اپنی اس کاوش کو

سیدۃ نساء العالمین
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں
کہ جن کی ساری زندگی "خشوع وخضوع" کی معراج تھی۔

محمد خاں قادری

(نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ، اگست ۲۰۰۱ء، ناشر کاروان اسلام)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمتِ اقدس میں

خادمِ اسلام
محمد خاں قادری

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟ باردوم اپریل ۲۰۰۴ء، ناظر کاروان اسلام)

معراجِ حبیب خدا:

معراجِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصدقِ اول
خلیفۃ الرسول حضرت امیر المومنین
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کی خدمتِ بابرکت میں
بصد عجز ونیاز

خادمِ اسلام
محمد خاں قادری
یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

(معراج حبیب خدا، اگست ۲۰۰۴ء)

منہاج النحو:

باب مدینۃ العلم
مولائے کائنات
امیر المؤمنین
سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ
کے حضور

جن کے فیضان سے علوم کے انوار چاردانگِ عالم چمکے......
......نحو کے موجد و مؤسس کہ جس سے قرآن وحدیث کی تفہیم نصیب ہوئی۔

شاهاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(یہ تحریر بتاریخ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۸۹ء بروز پیر بوقت ظہر ظہر اڑھائی بجے دن) نجف اشرف میں تاجدار علم کے قدموں میں بصد عجز ونیاز لکھی گئی)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

امیدوارِ شفاعت

محمد خاں قادری

(منہاج النحو، ۱۴۱۸ھ، جون ۱۹۹۷ء، ناشر جامعہ اسلامیہ لاہور)

علم نبوی اور اُمورِ دنیا:

باب مدینۃ العلم
حضرت امیر المومنین
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کی خدمت اقدس میں

آپ کا ادنیٰ غلام

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

(علم نبوی اور امور دنیا، جولائی ۲۰۰۸ء، ناشر کاروان اسلام پبلی کیشنز)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کیسے گزارتے ؟

میں اپنی اس کاوش کو دنیائے اسلام کی خاتونِ اول محسنۂ اسلام، ملکۂ فردوس بریں اُم المومنین

حضرت سیدہ طیبہ، طاہرہ، عابد، زاہدہ

خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

سیما پہلی ماں کہفِ امن و امان حقِ گذار رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
منزل من قصب لا نصب لا صحب ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام
گر قبول افتد زہے عز و شرف

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کیسے گزارتے تھے؟، دسمبر ۱۹۹۹ء، ناشر مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵ شادمان لاہور)

فتح المتعال فی مدح النعال:

ہم یہ ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابہ .... امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاصف النعل (حضور کے نعل گانٹھنے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین اُٹھانے والے) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

مسند احمد، ابویعلیٰ، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں فرمایا نہیں۔ کسی نے کہا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا نہیں...... اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہی کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کائنات میں یہ شرف حاصل ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں نعلین اتار کر بیٹھتے تو یہ نعلین کو ایک چمڑے کے تھیلے میں بڑی محبت سے سنبھال کر اپنے

سینے سے لگا کر بیٹھ جاتے جیسے ہی مجلس برخاست ہوتی نعلین پیش کر دیتے۔ بعض اوقات نعلین پہناتے بھی تھے.........

اللہ تعالیٰ ان خدام نعلین رسول ﷺ کے صدقہ سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور علیہ السلام کے نعلین کا سایہ رحمت عطا فرمائے۔ آمین۔

(فتح المتعال فی مدح النعال، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۵ء، ناشر الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی)

مزاح نبوی ﷺ:

مضحک النبی (حضور ﷺ کو ہنسانے والے) صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام

محمد خاں قادری

(مزاح نبوی ﷺ، فروری ۱۹۹۷ء، ناشر عالمی دعوتِ اسلامیہ)

اتحاف المسلم:

صحابی رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

کے نام

☆ جن کا بیان ہے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ قلمبند کرتا تھا مجھے کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کبھی حالت خوشی میں ہوتے ہیں اور کبھی حالت ناراضگی میں، اس لیے تم آپ کی ہر بات نہ لکھا کرو۔ اس بات کے زیر اثر میں نے حضور ﷺ کی بعض باتیں لکھنا چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے وجہ دریافت ہوئی تو میں نے سارا معاملہ عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان پاک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تم میری گفتگو لکھا کرو کیونکہ

"میری زبان سے حق ہی صادر ہوتا ہے۔"

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں ان کے پاس ذخیرہ احادیث مجھ سے زیادہ تھا کیونکہ میں احادیث یاد کرتا اور وہ انہیں تحریر فرمایا کرتے۔

محمد خاں قادری

(اتحاف المسلم، جنوری ۲۰۰۲ء، ناشر کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)

علم نبوی ﷺ اور منافقین:

صاحب سر النبی ﷺ

حضرت خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

کی خدمت بابرکت میں

(۱) جنہیں رحمت عالم ﷺ نے منافقین کا علم عطا فرمایا۔

(۲) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کے مشورے کے بغیر جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

(۳) جنہیں حضور ﷺ نے قیامت تک آنے والے تین سو بڑے فتنہ پردازوں کی مکمل تفصیلات سے آگاہ فرماتے ہوئے ان کے نام، خاندان، قبیلے، سواریاں سب کچھ بتادیا۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خاں قادری

امیر کاروانِ اسلام

(علم نبوی ﷺ اور منافقین، ۲۰۰۵ء، ناشر محمد فاروق قادری)

اسلام اور تصورِ اسلام:

رسول کریم ﷺ کے اس خوش نصیب صحابی کے نام جن کا قول ہے کہ:

"اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی جان، مال، اولاد اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں اگر میں روزانہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت نہ کرلوں تو میری موت واقع ہو جائے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

کی ذات گرامی سے ہے۔

یہ وہی عظیم المرتبت ہستی ہے کہ کھیت میں ہل چلاتے ہوئے جب وصال نبوی ﷺ کی خبر پائی تو دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔

اللھم اذھب بصری حتی لا اری بعد حبیبی محمد احدا فکف بصرہ	اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کردے تاکہ اپنے محبوب ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں

اور پھر واقعی ان کی بینائی اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ پر قربان ہو گئی۔

اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام جو ٹکٹکی باندھ کر چہرۂ والضحیٰ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

(اسلام اور تصور اسلام، نومبر ۲۰۰۴ء/رمضان ۱۴۲۵ھ، ناشر کاروانِ اسلام)

صحابہ اور علم نبوی ﷺ:

صاحب سرّ النبی

حضور سرور کائنات ﷺ کے رازدان صحابی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام

جنہیں رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے بارے میں علم عطا فرمایا۔

محمد خاں قادری

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علم نبوی ﷺ، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ناشر حجاز پبلی کیشنز، لاہور)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وصیتیں:

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام

۱۔ جن کے کفن، پسینہ حبیب ﷺ سے معطر ہوئے۔

۲۔ جن کی زبان کے نیچے دفن کے وقت موئے مبارک رکھے گئے۔

۳۔ جن کی تدفین حضور ﷺ کے جسم اقدس سے مس ہونے والے کپڑوں میں ہوئی۔

۴۔ جن کی تدفین اس حال میں ہوئی کہ ان کے چہروں پر حضور ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن شریف سجائے گئے۔

۵۔ جنہوں نے قبر میں حضور ﷺ کے عصا مبارک کو اپنے لئے سہارا بنایا۔

۶۔ جنہوں نے قبر میں حضور ﷺ کے آثار کو ذریعہ نجات بنالیا۔

(صحابہ رضی اللہ عنہم کی وصیتیں، ۔۔۔/۱۹۹۔ء، ناشر کاروان اسلام پبلی کیشنز، لاہور)

معارف الاحکام:

احقر اپنی اس حقیر کوشش کو سر گروہ فقہاء اسلام سراج الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر رہا ہے۔

جن کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استفسار پر فرمایا "سبحان اللہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عظیم شخص ہے۔ میں نے کوئی ان کی مثل نہیں دیکھا۔"

جن کے بارے میں خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اسلام کا فقیہ نہیں پایا۔"

جن کے تبحر علمی اور فقہی بصیرت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ و محدث کی مثال نہ شرق میں ملتی ہے اور نہ غرب میں۔ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری مدد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں ہی کی طرح ہوتا۔"

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحبانِ فکر افراد تیار کئے۔

☆ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے۔

☆ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جن کے تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کا یہ عالم کہ مقروض کے مکان کے سایہ میں کھڑے نہ ہوئے کہ کہیں یہ استفادہ سود کے زمرے میں نہ آ جائے۔

شاہاں چہ عجب گو بنوازند گدارا

محمد خاں قادری

(معارف الاحکام، ناشر سہیل لطیف)

ذخائرِ محمدیہ:

ہم اس ترجمہ کو امام دار الہجرۃ امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں:

☆ جنہوں نے ایک مرتبہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پوری زندگی اس خیال سے مدینہ طیبہ سے باہر کا سفر نہ کیا کہ مبادا کہیں شہر محبوب ﷺ میں موت کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

☆ جو تعظیم و عشق رسالت مآب ﷺ میں زندگی بھر شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں بغیر سواری ننگے

پاؤں اور عمومی گزرگاہوں سے ہٹ کر چلے کہ مبادا پاؤں آ پائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوشِ پا پر نہ آ جائے۔

☆ جنہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن شعور کے آغاز سے وصال ہر رات اپنے دیدار سے فیضیاب فرماتے رہے۔

☆ جن کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے کسی مسئلے کا ان جیسا سچا کامل اور فوری حل پیش کرنے والا فقیہ نہیں دیکھا۔

☆ جن کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص حدیث صحیح کا طالب ہو اسے چاہئے کہ امام مالک سے رجوع کرے۔

(ذخائرِ محمدیہ، فروری ۱۹۹۴ء، ناشر مولانا الحاج لطیف احمد چشتی کاموں کے، الحاج محمد بشیر مدنی قادری)

کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے:

سگانِ کوئے مدینہ کے نام

سگ سگان کوئے مدینہ

محمد خاں قادری

(کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟ نومبر ۲۰۰۱ء، ناشر کاروان اسلام)

اسلام اور احترام والدین:

بندہ اس اپنی حقیر کاوش کو اپنے والد گرامی جناب فیروز دین اور چچا جناب غلام محمد مدظلہما کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

جن کی سرپرستی اور دعاؤں سے بندہ کچھ لکھنے کے قابل بنا۔

اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے۔

دعا گو

محمد خاں قادری

(اسلام اور احترامِ والدین، جون ۱۹۹۶ء، ناشر جامع رحمانیہ شاد مان لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں اور بھائی بہنیں:

محترمہ والدہ مرحوم کے نام

محمد خاں قادری

(حضور ﷺ کی رضاعی مائیں اور بھائی بہنیں، جون ۱۹۹۶ء، ناشر عالمی دعوت اسلامی پنجاب)

الصلوٰۃ علی النبی ﷺ:

اپنی اس کاوش کو سید ہجویر "مخدوم اُمم" امین فیضان رسالت
حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
کے اسم گرامی سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں کہ
جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ فروغ محبتِ الٰہی اور جذبہ اطاعت رسول ﷺ اور خدمت خلق کے لیے وقف رہا۔

جو بلا ومبالغہ بے مثل مبلغ و شیخ طریقت اور خادم دین متین تھے انہی کی کوشش وجد وجہد کے نتیجے میں آج برصغیر کی سرزمین نور اسلام سے جگمگا رہی ہے۔ اور جن کے لئے قطب الھند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت زبان زد ہر خاص و عام ہے کہ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

خادمِ اسلام

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

(الصلوۃ علی النبی ﷺ، ربیع الاول ۱۴۲۱ھ، ناشر مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵۔شادمان لاہور)

شانِ نبوت:

شیخ المحدثین امام قاضی ابوالفضل عیاس بن موسیٰ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

☆ جنہوں نے حبیب خدا ﷺ کے حقوق اور مقامات پر عظیم کتاب
"الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ" لکھی۔

☆ جس سے اُمت مسلمہ رہتی دنیا تک استفادہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے گی۔

محمد خاں قادری

(شانِ نبوت، باراول اکتوبر ۱۹۹۹ء، ناشر مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

اسلام اور احترامِ نبوت:

چودہویں صدی کے سب سے بڑے محقق، محافظ ناموسِ رسالت

پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا قادری

کے نام

جنہوں نے عقائد و معمولات اسلام کی حفاظت کے لئے تمام زندگی وقف کردی

............اور............

علم و تحقیق سے ان کی آبیاری کر کے انہیں زندہ رکھا

............خصوصاً............

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات پر گرانقدر علمی و تحقیقی کام انہی کا حصہ ہے

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا　　سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان کیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام　　للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے ہی جذبات سے سرشار رکھے۔ آمین

محمد خاں قادری

(اسلام اور احترام نبوت، امام تقی الدین علی السبکی کی عظیم کتاب "**السیف المسلو علی من سب الرسول**"
کا اُردو ترجمہ مفتی محمد خان قادری نے لکھا۔ حافظ محمد فاروق قادری نے ۲۰۰۶ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا)

امتیازاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اپنے شیخ طریقت قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جس کی ہستی فیضان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی امین ہونے کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے لیے قابل فخر سرمایہ تھی۔

اور جن کی توجہات و فیوضات کے چشمے افق تا افق متلاشیان حق اور رہروانِ راہ طریقت کے علم و عمل کو سیراب کر کے انہیں لذت بندگی سے سرشار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی باطنی توجہات اور روحانی فیوضات کا سایہ ہمارے سروں پر تاابد قائم رکھے۔

سگ دربار میراں رحمۃ اللہ علیہ

محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵ شادمان لاہور

(امتیازات مصطفیٰ ﷺ، اشاعت چہارم ۲۰۱۲ء، ناشر حجاز پبلی کیشنز، لاہور)

قرآنِ کریم اور گستاخِ رسول کی سزا:

تحفظِ مقام مصطفیٰ ﷺ اور نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے ساری زندگی انتھک جدوجہد کرنے والی عظیم دینی، علمی اور سیاسی شخصیات

حضرت شیخ الاسلام قائد اہلسنت مولانا الشاہ احمد نورانی

اور

حضرت مجاہد ملت بطل حریت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (رحمہما اللہ تعالیٰ)

کی گراں قدر خدمات کے نام..........

جو انہوں نے وطن عزیز پاکستان کے استحکام اور امن کے ساتھ، دھرتی پر سیدنا رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے نفاذ و بالادستی کے لیے سرانجام دیں بلاشبہ انہوں نے تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے لیے بھی مثالی جدوجہد فرمائی۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خاں قادری

(قرآن حکیم اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا، جنوری ۲۰۱۱ء، ناشر جمعیت علماء پاکستان)

المقامة السندسية فى النسبة المصطفوية:

سلطان العلماء علامہ سلطان احمد گولڑوی حاصلانوالہ

کے نام

۱۔ جو سراپا اخلاص وللہیت تھے۔

۲۔ جو رات کے پچھلے پہر درسیات کے بڑے اسباق پڑھاتے بلکہ چاشت سے پہلے پہلے اسباق سے فارغ ہو جاتے۔

۳۔ حضور ﷺ کے فرمانِ مبارک "اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے" پر عمل پیرا ہو کر

سارادن تجارت وحکمت میں بسر کرتے۔

۴۔　مدرسہ کے نام پر لیناتو کجا اپنے گھر سے طلبہ کی خدمت کرتے۔

محمد خاں قادری

(المقامة السندسية فى النسبة المصطفوية، ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ..... ۱۹۹۹ء، ناشر حجاز پبلی کیشنز لاہور)

درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری:

اپنے تمام اساتذہ کے نام جو نام و نمود سے بالاتر ہو کر دین کی خدمت میں مگن

اور

دورِ زوال میں شمعِ دین کو فروزاں کئے ہیں!

محمد خاں قادری

جامعہ رحمانیہ ۲۰۵ شادمان لاہور

(درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری، مارچ ۱۹۹۸ء، ناشر عالمی دعوتِ اسلامیہ)





بجھے کیا کیا چراغ خانماں افروز کیا کہیئے
کہ جن کی یاد سے دل میں اِک آتش خانہ روشن ہے

باب 9

معاصر اور تلامذہ کی نظر میں

شخصیت، فن، طرزِ حیات اپنے ہم عصر اہل علم
اور طلاب کرام کے ہاں کیسا تھا۔ اب پڑھیے!

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

علم وتقویٰ کا گہوارہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: علامہ محمد اکرام اللہ زاہد قادری ☆

حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے ان عالی مرتبت علمائے کرام میں سے ایک ہیں جن کو خالق کائنات نے اخلاص وللٰہیت اور دیانت وامانت کی وافر دولت ودیعت فرمائی۔ اور دینِ متین کی نصرت وحمایت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھر کی کاوشوں کا خلاصہ، دین حق کی ستھری خدمت کرنا ہے۔ گویا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی (قلمی اور لسانی) کارہائے نمایاں محض دین اسلام کی سچی اور سچی تعبیر سے عبارت ہیں اور شخصی طور پر "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)" کی جیتی جاگتی تصویر۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ دین سے متعلق کسی بھی باب میں صاف گوئی آپ رحمہ اللہ کا طرۂ امتیاز رہا حتیٰ کہ کسی کا رعب ودبدبہ یا مذہبی تصلب اور مسلکی تعصب بھی اس راہِ عزیمت میں حائل نہ ہو سکا، دنیاوی منفعت کی تو مجال ہی کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب بھٹکے۔ "**بئس الفقیر علی باب الامیر**" کے مقولے کی تازگی کی لاج رکھی۔ ہمیشہ دلیل پر قائم رہنا اپنا وطیرہ رکھا اور اسی امر کی تعلیم وترویج پر ہمت صرف کی۔ اپنے ہوں یا بیگانے ہمیشہ دلیل کو اپنا معیار بنایا۔ یہی قرآن کا فیصلہ ہے کہ "ہلاک ہوتو دلیل پر اور زندہ رہو تو دلیل پر"۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مختلف فیہ مسائل (چاہے کلامیہ ہوں یا فقہیہ) میں ان سے بڑھ کر اصابت رائے اور تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرنے والا ہم نے کسی کو نہیں پایا۔ مزید برآں کہ علمی، فکری اور نظریاتی معراج میسر ہونے کے باوجود مباحث کو نتائج وثمرات اس انداز سے وارد فرماتے کہ ذاتی برتری کا شائبہ بھی بالکلیہ منتفی ہوتا اور بعد از تحقیق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فکری نتیجہ حتمی نظر آتا ہے اور کبھی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مطالعہ کا نتیجہ وثمر کسی پر مسلط نہیں کیا بلکہ محض ہدایت اور راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جو ایک عالم ربانی پر عائد ہوتا ہے۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے دو اُمور

☆ عالم دین، مصنف، مترجم، خطیب اور مدرس، جامعہ اسلامیہ پھالیہ

میں ہمت صرف کرنے پر وقف فرمائی، ایک صحت مند دینی لٹریچر کی فراہمی اور دوسرا رجال سازی۔

اول الذکر امر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خالص دینی لٹریچر شاہد ہے جو آج منقصہ شہود پر ہے اور اللہ تعالیٰ کرے تا قیامت اُمت مسلمہ کے لیے راہنما ثابت ہو۔ اور ثانی الذکر کے حوالہ سے جامعہ اسلامیہ لاہور کا قیام جو آپ کی ہمت وحوصلہ اور اسلامی اقدار کی بحالی کا آئینہ دار ہے۔

ویسے تو ہمارے دور میں عموماً پوست پر رہتی ہے، مغز کی معرفت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مغز کا عرفان رکھنے والے قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہستی کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ بہت سارے ایسے مسائل ونظریات جو اپنی حقیقت کھو چکے تھے اور زمانہ کی تلخیوں کی نظر ہو چکے تھے انہیں از سرِ نو ان کے حقیقی روپ میں رونمائی کا راستہ دیا جن میں بطورِ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ حسی ہونا، حدیث قیراط/قراریط کی حقیقی معرفت اور بہت سارے رائج مفاہیم کی اصلاح اور اسی طرح مسائل فقہیہ میں خوبصورت معتدل راہنمائی جیسے گھوڑے کے گوشت کی حلت کا مسئلہ اور کرسی پر امامتِ نماز کا مسئلہ وغیرہ، بلاشبہ آپ رحمہ اللہ کا لٹریچر پڑھنے سے ہی علمی قد وقامت کا اعتراف ہو سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حلال کمانے اور کھانے کا اہتمام رکھا اور اسی کا ہی درس دیتے رہے اور تصوف کے اسی اُصول "اکل حلال اور صدق مقال" پر کاربند رہے۔ بعض اوقات صراحتاً فرما دیا کرتے تھے کہ سچ بولنا اتنی عظیم نعمت ہے کہ نماز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس امر پر ہمیشہ افسردہ رہتے کہ اُمت میں کذب بیانی کا راج ہے جبکہ اسلام کے دشمن اہل مکہ (کفار ومشرکین) بھی جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ اور واضح فرماتے کہ یہ عادت بد مسلمانوں میں یہودیوں کی جانب سے در آئی اور آہستہ آہستہ اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوئی اور اسلامی اقدار کی بحالی پر کلام فرماتے تو کہتے کہ اللہ کرے کہ داڑھی اور ٹوپی کا وقار بحال ہو جائے۔ راقم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کافی وقت گزرا اور بہت کچھ سیکھا، اگر واقعاتی انداز میں کچھ بیان کرنا شروع کر دوں تو دفتر کے دفتر ناکافی ہو جائیں۔ یہاں صرف آپ رحمہ اللہ کی زندگی کے مقاصد، نتائج، ثمرات کے حوالے سے قدرے آگاہ کرنا ہی ضروری تھا جو بلاشبہ مشتے نمونہ از خروارے بھی شائد نہیں۔ اس خصوصی نمبر میں صفحات کی گنجائش کم ہونے کی وجہ سے چند کلمات سپرد قرطاس کرنے کے بعد قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے اپنی اس عقیدت کے اظہار کا حق رکھتا ہوں کہ "رفتید ولے نہ از دلِ ما۔"

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: علامہ ڈاکٹر محمد یونس مدنی قادری رضوی اعوان ☆

حضور محقق العصر، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کوئی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بے شمار صفات کے ساتھ متصف فرمایا تھا۔

بزرگ اساتذہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کسی شخص کو اپنا دین اسلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان تین شعبوں میں کوئی ایک بھی صفت عطا فرمائے تو پروردگار کا خصوصی کرم ہے۔ یعنی تدریس، تصنیف، خطابت میں سے حضور محقق العصر قبلہ مفتی صاحب کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ پروردگار نے یہ تینوں صفات یعنی تصنیف، تدریس، خطابت آپ کو بدرجہ اتم عطا فرمائیں تھیں۔ اور ان کے علاوہ آپ میں ایک ایسی خوبی بھی موجود تھی جو بہت کم علماء میں موجودہ زمانے میں دیکھنے کو ملے گی اور وہ ہے آپ کا کثیر المطالعہ شخصیت ہونا اور مطالعہ کا بھرپور شوق یہ اللہ پاک جل جلالہ کا آپ پر کرم بالا کرم ہے۔

میں اگر تفصیلاً قبلہ مفتی صاحب کی صفات پر گفتگو کروں تو ایک طویل کالم اور لکھنے کے لیے دفتر درکار ہے۔ مجھے گذشتہ تقریباً تیرہ سال تک قبلہ مفتی صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور آپ کی خصوصی شفقت تھی اس بندہ ناچیز پر۔ آپ ہر پروگرام میں مجھ سے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے اور میری بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ میں قبلہ مفتی صاحب کی کون کون سی مہربانی کا تذکرہ کروں اور کس کو چھوڑوں یہ خاصا مشکل کام ہے۔ لیکن قبلہ مفتی صاحب کی دو خوبیاں مجھے بہت پسند ہیں اور بہت زیادہ ان سے متاثر ہوں۔

(۱) ایک حسن اخلاق (۲) حسن ایمانداری

تیرہ (۱۳) سال کے ایک طویل عرصے میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو مفتی صاحب نے کہا ہو وہ تکلیف دہ ہے اس کا تو میں خود عینی گواہ ہوں لیکن اگر باورچی حضرات سے پوچھیں تو قبلہ مفتی صاحب کے بارے ان کو بھی یہ کہتے سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب ہمیں کہتے تھے کہ آپ ہمارے بھائی ہیں ملازم نہیں ہیں۔ اور وہ اساتذہ جو جامعہ اسلامیہ لاہور کے فاضل نہیں ہیں کسی اور جامعہ کے فاضل ہیں تو ان کے

☆ استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور، وادی سون ضلع خوشاب کے علمی سپوت لاہور میں دینی خدمات پر مامور ہیں۔

ساتھ برتاؤ قبلہ مفتی صاحب کا جامعہ اسلامیہ لاہور کے فاضلین سے اچھا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی وہ خلوت وجلوت میں قبلہ مفتی صاحب کی عظمت کے گن گاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بہت ہی ان کے گرویدہ ہیں۔

اور دوسری خوبی قبلہ مفتی صاحب کی ایمان داری ہے۔ اور میں نے ایک بار قبلہ مفتی صاحب سے خود کہا کہ حضور میں ایسے مدارس کو جانتا ہوں۔ وہ کل بنے ہیں اور وہ پٹرول پمپ کا کام کر رہے ہیں جب کہ اتنے طویل عرصے میں تقریباً تیس (۳۰) سال میں آپ نے مدرسے سے اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے کچھ نہیں بنایا ہے صرف آخرت بنائی ہے۔ تو میری یہ بات سن کر مفتی صاحب مسکرا پڑے اور پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وصال کے وقت حضور محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق تھا۔

نشان مردِ مومن با تو گویم — چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

آپ کے چہرے پر خوشی کی مسکراہٹ تھی میں ایک بار صدقے کے پیسے تقریباً بیس ہزار (۲۰۰۰۰) کسی شخص نے دیئے تھے تو میں نے آپ کو دیئے تو آپ نے فوراً پوچھا یہ کس لئے ہیں میں نے کہا مدرسے کے لیے تو مفتی صاحب نے پکڑے بھی نہیں اسی وقت محترم جناب مولانا اختر عباس سرگانہ صاحب کو بلا کر دے دیئے۔ ایسے لوگ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی موجودہ دور میں نہیں ملتے مدارس کے منتظمین حضور محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کے سچے دوست تھے۔ ایک سال گذشتہ کلاسوں کے طالب علموں نے اکٹھے ہو کر قبلہ مفتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جامعہ میں سالانہ پروگرام کرنا ہے اجازت دیں تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ علامہ خلیل الرحمن قادری بیمار ہیں اور ان کے بغیر پروگرام نہیں کرنا ہے۔ یہ قبلہ مفتی صاحب کی علامہ خلیل الرحمن قادری کے ساتھ محبت کی ایک واضح نشانی اور بین ثبوت ہے اور محترم مفکر اسلام علامہ خلیل الرحمن قادری بھی ان کے بعد ایک چلتی پھرتی تصویر اور نشانی ہیں اللہ پاک علامہ خلیل الرحمن قادری کو صحت عطا فرمائے اور دین متین کی اور زیادہ انہیں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ بہت محبت تھی اکثر آپ اپنے بیان میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عظمت کو بیان فرماتے اور اس کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ خصوصی عقیدت تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی۔ میں آج جب بھی کلام مجید پڑھ کر اپنے والد صاحب کی روح کو ایصال ثواب کرتا ہوں وہاں قبلہ مفتی صاحب کے لیے بھی دعا کرتا ہوں اور ان شاء اللہ یہ عمل تادم زیست جاری رہے گا۔ جب تک ہم خود مفتی صاحب سے ملاقات نہ کریں عالم برزخ میں۔ اللہ پاک جل جلالہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

عمیق النظر محقق

تحریر: مفتی محمد اللہ بخش قادری تونسوی ☆

استاذ العلماء، مفسر قرآن، پیکرِ عجز و انکسار، عالم باعمل، عمیق النظر مفکر و محقق، الحبر القمقام والبحر الطمطام، محب العلم والعلماء، مترجم و مصنفِ کتب کثیرہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت دورِ حاضر کے علماء و فضلاء بلکہ عوام الناس میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ بیک وقت: قلم کار محقق، بالغ نظر منتظم، مخلص مُربی، صائب الرائے مفتی، علماء و طلبہ میں یکساں مقبول مدرس، مقرر ہونے کے باوصف کئی صفاتِ جمیلہ کے ساتھ متصف تھے۔

قوتِ حافظہ

قوتِ حافظہ اس قدر قوی تھا کہ تاوقتِ وفات معمولی تغیر بھی نہ ہوا اور نہ اختلاط کا شکار ہوئے۔ شاید ہی دین اسلام کی کوئی مطبوع کتاب ایسی ہو جو حضرت کی نظر سے نہ گزری ہو۔

مطالعہ میں سُرعت

مطالعہ میں سُرعت ایسی تھی کہ کئی کئی مجلدات والی کتاب کا چند ایام میں میں تحقیق و تدقیق کے ساتھ مطالعہ فرمالیتے، بلکہ کتاب کے سرِ ورق پر مخصوص مقامات کو حواشی لگا کر قلم بند بھی فرمالیتے۔ مطالعہ کرنے میں ذرا بھی اکتاہٹ اور ملال نہ فرماتے، سُستی اور کاہلی نام کی چیز تو ان کے قریب بھی نہ بھٹکتی، بلکہ سُستی اور کاہلی والے شخص کو شدید نہ پسند فرماتے تھے، اور اکثر مجھے یہ حدیث مبارک سنایا کرتے تھے:

ان اللہ لایحب العبد الفارغ لافی الدنیا ولافی الآخرۃ

اللہ تعالیٰ عزوجل ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو نہ دنیا کے کام میں مصروف ہو نہ آخرت کے کام میں۔

☆ استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور

عاجزی اور تواضع:

عاجزی اور تواضع تو اس قدر تھی کہ ہم جیسے ادنی طلبہ کو بھی ساتھ بٹھا کر کھانا تناول فرمانے میں عار محسوس نہ فرماتے۔ اور علم کی بات بتانے میں ذرا بھی بُخل نہ فرماتے اور نا پوچھنے میں کوئی عار محسوس فرماتے۔ خوددار شخصیت کے مالک تھے، ہرگز کسی کے آگے دستِ سوال نہ پھیلاتے۔ اللہ تعالی کی ذات پر کامل توکل کرنے والے تھے۔

اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے والہانہ محبت

حضور امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب کے ساتھ والہانہ محبت کرنے والے تھے، بکثرت درود شریف پڑھتے اور اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدیس میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ سو دانوں والی ایک چھوٹی سی تسبیح ہر وقت ہاتھ میں رہتی۔ تحفظِ ختمِ نبوت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے سپہ سالار علماء میں سے تھے، بلکہ برصغیر میں اس مقدس مشن کے بانیان میں سے تھے۔

امتیازی صفات

آپ ایک عظیم انسان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ذی شعور، دانشور، دور اندیش اور حکیم انسان تھے۔ نیز قبلہ مفتی صاحب حق گو، نڈر، کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ فرماتے۔

طبیعت میں مزاح

آپ نہایت خوش مزاح اور شریعت کی حدود و قیود میں رہ کر خوش طبعی بھی فرماتے تھے۔ جب بھی ہم سلام پیش کرتے اور دست بوسی کرنے لگتے تو ہاتھ نیچے کر لیتے، ایک بار فقیر نے آپ کی دست بوسی کی تو آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کر لیا، اور فرمانے لگے: ابھی ہاتھوں کا بوسہ لے لو، بعد میں تم ہماری قبر پہ آ کر پتھروں کو بوسہ دو گے، ابھی میں خود موجود ہوں، میرے ہاتھوں کو بوسہ لے لو۔

شرحِ صدر اور مطالعہ میں سُبک رفتاری:

اللہ عزوجل نے آپ کو کمال شرحِ صدر سے نوازا تھا، کئی کئی گھنٹے تک بھی علمی گفتگو فرماتے۔ اور مطالعہ میں سُبک رفتاری ایسی تھی کہ ایک مرتبہ مجھے فرمانے لگے کہ ایک معروف عالم سے

خط و کتابت کے ذریعے ایک اہم مسئلہ پر میری گفتگو چل رہی تھی کہ انہوں نے اپنے مطلوبہ دلائل پر ایک خط میں مجھے عربی عبارت بغیر حوالہ کے بھیج دی، میں نے یہ دریافت کرنے کے لئے ان کو دوبارہ خط ارسال کیا کہ یہ کس کتاب کی عبارت ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا آپ مطالعہ نہیں کرتے؟ اگر آپ مطالعہ کرتے ہوتے تو آپ کو فقط یہ عبارت دیکھ کر اندازہ ہو جاتا کہ یہ کس امام کی عبارت ہے، اور کس کتاب کی عبارت ہے، بہر حال! میں نے ان کو کہا: آپ فقط اتنا بتا دیں کہ یہ کس کتاب میں ہے، بے شک جلد اور صفحہ نہ بتائیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ "نسیم الریاض شرح الشفاء" کی عبارت ہے، اب یہ کتاب تو چھ جلدوں میں مطبوع ہے، سو میں نے اس کتاب کو ابتدا سے پڑھنا شروع کر دیا، چار سے پانچ دن کے اندر اندر میں نے بالاستیعاب یہ کتاب مکمل پڑھ لی، اور پانچویں جلد میں مجھے مطلوبہ حوالہ مل گیا۔

کتابوں سے عشق و محبت:

اس عنوان کی عملی تصویر تو آپ کی عظیم الشان لائبریری ہے، فقط اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اخیر عمر میں جب نہایت نقاہت کے عالم میں تھے تو فقیر کو بار بار بلاتے اور دریافت فرماتے کہ کوئی نئی کتاب شائع ہو کر آئی ہے؟ سو اگر میں اثبات میں جواب دیتا تو فرماتے: فی الفور حاصل کرو۔ خواہ وہ کتنی مجلدات میں بھی ہوتی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فتح الباری" کا محقق نسخہ جو حال ہی میں دکتور شعیب الارناؤط کی تحقیق کے ساتھ ۲۶ مجلدات میں شائع ہوا ہے وہ مجھ سے منگوایا اور اس کا مطالعہ کرتے رہے، اس کے ساتھ ہی "البدایہ والنہایہ" کا محقق نسخہ جو کہ بیس مجلدات میں ہے منگوایا، نیز حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "لمعات التنقیح" کا محقق نسخہ منگوایا اور اس کے علاوہ بھی متعدد کتب منگواتے اور پھر مطالعہ میں مگن ہو جاتے۔ یاد رہے! یہ ساری کتب پہلے بھی آپ کی لائبریری میں موجود تھیں، مگر یہ محقق نہیں تھیں۔ آپ کا ایک عمدہ اور اہنما قول: آج کے علماء ذرا غور فرمائیں قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملہ کے بارے میں جو آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: میں ثواب سمجھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں، اور ثواب سمجھ کر لکھتا ہوں، حتیٰ کہ کتابوں کی پروف ریڈنگ بھی ثواب سمجھ کر کرتا ہوں۔

مزید کچھ امتیازی صفات:

لکھنے والے اور پڑھانے والے علماء سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ اللہ عزوجل نے آپ

کی طبیعت میں ٹھہراؤ، مستقل مزاجی، بردباری، تحمل مزاجی، عدمِ عجلت، نفاست، طہارت، قول وفعل میں عفت، شائستہ مزاجی ودیعت رکھی ہوئی تھی، جب ہمارے ساتھی آپ کو کہتے کہ آپ تفسیر کبیر کے ترجمہ کی پروف ریڈنگ کسی اور عالم کے ذمہ لگا دیں، وہ کر دیں گے، آپ اس قدر تکلیف اُٹھاتے رہتے ہیں، تو فرماتے: اب تو لُطف آ رہا ہے، اب تو مزہ آ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اخیر عمر تک پروف ریڈنگ مکمل فرما کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا:

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شُد بہ عشق ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

"بے شک وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو، زمانہ کے دفتر پر ہماری ہمیشگی ثبت ہے۔"

حسنِ سنگت:

قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اچھے انسان تھے اور اچھے لوگوں کے ساتھی اور دوست تھے، چنانچہ آپ کے ادارہ کے ساتھ تعاون کرنے والے اور شب وروز اس کی تعمیر وترقی میں اپنا کلیدی کردار ادا کرنے والے آپ کے مخلص دوستوں پر بھی قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا عظیم اثر ہے، اور ان لوگوں کے اخلاق اور تقوی وطہارت اور تحمل مزاجی میں بظاہر کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ میری مراد محترم جناب الحاج محمد عبدالرشید فاروقی صاحب حفظہ اللہ، رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب حفظہ اللہ، محترم جناب الحاج محمد رمضان صاحب حفظہ اللہ ہیں۔ اور ان کے علاوہ دیگر احباب واصحاب بھی ہیں جنہوں نے شب وروز اس ادارے کی تعمیر وترقی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ ثانی الذکر شخصیت تو ہر قدم پر آپ کے شانہ بشانہ کھڑی رہی، بلکہ قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر دینی ودنیاوی معاملہ میں ان سے ضرور مشاورت فرماتے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

"خدا اِن پاک طینت، نیک فطرت عاشقوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔" اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے مخلص ساتھیوں کو صحت وعافیت کے ساتھ سدا سلامت باکرامت رکھے۔ نیز آپ کے صاحبزادے مولانا محمد فاروق قادری صاحب جو شب وروز آپ کی جملہ کتب کی اشاعت میں مصروف ہیں اللہ تعالی ان کو اپنے والد محترم کا مشن آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یادگارِ اسلاف، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب و ادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: خالد نجیب خان ☆

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پاکستان کے اُن علماء کرام اور اساتذہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنا تَن مَن دَھن سب اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ ایک استاد اور مبلغ کے ساتھ ساتھ تفسیر کبیر کے مترجم اور ڈیڑھ سو سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ اُن کی کتب ہاتھوں ہاتھ بک جایا کرتی تھیں اور اب بھی جس کتاب پر اُن کا نام چھپا ہو وہ کسی بک شاپ کے شیلف پر زیادہ عرصہ تک نہیں ٹکتی۔ اُن کا کہنا تھا کہ بیشتر مفسرین قرآن تفسیر کبیر سے استفادہ کر کے ہی آگے چلتے ہیں بلکہ کئی مفسرین نے تو تفسیر کبیر کو ہی اپنے اردو الفاظ میں لکھ دیا ہے اور دعویٰ کیا کہ یہ تفسیر اُنہوں نے خود لکھی ہے اسی لئے میں نے تفسیر کبیر کا مکمل اردو ترجمہ معہ حواشی کیا ہے تاکہ لوگوں کو اصل باتوں کا علم ہو سکے۔ تفسیر کبیر کی تکمیل انکی زندگی کے آخری ایام تک ہوگئی تھی مگر تا حال چھپ نہیں سکی ہے۔

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے میرا پہلی مرتبہ رابطہ گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں اُس وقت ہوا جب میں ہفت روزہ فیملی میگزین میں دینی صفحات کا انچارج تھا۔ ایک روز اُن کے ایک رفیق، صاحبزادہ محبوب الرسول قادری میرے ایک کولیگ کی وساطت سے ملے۔ اُن کی خواہش تھی کہ مفتی محمد خان قادری صاحب کا ہفتہ وار کالم فیملی میگزین میں شروع کیا جائے۔ میں نے اُن سے کہا کہ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ فیملی میگزین کے قارئین ایک عرصے سے دینی مسائل کی کمی کی شکایت کر رہے تھے۔ اس سے قبل مفتی منیب الرحمٰن، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک اور ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب وقتاً فوقتاً یہ کالم لکھتے رہے تھے مگر مستقل طور پر نہیں۔ میں نے اُن سے چار ہفتوں کیلئے کالم ایڈوانس میں منگوا لئے اور سلسلہ شروع کر دیا۔ سلسلہ شروع ہوا تو قارئین کے خطوط بھی آنا شروع ہو گئے۔ میں وہ خطوط اور سوالات اُن کی طرف بھجوا دیتا۔ چند روز بعد مجھے اُن کے جوابات کالم کی صورت میں مل جاتے اور اگلے شمارے میں وہ شائع کر دیئے جاتے۔ مفتی صاحب کے ساتھ میرا رابطہ فون پر رہتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب سیل فون ہر کسی

☆ khalednajeebkhan@gmail.com

کے پاس نہیں ہوتا تھا، یعنی نہ میرے پاس تھا اور نہ مفتی صاحب کے پاس۔ ایک دن اُن سے ملنے کو دل چاہا تو اُنہیں فون کر کے خواہش کا اظہار کیا، کہنے لگے: ''آجاؤ ابھی'' پھر کہا: ''نہیں آپ کل جمعہ کی نماز میرے ساتھ پڑھو'' میں نے حامی بھر لی۔ اگلے دن دفتر میں جمعہ کی بریک ہوئی تو میں سیدھا شادمان میں اُن کی مسجد پہنچ گیا۔ اُس وقت تک مفتی صاحب مجھے اور میں مفتی صاحب کو پہچانتے نہیں تھے۔ جمعہ کا خطبہ شروع ہوا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہی مفتی محمد خان قادری ہیں لیکن اُن کی باتیں سُن کر شک ہو رہا تھا کہ یہ بریلوی مسلک کے نہیں ہیں اور شاید میں اور کسی مسجد میں آگیا ہوں، اُس وقت اُٹھ کر جانا مناسب اور ممکن نہیں تھا، میں نے چپکے سے ساتھ بیٹھے ایک صاحب سے پوچھا کہ اِن خطیب صاحب کا کیا نام ہے تو اُنہوں نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا یہ مفتی محمد خان قادری ہیں۔ پھر مجھے خیال آیا یہ مفتی محمد خان قادری ہیں تو یقیناً میرا یہ خیال غلط ہے کہ یہ بریلوی مسلک کے ہیں۔ خیر نماز جمعہ کے بعد جب سب نمازی کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے لگے تو میرا اندازہ ایک مرتبہ پھر چکنا چور ہو گیا اور دعا کے بعد سب لوگ چلے گئے۔ میں نے اُنہیں اپنا تعارف کرایا تو میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے ملحق ایک کمرے میں لے گئے جہاں چائے اور بات چیت خاصی دیر تک چلتی رہی۔

کئی سال بعد میں نے ایک مرتبہ مفتی صاحب سے پہلی ملاقات کے تجربے کا ذکر کیا تو چہرے پر ہلکی سی مسکان لاتے ہوئے کہا: ''خالد! یار یہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہوا، مجھ سے ملنے والے اکثر لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں زیادہ تر علماء لوگوں کو اصلی بات نہیں بتاتے کیونکہ اِسی میں تو اُن کی ''بقا'' ہے۔ میری ایک بات یاد رکھو کہ بعض لوگوں نے جس طرح دین کو مذاق بنا رکھا ہے اور یہ صرف قدرت کی دراز کی ہوئی رسی ہے، اس درازی کو رعایت یا عنایت نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ سے ہر دم ڈرتے رہنا چاہئے اور دین میں اپنی طرف سے کوئی بات شامل نہیں کرنی چاہئے۔

ایک مرتبہ مفتی صاحب کا کالم لانے والے لڑکے نے پیغام دیا کہ مفتی صاحب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اگلے ہی دن میں زیارتِ زائرِ حج اور دُعاؤں کی درخواست کیلئے شادمان میں اُن کی مسجد پہنچا تو مغرب کی نماز ہو چکی تھی اور وہ اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر بڑے تپاک سے ملے، کچھ دیر تبادلہ خیال ہوتا رہا اور پھر میں رخصت لے کر نکل آیا۔

چند ہفتے بعد اطلاع ملی کہ مفتی صاحب حج سے واپس آگئے ہیں اور آئندہ اتوار کو عصر کے بعد جامعہ اسلامیہ پونچھ روڈ پر اُن کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جا رہا ہے، آپ بھی معہ احباب شریک ہوں۔ زیارتِ حجاج کی اس تقریب میں جا کر حقیقت میں مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوا۔ زیادہ تر مقررین

نے تو خطاب ہی عربی زبان میں کیا، میرے جیسے کئی اور لوگ بھی جو وہاں موجود تھے یقیناً اُنہوں نے بھی وہ خطاب اُسی طرح سنے ہوں گے جیسے جمعہ کی نماز سے پہلے عربی خطبہ سُنا جاتا ہے۔ معروف نعت خوان محمد علی ظہوری قصوری صاحب سے پہلی اور آخری ملاقات بھی وہیں ہوئی اور اُن کو پہلی مرتبہ لائیو سننے کا موقع ملا۔ جب مفتی صاحب نے باتیں سنانا شروع کیں تو وہ پہلے سُنی گئی باتوں سے بہت مختلف لگیں۔ اُنہوں نے کہا کہ لوگ مدینہ منورہ سے واپس آکر ایسی ایسی باتیں سناتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے، خصوصاً جیسے ''روضے دی جالی چُم لین دے'' میرا تجربہ اُن سے یکسر مختلف رہا ہے۔ روضہ رسولؐ پر حاضری کیلئے میں جب بھی گیا تو چُھپتا ہی رہا کہ اگر اُنہوں نے پوچھ لیا کہ محمد خان قادری تم نے اسلام کیلئے کیا کیا ہے یا میرے لئے کیا کیا ہے تو میں کیا جواب دوں گا۔ میں ہمیشہ کسی نہ کسی ستون کی آڑ میں چھُپ کر ہی رہتا تھا۔ اِس طرح کے دعوے کرنے والے ممکن ہے سچے ہی ہوں مگر میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا'' مفتی قادری صاحب نے جب یہ بات سنائی تو اتفاق سے میری نظر حاضرین کی طرف اُٹھ گئی جن میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مجھے ایسے لگا جیسے اُنہیں کرنٹ لگا ہو۔

رواں صدی کے آغاز کے سالوں میں مفتی صاحب کا کالم لانے والے لڑکے نے اطلاع دی کہ جامعہ اسلامیہ لاہور کا کیمپس ٹھوکر نیاز بیگ سے شوکت خانم ہسپتال کی طرف جانے والی سڑک کے کنارے ایک نئی آبادی میں منتقل ہو گیا ہے مگر مفتی صاحب شادمان کی مسجد میں بدستور نماز پڑھاتے رہیں گے۔ جامعہ اسلامیہ کے نئے کیمپس کی لوکیشن اُس وقت اِس سے بہتر انداز میں سمجھانا ممکن ہی نہیں تھا کیونکہ یہ ایک پتلی سی سنگل سڑک سے خاصا ہٹ کر واقع تھا۔ کئی سالوں کے بعد وہ سڑک تھوڑی چوڑی ہوئی اور پھر دورویہ ہوئی اور کئی لینڈ مارکس بھی بن گئے جن میں ایکسپو سنٹر، نادرا آفس، نظریہ پاکستان ٹرسٹ وغیرہ اہم ہیں۔ اُنہی دنوں مفتی صاحب کی طرف سے کالموں کی ترسیل رُک گئی۔ رابطہ کیا تو مفتی صاحب سے بات نہ ہوسکی، پھر خبر ملی کہ حکومت تحفظِ ناموسِ رسالت کے قانون میں کچھ ترامیم کرنا چاہتی ہے اور مفتی محمد خان قادری اور دیگر علماءِ کرام اِس پر مزاحمت کررہے ہیں۔ اُن پر دباؤ ڈالنے کیلئے حکومت نے اُنہیں حراست میں لے رکھا ہے۔ بعد میں یہ بھی خبر ملی کہ مفتی قادری صاحب کے سوا دیگر علماءِ کرام تو اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں مگر مفتی صاحب بدستور ''سرکاری مہمان'' ہیں۔ وہ کتنے دن تک سرکاری مہمان رہے یہ تو اب یاد نہیں مگر ایک دن ایک لڑکا اُن کا کالم اور پیغام لایا کہ مصروفیت کے باعث اب وہ مزید کالم نہیں لکھ سکیں گے تاہم کسی بھی علمی موضوع پر مشورہ یا رائے کی ضرورت ہو تو ضرور رابطہ کرسکتے ہیں۔

میں نے فون پر رابطہ کر کے اندر کی بات جاننا چاہی تو اُنہوں نے بڑی صفائی اور مہارت سے

بات کا رخ بدل دیا کہ مجھے بھی اس بات کا احساس تب ہوا جب ہماری گفتگو ختم ہو چکی تھی۔ خیر دینی مسائل کا کالم تو اِسکے بعد پیر محمد افضل قادری کے فرزند عثمان افضل قادری صاحب نے لکھنا شروع کر دیا اور مفتی قادری صاحب وقتاً فوقتاً مضامین لکھتے رہے۔

2015ء میں جبکہ ہفت روزہ فیملی میگزین کی ادارت کی ذمہ داری میرے اوپر تھی تو ایک جمعہ کے روز کسی ضروری کام سے مجھے دفتر سے نکل کر شادمان جانا پڑا۔ کام سے فارغ ہو کر گھڑی دیکھی تو ایک بجنے کو تھا، میں نے سوچا کہ آج مفتی قادری صاحب کے ساتھ ہی جمعہ ادا کیا جائے۔ اُس وقت مسجد میں نمازی آنا شروع ہو گئے تھے۔ گزشتہ آٹھ دس سالوں کے دوران میں دیگر مساجد کی طرح اس مسجد کی حالت بھی خاصی بہتر ہو چکی تھی۔ وضو کر کے میں ہال کے اندر چلا گیا، اُس وقت مسجد میں نمازی کم ہی تھے۔ میں ٹیک لگانے کیلئے پیچھے ہی بیٹھنا چاہتا تھا مگر مفتی صاحب نے اشارے سے مجھے آگے بلا لیا تو مجھے اگلی صفوں میں جا کر بیٹھنا پڑا۔ نماز سے فارغ ہو کر سلام پڑھا اور مصافحہ کیا تو اُنہوں نے ایک مرتبہ پھر مجھے پکڑ لیا اور مسجد سے ملحق اُن کے کمرے میں چلے گئے۔ دورانِ گفتگو میں نے رسماً اُنہیں فیملی میگزین کیلئے لکھنے کی دعوت دی تو کہنے لگے: ''میں خود چاہتا ہوں کہ لکھوں، آپ نے اچھا کیا جو مجھے دعوت دے دی، میں ضرور لکھوں گا۔ چند روز بعد ہی جامعہ اسلامیہ کا ایک رضا کار اُن کا کالم دے گیا۔ یوں ایک مرتبہ پھر اُن کا لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اِس دوران جب خانہ کعبہ میں کرین گرنے کا حادثہ ہوا تو اِتفاق سے مجھے زیارت کعبہ اور عمرہ کی ادائیگی کر کے لوٹے بمشکل ایک مہینہ ہی ہوا تھا۔ میں نے فوری طور پر معلومات اکھٹی کیں اور رپورٹ تیار کرنا شروع کر دی۔ لوگوں کے تاثرات جاننے کیلئے جب میں نے مفتی قادری صاحب سے رابطہ کیا تو اُنہیں بہت رنجیدہ پایا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ بعض حلقوں کا یہ خیال ہے کہ سعودی عرب میں عید الفطر چونکہ جمعہ کے روز منائی گئی ہے، اِسلئے ایک دن میں دو خطبات اُمت پر بھاری ثابت ہوئے ہیں، کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ کہنے لگے: یہ کم علم لوگوں کے خیالات ہیں، ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اِس کا دین اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حجاج کی مقبول شہادتیں ایک طرف مگر ایسے حادثات کا روکنا بہت ضروری ہے۔ اُن کے تمام تاثرات میں نے اپنی رپورٹ میں شائع کر دیئے۔

2018ء تک فیملی میگزین میں اُن کا کالم باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا مگر بوقت ضرورت رابطہ ہو جاتا تھا۔ دنیاوی مصروفیت نے رابطوں میں کچھ فاصلے پیدا کر دیئے اور ایک دن جبکہ ملک میں کرونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ واٹس ایپ گروپ میں ایک دوست نے مفتی صاحب کی رحلت کی خبر پوسٹ کی اور اطلاع دی کہ نماز جنازہ ایکسپو سینٹر کے باہر

ہوگی۔اُس وقت لوگ اجتماعات میں جانے سے گریز کرنا شروع ہو چکے تھے۔لاک ڈاؤن سے پہلے یہ میں نے آخری نماز جنازہ پڑھی تھی۔اُن کی نماز جنازہ میں ملک بھر سے لوگوں نے ایس او پیز کا خیال کرتے ہوئے شرکت کی تھی۔وہ اپنے ہزاروں طلبہ اور مداحوں کو داغِ مفارقت دے گئے تھے۔جس کسی کو بھی خبر ملی وہ ماسک اور دستانے پہن کر ایکسپو سینٹر پہنچ گیا تھا۔

مفتی محمد خان قادریؒ صاحب کی وفات کو ایک سال بیت جانے کا احساس اُس وقت ہوا جب ایک انجان نمبر سے کال موصول ہوئی کہ میں محمد عثمان قادری بات کر رہا ہوں، مفتی محمد خان قادری صاحب کا صاحبزادہ، کل بروز اتوار بارہ سے دو بجے کے دوران جامعہ اسلامیہ لاہور میں اُن کی روح کو ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کی محفل منعقد کی جا رہی ہے، آپ مرحوم کے احباب میں سے ہیں تو شرکت ضرور کیجئے گا۔اگلے روز وقت مقررہ پر جامعہ اسلامیہ کے کیمپس پہنچا تو مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کوئی دینی مدرسہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ماضی میں علمائے کرام سکول کالج کی تعلیم کے سخت خلاف ہوتے تھے اور دینی مدارس کی عمارات کسی کھنڈر سے کم نہیں ہوتی تھیں۔مفتی محمد خان قادری صاحب کے اپنے اساتذہ بھی اِس بات کے سخت خلاف تھے کہ بچوں کو عصری تعلیم سے آراستہ کیا جائے اِسی لئے اُنہوں نے عصری تعلیم حاصل کرنے والوں پر کفر کے فتوے دے رکھے تھے مگر مفتی صاحب نے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نا صرف جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی بلکہ اپنے بچوں کو بھی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔بہر حال جامعہ اسلامیہ لاہور کی دلکش عمارت ہمارے ہاں کے بہت سے نجی اور انگلش میڈیم سکولوں کی عمارتوں کو شرما رہی تھی۔قرآن خوانی کے بعد واپسی کیلئے جب نکلا تو سامنے کی عمارت کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔جامعہ اسلامیہ کے بالکل سامنے ایک انگلش میڈیم مشنری سکول کی برانچ کھڑی تھی۔ایسا منظر کم از کم میں نے اِس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔فوڈ سٹریٹس پر ہم نے دیکھا ہے کہ ایک دُکان میں بریانی مل رہی ہے تو برابر والی دکان پر سری، پائے، ہریسہ اور قورمہ وغیرہ مل رہا ہوتا ہے، جبکہ اُس سے اگلی دکان پر فش فرائی دستیاب ہوتی ہے، کہیں کھیر اور کہیں جلیبیاں بک رہی ہوتی ہیں۔گھر کے سب افراد یا احباب مل کر جاتے ہیں اور اپنی اپنی پسند اور ذوق کی ڈش منگوا کر کھا لیتے ہیں۔اِسی طرح اَیچیسن سوسائٹی کی اِس ''ایجوکیشن سٹریٹ'' میں جا کر لوگ اپنی پسند اور ذوق کے مطابق اپنے بچوں کو تعلیم دلوا دیتے ہیں۔کسی نے اِسلامی اقدار کے مطابق علم حاصل کرنا ہو تو وہ جامعہ اسلامیہ میں جا سکتا ہے اور اگر کوئی اپنے بچوں کو عیسائی مشنری سکول میں تعلیم دلوانا چاہتا ہے تو اُس کیلئے بھی آپشن موجود ہے۔میں نے مفتی قادری صاحب کے بیٹے عثمان قادری صاحب سے کہا کہ مجھے جامعہ اسلامیہ کے حوالے سے کچھ

بتائیں تا کہ میں لوگوں کو اِس کے حوالے سے کچھ بتا سکوں تو اُنہوں نے کہا کہ اِس کیلئے تو کسی اور دن کا وقت رکھیں، چنانچہ کسی اور دن کا وقت طے ہو گیا۔ اُس روز جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ جامعہ اسلامیہ کے طلبہ امتحانات میں مصروف ہیں اور صرف حفظ اور ناظرہ کی کلاس ہو رہی ہے۔

مفتی قادری صاحب کے جانشین اور اُن کے فرزند اکبر محمد فاروق قادری صاحب نے جامعہ کے نظام کے بارے میں بتایا کہ یہاں پر آٹھویں جماعت پاس کر کے بچے آتے ہیں اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں۔ داخلے کیلئے باقاعدہ داخلہ ٹیسٹ ہوتا ہے جس کو پاس کرنا ضروری ہوتا ہے، بصورت دیگر اُنہیں واپس جانا پڑتا ہے۔ داخلہ حاصل کر لینے والے بچوں کو نہم جماعت کے سلیبس کے ساتھ ساتھ دو مضامین اضافی پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ دو اضافی مضامین طلبہ میں قائدانہ خصوصیات پیدا کرتی ہیں۔ یہی مضامین آکسفرڈ اور کیمبرج میں اُن طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں جنہیں مستقبل میں اعلیٰ کلیدی عہدوں پر فائز ہونا ہوتا ہے۔ سلیبس کی یہ اضافی کُتب صوفیا کی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ یہاں آرٹس اور جنرل سائنس کے مضامین ہی پڑھائے جاتے ہیں۔ ہمارے فارغ التحصیل طلبہ اِس وقت پاکستان میں کئی اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ ہزاروں وکیل، جج صحافی، تاجر، بزنس مین کے علاوہ سینکڑوں مساجد کے خطیب اور امام ہمارے سابق طلبہ میں سے ہیں۔ ہمارے فارغ التحصیل خطیب اور امام جن مساجد میں خدمات انجام دے رہے ہیں وہاں پر کبھی بھی مذہب یا فرقہ پرستی کی بنیاد پر جھگڑا نہیں ہوا اِسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے فارغ التحصیل کسی پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ ہم لوگوں کو اسلام میں داخل کرتے ہیں، نکالتے نہیں۔ جامعہ اسلامیہ میں خدمات انجام دینے والوں کو اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں لوگ اِس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ دین کی خدمت کرنے والے کو بھی اعزازیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کے خیال میں دین کی اشاعت کا کام تو فی سبیل اللہ ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر تو کسی کی مثال نہیں دی جاسکتی، اُنہوں نے ایک مرتبہ اپنی مجلس شوریٰ سے اپنا مشاہرہ بڑھانے کیلئے کہا تھا۔ ہم کسی طالبعلم سے فیس، داخلہ فیس، امتحانی فیس، ڈونیشن یا چندہ کے نام پر کچھ بھی نہیں لیتے بلکہ طلبہ کو تنخوائیں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک پی ایچ ڈی استاد کو دس ہزار روپے ماہوار اعزازیہ دیتے ہیں۔ صرف اِسلئے کہ وہ جب تک یہاں پڑھتا رہا، اُس نے جامعہ اسلامیہ کو کچھ نہیں دیا۔ مادری علمی کی اتنی خدمت کرنا تو اُس کا فرض بنتا ہے۔ ہر ماہ پانچ سے سات لاکھ روپے کے اخراجات ہوتے ہیں جو مخیر افراد کے عطیات سے ہی پورے ہوتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ کے مالیاتی امور ایک کمیٹی کے زیر نگرانی چلتے ہیں۔ مفتی قادری صاحب کی زندگی میں بھی یہ کام ایسے ہی

ہوتا تھا۔ مفتی صاحب نے خود اور نہ ہی اُن کے بعد اُن کی اولاد نے اس فنڈ میں سے کبھی کچھ لیا ہے۔ مفتی صاحب تو جامعہ اسلامیہ کے فنڈز میں زکوٰۃ کی رقم شامل کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ کسی کو اِس بات کا علم ہو کہ ملنے والی فلاں رقم زکوٰۃ کی ہے اور اُسے جامعہ اسلامیہ پر خرچ کر دیا گیا ہو۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی نے زکوٰۃ کی رقم خاموشی سے دی ہو اور بتایا نہ ہو تو یہ استثنیٰ ہے۔ یہاں سوال اُٹھتا ہے کہ پھر گزر اوقات کیسے ہوتی ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارا اشاعتی ادارہ اچھا چل رہا ہے، اِسکے علاوہ وہ لیکچرز دیا کرتے تھے۔ اُنہوں نے کبھی بھی کسی سے یہ نہیں کہا کہ لیکچر دینے کے اتنے پیسے لوں گا، کبھی تقاضا نہیں کیا۔ کسی نے بلایا تو شیڈول دیکھ کر حامی بھر لیتے۔ بعض اوقات جیسے گئے ویسے ہی واپس بھی آجاتے مگر کبھی ماتھے پر شکن نہیں آئی۔

جامعہ اسلامیہ لاہور تنظیم المدارس سے منسلک ہے، ہماری دی ہوئی سند کو ایچ ای سی تسلیم کرتا ہے اور ہمارے طلبہ یہاں سے فارغ ہو کر کسی بھی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ایک طالبعلم حافظ محمد سلیم نے پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے عربی کے امتحان میں 125 سال کا ریکارڈ توڑا۔ اِس وقت وہ پنجاب یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں بیک وقت تدریسی فرائض انجام دے رہا ہے۔ جامعہ اسلامیہ لاہور کے مہتمم قاری محمد فاروق قادری نے بتایا کہ اُن کے پڑوس میں واقع انگلش میڈیم مشنری سکول کے دورہ پر جب کبھی کوئی غیر ملکی آتے ہیں تو وہ جامعہ اسلامیہ کا بھی دورہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ یہاں کے ماحول اور سسٹم کو دیکھ کر حیران ہو کر گئے کیونکہ کسی اسلامی جامعہ کے حوالے سے اُن کے اذہان میں جو منفی خیالات وخدشات موجود ہوتے اُن سب کی یہاں تردید ہو جاتی۔ ایک مرتبہ برطانیہ سے آئے ہوئے ایک وفد نے یہاں کے بچوں سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے تاثرات دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو پاکستان کے دینی مدرسوں کے حوالے جو کچھ سُن رکھا تھا اُس میں سے کچھ بھی یہاں نہیں ہے۔ ایک مرتبہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ اُن کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص کیک لئے داخل ہوا۔ اُس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے والے سکول سے آیا ہوں۔ ہمارے سکول کے پرنسپل صاحب نے کرسمس کی خوشی میں یہ کیک بھیجا ہے۔ مفتی صاحب نے مجھے کہا کہ اِن سے کیک لے لو اور جلدی سے بازار سے ایک گلدستہ منگواؤ۔ میں نے گلدستہ منگوایا تو اُنہوں نے اُس شخص کے ہی ہاتھ گلدستہ بھیج دیا اور ساتھ پیغام دیا کہ ہماری طرف سے آپ سب کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش مبارک ہو۔ وہ شخص بعد میں مجھے ملا تو کہنے لگا: ''میں نے آج تک مفتی قادری صاحب جیسا بندہ نہیں دیکھا'' میں نے بھی اُسے جواب دیا دراصل آپ نے اصلی اسلام اور مسلمان تو پھر دیکھے ہی نہیں ہیں۔

یادگارِ اسلاف، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب و ادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: قاری محمد علی قادری

زندگی ایسے گزاری ہے تری دنیا میں
جیسے تنکا کوئی طوفان میں آجاتا ہے

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ عالمِ السلام کی منفرد علمی اور تحقیقی شخصیت تھے۔ آپ نے ہمیشہ امت کے اتحاد کی بات کی۔ فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر قرآن اور سنت پر مختلف مکاتبِ فکر ایک ہونے کے لیے بے حد کوشش کی۔ آپ باکردار اور باوقار عالمِ دین تھے۔ آپ انتہائی مشفق، مہربان، اور مخلص شخصیت تھے۔ اچھا قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے محبت کرتے۔ آپ کا علمی اور تحقیقی کام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین کے کام میں وقف کر دی۔ سینکڑوں کتب کے مصنف اور بالخصوص مترجم تفسیر کبیر آپ کی بڑی خدمات ہیں۔ اور عوام الناس ہمیشہ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے اور رہتی دنیا تک آپ کا نام زندہ رہے گا۔ اللہ کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے درجات میں مزید بلندیاں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

چند سماعتیں، چند ملاقاتیں، چند باتیں

تحریر: حافظ عبدالغفار سیالوی ☆

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورہ فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورہ زمر:۹)

کیا کبھی علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔

حدیث شریف میں پیارے نبی ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ جس شخص سے خیر و بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے، اُسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْعِلْمَ قُبَضَاتٍ ثُمَّ بَثَّهَا فِی الْبِلَادِ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِالْعَالِمِ قَدْ قُبِضَ مِنَ الْاَرْضِ فَقَدْ رُفِعَتْ قَبْضَةٌ فَلَا یَزَالُ یَنْقُصُ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْهُ شَیْءٌ

(مسند الفردوس اَز اِمام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ۔ حدیث: ۶۲۴)

بیشک اللہ تعالیٰ نے علم مٹھیاں (تھیلیاں) بنائی ہیں پھر انہیں شہروں میں پھیلا دیا ہے۔ پس جب تم کسی عالم کے حوالے سے یہ سنو کہ اُسے زمین سے اُٹھا لیا گیا ہے تو یوں سمجھو! علم کی ایک مٹھی اُٹھا لی گئی۔ سو لگاتار علم کم ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اِس میں سے کوئی شی باقی نہ رہے گی۔

☆ لولاک پیر محل پنجاب، فاضل: مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ لٰكِنْ يَقْبِضُهُ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ۔

(مسند الفردوس۔رقم حدیث: ۶۰۹)

بیشک اللہ تعالیٰ علم کو کھینچ کر قبض نہیں کرے گا کہ وہ اسے لوگوں کے سینوں میں سے نکال لے (جس طرح عام لوگوں میں مشہور ہے) بلکہ وہ علما کی اَرواح قبض کرنے کے ساتھ علم قبض کرے گا۔

حدیث پاک میں ہے:

فَضْلُ الْعِلْمِ أَفْضَلُ مِنَ الْعِبَادَةِ

(معجم امام طبرانی، حدیث: ۱۰۸۰۷)

علم سے حاصل ہونے والی فضیلت، عبادت سے حاصل ہونے والی فضیلت سے افضل ہے۔

کیونکہ حدیث پاک میں ہے؛

"ایک فقیہ، شیطان پر ایک ہزار عابدو زاہد سے زیادہ بھاری ہے۔"

اِمام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی معجم کبیر میں اِس طرح موجود ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا اَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَكَابِرِهِمْ فَاِذَا جَاءَ الْعِلْمُ مِنْ قِبَلِ اَصَاغِرِهِمْ فَذَاكَ حِيْنَ هَلَكُوْا

(رقم حدیث: ۸۵۱۰)

لوگ مسلسل خیر و بھلائی کے راستے پر گامزن رہیں گے، جب تک اُن کے پاس علم اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمت کے اَکابر علماء سے آتا رہے گا۔ پس جب علم امت کے اَصاغر سے آنا شروع ہوا تو یہ وہ وقت ہوگا، جب لوگوں کی آخرت برباد ہو جائے گی۔

دوسری حدیث میں ہے:

لَا يَزَالُ النَّاسُ صَالِحِيْنَ مُتَمَاسِكِيْنَ مَا اَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ وَ مِنْ اَكَابِرِهِمْ فَاِذَا اَتَاهُمْ مِنْ اَصَاغِرِهِمْ هَلَكُوْا

(رقم حدیث: ۸۵۱۱)

لوگ ہمیشہ نیک و صالح، (اللہ کی رسی کو) مضبوطی سے پکڑنے والے ہوں گے، جب تک اُن کے پاس علم اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمت کے اکابر علماء سے آتا رہے گا۔ پس جب علم امت کے اصاغر سے آنا شروع ہوا تو لوگوں کی آخرت برباد ہو جائے گی۔

معجم امام طبرانی میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح موجود ہے:

"اب علماء زیادہ، خطباء کم اور آئندہ خطباء زیادہ اور علماء کم ہوں گے۔"

مسند الفردوس میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ الْاَجْوَدِ، اَلْاَجْوَدُ اللّٰہُ وَاَنَا اَجْوَدُ وُلْدِ آدَمَ وَ اَجْوَدُ مِنْ بَعْدِیْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَ عِلْمَہٗ

(رقم حدیث: ۴۵۳)

کیا میں تمہیں سب سے بڑے سخی کے بارے میں نہ بتاؤں، سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ آدمی ہے، جس نے علم حاصل کر کے اپنے علم کو پھیلایا۔

حضرت امام طبرانی کی معجم کبیر میں ہے:

اِذَا تَعَلَّمَ النَّاسُ وَ تَرَکُوْا الْعَمَلَ وَ تَحَابُّوْا بِالْاَلْسُنِ وَتَبَاغَضُوْا بِالْقُلُوْبِ وَ تَقَاطَعُوْا فِی الْاَرْحَامِ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ عِنْدَ ذَالِکَ فَاَصَمَّہُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَہُمْ

جب لوگوں نے علم تو حاصل کیا، لیکن عمل کرنا چھوڑ دیا، زبانوں کے ساتھ تو آپس میں محبت کا اظہار کیا (یعنی جھوٹا پیار جتایا)، لیکن دلوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھا اور قریبی رشتہ داروں سے بائیکاٹ کیا تو اس وقت ان پر اللہ کی لعنت ہوگی تو اللہ تعالیٰ انہیں حق بات سننے سے بہرا اور سیدھا راستہ دیکھنے سے اندھا کر دے گا۔

الٰہی! بھرم رکھنا بڑا ظالم زمانہ ہے　　دلوں میں بغض رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کب نیکی کی طرف راہنمائی کرنا اور برائی سے منع کرنا ترک کر دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا ظَہَرَتِ الْمُدَاہَنَۃُ فِیْ خِیَارِکُمْ وَ الْفَاحِشَۃُ فِیْ شِرَارِکُمْ وَتَحَوَّلَ الْمُلْکُ فِیْ صِغَارِکُمْ وَالْفِقْہُ فِیْ اَرَاذِلِکُمْ

(سنن ابن ماجہ، باب الفتن، ص:۲۹۹)

جب تمہارے بہترین لوگوں میں مداہنت (اپنے سامنے غلط بات یا برا کام ہونے دینا اور حق کا اظہار نہ کرنا) ظاہر ہو گی اور تمہارے برے لوگوں میں فحش کام اور کلام عام ہو جائیں گے۔ بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں منتقل ہو جائے گی اور تمہاری فقہ تمہارے گھٹیا

لوگوں میں چلی جائے گی۔

معجم کبیر میں مسند حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے تحت تحریر ہے کہ انہوں نے بستر مرگ پر امت محمد یہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کو یہ انمول موتی عنایت فرمایا:

اِنَّ الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ شَانُهُمَا؛ مَنْ اِبْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا

بیشک علم اور ایمان کی شان یہ ہے کہ جو آدمی سچے دل سے ان دونوں کا طالب ہوتا ہے تو یہ دونوں اسے گلے لگا لیتے ہیں۔

اِسی کے تحت اگر میں اِحیاءُ العلوم کی پہلی جلد سے آدابِ علم کا باب اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دوں تو کیا ہی خوب ہوگا؛

پہلا ادب

"ہم نے اللہ کے غیر (مال، دولت، جاہ و مرتبہ، شہرت وعزت وغیرہ) کے لئے علم حاصل کرنا چاہا، لیکن علم نے غیر خدا کے لئے ہونے سے صاف اِنکار کر دیا۔"

دوسرا ادب

-------------علم تجھے اپنا بعض نہیں دے گا جب تک تو اُسے اپنا سب کچھ نہیں دے دیگا اور اگر تو نے اپنا سب کچھ اُس کے نام لگا دیا تو البتہ وہ تجھے اپنا بعض خیرات کر دے گا۔ مزید تحریر فرمایا: علم کو متکبر جوان سے عداوت و دشمنی کی حد تک مخالفت ہے جیسے سیلاب کو بلند جگہ سے ہوتی ہے۔ تواضع، انکساری، عاجزی اور غور سے سنے بغیر کبھی علم حاصل نہیں ہوتا۔ مزید حضرت علی المرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل ہے؛ "دو قسم کے لوگوں نے میری کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔

(۱) ایک وہ عالم دین جس نے (کسی وجہ سے) اپنی عزت کھو دی ہو۔

(۲) دوسرا وہ جاہل آدمی جو زاہد بن بیٹھا ہو۔

جاہل آدمی، زاہد و صوفی بن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے اور عالم دین، گناہوں کر کے اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔ (اب آپ خود اندازہ کر لیں، ان میں سے زیادہ نقصان اٹھانے والا کون ہے۔) اِحیا میں ہی ہے؛ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں؛ "جنت میں بھی علمائے کرام کی ضرورت ہوگی (وہ اس طرح) کیونکہ (جب جنتیوں کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی تو) اُن سے کہا جائے گا: "کوئی تمنا کرو۔" جبکہ وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کیا تمنا کریں یہاں تک کہ وہ علماء کی بارگاہ میں حاضری دیکر

سیکھیں گے۔"

مسند الفردوس میں ہے؛ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں:

إِنَّ مِنْ فِتْنَةِ الْعَالِمِ أَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْإِسْتِمَاعِ وَفِي الْكَلَامِ تَنْمِيْقٌ وَزِيَادَةٌ وَلَا يُؤْمِنُ عَلٰى صَاحِبِهٖ مِنَ الْخَطَاءِ وَفِي الصَّمْتِ سَلَامَةٌ وَغَنَمٌ وَمِنَ الْعُلَمَآءِ مَنْ يُّخْزِنُ عِلْمَهٗ وَلَا يُحِبُّ أَنْ يَّجِدَ عِنْدَ غَيْرِهٖ فَذَاكَ فِي الدَّرْكِ الْأَوَّلِ مِنَ النَّارِ وَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّكُوْنُ فِيْ عِلْمِهٖ بِمَنْزَلَةِ السُّلْطَانِ فَإِنَّ رُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ قَوْلِهٖ غَضَبَ فَذَاكَ فِي الدَّرْكِ الثَّانِيْ مِنَ النَّارِ۔

(رقم حدیث: ۸۱۳)

بیشک عالم کا ایک فتنہ یہ ہے کہ غور سے سننے کی نسبت کلام اُسے زیادہ پسند ہو اور اُس کے کلام میں سجاوٹ و تزئین اور مبالغہ ہو اور وہ اپنے ساتھی (دوسرے عالم) کے خلاف خطاء سے محفوظ و مأمون نہ ہو (یعنی جب اُس کے حوالے سے بات کرے تو غلطی کر جائے۔)

حالانکہ خاموش رہنے میں سلامتی اور فائدہ ہو۔

اور علماء میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنے علم کو خزانہ بنا لیتے ہیں اور کسی دوسرے کو دینا پسند ہی نہیں کرتے تو ایسی حالت پہ (اگر وہ زندگی بھر برقرار رہے) تو دوزخ کے پہلے طبقے میں ہوں گے۔

اور کچھ علماء ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا علم، سلطان و بادشاہ کی مانند ہوتا ہے، اگر اُن کی بات میں سے تھوڑا سا حصہ بھی رڈ کیا جائے تو وہ غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں۔ پس اگر یہ اِسی حالت پر رہے تو قیامت کے دن دوزخ کے دوسرے طبقے میں ہوں گے۔

ایک عالم دین کے حوالے سے لکھنے سے پہلے میں نے بطورِ تبرک دو آیات اور چند اَحادیث پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔ الحمد للہ! کیونکہ میں مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران اَحادیث نوٹ بک پہ لکھتا رہتا ہوں، جو میں اپنے دوست، احباب اور خصوصاً شاگردوں کی امانت سمجھتا ہوں۔ آج کل پروگریسو بکس کی طرف سے جو کتاب مجھے پروف ریڈنگ اور تصحیح کے لئے عنایت کی گئی ہے، وہ ہے "مسند الفردوس از امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ"

میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ ۱۲ رجب المرجب (بمطابق ۲۵-۲-۲۰۲۱ء) بروز جمعرات تقریباً بارہ بج چکے تھے کہ اچانک جامع الالقاب آنجناب ملک محبوب الرسول قادری دام ظلّہ کا فون آیا، حال یہ تھا کہ میں اور حضرت علامہ مولانا محمد وسیم سہیل معظمی صاحب مدرس دار العلوم

صاحب لولاک پیر محل، فاضل جامعہ قادریہ اُحسن المراتب گڑھی احمد آباد شہر گجرات۔ آستانہ عالیہ سیال شریف دربار شریف کے احاطہ میں پہنچ چکے تھے۔ وضو کرنے کا ارادہ کر رہے تھے تا کہ کامل ادب کے ساتھ حاضری ہو۔ سلام ودعا کے بعد میں نے کہا: سیال شریف۔ اُنہوں نے کہا: کیا مطلب؟ میں نے کہا: اب آستانہ عالیہ سیال شریف پہنچ چکا ہوں اور حاضری دینے والا ہوں تو اُنہوں نے کہا: اچھا حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے پاس میرے لئے بھی دعا کرنا اور ہاں حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بھی میری طرف سے نیاز دعا وسلام عرض کرنا، اُن سے مجھے ایک گونہ قلبی لگاؤ تھا۔ میں نے کہا: مجھے معلوم ہے۔

اصل میں ہم دونوں کو لیگ صبح ساڑھے آٹھ بجے اپنے ادارہ کے پرنسپل قبلہ چشتی صاحب کے خصوصی اِذن کے ساتھ دار العلوم صاحب لولاک پیر محل سے روانہ ہوئے۔ خواہش تھی کہ حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث والتفسیر محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں عاجزانہ حاضری پیش کریں، کیونکہ سہیل صاحب کے استاد محترم اور چند سابقہ کلاس فیلو دوست تشریف لا رہے تھے اور میرے محبوب مقرر حضرت علامہ مولانا حافظ خان محمد قادری صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی آمد ہو رہی تھی۔ اِس کے علاوہ مجھے حضور شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ بھی حاصل رہا تھا۔

ملک صاحب نے کہا: "ہاں! آپ کو ہمارے مفتی صاحب سے کتنی ملاقاتیں حاصل تھیں؟ میں سوچ میں پڑ گیا کہ معلوم نہیں وہ کیا کہنے والے ہیں، لیکن جب میں نے اپنے ذہن پر تھوڑا سا زور ڈالا تو بات کھلی کہ یہ محقق دوراں بانی کاروانِ اسلام وجامعہ اسلامیہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا: بہت ساری۔ اُنہوں نے کہا: ہم اُن کے حوالے سے ایک نمبر چھاپ رہے ہیں اور آپ چند یادداشتیں لکھ کر دیں۔ میں چاہتا ہوں؛ میرے علاقے کی بھی نمائندگی ہو جائے، کیونکہ جناب ملک صاحب کا تعلق شہر جوہر آباد سے ہے جبکہ میرا تعلق ضلع خوشاب کی تحصیل نور پور تھل (گاؤں راہدار یا نوالہ) سے ہے۔ کہا: اور سنو! زیادہ وقت نہیں لگانا۔ کل شام تک لکھ کر مجھے اِسی نمبر پر وٹس ایپ کر دیں۔

مرتا کیا نہ کرتا۔ (لِسّے دا کی زور محمد رونا یا نس جانڑاں مزید میاں صاحب نے فرمایا: نیویاں نال دے نبھ جاندی جے کر آپ نبھائیے۔۔۔ پر اُچیاں نال نہ نبھے محمد جے کسراں نہ کھائیے) میں نے حامی بھر لی۔ ملک صاحب کا حکم ٹالنا بھی تو ایک قیامت سے کم نہ تھا۔ عرس شریف پر حاضری دے کر واپس پیر محل دوسرے دن بروز جمعۃ المبارک صبح ۹ بجے پہنچے۔ میں نے اِس پر قلم اُٹھانے کی زحمت گوارہ نہ

کی۔ میں سمجھا بھول جائیں گے، لیکن ابھی رات کے نو نہیں بجے تھے کہ اُن کا ٹیلی فون آ گیا۔ میں سمجھ گیا یہ بھولنے والے نہیں۔ میں نے پڑھ بِسْمِ اللّٰہ قلم اُٹھایا اور اپنی نوٹ بک کے تقریباً اٹھارہ صفحے کالے کر دیے۔ اب معلوم نہیں اُن کی بارگاہ میں قبول ہو یا نہ ہو۔

قارئین کرام! اصل بات کچھ یوں ہے کہ جب (۱۹۸۵ء) سے میں نے علم حاصل کرنا شروع کیا، میں نے علماء اور کتب علمیہ کے تعارف کو اپنا مشغلہ بنایا، اِس لئے بھی کہ حضور ضیاء اُلامت رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے؛ "کتابوں کا تعارف حاصل کیا کرو، کیونکہ یہ بھی ایک علم ہے۔" اِس لئے قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف تو مجھے بہت پہلے سے ہو گیا تھا، ہمارے طالبعلمی زمانے میں غالباً وہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ایک کانووکیشن کے موقعہ پر تشریف لائے تھے اور باتیں وہی جن میں اُن کی خاص دلچسپی تھی یعنی فرمایا: "اگر آپ مطالعہ کرنا چاہیں تو فلاں موضوع پر فلاں شخصیت کا کام موجود ہے اور فلاں موضوع پر فلاں شخصیت کا۔" پوری دنیا کے علماء کی تاریخ کھنگال ڈالی، لیکن باقاعدہ ملاقاتوں کا شرف ۲۰۰۸ء میں ملنا شروع ہوا، قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام پر ایک علمی، تحقیقی، تحریکی اور تنظیمی ہستی کا نام ہے۔ مجھ جیسے لوگ کہاں عام جلسے جلوسوں میں اُن سے مل سکتے تھے، کیونکہ اُن کی مصروفیات بھی تو کثیر تھیں۔ جلسوں میں بھی تشریف لاتے تو انتہائی مختصر اَنداز میں گفتگو کر کے اپنے مقصد کی طرف لوٹ جاتے۔ ۱۹۹۵ء کی بات ہے، جب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ عثمان چوک بادامی باغ لاہور کی افتتاحی تقریب تھی، جس میں قبلہ مفتی صاحب کی بھی تقریر تھی۔ اُس دن کی خاص بات جو میں نے نوٹ کی، وہ یہ تھی؛ اُنہوں نے فرمایا:

> "اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جس شخصیت نے ہمہ گیر اَنداز میں دین کا کام کیا ہے، وہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔"

میں سمجھ گیا کہ تاریخ اِسلام کے حوالے سے اِس شخصیت کا مطالعہ بہت وسیع ہے بلکہ اُس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ اِسلام کی گذشتہ تاریخ پر بھی ان کی نظر ہے اور موجود دور سے بھی ناواقف نہیں ہے، کیونکہ حضرت اِمام شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے؛

مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اَهْلَ الزَّمَانِ فَهُوَ جَاهِلٌ	جو زمانے والوں کے حالات سے ناواقف ہے، وہ (مفتی کیا، وہ تو نرا) جاہل ہے۔

دوسرا یہ آدمی علمی لحاظ سے کنجوس بھی نہیں ہے، بڑے دل کا آدمی ہے کہ اپنے ہی دور کی ایک

شخصیت جو اگر چہ پیر صاحب ہیں، لیکن علمی دنیا کا ایک عظیم نام ہے، اُس کے حوالے سے یوں اعترافِ حقیقت، تو یہ ہے بالکل ایک درست حقیقت۔

تیسرا یہ آدمی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرنے والا ایک نڈر سا اِنسان ہے کہ وہ حضرت صاحب، جن پر اعتراض کرنے والے بھی اِسی شہر میں موجود ہیں اور وہ بھری محفل میں اُن کے بارے اعلانیہ ایسی بات کہہ رہا ہے۔

بھری محفل میں راز کی بات کہہ دی   بڑا با ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

بہر حال قبلہ حضرت علامہ مولانا پیر محمد اسلم شہزاد صاحب دامت برکاتہٗ کے توسط خاص سے "جامعہ اسلامیہ" رحمان آباد ڈھوکر نیاز بیگ یعنی قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادارے میں ۲۰۰۸ء کے اندر میری تقرری عمل میں آئی جبکہ میں اُس وقت ساتھ ہی جامع مسجد پیکو بادامی باغ میں اِمام وخطیب بھی تھا۔ اِس حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ جب میں نے انہیں بتایا کہ مجھے عربی وفارسی کتب کے ترجمے کرنے کا بھی شوق ہے اور میں ۲۰۰۳ء سے اِس کام کا آغاز کر چکا ہوں تو اُنہوں نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اپنی لائبریری کے انچارج جناب سرگانہ صاحب کو حکم دیا کہ "ایک حدیث (یَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ) ساٹھ مسائل" کے حوالے سے جو کتاب پڑی ہے، وہ انہیں فوٹو کاپی کروا کر دیں تا کہ یہ اُس کا ترجمہ کر دیں۔ ساتھ ترجمہ کے وہ اُصول، جن کو اُنہوں نے باقاعدہ نمبروار ایک تحریری شکل دے رکھی تھی، مجھے عنایت فرمائے۔

میں نے بطیب خاطر ان کا حکم قبول کیا اور ذرا سا بھی نہ عدول کیا، کیونکہ انہوں نے کام بااصول کیا اور صرف دو دن میں ۴۳ صفحے کی اُس کتاب کا ترجمہ کر دیا اور لا کر اُن کے سامنے رکھ دیا۔ اُنہوں نے بڑے شوق سے اُسے ملاحظہ کر کے فرمایا: "اب اِس کے حاشیے کا ترجمہ بھی کر دیں۔ میں خود اِس حوالے سے کچھ کام کر رہا ہوں، جب وہ کام چھپے گا تو میں اس کو بھی ضرور ساتھ چھپواؤں گا۔" یعنی اِس طریقے سے میری حوصلہ اَفزائی بھی فرمائی اور دادِ تحسین بھی دی۔ مزید فرمایا: اِس میں جو لفظ "نُغَیْرُ" ہے، اِس کا ترجمہ آپ نے "پرندہ کا چھوٹا بچہ" کیا ہے، وہ بھی اپنے مقام پر درست ہے، لیکن اگر اس کا ترجمہ "چھوٹا بلبل" کر لیا جائے تو کتنا خوبصورت لگے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔

قارئین! کیا بتاؤں جب میں نے بارِ دیگر المعجم الوسیط (عربی اُردو ڈکشنری) اُٹھائی تو مجھے یہ بات واضح لفظوں میں لکھی ہوئی نظر آئی کہ "نُغَرٌ" (نُغَیْرٌ جس کی تصغیر ہے) کا معنیٰ:

(1) چڑیا کا بچہ۔ (2) بلبل

پھر اُنہوں نے اپنی لائبریری سے کتاب فوٹو کروا کر عنایت فرمائی، جس کا نام ہے "**الدُّرُّ المنضود فی الصَّلوٰۃ والسَّلام علی مقام المحمود** ﷺ" کتب لکھنے اور اُن کے تراجم کروانے سے تو اُنہیں، عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ اِس میدان میں ایک پوری ٹیم بنا کر اُتارنا چاہتے تھے، جس میں کافی حد تک وہ کامیاب ہوئے۔ مجھے میرے اُستادِ محترم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا ملک محمد بوستان صاحب دامت برکاتہ سینئر مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے بذاتِ خود یہ بات بتائی کہ اِدارہ ضیاء المصنفین کو وجود میں لانے کی تحریک بھی قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چلائی۔ جب بھی دارالعلوم کے اساتذہ کرام میں سے کسی محترم اُستاد صاحب کی ملاقات اُن سے ہوتی تو وہ یہی کہتے تھے: "آپ لوگ کتب کے تراجم کا کام کیوں شروع نہیں کرتے، جبکہ آپ کا کام چھپوانے والا اِدارہ (ضیاء القرآن پبلی کیشنز) پہلے ہی موجود ہے تو سب سے پہلے اُنہوں نے اپنی خاص لائبریری سے سیرت کی کتاب "الروض الأنف" ہمیں دی تاکہ ہم اُس کا ترجمہ کریں تو اُس کتاب کے ترجمہ کے ساتھ ہی "اِدارہ ضیاء المصنفین" وجود میں آیا، جو بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل لکھنے والے علماء کرام پر مشتمل ایک اِدارہ ہے اور اِس وقت وہ کثیر تعداد میں تفاسیر واَحادیث وغیرہ کے ترجمے کر کے ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے چھپوا چکا ہے۔ اِن سب اچھے کاموں کا ثواب یقیناً قبلہ مفتی صاحب کی روحِ پُرفتوح کو اُن کی قبر میں بھی پہنچ رہا ہوگا، کیونکہ حدیث میں ہے:

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ — نیک کام پر راہنمائی کرنے والا، نیکی کرنے کے برابر ثواب پانے والا ہوتا ہے۔

محترم قارئین! مجھے اچھی طرح یاد ہے: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "جتنا ہو سکے، تحریری کام کرو اگرچہ تمہیں یقین ہو کہ وہ نہیں چھپے گا۔" میرا خیال ہے: اُن کا یقین تھا کہ خلوصِ دل سے دین اِسلام کی خدمت کی نیت سے کیا ہوا کام ضرور کبھی نہ کبھی منظرِ عام پر آ کر رہتا ہے۔ آج جب مجھ سے کئی اِدارے ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ اگر آپ نے کوئی کام کر رکھا ہے تو ہمیں دیں، ہم چھپوانے کو تیار ہیں تو مجھے بار بار مفتی صاحب قبلہ کا وہ ملفوظ یاد آتا ہے اگرچہ میں مسلسل کام کرتا رہا، لیکن اتنی مقدار میں کام نہ کیا، جتنا قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار میں نے کراچی کے ایک مفتی صاحب دام ظلہٗ کے حوالے سے عرض کی کہ ماشاء اللہ اُن کا بڑا مطالعہ ہے اور دین کا کام بھی بہت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں! یہ اُن کی کتاب ہے، جو اُنہوں

نے بنفسِ نفیس مجھے اپنے ہاتھوں سے عطا فرمائی ہے، لیکن ایک بات ضرور ہے کہ جب وہ عربی عبارت سے اُردو میں ترجمہ کرتے ہیں تو اُن کے جملے زیادہ اَدبی نہیں ہوتے، لیکن میری بات سُن کر اُنہوں نے فرمایا: "اِن باتوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے، بس کام ہونا چاہیئے۔"

لائبریری بنانے سجانے کا شوق اُن کے دل میں اِس قدر تھا کہ کئی بھی ملاقاتوں میں انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں نے آج بیرونِ ملک رہنے والے فلاں دوست یا عزیز شاگرد کو فون کیا ہے کہ فلاں اِدارے سے فلاں نئی کتاب شائع ہوئی ہے، جو میری لائبریری تک ابھی نہیں پہنچی، آپ وہ خرید کر جلدی مجھے روانہ کردیں اور اُن کے باوفا ساتھی اور عزیز شاگرد اُن سے کیا ہوا وعدہ وفا بھی کرتے، جامعہ اِسلامیہ کی عظیم لائبریری جس کی شاہد عادل ہے۔

اُن کی عاجزی کی مثال پیش کروں تو وہ یوں ہے کہ ایک بار بندۂ ناچیز اُن کے ساتھ اُن کے گیری ڈبے میں سوار ہونے لگا تو فرمایا: "تم میرے ساتھی ہی سیٹ پر بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں تو اپنے شاگردوں کو اپنے ساتھ بٹھالیا کرتا ہوں، آپ تو پھر بھی میرے جامعہ کے استاد محترم ہیں جبکہ میں ہچکچا رہا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت کے برابر کیسے بیٹھوں۔ میں نے عرض کیا: نہیں میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں تا کہ بے ادبی لازم نہ آئے، کیونکہ میں نے ایک ایسے اِدارے سے تعلیم حاصل کی ہے، جس کے ساتھ ایک عظیم خانقاہ بھی متصل ہے، وہاں بڑے اہتمام سے بزرگوں کا ادب سکھایا جاتا ہے۔ بڑی بے تکلفی سے فرمایا: "اچھا وہ اِدارے جن کے ساتھ کوئی خانقاہ نہیں، کیا وہاں ادب نہیں سکھایا جاتا؟ میں نے عرض کیا: ویسے تو ما شاء اللہ اہل سنت و جماعت کے ہر اِدارے میں ادب سکھایا جاتا ہے، (کیونکہ "ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں") لیکن اتنے اہتمام سے نہیں سکھایا جاتا، جتنے اہتمام سے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم میں سکھایا جاتا ہے۔ ہمارے سینئر دوست علامہ محمد حبیب اللہ چشتی صاحب دامت برکاتہٗ فرمایا کرتے تھے: "چشتیوں کے نزدیک ادب واجب ہے یعنی اَلْاَمْرُ فَوقَ الْاَدَبِ نہیں بلکہ اَلْاَدَبُ فَوْقَ الْاَمْرِ ہے۔"

نیز ایک دن مجھے فرمانے لگے: "یہ جو میں مختلف جلسوں میں تقریریں کرنے کے لئے جاتا ہوں تو اپنا کرایہ جیب میں لے کر جاتا ہوں، کیونکہ میں اللہ کے نبی ﷺ کی اِس حدیث پہ عمل کرتا ہوں۔ "طمع نہ کرو (یعنی جب ختم شریف، تقریر، حمد و نعت شریف پڑھنے کے جاؤ تو دل میں یہ لالچ لے کر نہ جاؤ کہ مجھے اِتنا کچھ ملے گا اور اگر وہاں سے ملے تو) منع نہ کرو پھر جمع نہ کرو۔" ایک بار جب آپ دورِ ابتلاء میں سرخرو ہونے کے بعد اِدارے میں تشریف لائے تو تمام اَساتذہ بطورِ خاص

اُنہیں مبارک باد دینے کے لئے بڑے اہتمام سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا لینے کے لئے حاضر ہونا بھی چاہیئے تھا، لیکن میں نے تھوڑا سا توقف سے کام لیا، چند دن کے بعد میں نے ایک سادے کاغذ پر لکھا:

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم مگر اِس پر چلنے والے، خوش ہی رہے پچھتائے کم

ایک طالبعلم کے ہاتھ میں تھمایا اور اِس طرح اُن تک پہنچایا، لیکن قبلہ مفتی صاحب کی عظمت کا اندازہ لگائیں، چند دن کے بعد جب ملاقات ہوئی تو عاجزی کے طور پر فرمایا:

"راہِ وفا پہ چلنے والے لوگ کب کے گزر گئے، ہم کہاں راہِ وفا کے مسافر ہیں۔"

محتشم قارئین! آج کی اِس مختصر نشست میں اِسی کو قبول فرمائیں باقی آئندہ کبھی۔۔۔۔۔۔۔

اللہ رب العزت کی پاک بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم اہل سنت وجماعت کو اُن کی تحریروں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



عظیم مشفق و مربی استاذ گرامی

تحریر: اختر عباس سرگانہ

ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اقدس ہے:

علماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔

ہمارے استاذ گرامی عظیم مشفق و مربی حضرت محقق العصر مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اُمت مسلمہ کے لیے عظیم نعمت خداوندی تھے۔ خشیت الٰہی، محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ اور محبت آل واصحاب رضی اللہ عنہم آپ کی روں روں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ نہایت سادہ طبیعت، خوش المزاج، متواضع، بردبار اور قابل رشک شخصیت تھے۔

بہترین منتظم، بہترین مدرس، عمدہ خطیب، لاثانی مصنف و مترجم اور بے نظیر محقق تھے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو تصنیف، تقریر اور تحریر کی تین نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ اہل علم سے محبت فرماتے اور حتی الامکان ان کی ہر طرح معاونت فرماتے اور علمی شخصیت کو خصوصی وقت عنایت فرماتے ویسے وہ وقت کے بہت ہی زیادہ قدردان تھے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے۔ بلکہ مطالعہ اور غور و فکر اور کتب کی تصانیف و تراجم میں مصروف رہتے۔ آپ ایک عظیم مشفق، فاتح اور خیر خواہ تھے۔ بندہ ناچیز پر ان کی کرم نوازیاں ان گنت اور احسانات لامحدود ہیں۔ بندہ ناچیز جھنگ سے ۲۰ جون ۱۹۹۳ء میں جامعہ اسلامیہ لاہور میں دینی و شرعی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت حاجی عبدالرشید فاروقی حفظ اللہ صاحب کے گھر میٹنگ تھی۔ جس میں حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری اور حضرت سلطان فیاض الحسن قادری اس میٹنگ کے شرکاء میں تھے۔ صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن نے قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ یہ بچہ جھنگ سے حاضر ہوا ہے۔ آپ کے ادارے میں تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے داخلہ عنایت فرمائیں۔ قبلہ مفتی صاحب نے بندۂ ناچیز کا ہاتھ تھام کر فرمایا آؤ بیٹا میں آپ کو جامعہ میں خود چھوڑ کر آتا ہوں۔ اس وقت میرے برادر ڈاکٹر مظہر عباس سرگانہ بھی ہمراہ تھے۔ چنانچہ نہایت شفقت کے ساتھ اور محبت کے ساتھ میں جامعہ اسلامیہ لاہور 23-24 میں روڈ سمن آباد

لاہور لے گئے وہاں کلرک کو بلایا اور فرمایا اس بچے کو کمرہ دو اور سونے کے لیے چارپائی دو۔ میرے بھائی نے کہا میں نے پہلی بار ایسا عالم دین دیکھا ہے جو اس قدر محبت سے ہمارے ساتھ پیش آئے۔ اب آپ انہیں کے ادارے میں انہیں کے پاس پڑھیں وہ وقت تھا اور آج کا وقت ہے بندۂ ناچیز اس ادارے کے ساتھ منسلک ہے۔

مجھے حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں کی طرح شفقت اور پیار دیا اور مجھ پر ان کا اس قدر اعتماد تھا کہ جامعہ کے معاملات میرے سپرد فرما دیئے حتیٰ کہ خارجی امور بھی فقیر کے سپرد فرما دیئے۔ مدرسہ سے تعلیمی فراغت کے بعد حافظ دلاور حسین کی فرمائش پر قبلہ مفتی صاحب نے فقیر کو بازار حکیماں کی ایک جامع مسجد میں امام و خطیب مقرر فرما دیا اور ساتھ حکم فرمایا کہ صبح کے وقت جامعہ میں خدمات سرانجام دیا کرو۔ بعد ازاں چھ ماہ بعد حکم فرمایا یا آپ مسجد والوں کو خیر آباد کہیں اور سارا وقت فقط جامعہ میں دیا کرو اور ۱۹۹۹ء سے بندۂ ناچیز کو جامعہ اسلامیہ لاہور کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

وفات سے قبل بیماری کے ایام میں کئی بار بعد از نماز صبح مجھے اور علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی کو بلوائے اور فرماتے رات کی طبیعت ناساز ہے، بے چینی ہے رات بھر نیند نہیں آتی۔ علامہ محمد فاروق قادری صاحب اور بھائی محمد عثمان اور بھائی محمد علی رات بھر جاگتے رہے ہیں اور میری خدمت کرتے رہے ہیں۔ اب آپ آ جائیں اور کچھ دیر میرے پاس بیٹھیں۔ چنانچہ میں حضرت کی خدمت میں لگ جاتا اور علامہ اللہ بخش تونسوی صاحب نئی کتب کا تذکرہ شروع فرما دیتے اور اسلاف کی کتب کی اشاعت سن کر خوش ہوتے اور تونسوی صاحب کو فرماتے یہ کتب حاصل کرلو اور اختر بھائی سے مل لو۔

قبلہ مفتی صاحب کے جملہ رفقاء بھی نہایت دیانتدار اور دیندار تھے اور میں خصوص مفکر و معلم علامہ خلیل الرحمن قادری حفظہ اللہ، محترم حاجی عبدالرشید فاروقی، محترم الحاج، محمد رمضان، محترم الحاج سہیل اقبال اور محترمہ الحاج ثاقب آفتاب یہ سب لوگ قدم قدم پر قبلہ مفتی صاحب کے ساتھ رہے اور قبلہ مفتی صاحب مجھے اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اختر بھائی آپ کو اس طرح کے اچھے لوگ نہیں ملیں گے۔

خصوصاً علامہ خلیل الرحمان قادری سے قبلہ مفتی صاحب کو بے پناہ محبت تھی۔ اگر وہ کسی دن جامعہ تشریف نہ لاتے تو مجھے فرماتے: فون کرو خیریت ہے آپ تشریف نہیں لائے۔ نیز ہر دینی و دنیاوی مسئلہ میں ان سے ضرور مشاورت فرماتے۔ فاروق بھائی اُردو بازار سے آج کوئی تیار ہو نے والی کتاب

سفرِ مدینہ کی صحیح نیت لینے چلے گئے تھے۔ ملک محبوب الرسول قادری سے بھی بے انتہا محبت اور شفقت تھیں۔ ملک صاحب کا اکثر پوچھتے میں عرض کرتا دورے پر ہیں فرماتے ملک صاحب کو فون کرو اور پوچھو کہاں جلوہ فرما ہیں۔ پھر ملک صاحب جہاں بھی ہوتے مفتی صاحب وہاں سے کوئی نہ کوئی کتاب منگواتے۔

قبلہ مفتی صاحب جب جامعہ تشریف لاتے تو فرماتے ملک صاحب تشریف لائے ہیں؟ میں عرض کرتا جی سر تشریف لائے ہیں۔ قبلہ مفتی صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی۔ فرماتے "اگر آرام فرما رہے ہیں تو نہ اُٹھانا اگر جاگ رہے ہوتو کہنا زیارت کروائیں۔" جب ملک صاحب دفتر میں داخل ہوتے تو مفتی صاحب فرماتے ملک صاحب ہیں؟ میں عرض کرتا جی سر مفتی صاحب فرماتے ماشاء اللہ ماشاء اللہ ملک صاحب تشریف لائے ہیں۔ جب ملک صاحب مصافحہ کرتے تو مفتی صاحب اپنے دونوں ہاتھوں کو چومتے پھر ان دونوں کے درمیان خوب گفتگو ہوتی۔ کبھی کبھار مفتی صاحب فرماتے کاغذ پنسل لاؤ تقاریظ، مضامین اور خطوط تحریر فرماتے۔

۱۶ مارچ بروز پیر فاروق بھائی جامعہ تشریف لائے اور مجھے کہا: قبلہ مفتی صاحب آپ کو بلوا رہے ہیں اور جامعہ کے جو بھی معاملات ہوتے تو فرماتے آپ علامہ خلیل الرحمٰن قادری سے مشاورت کریں۔ ایک مرتبہ خلیل صاحب کافی بیمار رہنے لگے اور فاروق ہسپتال داخل تھے تو قبلہ مفتی صاحب کافی پریشان ہو گئے تو فرمانے لگے مجھے اُن کے پاس لے چلو میں اور عمران بھائی دونوں نے قبلہ مفتی صاحب کو گاڑی میں بٹھایا اور فاروق ہسپتال چلے گئے۔ جب ہم خلیل صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے تو قبلہ مفتی صاحب خلیل صاحب کے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے اور بوسہ دیا۔ قبلہ مفتی صاحب کے بھی آنسو آ گئے اور خلیل صاحب کے بھی آنسو آ گئے۔ کافی دیر بیٹھے رہے اور دینی باتوں میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ خلیل صاحب کو تندرستی عطا فرمائے۔ آمین

میں حاضر ہوا فرمانے لگے میرے ساتھ میرے بستر کے اوپر بیٹھ جاؤ میں آہستہ آہستہ پاؤں دبانے لگا اور مجھے فرمانے لگے کہ میرے سینہ میں تکلیف ہو رہی ہے اور بار بار سینہ پر ہاتھ رکھتے۔ عثمان بھائی اور میں نے عرض کی آپ کو ہسپتال لے جاتے ہیں فرمانے لگے آپ ثاقب آفتاب صاحب اور ڈاکٹر فروہ صاحبہ سے رابطہ کریں۔ کل ہسپتال آئیں گے اور ثاقب صاحب نے کہا آپ لے آئیں اور ہم ان کو اپنے پاس خاص کمرے میں رکھیں گے اور خوب اچھی طرح علاج معالجہ کریں گے۔ قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم صبح ۹ بجے چلے جائیں گے۔ اس کے بعد مجھے فرماتے: مجھے سیرپ پلاؤ۔ وقفہ

وقفہ سے سیرپ پیتے رہتے۔ کبھی مسکراہٹ کرتے ہوئے سو جاتے اور کبھی بیٹھ جاتے اور آنکھوں سے آنسو آجاتے اس کے ساتھ تسبیح اور استغفار پڑھتے رہتے۔ عصر کی اذان ہوئی تو اذان کا جواب دیا، فرمانے لگے نماز ادا کرلیں، نماز ادا کی۔ پھر فرمانے لگے سیرپ ہے۔ میں نے عرض کی ختم ہو گیا ہے۔ میں قریبی میڈیکل سٹور سے لے آتا ہوں، فرمانے لگے آپ جاؤ سیرپ لے آؤ۔ میں سیرپ لے کر آ رہا تھا کہ عثمان بھائی کا فون آیا کہ مفتی صاحب کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی ہے۔ ہم ہمسائے کی گاڑی لے کر جناح ہسپتال جارہے ہیں۔ میں نے رکشا پکڑا جناح ہسپتال پہنچا عثمان اور علی بھائی رو رہے تھے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میرے حواس باختہ ہو گئے۔ پھر مجھے معلوم ہو گیا مفتی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ فاروق بھائی نے ہم سب کو دلاسہ دیا اور پھر ہم قبلہ مفتی صاحب کی میت کو ایمبولینس کے ذریعے گھر لے آئے۔

اللہ عزوجل آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کی جملہ دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کے صاحبزادگان کو اس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک مرتبہ جامعہ الخیر جوہر ٹاؤن لاہور میں علامہ مولانا حنیف جالندھری صدر وفاق المدارس نے تمام ممالک کا اجلاس بلایا اس میں ہندو بھی تھے عیسائی یعنی قبلہ مفتی صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ مولانا حنیف جالندھری نے استقبالیہ والوں کو فرمایا تھا کہ جب مفتی محمد خان قادری صاحب تشریف لائیں تو مجھے ضرور بتانا ہم پہنچے تو انہوں نے اوپر اطلاع کر دی مولانا صاحب خود نیچے آئے قبلہ مفتی صاحب کا استقبال کیا اور خود اوپر ہال میں لے گئے۔ صدارت والی کرسی پر بٹھایا۔ اور کہا یہ ہم سب سے زیادہ علمی شخصیت ہیں۔

ایک دن قبلہ مفتی موبائل پر فون آیا قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا۔ دیکھو فون کس کا ہے؟ تو میں نے اُٹھایا تو مولانا طارق جمیل صاحب کا فون تھا فرمانے لگے قبلہ مفتی صاحب سے بات کرنی ہے میں نے عرض کیا مولانا طارق جمیل صاحب بات کرنا چاہتے ہیں فرمانے لگے آپ نے کتاب فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر کی نے مجھے تحفہ کے طور پر پیش کی ہے۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں اور آپ کا بوسہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ۔۔۔۔۔ آپ دُعا فرمائیں پھر آپ کو جامعہ میں ۔۔۔۔۔۔۔ پھر آپ تشریف لائیں۔ ایک ماہ بعد پھر تقریباً چار بجے قبلہ مفتی صاحب کو مولانا طارق جمیل صاحب کا فون آیا بس میں آپ کے جامعہ کے قریب آ گیا ہوں بس دو منٹ عنایت فرمائیں۔ مجھے بلایا اور فرمایا مولانا طارق جمیل صاحب آ رہے ہیں۔ علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب کو اطلاع کر دیں۔ میں نے علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب کو فون

کر دیا۔ علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب بھی تشریف لے آئے مولانا صاحب بھی تشریف لے آئے قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا مولانا صاحب کو پہلے لائبریری کا وزٹ کراؤ۔ مولانا صاحب کو وزٹ کرایا پھر مفتی صاحب کے پاس تشریف لے آئے کافی دیر باتیں ہوتی رہیں پھر مولانا صاحب قبلہ مفتی صاحب کی کتابیں آ کر لیتے رہتے تھے۔

جب کبھی قبلہ مفتی صاحب کا کسی پروگرام اور میٹنگ میں خطاب ہوتا تو مجھ بندہ ناچیز کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کا شرف بخشتے۔ اس سفر کے دوران آپ کا مزاج دوستانہ ہوا کرتا تھا۔ ان کا مزاج ایسا احسن تھا کہ ایک مرتبہ کوٹلی (آزاد کشمیر) والے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا تھا اور اس حاضری میں لاہور کے دیگر جید علماء کرام جیسے قبلہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری بھی ہمراہ تھے اس حاضری کا پروگرام اس طرح تھا کہ پہلے سب جید علمائے کرام داتا گنج بخشؒ کے مزار پر اکٹھے ہو گئے اور وہاں پر ایک بڑی گاڑی کا بھی اہتمام تھا۔ جس میں تمام علماء کرام نے بیٹھ کر کوٹلی (آزاد کشمیر) حاضری کے لیے جانا تھا۔ جب بندہ ناچیز اور قبلہ مفتی صاحب داتا حضور پہنچے تو وہاں پر گاڑی کا اہتمام تھا تو جب ہم گاڑی میں سوار ہوئے قبلہ مفتی صاحب نے مجھ بندہ ناچیز کو اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا۔ تو کچھ علماء کرام نے کہا قبلہ اس بچے کو پیچھے والی سیٹ پر بھیج دیں۔ وہاں ہمارے بھی شاگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ جائے گا تو قبلہ مفتی صاحب کی فراخ دلی اور حسن اخلاق ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے ان علماء سے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ میرے ساتھ ہی بیٹھے گا اور جب کبھی کوئی حکومتی سطح پر پروگرام یا میٹنگ ہوتی جیسے پی سی ہوٹل یا اواری ہوٹل یا الحمرا ہال میں ہوتا تو مفتی صاحب بندہ ناچیز کو بھی اپنے ہمراہ لے جاتے۔ وہاں پر کھانے کا اہتمام بھی ہوتا تو مفتی صاحب کھانا تناول نہیں فرماتے۔ تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے کہ اس کھانے میں ہمارا کافی وقت ضائع ہو جائیگا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنا یہ وقت کتابوں کے مطالعہ میں صرف کریں۔

زندگی کے آخری ایام میں اگر آپ سے کسی خطاب یا میٹنگ کا وقت مانگا جاتا تو آپ اس میں خود نہ جاتے بلکہ اپنے رفیق ملک محبوب الرسول قادری کو بھیج دیا کرتے تھے۔ اگر کسی جگہ پر آپ نے کسی میٹنگ میں جانا ہوتا تو وہ اپنے احسن رفیق علامہ خلیل الرحمن صاحب کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اللہ عزوجل قبلہ مفتی صاحب کی کوشش اور کاوش قبول و منظور فرمائے اور ہمیں ان کے فیض سے صحیح معنوں میں مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محقق العصر۔۔ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر: محمد حمزہ شعیب☆

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں　　مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

جامعہ اسلامیہ لاہور سے کورس کی تکمیل کے بعد ایک دن سند فراغت پر دستخط کروانے کی غرض سے قبلہ مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے دستخط فرمائے اور ساتھ ہی فرمانے لگے: اس کاغذ کی سند کا کیا کرو گے؟

عرض کی: اگلے کورس میں داخلے کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

پہلے تو اس پر مسکرانے لگے۔

لب دریا شب ماہتاب میں جب پھول کھلتے ہیں　　مجھے بے ساختہ تیرا مسکرانا یاد آتا ہے

پھر فرمایا: "اس سند کے محتاج رہنے سے اچھا نہیں کہ خود سند بنو۔ ایسے بن جاؤ کہ آپ کا نام ہی سند ہو، آپ کو کسی اور سند کی ضرورت ہی نہ ہو۔"

دہقانی ماحول سے اُٹھ کر دینی و ملی شعور کی بیداری کا بیڑا اُٹھانا شوریدہ سروں کا خاصہ ہے۔ انہی شوریدہ سروں کی فہرست میں محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام حرف جلی میں نظر آتا ہے۔

قبلہ محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی ستائش میں زبان کھولنا در پردہ اپنی مدح و ستائش کرنا ہے، درحقیقت یہ اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ میں بھی صاحب بصیرت اور جوہر شناس ہوں۔ اتنی بڑی شخصیت کا شاگرد ہونا کم فخر کی بات تو نہیں۔ مجھ جیسا کم علم اس اہل تو نہیں کہ قبلہ محقق العصر کی زندگی کے بارے میں کچھ لکھے لیکن فقط ان کی یاد میں چند حقیقت پر مبنی الفاظ سپرد قلم کر کے اپنی شکر گذاری کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

؎

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے　　تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک انجمن تھے۔ ۔۔۔۔۔تھے!! دل کا کیا جائے صاحب!! تھے لکھنے پر آمادہ نہیں ہو پا رہا۔ یقین نہیں آتا کہ بالآخر ایک

☆ خادم و تلمیذ محقق العصر

طویل عرصے تک علمی دنیا کو اپنے قلم سے اسیر رکھنے والا اور اگلوں کو پچھلوں کی داستاں سنانے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ یقین کیجیے کہ پہلے "ہیں" لکھا، پھر لرزتے ہاتھوں کاٹ کر تھے کرنا پڑا۔

آپ نے زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین کے لیے وقف کر رکھا تھا اور ہر سطح پر دین اسلام کی مدافعت کا حق ادا کیا۔ آپ نے راہبانہ زندگی نہیں گزاری بلکہ میدان عمل میں کسی بہادر شہسوار کی طرح اترے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائل کی دنیا کا بھی بادشاہ بنایا تھا۔ آپ گرم مباحث پر دلائل کی برف اس حسن خوبی سے رکھتے ہیں کہ مخالف بھی قائل ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اساتذہ پر تو فخر ہر کوئی کرتا ہے لیکن کبھی وقت یوں بھی کروٹ لیتا ہے کہ شاگرد استاد کے ماتھے کا جھومر بن جاتا ہے اور استاد اس کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتا ہے۔ آپ بھی انہی مبارک ہستیوں میں سے تھے۔

خود کنواں چل کر کرے تشنہ دہانوں کو غریق ایسا ممکن ہے میری جاں ،یہ ہو سکتا ہے

آپ کے استاد گرامی علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک خط میں آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے آپ کو بسط زمان کی کرامت عطا فرمائی ہے کہ بہت سے کام کرنے کے باوجود لکھنے کے لیے نہ صرف وقت نکال لیتے ہیں بلکہ لکھ لکھ کر انبار لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت، وقت اور قلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ اس سے پہلے آپ کا ایک تحفہ موصول ہوا جسے دیکھ کر ایک مصرع ذہن میں آیا:

ذکر اس پری کاوش کا اور بیاں اپنا

یعنی ذکر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا اور بیان کرنے والے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ۔ زبان قلم سے شکریہ! ایک رسمی سی بات ہے۔"

قبلہ محقق العصر خوش اخلاق، خوش گفتار، ملنسار اور نہایت ہی معتدل طبیعت کے مالک تھے۔ نہ تصنع نہ بناوٹ، نہ طرز نہ ترنم۔ دراصل جن کے سینے رازوں سے پر ہوں انہیں پردہ کشائی کے لیے کسی ملمع سازی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ آپ کی شخصیت تواضع، عاجزی اور انکساری کا پیکر تھی۔ آپ نمود ونمائش، حرص، اور طمع سے کوسوں دور، سادہ طبیعت کے انسان تھے جنہوں نے ہمیشہ خدمت دین کو ہی اپنا شعار بنائے رکھا۔

آپ کی ذات صفات عالیہ سے مزین اور اخلاق رذیلہ سے مبرا تھی۔ آپ کے اخلاق و عادات اور کرم فرمائیوں کا تذکرہ کم از کم راقم تو الفاظ میں کرنے سے قاصر ہے۔ صفاتِ عظمیٰ میں خشیت

الٰہی اور عشق رسول ﷺ نمایاں اور چمکتی دمکتی نظر آتی ہیں۔ عشق الٰہی آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔

کعبہ نہیں کہ ساری خدائی کو دخل ہو	دل میں سوائے یار کے کسی کا گذر نہیں

آپ جرأت مند، نڈر اور بے باک عالم دین تھے، اس کا ثبوت آپ کی تحاریر اور آپ کے عملی اقدام ہیں۔ آپ نے جب کبھی اور جہاں کہیں برائی کو دیکھا یا جس بات کو حق سمجھا اسے بانگِ دھل کہہ دیا اور اس پر ڈٹ گئے۔ پھر نہ تو کسی قسم کی دھمکی سے آپ کے مؤقف میں لچک پیدا ہوئی اور نہ ہی کسی عملی اقدام سے۔

تربیت کا اتنا دل نشیں انداز کسی اور میں دیکھا نہ سنا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے: "بیٹا! اگر آپ کی دکان کا سودا صحیح ہے تو کوئی فکر نہیں، فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ کہو جا، بازار سے چکر لگا کے آ۔"

جو بہار ملتی تو پوچھتا کہ کہاں وہ کیف نظر گیا	وہ صبا کی شوخیاں کیا ہوئیں، وہ چمن کا حسن کدھر گیا

اتحاد امت بھی آپ کی کتاب زیست کا ایک اہم باب ہے۔ آپ چھوٹے چھوٹے دائروں سے نکل کر ایک بڑے دائرہ اسلام کے فروغ کے خواہاں تھے یہی وجہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ لاہور کی فضاء گھٹن اور حبس سے ماوراء ہے۔ آپ نے کبھی اپنی رائے تھوپنے کی کوشش نہیں کی۔ آج بھی میرے کانوں میں مفتی صاحب کی آواز گونجتی ہے جب وہ مضبوط دلیل کے ساتھ صائب رائے دینے کے بعد بھی ہر خاص وعام کو فرماتے: "سوچ لو، غور کر لو۔" ایک دفعہ مفتی صاحب فرمانے لگے: سد الذرائع کا تو بہت سوچتے ہیں کاش کے لوگ فتح الذرائع کے بارے میں بھی غور کریں۔

کئی آندھیاں آئیں جنہوں نے آپ کو مٹانا چاہا، کئی فتنوں نے آپ کو دبانا چاہا، کئی حکومتوں نے آپ کو جھکانا چاہا لیکن آپ نہ مٹے، نہ دبے اور نہ ہی جھکے۔ یہ کیوں نہ ہوتا۔۔۔ ہم نے ماضی سے یہی سیکھا ہے کہ حق نے شکست سیکھی ہی نہیں بلکہ وہ تو آگ میں مسکراتا ہے، خاکستر کے ڈھیر سے بھی انا الحق کی صدا لگاتا ہے، تخت و تاج پر تھوکتا ہے، تپتی ریت پر گھسٹ کر بھی حسن محبوب کے گیت الاپتا ہے، جلتے خیموں میں اس کے سامنے محبوب پیکروں کے چیتھڑے ادھڑ جاتے ہیں لیکن وہ انا ابن علی کے نعرے سے ہنگامہ محشر کا شرارہ بن جاتا ہے۔

زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت جب دنیا سے اُٹھتی ہے تو اس کا متبادل تلاش کرنے

کے لیے انسانیت کو صدیوں کی مسافت طے کرنا پڑتی ہے۔آپ ان شخصیات میں سے ایک تھے جن پر ملک وملت کو فخر ہوتا ہے اور جو اپنی حیات مستعاریہ کا ایک ایک لمحہ اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف کرتے ہیں، جن کو قومیں اپنا سرمایہ افتخار سمجھتی ہیں اور جن کے زریں، تابندہ و درخشاں کارنامے مرورِ ایام کے ساتھ اور روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ ؎

موت نے ان کو عطا کی ہے حیات جاوداں

عرصہ ہوا حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم پڑھی تھی۔ مفتی صاحب کا انتقال ہوا تو وہ نظم بے ساختہ یاد آئی اور میری آنکھوں میں نہ جانے کہاں سے ہیرے، جواہر، موتی ٹپک کر ان کی یادوں پر نثار ہو گئے۔

اسی کے اختصار کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا — وفا کی سسکیاں، قسمت کا رونا، موت کا ہنسنا
فقط اک "سر پھرا" ملاح، طوفانوں سے لڑتا تھا — ہوا کے، آب کے جنوں سے، طوفانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے — یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے
یہ سب تھے عقل وجرات میں ارسطو اور اسکندر — مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
مگر وہ "سر پھرا" ملاح تنہا تھا، اکیلا تھا — اِدھر موجوں کی شدت تھی، ادھر پانی کا ریلا تھا
وہ چلاتا تھا، اٹھو بھائیو، آؤ، ادھر آؤ — ذرا ہمت دکھاؤ، دست و بازو کام میں لاؤ
وہ چلایا، وہ چیخا، منتیں کیں، آہ زاری کی — مگر بے سود تھا سب کچھ، کسی نے بھی نہ یاری کی
بلاتا تھا وہ نامِ غیرتِ اسلام لے لے کر — جھڑک دیتے تھے لیکن سب اسے دشنام دے کر
وہ اپنی جان پر سہتا رہا، سہتا رہا تنہا — اُٹھو! ہمت کرو! کہتا رہا، کہتا رہا تنہا!!
شکستہ ناؤ کا ملاح بے دم ہو گیا آخر — بڑھا کر حوصلہ تن میں، لہو کم ہو گیا آخر
تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ، آہستہ — لگا جھکنے وہ سرفرازِ سر آہستہ، آہستہ
وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا — نہ فرعونوں سے جھکتا تھا، نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے — وہ سر اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے ردائے اَبر میں سے اَبر نے جھانکا — کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اس مردِ مسلماں کا
شکستہ ناؤ میں، طوفان کی اس چیرہ دستی میں — وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں
خدا کی راہ میں خلقِ خدا کا راہنما بن کر — خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر

عالم ربانی مردِ قلندر

تحریر: محمد نعیم جاوید نوری

الحمدللہ، زہے نصیب، ہم نے ایسا بلند کردار، عالی وقار، صابروشاکر، قلندر مزاج، عالم ربانی کا دور پایا اور زیارت کی۔ ان کی مجالس، سفروحضر کی سنگتوں، صبح وشام کی صحبتوں سے فیض پایا۔ صد شکر منٹوں، گھنٹوں، ہفتوں، دنوں، مہینوں نہیں کئی سال ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف ملا۔

حضرت فقیہ اعظم محدث بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھا اور انہیں دیکھا نہ ہوتا تو علم وعمل، فکرونظر، تحقیق وجستجو، اخلاص وللّٰہیت، فکرونظر کی ندرت وطہارت اور علوم دینیہ کی مہارت کو ہم تاریخ کی کتب کے قصے اور الف لیلوی داستانیں ہی سمجھتے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مومن جو بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں میں شامل ہوتا ہے اس کا رنج، خوشی، غصہ، پیار، دوستی، دشمنی، یگانگت، بیگانگی، اپنائیت، لینا، دینا، مسکرانا، تبسم، آنسو، سوچ، فکر، خیال، اولاد، علم، عمل، مال، درد وآہ سوز، گداز، گریہ، راحت، کلفت، اوڑھنا، بچھونا، جینا، مرنا، لکھنا، پڑھنا، اُٹھنا، بیٹھنا، خاموشی، بولنا سب کچھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور مخلوق خدا کی فلاح کے لئے ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وعظ آپ کا پیشہ نہیں اصلاح کا تیشہ تھا، آپ کی گفتگو فرقہ وارانہ نہیں بلکہ محبوبانہ رنگ سے لبریز مکمل مصلحانہ تھی ان کے جملے منہ سے نکل کر ہوا میں تحلیل نہیں ہوتے تھے بلکہ پرتاثیر تیر بن کر سامعین کے قلوب میں ترازو ہو جاتے تھے۔ ان کا خطاب دھواں دھار تو نہیں البتہ باوقار ضرور ہوتا تھا۔ ہر بات زبان کی احتیاط اور دل کی پاکیزگی سے کہتے، جس نے اس مردِ قلندر، سلطنت علم وتحقیق کے سکندر، مصلح العصر، وطن عزیز کے مایہ ناز مصنف کتب کثیرہ، نامور مترجم، برصغیر کے پہلے مترجم تفسیر کبیر، واقعی حقیقی محقق العصر کو دیکھا یا ان کی زیارت ملاقات کا شرف پایا ہوگا وہ ضرور جانتا اور مانتا بھی ہے کہ ادارہ منہاج القرآن کی اوّلین اُڑان، جامع مسجد شادمان کی پہچان، شہر لاہور کے صاحبانِ علم وفضل کی آن جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پرنور اور ہمہ جہت شخصیت کا مبارک نقشہ دل ودماغ میں آ گیا ہوگا۔

علما مغرور نہیں غیور ضرور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نے شاہانِ وقت اوران کے نمائندوں کو ان کے سادہ سے دفتر اوران کی علمی مسند کا متعدد بار طواف کرتے دیکھا مگر ساری زندگی آپ کو کسی قصر مرمر کی طرف نگاہ اُٹھاتے نہیں دیکھا۔

تعلیم، تدریس، تبلیغی خدمات اور دینی جدوجہد کے لئے خلوص کے ساتھ ساتھ علم وعمل اور وسعت نظر کا ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ حضرت محقق العصر دینی راہوں کے ایسے مخلص باوقار مسافر تھے بے وقعت نذرات وفتوح سے بالکل بے نیاز، ہٹو بچو جیسے پروٹوکول کے تکلفات سے کوسوں دور، دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ آپ کی عبقری شخصیت کی ساری شان وشوکت آپ کی محنت اور علم وتقویٰ تھا۔

جب جعلی پیروں، وعظ ونعت فروشوں نے محافل میلا دونعت کے مقدس اسٹیجوں پہ مال وزر کی چھنکار سے بہرے کانوں اور چندھائی آنکھوں والے نقیبان محافل کی طرف سے کئ قبضہ گروپوں کے سرغنوں کو عشاق رسول کی اسناد تھوک کے حساب سے سرعام بانٹنے کا مکروہ دھندہ شروع کیا تو اس گروہ ایمان فروشاں کے خلاف اس وقت سب سے پہلے جس مرد قلندر نے کلمہ حق پوری شدومد کے ساتھ بلند کیا وہ آپ ہی کی ذات گرامی تھی۔

"مال وزر کے نشے میں دھت ان قارونی مزاج لشکر فرعوناں" کے سامنے کلمہ حق کہنا اتنا آسان تو نہ تھا۔ ہم جیسے کتنے ہی ہماتڑ اور عامیوں کی تو اب بھی ان پیٹ پرستوں کا رستہ روکتے ٹانگیں کانپتی ہیں اور کتنے ہی نامور مفتی اور عالم بھی (الا ماشاء اللہ) ان فنکاروں کی کان فنکاری کا خودنمک بن گئے ہیں۔ کیونکہ بہت سوں کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ عزت، شہرت اور رزق شائد اس "اسٹیجی فنکاری" کے بغیر شائد نہ ملے۔

ایک عالم ربانی بازار دنیا سے تو گزرتا ہے مگر خواہشات کے ساماں کا خریدار نہیں بنتا۔ استاذ گرامی "حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی شہر لاہور کے متمول، پوش اور ایلیٹ کلاس والے علاقے میں رہے مگر کسی کی بڑی گاڑی، کوٹھی اور بنگلہ دیکھ کر کبھی اُن کے منہ سے پانی آیا اور نہ ہی کسی وڈیرے سے مرعوب ہوئے۔ دیکھنے والوں نے نظارہ کیا ہے کہ آپ کی زندگی فقیری میں امیری کا حسین امتزاج تھی۔

ایک عالم ربانی کے لئے علم سے زیادہ فکر کا اعلی، سوچ کا نرالا اوراس کی بصیرت کا گہرا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے کیا مثبت، پاکیزہ اور صابروشاکر سوچ پائی تھی، ساری زندگی لاہور کے پوش علاقے میں گزاری مگران کا قدم جب بھی اُٹھا اللہ کے گھر کی طرف ہی اُٹھا۔ کوٹھیوں،

لگژری گاڑیوں، بنگلوں، بڑے محل، بڑے عالی شان دفاتر والے یہ تمنا ہی کرتے رہے کہ کبھی یہ عالم ربانی ہمارے پاس بھی اپنی کسی ضرورت کے لئے چل کے آئے۔ مگرندارد:

خاکسار نے آپ کو کئی بار نمناک آنکھوں سے ان الفاظ کے ساتھ شکر کرتے بھی دیکھا کہ یااللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے غریب گھرانے میں پیدا کیا۔ کئی بار فرماتے نوری میری غربت میرے کام آ گئی۔ امیر گھرانے میں پیدا ہوتے تو کس نے ہمیں مدرسے میں داخل کروانا تھا۔ کیسے علمائے حقہ سے اکتساب فیض کا موقع ملنا تھا۔ سو ہماری غربت ہمارے کام آ گئی۔ غربت کی وجہ سے دولت علم ودین نصیب ہوئی۔

قلم وقرطاس اور کتب سے تو آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ فرمایا کرتے تھے یہ کتب کا عشق بھی بڑا عجیب ہے۔ اس شوق کو پالنے کے لیے عمر نوح، صبر ایوب اور خزانہ قارون چاہیئے۔

اگرچہ آپ کی حیات وخدمات پہ اب تک وطن عزیز کی متعدد بڑی یونیورسٹیوں میں کئی پی ایچ ڈی، ایم فل، شہادہ العالیہ کے طلبا وطالبات نے مقالہ جات لکھے ہیں۔ مگر آپ کی زندگی بھر کے تجربات، گہری بصیرت، عمیق بصارت مختلف عنوانات پہ سالہا سال کے غور وفکر کے نتیجے میں بولے گئے کئی ایسے جملے ہیں جن میں سے آپ کے ایک ایک جملے پہ کئی پی ایچ ڈیز ہو سکتی ہیں۔





زیر اہتمام ارسیکا

ترکی کے عالمی مقابلہ خطاطی ۲۰۰۷ء میں انعام یافتہ فن پارہ

خطاط احمد علی بُھٹّہ

آف پاکستان

زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی
آہ! علم و عمل کا ایک اور چراغ گل ہو گیا

باب 10

مکاتیب

مکتوب نگاری کی عمدہ مثالیں حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ
کی مختلف حوالوں سے خطوط نگاری کے نمونے

سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

یادداشت بر سانحہ/ چوری نعلین مبارک

مفتی محمد خان قادری

جناب گورنر پنجاب

گورنر ہاؤس لاہور

ہم آپ کی توجہ نبی مکرمی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نعلین مبارک کی چوری کے دلخراش واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ ہر چند نعلین مبارک اور حضور ﷺ کے دیگر تبرکات و آثار کی دیکھ بھال اور حفاظت حکومت کی اہم ترین ذمہ داری اور دینی و ملی فریضہ ہے کیونکہ رحمۃ العالمین ﷺ کے تبرکات و آثار ملک وقوم کے لئے باعث برکت اور باعث رحمت ہیں۔ نبی رحمت ﷺ کے تبرکات و آثار کی دیکھ بھال اور حفاظت میں غفلت اور کوتاہی اور ان کی چوری دراصل توہین رسالت کے مترادف ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت اور آپ کے ناموس کی حفاظت کسی بھی مسلمان کے لئے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اس بات پر متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ شاہد و عادل ہیں۔

بقول مولانا ظفر علی خان:

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی — مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر — خدا شاہد ہے میرا کامل ایمان ہو نہیں سکتا

نعلین مبارک کی چوری کے سانحہ کو اڑھائی ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اب تک نہ تو نعلین مبارک کی بازیابی ممکن ہوئی اور نہ ہی ان کی حفاظت میں کوتاہی اور غفلت کے مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دی گئی۔

جناب والا اس سانحہ کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ یہ کہ کیا بادشاہ مسجد میں موجود آنحضور ﷺ کے تبرکات و آثار کی موثر اور مناسب حفاظت کے لیے کیے گئے محکمانہ اقدامات کافی تھے؟ اگر نہیں تو اس مجرمانہ غفلت کا ذمہ دار محکمانہ طور پر کون ہے؟

۲۔ یہ کہ کیا نعلین مبارک کی چوری اور توہین رسالت کے مرتکب مجرموں کی عدم گرفتاری اور نعلین

مبارک کی اب تک بازیابی میں ناکامی پر پولیس حکام کے خلاف حکومت کی جانب سے کوئی ایکشن لیا گیا ہے یا نہیں؟

بدقسمتی سے مذکورہ ہر دو استفسارات کا جواب نفی میں ہے۔ ایسا حکومتی رویہ نہ صرف اس سانحہ سے عدم دلچسپی کا مظہر ہے بلکہ قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے جو کہ بذات خود مجرمانہ غفلت اور اہانت رسالت مآب ﷺ کا باعث بن رہا ہے۔ اس سے قبل کہ قانون قدرت حرکت میں آئے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ناموس کی حفاظت میں غفلت اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرنے والوں کی گرفت کرے، ہم اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے آپ کو آپ کی ذمہ داری کا احساس دلانا چاہتے ہیں تاکہ ہم بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہوسکیں اور حکمرانوں کی کوتاہیوں اور مجرمانہ غفلت کے باعث قہر خداوندی سے بچنے کی خاطر قوم کے لیے خداوند قدوس سے معافی اور اس کی رحمت کے طلب گار ہوسکیں۔

اب تک محکمانہ طور پر اوقاف کے نچلے درجہ کے ملازمین کو برطرف کر کے اشک شوئی کی جو ناکام کوشش اور سازش کی گئی ہے وہ دراصل محکمانہ طور پر مجرمانہ غفلت کے مرتکب افراد کو بچانے کی خاطر آنحضور ﷺ کے جانثاروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

صوبہ پنجاب کے اعلیٰ انتظامی سربراہ کی حیثیت سے آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ﷺ کے تبرکات و آثار اور نعلین پاک کے لیے انتہائی موثر حفاظتی اقدامات نہ کرنے کے ذمہ دار محکمانہ حکام کے خلاف فوری ایکشن لیں اور انہیں مثالی سزا دیں جو کہ آئندہ کے لیے باعث عبرت ہو۔ اسی طرح اب تک چور کی عدم گرفتاری اور نعلین مبارک کی بازیابی میں ناکامی پر آئی جی پنجاب کو برطرف کر کے جذبۂ ایمانی اور عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشار پولیس افسر کو یہ ذمہ داری سونپیں اور چور کی گرفتاری اور نعلین پاک کی بازیابی کے لیے "ٹارگٹ ٹائم" مقرر کریں۔

(مفتی) محمد خان قادری

صدر وار اکین تحفظ ناموس رسالت محاذ

(ماہنامہ سُوئے حجاز، اگست ۲۰۰۶)

نامور صحافی ارشاد احمد حقانی کے نام امیر کاروانِ اسلام کا اہم مکتوب

معاشرتی اصلاح کے لئے چند اہم تجاویز

مفتی محمد خان قادری

السلام علیکم!

آپ کا کالم اکثر پڑھتا ہوں۔ ملک وقوم اور دین وملت کے لئے مجموعی طور پر آپ کی آراء قابل قدر ہوتی ہیں۔ بعض کے ساتھ اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ پچھلے دنوں موجودہ حالات میں نواز شریف اور بے نظیر کو شامل کر کے آزادانہ، منصفانہ الیکشن کا جو آپ نے مشورہ دیا اس پر تمام طبقات کو ضرور غور کرنا چاہیے۔ سفر ملتان کی چوتھی قسط بعنوان "عالم اسلام کی حالت پر ایک نظر" میں آپ نے جو چار حقائق ذکر کئے ہیں ان تمام خصوصاً نمبر ۳ سے کلیۃً اتفاق ہے آپ کے ان الفاظ میں محض امت کی زبوں حالی کے اسباب ہی بیان نہیں ہوئے بلکہ اس کا حل بھی موجود ہے۔

"بہت سی تحریکیں ایک خاص قسم کی ظاہر پرستی اور بنیادی پرستی کا شکار ہیں اور اسلام کی چند اخلاقی تعلیمات اور بعض مزعومہ اسلامی تعلیمات پر ہی سارا زور دیتی ہیں ان میں سے بہت سی تنظیمیں اور تحریکیں بالواسطہ یا بلاواسطہ عالمی سامراج کے زیر اثر ہیں اور دانستہ یا غیر دانستہ ایسے مقاصد کی خدمت کر رہی ہیں جو عین ممکن ہے اسلام کے کھلے دشمنوں نے طے کئے ہوں۔ میں اس بارے میں ایک گہری امریکی صیہونی سازش کی موجودگی کا قائل ہوں۔ مسلمانوں میں ایک خاص قسم کی مذہبیت اور رغبت کا فروغ ان کے مفاد میں ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کو عادلانہ انقلابی اسلام، سامراج دشمن اسلام سے غافل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔"

اسے کھلے الفاظ میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا ادھورا شعور ہونے کی وجہ سے ہم رہبانیت کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں جسے اسلام نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا، لیکن معاملہ یہ ہے کہ اس مذہبی سوچ (جو کثیر افراد کی بن چکی ہے) میں تبدیلی کیسے کی جا سکتی ہے؟

بندہ کے ذہن میں چند تجاویز ہیں ممکن ہے ان پر عمل سے اُمت کی کشتی بھنور سے نکل جائے۔

1۔ جس طرح تدریجاً حضور ﷺ نے معاشرے کو تبدیل کرنے کے لئے جدوجہد فرمائی

اس نہج کو اختیار کیا جائے۔ اگر اس حوالے سے آپ ﷺ کی سیرت و زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے انسانی اقدار کو بحال کیا۔ نماز، روزہ، حج اور دیگر اہم عبادات کے نزول سے پہلے ہی آپ ﷺ کے اندر یہ صفات کامل درجہ پر تھیں اور انہی پر آپ ﷺ نے معاشرہ استوار فرمایا۔

۱۔ سچائی، ۲۔ انسانیت کو جوڑنا اور امن کی کوشش کرنا، ۳۔ لوگوں کے بوجھ بانٹنا، ۴۔ معاشرے کے پسماندہ لوگوں کی مدد کرنا، ۵۔ ہر شعبہ زندگی میں امانت و دیانتداری ۶۔ مہمان نوازی، ۷۔ حق کا ساتھ دینا۔ اور یہی صفات اس وقت کے ایک غیر مسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہیں۔ (صحیح بخاری)

2۔ تحریر و تقریر میں عبادات اور نیکی کا قرآنی تصور واضح کیا جائے کہ محض چند رسومات بجا لانے کا نام ہی نیکی نہیں بلکہ حسن نیت و اخلاص سے کیا ہوا ہر عمل نیکی ہوتا ہے۔ مثلاً نماز اہم عمل ہے لیکن بعض اوقات اس سے بھی بڑھ کر عمل ہو سکتا ہے۔ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے افضل ہے؟ عرض کیا ضرور بتایئے فرمایا دو ناراض آدمیوں کے درمیان صلح کروانا اور فرمایا جو لوگوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرتا ہے اس کا تعلق اسلام سے اس طرح ٹوٹ جاتا ہے جیسے استرہ کے ساتھ سر کے بال مونڈھ دیئے جائیں۔ محدثین کرام نے اس کے تحت لکھا ہے یہاں ان تینوں سے نفلی نہیں بلکہ فرض نماز، روزہ اور صدقہ مراد ہے۔ کیونکہ فساد سے قتل تک نوبت چلی جاتی ہے تو انسانی احترام کا قائم رکھنا ان فرائض سے زیادہ اہم ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ۸: ۷۷۰)

ممکن ہے آج تہجد ادا کرنے والا بھی لوگوں میں انتشار پیدا کر رہا ہو اور اسلام نے امن و پیار کو جو درجہ دیا ہے اس سے آگاہ ہی نہ ہو۔

3۔ ہر آدمی پر یہ واضح کیا جائے کہ آپ جس شعبہ میں کام کر رہے ہیں اسے عبادت سمجھ کر کریں اور یہی اس کا فریضہ ہے۔ مثلاً ایک بچہ تعلیم حاصل کر رہا ہے تو اس کا سب سے بڑا فریضہ حصول تعلیم ہے۔ جب تک وہ تعلیمی منزل حاصل نہیں کر پاتا اسے کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں ہونا چاہیے۔ الغرض ہر آدمی اپنے شعبہ زندگی میں رہ کر ملک و قوم کی عظیم خدمت کرے۔ تاجر تجارت

میں ترقی، کھلاڑی اپنے کھیل میں محنت کر کے ملک وقوم کو عزت دے۔ سیاستدان ملک وقوم کے لئے اعلیٰ تدابیر کو سامنے لائیں۔ اہل علم وفضل افراد ملت کی صحیح رہنمائی کریں وغیرہ۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول گرامی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس دن مسلمان تجارت میں پیچھے رہ جائیں گے اس دن ان کی شکست کا پہلا دن ہوگا۔ آج باقی تو کجا مذہبی طبقہ یہ مطالبہ کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ فلاں کا دن منانے کے لیے چھٹی کی جائے لہٰذا پوری قوم سے گذارش کی جائے کہ ہر صبح وہ اپنے اپنے کام پر عبادت سمجھ کر جائیں اور اس میں محنت کر کے ملک وقوم کو آگے لے جائیں۔ بلکہ ساتھ یہ بھی تلقین کر دی جائے کہ کوئی دوسرے شعبے میں مداخلت نہ کرے۔ مثلاً علماء دین وعظ وتبلیغ کریں اپریشن نہ کریں اسی طرح ڈاکٹر صاحبان اپریشن کریں وعظ وتبلیغ میں مداخلت نہ کریں ورنہ ......نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاں خطرۂ ایمان......کا سماں ومنظر تو ہمارے سامنے ہے۔

4۔ دنیا کی تعریف وپہچان واضح کی جائے کہ جو اللہ تعالیٰ سے دور کر دے وہ دنیا ہے خواہ وہ غربت ہی ہو ورنہ دنیا کا حصول آخرت کے منافی نہیں مثلاً مال و دولت کو قرآن نے خیر وفضل کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس آدمی پر رشک کا حکم دیا جو مال دار ہو اور اپنا مال مخلوق خدا پر خرچ کرے۔

یہاں رب العزت کا ایک ارشاد گرامی ملاحظہ ہو جس نے مسئلہ ہی حل کر دیا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۳۲)

اے حبیب ﷺ! فرما دو کس نے حرام کیں اللہ کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں اور پاک رزق۔ اے نبی (ﷺ) فرما دو یہ تو ایمان والوں کے لئے ہیں دنیا میں اور قیامت میں خاص انہی کی ہیں۔ ہم یوں ہی آیات مفصل بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے۔

اگر اس کے بعد بھی کوئی کہتا ہے کہ مسلمان دنیا میں مار کھانے کے لئے آئے ہیں تو اس کی اپنی جہالت ہے، اسلام تو اس اخروی جنت سے پہلے اس دنیا کو جنت بنانے کا حکم دیتا ہے۔

5۔ ان امور پر زور دیا جائے جنہیں اسلام نے لازم اور اہم قرار دیا ہے۔ آج تمام توجہ

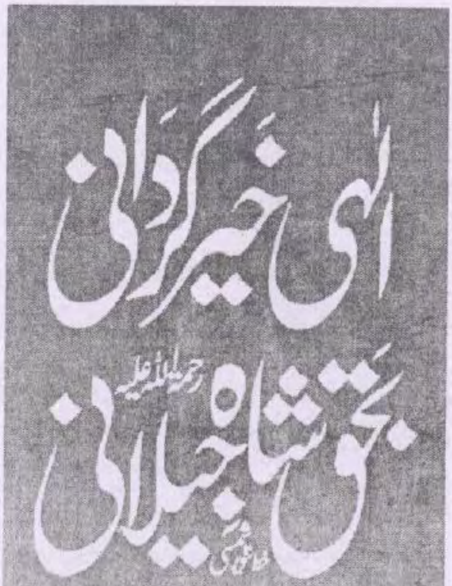
مستحب اور افضل امور کی طرف ہو چکی ہے کاش جس قدر زور لباس کے رنگ پر ہے اس سے کہیں بڑھ کر انسانی احترام اور خدمت خلق پر دیا جاتا تو آج حالات یہ نہ ہوتے۔

6۔ مذہبی جماعتوں کے سربراہوں، واعظین وخطباء سے باقاعدہ نشستیں کی جائیں تاکہ ان کی توجہ درپیش مسائل کی طرف مبذول ہو جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل جل کر مثبت ذہن کے ساتھ ملک قوم وملت کی خدمت کی توفیق وافر نصیب فرمائے۔

نوٹ: آخری مشورہ اگر قبول ہو تو پہلی نشست بندہ کے ہاں جامعہ اسلامیہ لاہور میں کی جا سکتی ہے۔

(مفتی) محمد خان قادری
205۔جامع رحمانیہ شادمان لاہور
فون:7580004 جامعہ:5300353-4

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، اپریل ۲۰۰۴ء)



نامور دیو بندی عالم

مولانا ابوزاہد سرفراز گکھڑوی کے نام اہم مکتوب

مفتی محمد خان قادری

"الحمدللہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اعمال امت سے آگاہی کے سبب قیامت کے روز امت کے حق میں گواہی دیں گے۔ بعض لوگوں نے اس عقیدے سے اختلاف کیا ان میں سے ایک گوجرانوالہ کے دیوبندی عالم مولانا محمد سرفراز گکھڑوی بھی ہیں۔ محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے انہیں ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کا جواب ان کے بیٹے حافظ عبدالقدوس قارن نے اپنے رسالہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ باب ماہ جولائی ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ جس کا جواب انہیں ارسال کر دیا گیا ہے، تاہم اب کی بار ہم حضرت مفتی صاحب کا مکتوب گرامی ماہنامہ سوئے حجاز میں شائع کر رہے ہیں۔ آئندہ ماہ قارئین کرام اس کا جواب اور ہمارا مؤقف ملاحظہ فرمائیں گے...... (ادارہ)

محترم مولانا ابوزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

سلام مسنون!

اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر کو ابلاغ دین کا ذریعہ بنایا ہے سو اسی نظریے سے لکھنا پڑھنا ہم نے اپنا معمول بنا لیا ہے آپ کی متعدد تحریروں سے پیدا ہونے والے اشکالات کی نشاندہی اور امت کا موقف ہم پیش کرتے رہتے ہیں "علم نبوی اور متشابہات" کتابی شکل میں چھپ گئی ہے جس میں آپ لوگوں کا موقف من وعن شامل کر دیا گیا ہے۔

مجھے آپ کی علالتِ طبع اور کبر سنی کا پوری طرح احساس ہے لیکن مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ کتابی دنیا سے تعلق رکھنے والا انسان تو لکھنے پڑھنے ہی میں راحت وآسائش محسوس کرتا ہے آپ نے اپنی کتاب "آنکھوں کی ٹھنڈک" میں لکھا ہے اور آپ کا موقف بھی یہی ہے کہ

مخالفین کی غلطی کا سبب

قارئین کرام بڑے متعجب ہوں گے کہ مخالفین کو یہ غلطی کیوں ہوئی کہ انہوں نے شاہد اور شہید کے لفظ سے حاضرہ وناظرہ کا معنی لے لیا۔ سوہم عرض کرتے ہیں کہ مخالفین نے لفظ شہادت سے ٹھوکر کھائی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت وہ ہوتی ہے جس میں مشاہدہ اور معائنہ ہو۔ لہٰذا جب آپ گواہ اور شاہد ہوں گے تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ نے بچشم خود ہر امتی کو دیکھا اور اس کے ظاہر و باطن کے احوال کا مشاہدہ اور معائنہ کیا ہوگا اور یہ ہے حاضر و ناظر کا معنی۔

جواب، قارئین کرام کو اصل مرکزی نقطہ سمجھ آ گیا ہوگا کہ شہادت فریق مخالف کے خیال کے مطابق معائنہ کیے اور دیکھے بغیر نہیں ہوسکتی لیکن یہ ان علم کے یتامیٰ کی سخت جہالت ہے ہر شہادت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ گواہ اور شاہد بچشم خود اصل واقعہ دیکھے اور معائنہ کرے بلکہ کسی ثقہ اور معتبر کے بتلانے پر اور کسی معقول وجہ سے علم ہونے پر بھی شہادت اور گواہی دینی جائز اور اس پر شہادت کا اطلاق درست اور صحیح ہے آپ مندرجہ ذیل دلائل پر غور سے توجہ فرمائیے۔

(ا) قرآن کریم کی یہ آیات کہ:

تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ (حج:۷۸) یعنی اے امت محمدیہ تو پہلے تمام لوگوں پر گواہ ہوگی۔

ہم عرض کر چکے ہیں اور اس کی تفسیر میں جناب رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بھی ہدیہ قارئین کر چکے ہیں اگر بغیر معائنہ اور مشاہدہ کے گواہی اور شہادت درست نہیں ہے تو امت محمدیہ پہلی امتوں پر کیوں شہادت دے گی جبکہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ دیکھا نہ پایا۔ مگر نص قطعی شاہد ہے کہ امت محمدیہ گواہی ضرور دے گی۔ اگر گواہ کے لیے معائنہ اور واقعہ میں حاضر ہونا اور دیکھنا ضروری ہوتا تو اُمت محمدیہ یقیناً پہلی امتوں پر گواہ نہ بن سکتی۔ حالانکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ امت پہلی امتوں پر ضرور گواہی دے گی اگرچہ یہ امت پہلی امتوں کے پاس حاضر اور ان کے زمانہ میں موجود نہ تھی اور اگرچہ اس امت نے پہلی امتوں کو اور ان کے اعمال واحوال کو بچشم خود نہیں دیکھا لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق رسول ﷺ نے اس امت کے پاس یہ قطعی اور یقینی خبر پہنچا دی ہے کہ مثلاً نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ

والسلام نے تبلیغ کی ہے اور خدا اور رسول ﷺ سے بڑھ کر سچا اور معتبر اور کوئی نہیں۔ لہٰذا ان کے ارشاد پر یقین اور اعتقاد کرتے ہوئے یہ امت شہادت پیش کرے گی۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک،۱۰۹،۱۱۰)

اب ذرا اپنے موقف پر ہماری گذارش پر توجہ کیجئے کہ دیگر امتوں پر امت محمدیہ کی گواہی پر اعتراض اور مسترد کیے جانے کے بعد سرور عالم ﷺ کو جب بطور گواہ لایا جائے گا تو آپ کی گواہی مسترد نہیں ہوگی بلکہ اسے قبول کیا جائے گا اور اسی پر فیصلہ قیامت کا انحصار ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی گواہی امت کی طرح گواہی پر گواہی نہ ہوگی بلکہ آپ شاہد ہیں اور ملاحظہ و معائنہ فرما رہے ہیں۔ تبھی تو آپ ﷺ کی گواہی کو نہ مسترد کیا جا رہا ہے اور نہ ہی چیلنج کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی گواہی بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو اس پر بھی ضرور اعتراض اُٹھایا جاتا بلکہ سابقہ اعتراضات کے سبب اس گواہی کو سرے سے پیش ہی نہ کیا جاتا کیونکہ کسی بھی صائب اعتراض کے باوجود دوبارہ اسی موقف یا گواہی کا پیش کرنا کسی بھی صاحب شعور کے نزدیک خلاف حکمت ہے چہ جائیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایسے عمل کا صدور ہو۔

جب قرآن وسنت نے حضور ﷺ کی گواہی اور دیگر گواہیوں میں فرق واضح کر دیا کہ دوسروں کی گواہی پر اعتراض ہوگا لیکن حضور ﷺ کی گواہی پر کوئی اعتراض نہیں اُٹھا سکے گا تو اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا ہم سب کا ایمان ہونا چاہیے اگر ہم اسے بھی دوسروں کی گواہی کی طرح ہی قرار دے دیں گے تو فرق کیا رہے گا؟ اور اگر آپ کے ہاں اس میں کوئی فرق نہیں تو عدم فرق پر حوالہ ارسال فرمائیں اور اگر فرق ہے اور یقیناً ہے تو پھر شاہد و شہید کا معنیٰ مطلع بر اعمال امت، ہی درست و مختار ہوگا۔

اُمید ہے کہ آپ اولین فرصت میں جواب ارسال فرمائیں گے ہمیں انتظار رہے گا اللہ رب العزت دین کے لیے اخلاص اور علم نافع کے حصول و جستجو کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

خادم اسلام

(مفتی) محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور، ۱۲ گلشن رحمٰن میلاد سٹریٹ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

(ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، اگست ۲۰۰۷ء)

صاحبِ تبیان القرآن کے نام

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کا اہم مکتوب

مفتی محمد خان قادری

محترم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ آپ کی تصانیف شرح مسلم اور تبیان القرآن کا ہمیشہ مداح رہا ہر موقع پر اپنے حلقۂ احباب میں ان کے مطالعہ کی دعوت وترغیب دیتا رہا اس اعتماد پر کہ آپ کی سابقہ تحریریں مثلاً "مقام ولایت ونبوت، ذکر بالجہر، توضیح البیان" وغیرہ اہل سنت کی تائید وخدمت تھی خیال تو یہی تھا کہ شرح مسلم اور تبیان القرآن بھی اسی نہج پر اہل سنت ہی کی موئید ہوں گی مگر جب ان کے کچھ مقامات کے مطالعہ کا موقع ملا تو میں حیران اور ششدر رہ گیا کہ آپ مخالفین کے اعتراضات سے متاثر ہی نہیں ہوئے بلکہ آپ نے اہل سنت کے مختار اقوال کی بھی مخالفت کردی نیز آپ نے انہیں کمال "استقامت" کے ساتھ باطل اور بے اصل قرار دے دیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اگر آپ کی تحقیق ان کے خلاف ہے تو آپ انہیں زیادہ سے زیادہ غیر مختار کہہ سکتے تھے انہیں باطل و بے اصل کہنے کا حق تو آپ کو قطعاً حاصل نہیں ہے۔

آج میں آپ کی تبیان کے تین مقامات کی نشاندہی کررہا ہوں۔

(۱) ارشاد الٰہی **قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ** (المائدہ:۱۵) کے تحت آپ نے رسول اللہ ﷺ کے نور حسی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت نور حسی ہے اور صورت بشر ہے یا آپ ﷺ لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے اور حقیقت اس سے ماوراء ہے سو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس قول کا برحق ہونا ہم پر واضح نہیں ہوسکا۔" (جلد ۳: ۳۳۹)

آپ یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ اس قول کا مختار ہونا ہم پر واضح نہیں ہوسکا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے نور حسی ہونے پر وہ تمام اعتراضات نقل کیے جن کے تسلی بخش جواب علماء اہل سنت اپنے اپنے دور میں دے چکے۔ مثلاً آپ ہی کے شیخ طریقت اور استاذ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "**تسکین الخواطر**" اور **ظل النبی** ﷺ میں بڑی تفصیل

کے ساتھ ان کے جوابات میں موجود ہیں۔ رسالہ **ظل النبی** ﷺ میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "جو شخص رسول اللہ ﷺ کے نور حسی کا قائل نہیں اس کا سینہ نور ایمان سے خالی ہے۔" (مقالات کاظمی ۲:۱۵۸)

اسی طرح آپ کے معاصر فاضل مولانا محمد اشرف سیالوی نے اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی جس کا نام "**تنویر الابصار بنور النبی المختار**" ہے اس کتاب میں انہوں نے نور حسی کے مخالفین کے تمام اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ لے کر انہیں محض جاہلانہ اعتراضات قرار دیا ہے زیر بحث مسئلہ میں ان سے پہلے امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "**صلات الصفا فی نور المصطفٰی** ﷺ" میں بھی حضور ﷺ کے نور حسی ہونے کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

یاد رہے اہل سنت کا نجدیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نور معنوی ہونے کا اختلاف نہیں بلکہ نور حسی ہونے کا ہی اختلاف تھا۔

(۲) تبیان کی اسی جلد سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۸ کے تحت آپ نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے زمانہ میں یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ قرآن مجید میں ابتدائے آفرینش عالم سے دخول جنت اور دخول نار تک تمام کوائف اور حوادث اور تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان کیے گئے ہیں اور جب کہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔" (جلد ۳: ص ۴۶۴)

کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ امت کی اکثریت ہمیشہ سے یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن میں تمام علوم موجود ہیں اگر اس سے کسی نے اختلاف کیا تو اس کی باقاعدہ تردید کی گئی مثلاً امام شاطبی نے جب اس کمزور مؤقف کو اپنانے کی کوشش کی تو بعد کے علماء نے ان کی خوب خبر لی۔ اس مسئلہ پر امام احمد رضا خان قادری نے مستقل کتاب "**انباء الحی**" لکھی جس میں ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن میں تمام امور موجود ہیں خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے کون سا باشعور عالم نہیں جانتا کہ ہمیشہ سے امت قرآن کریم سے حضور ﷺ کے علم امور دنیا پر استدلال کرتی آئی ہے اس چیز کو اجاگر کرنے کے لیے اس عاجز نے "علم نبوی ﷺ اور اُمور دنیا" کے موضوع پر کام کیا ہے۔ مذکورہ دونوں کتب پر ایک نظر ڈال لیجئے ممکن ہے مسئلہ حل ہو جائے یہاں بھی آپ نے مخالف قول کو بے اصل کہنے کی جرأت کی ہے اگر آپ اسے غیر مختار لکھ دیتے تو ممکن ہے یہ بات کسی درجے میں قابل قبول نہیں۔

(۳) آپ نے سورۂ لقمان کی آخری آیات میں علوم خمسہ کے حوالے سے لکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا بالذات، بلاواسطہ اور از خود علم تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ان پانچ چیزوں کا کلی علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے بتانے سے ان کی

جزئیات کا علم فرشتوں کو بھی ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی اور اولیاء اللہ کو بھی ہے اور جس کا جتنا مرتبہ زیادہ ہے اس کو اتنا زیادہ علم ہے اور سب سے زیادہ ان کی جزئیات کا علم ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو ہے۔ (جلد:۹،ص۲۹۰)

کیا اہل سنت کا نجدیوں سے یہی اختلاف ہے کہ حضور ﷺ جزئیات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے جمہور علمائے اسلام کی رائے تمام کتب میں یہی ہے کہ علوم خمسہ کا بھی حضور ﷺ کو کلی علم عطا کیا گیا جو لوگ جزئیات کا علم مانتے تھے ان کا انہوں نے رد کیا ہے یہاں بھی اہل سنت کا مختار قول کلی علم کا ہی ہے نہ کہ جزئیات کا لہٰذا آپ کا جزئیات کا علم ماننا اور کلی علم کا انکار کرنا اہل سنت کے مؤقف کے خلاف ہے اس کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ نے اگلے ہی صفحے پر جمہور علماء کی جو عبارات نقل کی ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ موجود نہیں کہ یہ علم جزئیات کا علم ہے۔"

ہم جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر آپ کی توجہ ان مقامات کی طرف مبذول کروا رہے ہیں تا کہ آپ دوبارہ ان مسائل پر غور وفکر کریں ورنہ اہل سنت میں بہت بڑا خلفشار وانتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے اور اس کا سبب آپ کی یہ عبارات بنیں گی۔ ہم اس مکتوب کی کاپی مفتی منیب الرحمن مدظلہ کو بھی بھیج رہے ہیں تا کہ متذکرہ مسائل کو باہمی مشورہ سے حل کیا جاسکے۔

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں منعقدہ "تصوف۔ روح دین مصطفیٰ کانفرنس" کے موقع پر ملک بھر کے چیدہ چیدہ مقتدر علماء نے ان عبارات پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور طے پایا کہ اس حوالے سے ایک استفتاء علمائے راسخین کی خدمت میں ارسال کیا جائے اور پھر اس کی روشنی میں ایک اجلاس خاص منعقد ہوتا کہ متفقہ اور حتمی مؤقف سامنے لایا جائے تاہم ہم نے اس فیصلے پر عملدرآمد آپ کا جواب موصول ہونے تک مؤخر کر دیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت اور اسلاف کی پیروی کی ہمیشہ توفیق دے اور ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

والسلام مع الاکرام

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خان قادری

شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

۲۹۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء

(ماہنامہ سُوئے حجاز، دسمبر ۲۰۰۹ء)

کاپی برائے علامہ مفتی منیب الرحمن مدظلہ

صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

دار العلوم نعیمیہ کراچی

جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے
اور جو باقی رہے گی وہ آپ کے رب کی ذات ہے

باب 11

قابل فخر تلامذہ کے تاثرات

دنیا بھر میں آپ کے فیض یافتگان اہم ذمہ داریوں پر فائز المرام ہیں۔
چند اہم شاگردوں کا اپنے استاذِ گرامی کو خراجِ عقیدت

سوماہنامہ حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ایک شاگرد کی نظر میں

تحریر: ڈاکٹر ظہور اللہ ازہری

یہ ۱۹۸۴ کی بات ہے جب اتفاق اسلامک اکیڈمی میں داخلہ لیا۔ اس وقت اکیڈمی کی تعداد مختصر سی تھی۔ صرف دو کلاسز تھیں اور چار مستقل اساتذہ تھے جن میں مفتی حافظ محمد خان قادری علیہ الرحمہ، علامہ محمد نواز ظفر چشتی صاحب اور رانا جاوید مجید قادری صاحب۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سرپرست تھے۔

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ تدریس کے ساتھ ساتھ شادمان میں مسجد رحمانیہ میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے تھے۔ ابھی آئے ہوئے دو دن گزرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آج جمعرات کو عشاء کے بعد ہفتہ وار محفل ذکر و نعت ہوگی۔ جب محفل شروع ہوئی تو لائٹس بجھا دی گئیں اور محفل نعت ہوئی۔ اس کے بعد ذکر ہوا پھر مفتی صاحب نے مختصر سی تربیتی گفتگو کی اور آخر میں رقت آمیز دعا ہوئی۔ مفتی صاحب اس طرح رو رو کر دعا کرا رہے تھے کہ تمام طلبہ پر بھی گریہ زاری کی کیفیت طاری تھی۔ میرے لیے زندگی میں یہ پہلا تجربہ تھا۔ عجیب سی کیفیت تھی۔

اگلے دن کلاس میں پھر مفتی صاحب کی تدریس اور ساتھ ساتھ تربیتی گفتگو جاری رہی۔ چند دنوں بعد اس نئے ماحول میں ایسا دل لگا کہ ہم لوگ گھر جانے سے زیادہ وہاں رہنے کو ترجیح دیتے۔ مفتی صاحب کی شخصیت کے کچھ گوشوں کا اجمالی جائزہ حسب ذیل ہے:

عمومی مزاج

قبلہ مفتی صاحب کو شہرت کا شوق بالکل نہیں تھا۔ عاجزی اور انکساری آپ کا وصف تھا۔ نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔ کھرے ہونے کی وجہ سے مزاج میں بعض اوقات جلال غالب آجاتا تھا اور رکھ رکھاؤ نہیں رکھتے تھے۔ ابتداء طلبہ کے اسباق یاد نہ کرنے یا تربیتی امور میں کوتاہی کرنے پر سخت ناراض ہوتے اور جسمانی سزا بھی دیتے مگر پھر آہستہ آہستہ مزاج قدرے نرم ہوتا گیا۔ لوگوں سے ملنا جلنا زیادہ پسند نہیں تھا۔ فرماتے تھے: ہمارے بہت سے بزرگ اس لیے کوئی علمی کام نہیں کر سکے کیونکہ ہر

وقت عقیدتمندان ان سے ملتے رہتے تھے۔

طبیعت میں استغناء کمال کا تھا۔ اتفاق اکیڈمی کے دور میں میاں محمد شریف والد میاں نواز شریف کے ساتھ کئی امور پر میٹنگز ہوتیں۔ ان کی طرف سے کئی دفعہ مختلف مراعات کی آفر بھی ہوئی مگر انہوں نے کبھی بھی اس پر توجہ نہیں دی۔ میاں صاحبان کے گھر میں مختلف محافل ہوتیں جہاں مختلف علمائے کرام کو دعوت دی جاتی تھی مگر قبلہ مفتی صاحب کبھی بھی ان کے گھر ان معاملات میں شرکت کے لیے نہیں گئے۔

اس دور میں ان کا مشاہرہ بھی بہت کم تھا۔ ایک دفعہ ان سے کہا گیا کہ آپ کا مشاہرہ بڑھا دیتے ہیں اس پر فرمانے لگے۔ جب میرا گزارہ اتنی تنخواہ میں ہوسکتا ہے تو زیادہ لے کر کیا کروں گا۔

تحریکی ساتھیوں، طلبہ یا اپنے عقیدت مندان سے کبھی تحفہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ اگر کبھی کوئی طالب علم از راہ محبت گھر سے کوئی کھانا یا پھل وغیرہ لے آتا تو جو اساتذہ یا طلبہ اس وقت موجود ہوتے ان سب کو بلا کر کھلا دیتے۔

شخصیت سازی

بعض لوگ اچھی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں مگر دوسروں کے لیے اتنے مفید نہیں ہوتے۔ قبلہ مفتی صاحب کی شخصیت میں یہ نمایاں خوبی تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس، تحقیق، افتاء نویسی، انتظامی صلاحیتوں میں سے جو کچھ عطا فرمایا تھا آپ کی خواہش تھی کہ وہ سب طلبہ کو منتقل کر دیں۔

آپ نے جامعہ کے وہ طلبہ جو کلاس میں نمایاں تھے ان کو پچھلی کلاسز میں تکرار کرانے کی ذمہ داری لگائی اور بعض طلبہ کو باقاعدہ دن کی کلاسز میں کلاس پڑھانے کی ذمہ داری لگا دی۔ اس سے ان طلبہ کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ پھر اگلے سال چند اور طلبہ کو جز وقتی تدریسی ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ یہ تعداد پندرہ تک پہنچ گئی۔ یہی طلبہ فارغ ہونے کے بعد جامعہ کے مستقل اساتذہ متعین ہوئے۔ ان میں سید ہدایت رسول شاہ صاحب (مرحوم)، ڈاکٹر محمد ارشد نقشبندی، ڈاکٹر نعیم انور نعمانی، ڈاکٹر محمد نواز الازھری، پروفیسر محمد الیاس، علامہ محمد رمضان قادری، علامہ محمد صادق قریشی، علامہ محمد الیاس اعظمی، پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری اور راقم الحروف شامل ہیں۔

قبلہ مفتی صاحب کی مجھ پر خصوصی شفقت تھی۔ میں نے آپ سے کئی علوم وفنون پڑھے مگر علم میراث کی مشہور کتاب "سراجی" دو دفعہ پڑھنے کا موقع ملا۔ اس لیے مجھے اس میں خاصہ لگاؤ ہو گیا تھا۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے: آپ یہ سبق پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: میں ابھی تک اپنے آپ کو اس قابل نہیں

سمجھتا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا تو میں انکار نہ کرسکا۔ آپ میرے ساتھ کلاس میں تشریف لے گئے۔ اور فرمانے لگے۔" یہ علامہ ظہور اللہ صاحب ہیں یہ آپ کو میراث پڑھائیں گے۔ ان کو اس علم میں اتنی مہارت ہے کہ میں علم میراث میں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ان سے مشورہ لیتا ہوں۔" مجھے اپنی صلاحیت کا علم تھا اس لیے میں شرم سے گڑا جارہا تھا مگر یہ ان کی محبت اور دوسروں کو عزت دینے کا انداز تھا۔

ایک دفعہ کسی طالب علم نے کہہ دیا فلاں جونیئر استاد کی یہ بات ہے۔ جب یہ بات قبلہ مفتی صاحب نے سنی تو اس طالب علم کی کافی زیادہ تادیب کی۔ فرمانے لگے: کوئی استاد جونیئر نہیں ہوتا۔ آپ نے یہ لفظ کیوں بولا۔ وہ ان اسسٹنٹ لیکچررز جو کہ ابھی خود طلبہ تھے دیگر طلبہ کے سامنے عزت افزائی فرماتے۔

طلبہ کے تعلیمی وتربیتی امور کو فیملی امور پر ترجیح

۱۹۸۴ میں جب ہم جامعہ میں داخل ہوئے۔ ہم نے یہی دیکھا کہ قبلہ مفتی صاحب اپنے بچوں اور فیملی کو وقت بہت کم دیتے تھے۔ زیادہ وقت جامعہ کے طلبہ کو دیتے تھے۔ اپنے بچوں کے لیے وقت بچتا ہی نہیں تھا۔ اس کا انہیں احساس بھی تھا مگر جامعہ کے طلبہ سے محبت کی وجہ سے اپنے گھریلو امور پر توجہ نہیں دے سکتے تھے۔

عصری علوم کے ساتھ رویہ

قبلہ مفتی صاحب کی تعلیم مدرسہ میں ہوئی تھی۔ جدید تعلیم کے لیے آپ کا کالج یا یونیورسٹی جانا نہیں ہوا اس کے باوجود آپ علوم عصریہ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ انگلش سیکھنے پر بہت زور دیتے۔ جو طلبہ اکنامکس پڑھتے تھے ان کے لیے بہت ماہر استاد کا زیادہ تنخواہ پر اہتمام کیا۔ آپ طلبہ سے فرماتے تھے۔ انگلش کے بعد اگر آپ کو موقع ملے تو فرنچ سیکھیں تاکہ دین کی تبلیغ غیر مسلموں کو بھی کرسکیں۔

مفتی صاحب کی جامعہ میں مصروفیات کا اجمالی جائزہ

۱۹۸۷ میں اتفاق اکیڈمی سے ہم جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن میں شفٹ ہو گئے۔ یہاں مفتی صاحب بھی ہاسٹل میں شفٹ ہو گئے۔ یہاں مفتی صاحب کا ہم نے ایک نیا روپ دیکھا۔ اس وقت مفتی صاحب نے اپنے اوپر جو ذمہ داریاں رضاکارانہ طور پر شروع کردی تھیں اس کو دیکھ کر آج تصور کرتے ہیں کہ ایک شخص اتنے کام کیسے کرسکتا ہے۔ ان کی ذمہ داریوں کی مختصر تفصیل یوں ہے:

۱: نائب شیخ الجامعہ

قبلہ مفتی صاحب انتظامی صلاحیت کے بھی مالک تھے۔ آپ ۱۹۸۷ سے لے کر ۱۹۹۱ تک جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے نائب شیخ الجامعہ تھے۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے جامعہ کے داخلہ، امتحانات، طلبہ کی حاضری، ان کے تعلیمی امور کی کامل نگرانی فرماتے تھے۔ اس دوران کلیریکل سٹاف بھی بہت کم تھا۔ وہ اس کام میں معاونت کے لیے اساتذہ کرام کو ذمہ داریاں تفویض کر دیتے تھے۔ اس سے تھوڑے اخراجات میں پوری جامعہ کی انتظامی معاملات بہترین انداز سے چل رہے تھے۔

آپ کے وقت کے فارغ التحصیل طلبہ آج بھی عملی میدان میں بہترین انداز میں ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

۲۔ تدریس

مفتی صاحب ایک دن میں سات یا آٹھ پیریڈ پڑھاتے تھے۔ کل آٹھ کلاسز ہوتی تھیں۔ یوں وہ ایک کلاس سے نکلتے اور دوسری کلاس میں چلے جاتے۔ درمیان میں وقفہ بھی نہیں کرتے تھے۔ پھر ان کی یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ مختلف مضامین پڑھائیں۔ جو مضامین اس دوران انہوں نے پڑھائے ان میں صرف، نحو، منطق، اصول فقہ، فقہ، اصول حدیث، علم میراث، تفسیر اور حدیث کے اسباق ہیں۔

تدریس کے دوران ان کی بہت سی خوبیاں نمایاں تھیں۔ جن میں ایک تو یہ ہے کہ وہ جب پڑھاتے تھے اور اپنا علمی رعب جمانے کی بجائے سمجھانے کی کوشش کرتے۔ طلبہ کو ساتھ لے کر چلتے، ایک کتاب کی جتنی شروحات ہوتی تھیں ان کا تعارف کراتے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے: "میں جو کچھ پڑھا رہا ہوں یہ کوئی وحی نہیں ہے، میں شروحات سے مطالعہ کرتا ہوں تم بھی کر سکتے ہو۔" یعنی کتمان علم نہیں کرتے تھے۔ اپنے علم کے سارے ذرائع طلبہ کو بتاتے تھے۔ طلبہ سے سبق سنتے اور خاص طور پر کمزور طلبہ کا خیال رکھتے تھے۔ کمزور طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ ایک فن کی کتاب پڑھاتے ہوئے دیگر فنون کو بھی پڑھا دیتے تھے۔ اصول فقہ میں فقہ، عقائد، نحو اور صرف بھی پڑھا رہے ہوتے تھے۔

۳: افتاء نویسی

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں صرف وہی ایک استاد تھے جو فتویٰ بھی دیتے تھے، رات کو اپنے اسباق کی تیاری کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی بھی فرماتے تھے۔ یہ خاصہ مشکل معاملہ تھا مگر رات

دیر تک اس میں مصروف رہتے۔ ان کے فتاویٰ میں ان اجتہادی بصیرت نظر آتی ہے۔ وہ روایتی فتاویٰ سے ہٹ کر اکابرین سے فتاویٰ میں اختلاف بھی کرتے تھے مگر دلیل کے ساتھ۔ وہ اکثر کلاس میں بھی فرماتے تھے کہ "ہدایہ شریف کو حنفیوں نے قرآن کا درجہ دے رکھا ہے" وہ فرماتے تھے کہ اگر آپ نے اپنی فکر اور سوچ کو تقلید محض تک ہی محدود رکھنا ہے تو پھر قرآن، حدیث، اصول فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث پڑھنے کی بجائے احناف کی کتب فقہ اور فتاویٰ پڑھا دیے جائیں۔ جب امام صاحب کے تلامذہ ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں تو پھر ہمارا اپنے اسلاف سے اختلاف کرنا گستاخی کیسے ہے؟''

آپ پر درویشی غالب تھی، نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔ اگر وہ فتاویٰ اس وقت چھپواتے تو بہت بڑا علمی ذخیرہ تھا جس سے بہت فائدہ حاصل ہو سکتا تھا مگر وہ علمی ذخیرہ نجانے کہاں کھو گیا۔

۴۔ تصنیف و تالیف

تدریس اور افتاء نویسی ایسے کام ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی اور کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے اس دوران نحو کے جو نوٹس طلبہ کو لکھے تھے ان کو کتابی شکل میں چھپوایا۔ اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسے تنظیم المدارس نے اپنے نصاب میں شامل کر لیا۔ اس کتاب کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

آپ مجلہ منہاج القرآن کے لیے باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ ان میں ایک مضمون جو کئی قسطوں میں شائع ہوا وہ تھا۔ "شاہکارِ ربوبیت" یہ بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

خوابوں کی شرعی حیثیت اس پر بھی آپ کا تحقیقی کام شائع ہوا جس کو بہت پذیرائی ملی۔

۵۔ تربیتی امور کی نگرانی

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں ہر جمعرات کو شب بیداری کا اہتمام ہوتا تھا جس میں محفل ذکر و نعت ہوئی، آپ کا مختصر خطاب ہوتا۔ آپ روایتی موضوعات کی بجائے طلبہ کی تربیت کے حوالے سے امور پر گفتگو فرماتے۔

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے طلبہ کے ساتھ ہاسٹل میں رہائش رکھ لی۔ رات گئے تک سٹڈی پیریڈ کی نگرانی فرماتے، افتاء نویسی فرماتے اور تہجد کے لیے طلبہ کو بیدار فرماتے۔ طلبہ میں تہجد کے شوق کے لیے آپ اکثر یہ شعر سنایا کرتے تھے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

جو طلبہ تہجد کے لیے بیدار نہیں ہوتے تھے وہاں آپ سختی بھی فرماتے تھے۔

رات دیر تک جاگتے رہنے کے بعد صبح تہجد کے لیے اٹھنا یقیناً مشکل امر تھا مگر کئی سال تک آپ کا یہ معمول رہا۔

جب آپ کی فیملی جامعہ کے فلیٹس میں شفٹ ہو گئی تو پھر بھی آپ کے معمولات میں فرق نہیں آیا۔ آپ اپنے گھر سے اٹھ کر ہاسٹل تشریف لاتے اور تہجد کے لیے بیدار کرتے۔ تہجد کے بعد اور فجر سے پہلے بھی مختصر محفل ذکر ہوتی تھی، جس کی آپ سرپرستی فرماتے تھے۔

۶۔ بزم منہاج کے امور کی نگرانی

قبلہ مفتی صاحب کے دور میں طلبہ میں ادبی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے پروفیسر محمد صدیق قمر صاحب کی نگرانی میں بزم منہاج قائم کی گئی۔ اس بزم کے تحت ہفتہ وار پروگرام منعقد ہوتے تھے۔ جس سے طلبہ میں قراءۃ، نعت اور تقریر کا ملکہ پیدا ہوتا تھا۔ اسی فورم سے تربیت حاصل کرنے والے طلبہ آج پوری دنیا میں اپنی خطابت کا سکہ منوا رہے ہیں۔

اسی بزم کے تحت طلبہ کا نمائندہ رسالہ "منہاج" نکالا گیا۔

۷۔ سٹڈی پیریڈ (تکرار) کی نگرانی

جامعہ کے ہاسٹل میں رہنے والے طلبہ کے لیے لازم تھا کہ رات کو کلاس رومز میں تکرار کے لیے موجود ہوں۔ قبلہ مفتی صاحب رات کو اپنے دار الافتاء میں موجود ہوتے۔ افتاء نویسی بھی کرتے، صبح پڑھانے والے اسباق کی تیاری کرتے اور سٹڈی پیریڈ کی نگرانی بھی فرماتے۔ سٹڈی پیریڈ کی حاضری کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ یوں صبح کلاسز پڑھانے اور رات کو پھر سٹڈی پیریڈ کی نگرانی تک جامعہ میں موجود ہوتے۔

۸۔ تنظیمی امور

آپ ادارہ منہاج القرآن کے بانی رکن تھے۔ شادمان مسجد جس میں آپ امام اور خطیب تھے وہیں "ادارہ منہاج القرآن" کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس لیے ادارہ کے تمام معاملات میں بھی آپ

ہمیشہ شریک رہتے۔ ادارہ کی دعوتی، تربیتی، انتظامی اور تنظیمی سرگرمیوں میں عملاً شرکت فرماتے۔ آپ کی تدریس کے ساتھ محبت اس قدر تھی کہ ان تمام سرگرمیوں کے باوجود کبھی کلاس نہیں چھوڑتے تھے۔ ان تمام امور کو کلاسز کے بعد سرانجام دیتے۔

اس وقت ہمارا طالب علمی کا دور تھا اس لیے یہ اندازہ نہیں تھا کہ قبلہ مفتی صاحب تن تنہا جو ذمہ داریاں ادا کرتے تھے یہ بہت مشکل امر ہے۔ جب ہم فارغ التحصیل ہونے کے بعد عملی زندگی میں آئے تو اسی جامعہ میں تدریس شروع کی تو اس وقت انہی ذمہ داریوں کے لیے کئی اساتذہ کو متعین کیا گیا۔ تربیتی امور، ہاسٹل وارڈن، پرنسپل، وائس پرنسپل، نگران بزم منہاج، تحقیق جیسے امور کے لیے مستقل افراد کا تعین کیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قبلہ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ صلاحیتوں کے ساتھ ایسے جذبے سے نوازا تھا جس کے بل بوتے پر وہ تنہا اتنے امور سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے تیار کردہ افراد آج پوری دنیا میں تدریسی، انتظامی، دعوتی اور تحقیقی صلاحیتوں سے آئندہ نسلوں کو تیار کر رہے ہیں۔ ان کے ہم طلبہ پر جتنے احسانات ہیں اس کا اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



مترجم تفسیر کبیر، حضرت

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

عہد ساز شخصیت

تحریر: مفتی مظہر مختار درانی

"شرح اَج سگ متراں دی"، "تبسم نبوی"، "جسم نبوی کی خوشبو"، "صحابہ اور بوسہ جسم نبوی" "نعل پاک حضور ﷺ"، "آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا"، "شاہکار ربوبیت"، "ذخائر محمدیہ"، "مشتاقانِ جمال نبوی کی کیفیت جذب ومستی جیسی شاہکار کتب مصنف کے ذوق جمیل اور جذب دروں کو آشکار کرتی ہے۔ بیہقی زمان کشتہ عشق رسول استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتب لاریب دل کے دریچوں کو وا کر کے قلب وباطن کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے متعلق کر دیتی ہے ان کتب کو "نصابِ عشق رسول ﷺ" کہوں تو مبنی برحقیقت ہوگا۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا مقبول بارگاہ رسول "سلام" جس کے متعلق مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں۔

"میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اُردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا جو زبان و بیان، سوز وگداز، معارف وحقائق، قرآن وحدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، اندازِ اسلوب میں جو قدرت وندرت اس اسلوب میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کتب لکھی جا سکتی ہیں۔"

الحمدللہ استاذی الکرم حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سلام رضا تحریر فرما کر احسان عظیم فرمایا آپ نے مختصر وقت میں سلام رضا کے ۵۵ سے زائد صفحات تحریر فرما کر شرح لکھ دی وللحق حقیقی ان یستمع کے تحت حق یہ ہے کہ آپ نے شرح سلام رضا لکھنے کا حق ادا کر دیا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی شرح میں آپ تحریر کرتے ہیں۔ اس پہلے شعر میں آپ ﷺ کے تین خصائص منتخب

☆ شیخ الحدیث: جامعہ عربیہ سراج العلوم خان پور

ہونا، سراپا رحمت ہونا، اور تمام انبیاء کے سردار ہونے کا ذکر ہے۔ داد دیجئے امام اہل محبت کو کہ ابتدائی شعر میں ایسے خصائص کا انتخاب کیا جو آپ کے کمالاتِ عالیہ پر دال ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضور کی تخلیق کائنات میں سب سے پہلے ہوئی اور باقی مخلوق آپ کے صدقہ میں معرض وجود میں آئی یعنی آپ باعث ایجادِ کائنات ہیں۔

سلامِ رضا کے مذکورہ شعر کی شرح کی شہ سرخیاں ذات ہوئی انتخاب، نام ہوا مصطفیٰ، ذاتِ مصطفیٰ کا۔ محبوبت کے انتخاب" جانِ رحمت" جبرائیل امین کا رحمت سے حصہ، عرش اعظم کا رحمت سے حصہ، فصاحت و بلاغت کا ایسا شاہکار ہے جو قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔

آپ علوم وفنون کے بحر ذخار، علم وحکمت کے روشن مینار تھے آپ کی علمی وجاہت، قدرت کلام، ندرت خیال، بدیہہ گوئی، نکتہ دانی، دانش وبصیرت مسلمہ تھی۔

احقر کو ۱۹۸۷ء میں آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا آپ مجھ سے مفتی صاحب کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔ میری خوش بختی ایک روز حکم فرمایا کہ میری ٹوپی دھو ڈالو۔ تعمیل ارشاد اس طرح کی کہ آپ کی ٹوپی مبارک کو برتن میں پانی اور سرف سے دھویا اور پانی بجائے نیچے پھینکنے کے پی گیا جو میرے دل میں آپ کی عقیدت واحترام کا اظہار تھا۔ وصال سے چند روز قبل یادگار ملاقات کا شرف حاصل کیا جس میں آپ کی دست بوسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ گود سے گور تک مسائل شرعیہ پر مشتمل کتاب لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ان شاء اللہ تعمیل ارشاد کروں گا۔

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب　　کس طرف سے آئے تھے کدھر چلے

اللہ ربّ العزت آپ کی علمی یادگار جامعہ اسلامیہ لاہور کو عظیم دانش گاہ بنائے اور صاحبزادگان اور عظیم اسکالر علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب کو آپ کے عظیم مشن کی تکمیل کے لیے غیبی مدد فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین



محنت، محبت اور اخلاص کے پیکر

۔۔۔۔۔۔استادگرامی

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر علی اکبر الازہری ☆

یہ ۱۹۸۲ء کے موسم گرما کی بات ہے، جب میں آزاد کشمیر بورڈ میں ایف اے کا امتحان دے کر دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے وارد لاہور ہوا۔ نماز فجر حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا کرنے کے بعد بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی کہ باری تعالیٰ میں دین پڑھنے کے لیے اپنے والدین اور گھر سے بہت دور آ گیا ہوں، یہاں میرا کوئی رہبر اور سرپرست نہیں۔ اپنے اس بندۂ خاص سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی برکت سے لاہور میں میرے لیے حصولِ تعلیم و تربیت کا مناسب اور موزوں اہتمام فرما دے۔

یادر ہے کہ لاہور میں میرا یہ پہلا ورود تھا۔ میری کسی فردِ بشر سے واقفیت نہیں تھی البتہ ایک ماہ قبل مری میں ہونے والے دورہ تفسیر میں کچھ طلبہ سے شناسائی ہوئی تھی جو جامعہ نظامیہ میں زیر تعلیم تھے۔ سو فیصلہ کیا کہ جامعہ نظامیہ کا ایڈریس معلوم کر کے وہاں جاتا ہوں۔ بیگ کندھے پر اُٹھائے پوچھتے پوچھتے لوہاری گیٹ کے اندر تنگ گلی میں واقع جامعہ نظامیہ پہنچ گیا۔ صبح صبح لوگ ابھی محو استراحت تھے اس لیے یہاں معمول کا رش نہ تھا۔ جامعہ پہنچ کر ان طلبہ کے نام پوچھے تو معلوم ہوا ان میں سے دو موجود ہیں۔ وہ مجھے تھوڑی دیر بعد ناظم ادارہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آفس میں لے گئے۔ مفتی صاحب ململ کے سفید کرتے میں ملبوس اپنی فرشی نشست پر تشریف فرما چائے نوش فرما رہے تھے۔ تعارف ہوا تو انہوں نے میری خواہش پر مجھے داخلے کی اجازت تو مرحمت فرما دی مگر میری کلاس اور اسباق کا فیصلہ ناظم تعلیمات سید غلام مصطفی بخاری (اطال اللہ عمرہ) نے کرنا تھا۔ دوست مجھے ان کے پاس لے گئے وہ ایک کلاس کو پڑھا رہے تھے۔ شاہ صاحب نے مجھ سے سابقہ مصروفیت اور جامعہ اسلامیہ کھڑی شریف میں پڑھی گئی کتب کا پوچھا۔

☆ شعبہ اسلامیات، لاہور گیریژن یونیورسٹی۔

مختصر سے سوال جواب کے بعد فیصلہ ہوا کہ میں تیسرے سال کے طلباء کے ساتھ بیٹھوں گا۔ اس کلاس میں کم و بیش ۱۴ یا ۱۵ مختلف تعلیمی پسِ منظر کے حامل طلباء زیر تعلیم تھے۔

جامعہ نظامیہ کے صحن سے رحمانیہ مسجد کے حجرے تک:

پہلے دن کی پہلی کلاس جامعہ نظامیہ کے مشرقی صحن میں ایک شکستہ چٹائی پر بیٹھے استاد صاحب کے پاس ہوئی جو فقہ کی ابتدائی کتاب "نور الایضاح" پڑھا رہے تھے۔ یہ شاید جونیئر استاد تھے یا پھر کلاس روم ناکافی ہونے کی وجہ سے ان کی کلاس ہر روز اسی صحن میں ہوتی تھی۔ گھنی سیاہ داڑھی اور جالی کی سفید ٹوپی پہنے کرتا شلوار میں ملبوس وجیہ شخصیت کے حامل یہی استادِ محترم "حافظ محمد خان" تھے۔ اگلے چند روز میں ان سے اور اپنے دیگر کلاس فیلوز سے تعارف ہوا اور قربتیں بڑھتی رہیں۔ اسی کلاس میں میرے شریک سبق حضرات میں علامہ خادم حسین رضوی مرحوم بھی شامل تھے۔ تحریک لبیک کے سربراہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی کا ذکر آیا ہے تو بتاتا چلوں کہ حافظ صاحب اس وقت بہت ہی کم گو مگر سنجیدہ طبیعت کے طالب علم تھے۔ رات کو جب طلباء اسباق دہراتے تو خادم رضوی صاحب زبانی یاد کیے ہوئے اسباق سنا دیتے۔ ان کی عربی گرائمر اس وقت بھی اچھی تھی۔ ہم عربی ترکیب میں اکثر انہی سے رہنمائی لیتے تھے۔ کلاس میں صرف میں حسب عادت نوٹس لیتا تھا۔ ان ہم جماعت لوگوں میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہیں سرے سے لکھنا نہیں آتا تھا اور وہ دیکھ کر یاد کرتے اور اگلے روز کلاس میں سنا دیتے۔ بہر حال یہ محترم "حافظ محمد خان" سے میرا پہلا تعارف تھا جس کا آغاز جامعہ نظامیہ کے اسی صحن سے ہوا اور پھر زندگی بھر تعلیم و تعلم اور نیاز مندی کا یہ تعلق قائم رہا۔ "حافظ محمد خان صاحب" شادمان کالونی کی جامع مسجد رحمانیہ میں امام و خطیب بھی تھے اور یہ وہی مسجد ہے جہاں سے تحریک منہاج القرآن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ایک عرصہ تک اسی مسجد کا حجرہ تحریک کے ہیڈ آفس کے طور پر استعمال ہوتا رہا تا آنکہ اتفاق مسجد میں میاں محمد شریف (والد میاں نواز شریف) کی خواہش پر خطبۂ جمعہ کا آغاز ہوا اور اتفاق اسلامک اکیڈمی کے قیام کے بعد جملہ سرگرمیاں بھی یہیں شفٹ ہو گئیں۔

جامع رحمانیہ میں پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب بعد نمازِ جمعہ پندرہ روزہ درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب عموماً کلاس میں پروفیسر صاحب کے اہم نکات بڑی محبت سے دہراتے اور پروفیسر صاحب کے علمی مقام و مرتبے کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کی ترغیب پر کچھ

سنیئر طلبہ بھی اس درس میں شریک ہونے کے لیے شادمان آتے تھے۔ چنانچہ مجھے بھی شوق ہوا اور ان کے ساتھ میں بھی اگلے جمعہ کو لوہاری سے بس پر بیٹھ کر شادمان چوک سے ہوتا ہوا جامع مسجد رحمانیہ آ گیا۔ درسِ قرآن کے دوران میں نے دیکھا کہ ہمارے استادِ محترم محراب میں بیٹھے بڑے انہماک سے گفتگو سن رہے ہیں اور ایک دو موقعوں پر ان کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے دیکھے۔ سورة بقرة کی کسی آیت مبارکہ کا یہ درس واقعی پراثر تھا۔ بات دل سے نکل رہی ہو تو دلوں میں خود بخود اترتی ہے۔ پروفیسر صاحب کو میں نے ڈائس پر بولتے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ بہت دبلے پتلے لگ رہے تھے۔ سادی شلوار قمیض میں ملبوس پروقار چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی۔ مگر الفاظ اور تراکیب میں محبت اور علمیت کا پختہ رنگ غالب تھا۔ درسِ قرآن کے بعد حاضرین میں گذشتہ درسِ قرآن کا خلاصہ مطبوعہ حالت میں تقسیم کیا گیا۔ جسے میں نے واپسی سفر کے دوران سارا پڑھ لیا۔ مجھے یہ سارا کچھ بہت اچھا لگا اور میں نے ہر جمعہ کو اس درس قرآن میں شمولیت کا پختہ عزم کرلیا۔

دلچسپی چونکہ بڑھ رہی تھی اس لیے استادِ محترم سے ہر روز کچھ نہ کچھ تعریفی جملے سن کر فرحت کا احساس ہوتا۔ ایک روز روٹین کا سبق پڑھ کر وقفے میں وہ گلیز پیپر پر تصحیح کی غرض سے کچھ پڑھ رہے تھے۔ جسے میں بھی سامنے بیٹھے ہوئے اُلٹی طرف سے دیکھ رہا تھا۔ یہ دراصل کتابت شدہ صفحات تھے جن میں "اتفاق اسلامک اکیڈمی" کے تعلیمی اور تربیتی نظام کی خصوصیات درج تھیں۔ ان میں ایک پوائنٹ یہ بھی تھا کہ "طلبہ کے لیے نمازِ تہجد لازمی ہوگی اور ہر اسلامی مہینے میں ایام بیض کے نفلی روزے بھی رکھنے ہوں گے۔" میری نظر میں سے یہ شرائط گزریں تو ذہن میں اکابر صوفیہ کے خانقاہی نظامِ تعلیم وتربیت کا خاکہ ابھر آیا۔ چونکہ میں جامعہ اسلامیہ کھڑی شریف میں ایک اچھے تربیتی نظام میں دو سال گزار چکا تھا اور الحمدللہ وہاں رہ کر اپنے عظیم اور صاحبِ درد مربی استاذ المکرم مفتی عبدالقیوم خان (پرنسپل جامعہ اسلامیہ کھڑی شریف) سے شام کو فارسی کی اضافی کلاس میں "پس چہ باید کرد"، "جاوید نامہ" اور "اسرارِ خودی" پڑھ چکا تھا۔ یہاں ذکر کرتا چلوں کہ اقبال کو یہاں سبقاً پڑھنے کے بعد میرے دل ودماغ میں حکیم الامت کی عظمت راسخ ہو چکی تھی اور لاہور میں میرے آنے کے مقاصد میں مزارِ اقبال کی حاضری بھی شامل تھی۔ چنانچہ جامعہ نظامیہ میں گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران میرے قیام کے دو ماہ اور کچھ دِن گزرے تو اس دوران نمازِ عصر کے بعد اکثر اوقات ہم چند ساتھی اندرون لوہاری سے نکلتے ہوئے شاہی مسجد آ جاتے اور

مزارِ اقبال پر حاضری بھی دیتے۔ انہی دنوں میرے ساتھ خادم رضوی مرحوم کی دوستی بھی پروان چڑھ گئی تھی اور ان حاضریوں میں وہ بھی میرے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت انہوں نے اقبال کو نہیں پڑھا تھا۔

اتفاق اسلامک اکیڈمی سے جامعہ منہاج القرآن تک

خیر یہ شرائط داخلہ اور ۳ سالہ درس نظامی کی خبر پڑھ کر میرے دل میں اتفاق اسلامک اکیڈمی میں داخلہ لینے کے خواب انگڑائیاں لینے لگے۔ میں نے ایک آدھ مرتبہ استادِ محترم سے بات بھی کی مگر انہوں نے مجھے کلاس کے جملہ ساتھیوں میں کم عمر سمجھ کر ٹال دیا۔ مگر جب اسی سال سردیوں میں حضور داتا صاحب کے عرس مبارک کے موقع پر جامعہ نظامیہ میں تنظیم المدارس کا سالانہ اجلاس ہوا جس میں غزالی زماں قبلہ احمد سعید کاظمی کی آمد متوقع تھی اور مجھے ان کی زیارت کا شوق بھی تھا۔ میں اس وقت جامع نظامیہ سے واپس "جامعہ اسلامیہ" کھڑی شریف (میرپور) چلا گیا تھا۔ مجھے یہاں کا ماحول بوجوہ پسند نہیں آ رہا تھا اور صحت بھی خراب ہو چکی تھی۔ اس سالانہ اجلاس میں مہتمم ادارہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب نے خصوصی اعلان کیا کہ "ہمارے ایک فاضل نوجوان دینی سکالر پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کی زیر نگرانی ماڈل ٹاؤن ایچ بلاک کی جامع مسجد اتفاق سے ملحق تعلیمی ادارہ شروع ہو رہا ہے، جس میں ایڈمشن کی لازمی شرائط میں انٹرمیڈیٹ پاس ہونا بھی شامل ہے۔" اتفاق سے میں ایف۔اے امتحان پاس کر چکا تھا اس لیے میں نے ایک بار پھر کوشش کی میں علی الصبح مفتی ہزاروی صاحب مرحوم کے آفس میں چلا گیا۔ ان سے رات کے اعلان کے مطابق اکیڈمی میں داخلہ لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے مجھے راستہ سمجھانے کی بجائے ڈانٹ دیا اور فرمایا: "کاکا یہ تیرا کام نہیں" غالباً انہوں نے مجھے جامعہ نظامیہ کا طالب علم سمجھتے ہوئے خیر خواہی سے یہیں ٹک کر پڑھنے کی نیت سے ایسا کہا ہوگا۔ خیر میں نے واپس کھڑی شریف بھی جانا تھا اس لیے خود ہی تلاش کرتے کرتے داخلے کے لیے اکیلا ماڈل ٹاؤن پہنچ گیا۔ مسجد پہنچ کر معلوم ہوا پروفیسر صاحب یہاں صرف خطبہ جمعہ دینے آتے ہیں۔ ان دنوں پروفیسر صاحب پنجاب یونیورسٹی لا کالج میں پڑھاتے تھے اور سمن آباد جسٹس شریف سکیم کے علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ اتفاق مسجد سے ملحقاً شروع ہونے والی اکیڈمی کے انتظامی امور کے کوآرڈینیٹر جھنگ کے محترم غلام سرور قادری ہوا کرتے تھے۔ وہ میرا شوق دیکھ کر اچھے خاصے

متاثر ہوئے اور پروفیسر صاحب سے ملاقات کے لیے مجھے اپنے ساتھ سمن آباد لے گئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں میرے لے رابطے کا ذریعہ بنایا تھا جس پر میں ہمیشہ سے ان کا شکر گزار رہتا ہوں۔ پتہ معلوم کرنے کے بعد میں سمن آباد جا کر پروفیسر صاحب سے ملنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان دنوں وہ ملک فیض الحسن صاحب کے گھر میں بستر علالت پر براجمان تھے اور ملاقات بہت کم کرتے تھے کیونکہ انہیں پہلا ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ جس کے علاج کے لیے انہوں نے اگلے چند دنوں میں بیرون ملک روانہ ہونا تھا۔ انہوں نے تعارف کے بعد مجھے بخوشی داخلے کی اجازت دے دی اور یوں میں داخلہ فارم چھپنے سے قبل ہی داخل ہونے والا پہلا طالب علم بن گیا۔ اس پہلے داخلے پر پروفیسر صاحب نے اپنے پاس رکھی ہوئی مٹھائی سے "منہ میٹھا" کرنے کا حکم دیا۔ میرے ساتھ غلام سرور قادری صاحب نے بھی بخوشی ایک عدد لڈو پر ہاتھ صاف کیئے۔ پروفیسر صاحب نے مجھے اتفاق مسجد میں ہونے والے محفل میلاد میں شرکت کرنے کی تاکید فرمائی۔ میں خوشی خوشی سلام کر کے واپس کھڑی شریف سے ہوتا ہوا اپنے گھر مظفرآباد چکوٹھی پہنچ گیا جہاں سے کچھ ضروری اشیاء کے ہمراہ ایک بار پھر والدین سے اجازت لیکر عازم لاہور ہوا۔

ان دنوں اسلام آباد سے لاہور آنے کے لیے صرف جی ٹی روڈ ہی تھا جس پر جگہ جگہ بے نظیر بھٹو کے لیے پیپلز پارٹی کی ریلیاں نکل رہی تھیں۔ رات گئے ہماری بس لاری اڈے پہنچی تو میں ماڈل ٹاؤن کی بس پر بیٹھ کر سوئے منزل چل پڑا۔ بس والے نے مجھے اتفاق کالونی کے قریب اتارنے کی بجائے ماڈل ٹاؤن موڑ پر اتار دیا جہاں سے بھاری بیگ کے ساتھ کم وبیش دو تین کلو میٹر پیدل چلنا پڑا مگر شکر ہے لاہوری درست راستہ بتاتے رہے۔ میں تھکا ہارا دو دنوں کے مسلسل سفر کے بعد جب اتفاق اکیڈمی پہنچا تو محفل اپنے عروج پر تھی۔ سامان رکھنے کے بعد مسجد کے صحن میں جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا۔ اس محفل کا مزید عروج پروفیسر صاحب کی درد و سوز سے بھری دعا تھی جس نے محفل میں موجود ہر شخص کو گریہ کناں کر دیا۔ محفل کے اختتام پر اعلان ہوا کہ کل پروفیسر صاحب عارضہ قلب کا علاج کروانے امریکہ جا رہے ہیں۔

دو دن بعد یکم جنوری ۱۹۸۳ء کو جب اتفاق اکیڈمی کا آغاز ہوا تو پہلی کلاس استاذِ گرامی نے پڑھائی جس میں مجھے دیکھ کر انہوں نے اظہارِ مسرت فرمایا۔ غالباً جنوری ۱۹۸۳ء کو پہلی تاریخ بسم اللہ کرواتے ہوئے استاد محترم نے اسلامی علوم کی اہمیت اور غرض وغایت پر سادے لفظوں

میں بات کی اور پھر پروفیسر صاحب کی علمی وروحانی فضیلت پر بیان کیا۔ مگر صاف لگ رہا تھا کہ وہ پروفیسر صاحب کی صحت کے بارے میں متفکر ہیں۔ یہاں ان کے ساتھ معاونت کے لیے قائدِ محترم کے دیرینہ اور فکری دوست رانا جاوید القادری بھی بیوی بچوں سمیت تشریف لے آئے تھے۔ وہ ہمیں انگریزی زبان وادب اور جدید معاشی وسیاسی افکار پڑھایا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد خبر آئی ہ بائی پاس کامیاب ہوگیا ہے اور پروفیسر صاحب براستہ حرمین شریفین پاکستان واپس آرہے ہیں مقررہ تاریخ کو جب اتفاق فاؤنڈری کی کوچ پر ہم سب ایئرپورٹ پر پہنچے جہاں پہلی بار میں نے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کو بھی قریب سے دیکھا جن کی انگلی چھوٹے سے بچے نے پکڑ رکھی تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا یہ بچہ حسن محی الدین ہے۔ وہ پرانا ایئرپورٹ تھا جس کے سامنے ایک مسجد بھی ہوتی تھی۔ جب ہمیں اطلاع دی گئی کہ سعودیہ سے آنے والی فلائٹ وقتِ مقررہ سے لیٹ ہے تو قبلہ استاد محترم نے تمام طلبا کو مسجد میں جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا ویسے بھی ہم سبق پڑھتا چھوڑ کر آئے ہیں چلیں اسی سبق کو مکمل کر لیتے ہیں۔ ہماری کلاس میں مختلف ذوق کے لوگ تھے کچھ مجھ سے سینئر جیسے ATI پنجاب کے صدر محمد اشفاق چغتائی مرحوم ور کچھ کھلنڈرے ٹائپ لوگ تھے جو ایئرپورٹ کی کی رنگینیوں کو چھوڑ کر مسجد میں جا کر بیٹھنے اور صرف ونحو کا سبق پڑنے پر آمادہ نہیں ہورہے تھے مگر چاروناچار حافظ صاحب کا حکم ماننا لازمی تھا۔ یہاں یہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انہیں اس وقت بھی اپنے اور اپنے تلامذہ کے وقت کی کس قدر فکر تھی۔ چنانچہ جب جہاز لینڈ کر گیا اور پروفیسر صاحب شہباز شریف کے ہمراہی میں باہر آئے تو میاں شریف صاحب نے بڑھ کر ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اپنے استادِ محترم ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اور بیٹے حسن کو دیکھ کر ان سے ان سے خیروعافیت پوچھی۔ پھر قبلہ استاد محترم نے ہم سب طلباء کا باری باری تعارف کروایا۔ یہ جمعرات کا دن تھا انہوں نے وہیں اعلان فرما دیا کہ کل ان شاء اللہ جمعہ کا خطاب میں خود کروں گا۔ اور آپ نے "**رحمتی وسعت کل شیء**" کو موضوع بناتے ہوئے بہت پر مغز خطاب فرمایا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی شان رحمۃ اللعالمین کو خوب اجاگر کیا۔

نام کے ساتھ مفتی اور قادری کا اضافہ

ابھی تک آپ مفتی نہیں بنے تھے اور قادری کا اضافہ بھی نام میں شامل نہیں تھا۔ جب آپ اکیڈمی میں پڑھانے لگے تو انہوں نے جامعہ نظامیہ سے اجازت لے لی۔ اس دوران یہاں

با قاعدہ فتویٰ نویسی کی وجہ سے وہ مفتی بھی بن گئے تھے اور ۱۹۸۴ء میں حضور قدوۃ الاولیاء سیّدنا طاہر علاؤالدین کے لاہور وزٹ کے موقع پر ان کی بیعت کرنے کے بعد وہ قادری بھی کہلاتے تھے۔ اب ان کا نام حافظ محمد خان کی بجائے "مفتی محمد خان قادری" معروف ہو چکا تھا۔

اس دوران تین کلاسز دو میں اکٹھی ہو کر اتفاق اکیڈمی سے حالیہ مرکز منہاج القرآن کے جامعہ اسلامیہ (مسجد کے تہہ خانے) میں شفٹ ہو گئیں۔ جب قائد تحریک منہاج القرآن نے "پاکستان عوامی تحریک" کے نام سے نئی سیاسی جماعت کا اعلان کر دیا تو اتفاق مسجد سے جمعہ یہاں منتقل ہو گیا اور ہجوم سمیت وہ رونقیں بھی ادھر منتقل ہو گئیں۔ میرے سمیت چند طلبہ نے بی اے بھی کر لیا تھا لہٰذا میں نے اجازت کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا مگر اس دوران بھی استادِ محترم کے ساتھ محبت اور مشن کا تعلق مضبوطی سے قائم رہا۔

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں:

مرکز پر ہفتہ وار شب بیداریوں کی روحانی اور تربیتی نشستوں کا آغاز بھی انہی دنوں شروع ہوا تھا۔ ہم اولڈ کیمپس سے بڑے اہتمام اور ذوق کے ساتھ دوستوں کے ہمراہ ان محافل میں شرکت کرتے اور مفتی صاحب سے بھی ملاقات رہتی۔ بعد ازاں جب میں یونیورسٹی سے فارغ ہوا تو شیخ الاسلام مدظلہ نے مجھے باقاعدہ پہلے ریسرچ سکالر کے طور پر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بطور ڈپٹی ڈائریکٹر اور جز وقتی لیکچرر کام کرنے کا حکم دیا۔ میری اس پہلی تعیناتی کا نوٹیفکیشن قبلہ خلیل الرحمن صاحب کے دستخط کے ساتھ جاری ہوا تو مجھ سے زیادہ خوشی مفتی صاحب کو تھی۔

یہ دور مفتی صاحب کی شبانہ روز تعلیمی تدریسی تحقیقی اور تنظیمی مصروفیات کے عروج کا دور تھا۔ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں آپ کے پاس شیخ الجامعہ یعنی پرنسپل کی ذمہ داریاں تھیں۔ ۱۹۸۶ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد معراج الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بھی بھیرہ شریف سے یہاں منتقل ہو چکے تھے۔ مگر اپنی لطافتِ طبع کے پیش نظر وہ ہمیشہ انتظامی ذمہ داریوں کی ٹینشن سے دور ہی رہے۔ لہٰذا جامعہ میں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کی غیر نصابی سرگرمیوں میں اضافے کے باوجود مرکزی ذمہ داری قبلہ مفتی صاحب کے کندھوں پر ہی رہی۔ انہوں نے گوناگوں ذمہ داریوں کے باعث اب شادمان مسجد سے امامت کی ذمہ داری سے بھی رخصت لے لی تھی اور اپنی جگہ محترم نواز ظفر صاحب کو تعینات کروا دیا تھا۔

ان کی رگ رگ اور لوں لوں میں عشق و محبت رسول اکرم ﷺ رچی بسی تھی۔ وہ دن بھر کی تدریسی اور تحقیقی مصروفیات کے دوران جب بھی تھکاوٹ محسوس کرتے خوش الحان طلباء سے کسی ایک کو بلوا بھیجتے اور نعت شریف سننا شروع فرما دیتے۔ آفس میں، ہاسٹل میں، کلاس روم میں، گاڑی میں حتی کہ راستے چلتے ہوئے حضور ﷺ کی نعت سننا ان کو سب سے زیادہ مرغوب تھا۔

بقول عارف کھڑی میاں محمد بخش:

عشق جنہاں دی ہڈیں رچیا روون کم اوناہاں
ملدے وی روندے، وچھڑے وی روندے تے روندے ٹردے راہاں

فیملی سمیت ان کا قیام ادارے سے ملحق رہائشی فلیٹس میں تھا۔ چنانچہ وہ کل وقتی طور پر کثیر تعداد طلبہ کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ منہاج القرآن کے جتنے پرانے فاضل دوست اندرون یا بیرون ملک قابلِ قدر دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی قبلہ مفتی صاحب کی خصوصی شفقتوں اور خصوصی توجہات کے اثرات کا منکر نہیں ہوگا۔ ان کے ہوتے ہوئے پورے ماحول میں علمی اور جبی خوشبو کو واضح طور پر محسوس کیا جاتا تھا۔ انہیں قائد تحریک اور ان کے مصطفوی مشن سے غایت درجے کا عشق تھا اور ہمہ وقت اسی عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر دن رات مشن میں مستغرق رہتے۔ وہ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ اور مصطفوی تحریک کے جاں نثار کارکن تھے، ان کی شخصیت میں سخت محنت اور اخلاص کی صلاحیتیں یکجا ہو چکی تھیں۔

وہ دن بھر متعدد اسباق پڑھانے کے ساتھ ساتھ سحر خیزی میں بھی سب سے آگے تھے۔ مہینے میں ایک آدھ بار ہاسٹل کے کوری ڈور میں آ کر آواز لگاتے تو گہری نیند میں سوئے ہوئے طلبہ پلک جھپکتے اُٹھ کھڑے ہوتے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجد بھر جاتی۔ جامعہ کے ان ایام میں نماز فجر سے قبل محفل ذکر و نعت ہوتی اور آخر میں مفتی صاحب خود ہر روز درد بھری دعا بھی کرواتے۔ ان مصروفیات کے ساتھ آپ شام کے اوقات میں فتوی نویسی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے اور بہت محنت اور لگن سے حوالہ جات جمع کر کے روزانہ کے سوالات کے جوابات کا حق ادا کرتے۔ پھر جب ۱۹۸۷ء میں ماہنامہ منہاج القرآن جاری ہوا تو اس میں بھی آپ نے دو تین سلسلے پوری تندہی سے جاری رکھے۔

سفر حرمین میں محبت کے مظاہر:

۱۹۸۶ء میں میرا ایک تحریری مقالہ بہ عنوان "اسلامی معاشرے میں خواتین کے مسائل اوران کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں" پاک انجمن خواتین اسلام کی صدر آپا نثار فاطمہ ممبر قومی اسمبلی کی طرف سے ملک بھر میں پہلے انعام یعنی عمرے کی ٹکٹ کا مستحق قرار پایا تو بہت ہی خوش ہوئے اور اپنے طور پر قائد محترم سے اس اعزاز کا اظہار بھی کیا۔ ان دنوں میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبہ عربی میں ایم۔اے کا طالب علم تھا۔ جب روٹین کی ویکلی چھٹی کے دوران میں اکیڈمی آیا تو مجھے پیار کرتے ہوئے میری پیشانی چومی اور اپنی جیب سے مجھے پاسپورٹ بنانے کی فیس عنایت کی وہ رقم اس وقت اگرچہ مبلغ ۳۰۰ روپے تھی مگر میرے لیے تین لاکھ سے کم نہ تھی۔ پھر جب ایک سال بعد قائدِ محترم کے ہمراہ بہت قریبی لوگوں اور مرکزی قائدین کا قافلہ عمرہ کے لیے تیار ہوا اور ہم ۲۲ لوگ (مردوعورتیں) سفر حرمین کے لیے روانہ ہوئے تو مفتی صاحب ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ سراپا عجز و نیاز قدم قدم پر عقیدت ومحبت کی تصویر نظر آئے۔ اس سفر حرمین کے دوران ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ مجھے اور مفتی صاحب کو بے شمار کتب خانوں میں جاکر دینی کتب دیکھنے اور خریدنے کا خوشگوار تجربہ ہوا۔ بیس بنڈلز پر مشتمل وہ کتب آج بھی منہاج کی مرکزی لائبریری کی زینت ہیں۔ اس مقدس سفر کی بہت سی خوشگوار یادیں آج بھی میرے حافظے میں محفوظ ہیں خصوصاً سخت سردی کی ایک یخ بستہ رات غارِ حراء میں قیام اور جگہ جگہ محافل نعت کے انعقاد میں مفتی صاحب کے اظہارِ محبت وعقیدت کے ناقابل فراموش مناظر بہت ایمان افروز تھے۔ اسی سفر عمرہ کے دوران غارِ حرا میں قیام کی روائیداد کو خطبہ جمعہ میں قائد محترم نے بیان فرمایا تو اخبارات نے خبریت کی آڑ میں خوب اُچھالا۔ روزنامہ جنگ میں چار کالمی سرخی چھپی: "طاہر القادری پر غار حرا میں کشمیری فرشتے کا نزول" جس پر ملک بھر میں جمعیت طلبائے اسلام نے بھرپور احتجاج کیا تھا۔ وہ کشمیری فرشتہ راقم الحروف ہی تھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد قائد محترم سمیت تمام اساتذہ حتیٰ کہ محترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر آج تک ازرہِ مذاق مجھے کشمیری فرشتہ ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس منفرد سفر کی یادداشتیں میں نے "تلاشِ نقشِ پا" کے نام سے مرتب بھی کیں مگر اس کا مسودہ نہ جانے کہاں دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گیا جس کا مجھے آج تک افسوس ہے۔

تحریک سے علیحدگی کے بعد:

بعض سیاسی اور انتظامی وجوہات کی بنیاد پر جب مفتی صاحب سمیت جن چار حضرات نے تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی تو مفتی صاحب کے جانے کا دُکھ مجھ سمیت ہر شخص محسوس کر رہا تھا۔ خصوصا طلباء کے لیے تو ماتم کا سا سماں تھا۔ اسی لیے بعض لوگوں نے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن سے تعلیمی سلسلہ منقطع بھی کر دیا کیونکہ مفتی صاحب اور خلیل الرحمن قادری صاحب باقی دونوں حضرات کی نسبت زیادہ متحرک اور فعّال تھے۔ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ یہی دونوں بعد میں بھی حضور ﷺ کے اسی دینی مشن میں یکجان دو قالب کے طور پر مصروف کار رہے۔

خلیل الرحمن قادری صاحب تحریک منہاج القرآن کے بااختیار ناظم اعلیٰ تھے مگر اس مصروفیت نے انہیں مطالعہ سے خاصی حد تک محروم رکھا ہوا تھا۔ بعد ازاں خلیل الرحمن صاحب کو "علامہ" بنانے میں بھی بنیادی کردار مفتی صاحب مرحوم کا ہی تھا۔ خلیل الرحمن صاحب کا ان کے قائم کردہ جامعہ اسلامیہ کے اب بھی ناظم اعلیٰ ہیں جبکہ مفتی صاحب نے تدریس اور تحقیق کو تادم مرگ اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ دونوں حضرات نے مختلف مواقع پر ڈاکٹر صاحب سے اختلاف بھی کیے اور گلے شکوے بھی کرتے رہے مگر میں چونکہ دونوں اطراف کے درمیان حرفِ رابطہ بھی تھا اس لیے قارئین اور جملہ متعلقین کو یہ بتانے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ گذشتہ دو تین سالوں میں باہمی تعلق اور اعتماد کا رشتہ مکمل طور پر بحال ہو چکا تھا۔ اس دیرینہ تعلقِ محبت میں بحالی کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب دونوں حضرات کے دلوں میں اہل بیت اطہار کی عظمت کا مشترکہ عقیدہ بھی تھا۔ ڈاکٹر صاحب پر جب سرگودھا کے ایک سنی عالم دین نے ''ضرب حیدری'' نامی کتاب لکھ کر تفضیلی شیعہ ہونے کا فتویٰ لگایا تو نفسِ مسئلہ (فضائل مولا علی شیر خدا) پر اس جسارت کا مسکت جواب مفتی صاحب اور خلیل الرحمن صاحب کی طرف سے آیا جو ماہنامہ سوئے حجاز میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔

چند برس قبل جب مفتی صاحب کے والد گرامی کا انتقال ہوا تو قائد محترم نے بیرون ملک سے تعزیت کی اور مرکز سے اعلیٰ سطحی وفد کو تعزیت کے لیے جامعہ اسلامیہ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ امیر تحریک منہاج القرآن محترم مسکین فیض الرحمن درانی مرحوم کی سربراہی میں علماء اور قائدین کا خصوصی وفد ان سے ملا جس میں راقم الحروف بھی موجود تھا۔

۲۰۱۴ء میں جب راقم نے یونیورسٹی آف لاہور میں شعبہ علوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی تو

میرا آفس یونیورسٹی کے (ٹھوکر نیاز بیگ کے قریب) اولڈ کیمپس میں تھا۔ جہاں سے ان کا مرکز کافی قریب تھا اس لیے اکثر مواقع پر ملاقات اور نیاز مندی کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے متعدد فارغ التحصیل تلامذہ نے میرے پاس داخلہ بھی لیا اور کافی مواقعوں پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کو میں رہنمائی کی غرض سے ان کی خدمت میں بھیجتا رہا۔ مفتی صاحب بلاتمیز مسلک و مذہب سب کی تسلی بخش رہنمائی فرماتے تھے۔

وہ تحریک سے تو بظاہر علیحدہ ہو چکے تھے مگر علم و تحقیق اور مصطفوی مشن کی ترویج میں ان کی دلچسپی اسی طرح قائم تھی۔ ان کے ہاں جب بھی حاضری ہوتی تھی وہ منہاج القرآن کے پرانے تلامذہ کی علمی ودعوتی کاوشوں کا ذکر بڑی دلچسپی سے سنتے جو نام انہیں یاد تھے اُن کے متعلق دریافت فرماتے۔ ان کی خدمات کا احوال سُن کر خوش ہوتے اور اظہار مسرت فرماتے تھے۔ ان کے وصال سے کچھ ماہ قبل ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ڈاکٹر شبیر احمد جامی کی کتاب "مشائخ چشت کا نظریہ وحدت الوجود" کا خود ہی تذکرہ فرمایا اور اُن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے جامی صاحب کو پیغام دیا اور ہم جب ان کے ہاں دیگر دوستوں سمیت حاضر ہوئے تو ہمارے ساتھ ان کے استادزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی بھی تھے۔ وہ دیر تک وحدت الوجود کے نازک اور حساس موضوع پر جامی صاحب سے گفتگو فرماتے رہے اور کچھ تصحیحات بھی ارشاد فرمائیں۔ ڈاکٹر جامی صاحب نے اپنے استاد محترم مولانا نعمت علی چشتی (جن کا گذشتہ دنوں وصال ہو گیا) کے علم وعرفان کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے ایسے علم دوست بزرگوں کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ مجھے فرمایا کہ کسی دن آپ اپنے ہمراہ مجھے ان کے پاس لے چلیں۔ سوئے اتفاق کہ عدیم الفرصتی اور ان کی صحت نے ان دونوں بزرگ حضرات کو باہمی ملاقات کا موقع تو نہ دیا اور اب دونوں اللہ کے حضور پیش ہو چکے ہیں تاہم مجھے ڈاکٹر جامی کے ہمراہ ان سے ملنے اور گفتگو کرنے کا شرف مل گیا۔

وحدتِ امت کے لیے عملی اِقدام:

ان کا اعتقادی تعلق اگرچہ اہل سنت کے بریلوی مکتبہ فکر سے بڑا واضح تھا مگر اللہ پاک نے انہیں بہت وسعت اور کشادگی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی، ڈاکٹر محمد امین اور خلیل الرحمن قادری صاحب سے مل کر "ملی مجلس شرعی" قائم کی جس کے تادمِ حیات وہ مرکزی صدر

رہے۔ یہ کونسل ایک ایسا رہنما پلیٹ فارم ہے جس میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے راسخ علماء سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے سرکاری ادارے سے کہیں بڑھ کر دینی اور شرعی معاملات میں متوازن رائے دیتے ہیں۔ انہوں نے عقیدہ ختم نبوت، تحفظ ناموس رسالت اور اتحاد امت کے لیے اس علمی پلیٹ فارم پر دل سے کام کیا۔

ان کی سرپرستی میں بننے والی ملی اس مجلس شرعی کے روح رواں ڈاکٹر محمد امین اپنی مختلف سابقہ تنظیمی اور اعتقادی وابستگی کے باوجود مفتی صاحب سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ ایک بار ان کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے اگر آپ ان کو اپنے ہاں رکھوالیں تو وہ بھی ذہنی طور پر آسودہ ہو جائیں گے اور ہمارے پڑوس میں بھی آجائیں گے چنانچہ ان کی خواہش کو میں نے حکم سمجھتے ہوئے اس پر عملدرآمد کروالیا اور ڈاکٹر محمد امین UMT سے مستعفی ہو کر UOL میں آگئے۔ مفتی صاحب کی خواہش پر مجھے بھی ملی مجلس شرعی کا ممبر بنایا گیا تھا جو میرے لیے ایک اعزاز تھا اور اس کے اجلاسوں میں نت نئے معاملات پر غور وخوض کے لیے مل بیٹھنا ہمیشہ میری سعادت رہی جو ابھی بھی جاری ہے۔

مفتی صاحب کا وسیع فہم دین

ان کے انگ انگ میں خدمتِ دین اور محبت رسول ﷺ رچی بسی تھی اس لیے انہوں نے زندگی کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا اور تعلیم وتدریس کے ساتھ تحقیق وتصنیف کا کام تسلسل کے ساتھ جاری رکھا جس کا ثبوت ان کی ایک سو سے زائد تصنیفات ہیں جو رہتی دنیا تک انہیں اہلِ ایمان کے دلوں میں زندہ رکھیں گی۔

انہوں نے بے شمار اجتہادی نوعیت کے کام کئے جن پر مزید تحقیق جاری رہے گی۔ خصوصاً انہوں نے حجۃ الاسلام امام فخر الدین رازی کی مشہور زمانہ تفسیر کبیر کا اردو ترجمہ کر کے اردو دان طبقے کے لیے بہت بڑا احسان کیا۔ انہوں نے یہ ترجمہ اس انہماک اور توجہ سے کیا کہ امام رازی کا فہم دین اور قرآنی بصیرت بھی ان کے دل ودماغ کا حصہ بن گئی۔

ان کا وجود ایک خوددار، جہاں دیدہ اور راسخ العقیدہ مجتہد کے طور پر ملک وملت کے تمام مکاتب فکر کے لیے رہنمائی کا متوازن مرکز تھا۔ مجھے ان سے بلا انقطاع شرف نیاز مندی حاصل

رہا ہے اور میں نے ہر ملاقات میں ان کی صحبت سے دین کے ساتھ غیر مشروط وفاداری کا سبق سیکھا۔ مفتی صاحب نے زندگی کے ہر لمحے کو دین کی ترویج کے لیے وقف کیے رکھا اور آخر وقت تک انہوں نے تحقیق وجستجو کے سفر عزیمت کو جاری رکھا۔ وہ نت نئے مضامین سوچتے تھے، ان موضوعات پر گفتگو کرتے اور دلائل کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔ میرا تعلق ملک کی متعدد جامعات اور عرب وعجم کی شخصیات کے ساتھ رہا اور اب بھی قائم ہے مگر مفتی صاحب کی کتاب دوستی اور علم پروری کا جذبہ مجھے خال خال ہی نظر آیا۔

وہ ایک عملی اور زندہ دین کے پیرو تھے اس لیے ہمیشہ مثبت پہلوؤں کو پیش نظر رکھا۔ وہ دین کو روایت کی بجائے عمل میں ڈھال کر پیش کرنے کی کوشش کرتے اور اس کی سند ہمیشہ اسوۂ حسنہ سے ڈھونڈ لاتے۔ وہ اکثر فرماتے دین صرف قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرنے اور ان تعلیمات کو پھیلانے سے عبارت نہیں بلکہ مخلوق خدا کو خوشیاں دینا، مصیبت زدہ زندگی کو سہولیات عطا کرنا اور دنیوی معاملات میں بھر پور شرکت بھی عین دین ہے۔

ان کے علمی کارنامے اُن کی زندہ وجاوید تصنیفات اور تلامذہ کی صورت میں ہمیشہ قائم و دائم رہیں گے۔ اللہ پاک ان کی علمی وراثت کو ان کے فرزندوں اور تلامذہ میں جاری وساری رکھے۔ ان کے رفیق مخلص ہمدم دیرینہ محترم علامہ خلیل الرحمٰن قادری جوان کے ادارے کے ناظم اعلی بھی ہیں، بستر علالت پر بھی فکری اور عملی طور پر متحرک ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان میں سے ہمارے بھائی علامہ فاروق قادری کو ان کی خصوصی شفقتیں حاصل رہیں اور انہیں آپ کی کتب شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل رہی ہے۔ ان کے ساتھ یادداشتوں پر مبنی اس مختصر سی تحریر کو میں محض حاضری سمجھتے ہوئے سمیٹ رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی محنت وعزیمت اور اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ محبت واخلاص کا احوال لفظوں کے پیمانوں سے ماورا ہے۔ وہ اقبال کے اس شعر کا مصداق تھے:

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

ہماری دعا ہے کہ ان کا قائم کردہ جامعہ اسلامیہ تا قیامت فیوضات الٰہیہ تقسیم کرتا رہے اور یہاں پڑھنے پڑھانے والوں کو اللہ تعالیٰ معرفت ومحبت کے انمول خزانوں سے نوازے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

موتُ العالم موتُ العالم

تحریر: محمد ریاض قصوری ☆

یہ میرے لیے بہت سعادت اور خوش بختی کی بات ہے کہ عالم نبیل، منبعِ رشد و ہدایت، آفتابِ علم و حکمت، جامع المعقول والمنقول، مرجع العلماء والفضلاء، خزینۂ علم وعرفان، استاذ العلماء محسنِ اہلسنت، اسوۃ السلف، استاذی وسندی حضرت محقق العصر مفتی الحافظ محمد خان قادری نور اللہ مرقدہ کی ہستی اور عظیم ہستی کے بارے میں مجھے کچھ لکھنے کا موقع ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ مفتی صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ دو عالم، رحمت عالم، نور مجسم ہمارے کریم آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارک "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے حقیقی مصداق اور مظہر اتم تھے۔

پہلی ملاقات:

یہ ۱۹۹۳ء کی بات ہے جب بندۂ ناچیز پر رب کائنات نے کرم فرمایا اور حفظِ قرآن کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ میرے پیرومرشد حضرت صاحبزادہ ابوظفر سید احمد شاہ بخاری خطیب جامع مسجد مہاجرین منڈی مرید کے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے نے میرے لیے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ اسلامیہ لاہور کا انتخاب فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ آپ کے داخلے کی بات حضرت قبلہ مفتی محمد خان قادری صاحب سے ہوگئی ہے، آپ جلد لاہور جا کر ان سے ملیں، میں حکم کے مطابق جامعہ اسلامیہ لاہور واقع موڑ سمن آباد لاہور حاضر خدمت ہوا، میرا ذہن تھا کہ نام کے مفتی ہیں اور جامعہ کے بانی وسر برست اعلیٰ، سر پر بڑی سی دستار ہوگی، جبہ قبہ پہنا ہوگا، بڑے رعب اور دبدبے والی شخصیت ہوگی۔ دفتر پہنچا وہاں علامہ ڈاکٹر محمود احمد ساقی سے ملاقات ہوئی، عرض کی کہ قبلہ مفتی صاحب سے ملنا ہے، انہوں نے فرمایا: تشریف رکھیں، آپ کلاس میں ہیں تھوڑی دیر تک آجاتے ہیں۔ کافی دیر گزر گئی میں نے دوبارہ پوچھا، جی قبلہ مفتی صاحب ابھی تشریف نہیں لائے۔ تو انہوں نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو آئے تھے، اب وہ دوبارہ کلاس میں چلے گئے ہیں، آپ نے ملاقات نہیں کی؟ میں نے عرض کیا نہیں جناب۔

☆ ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ لاہور

میں نے عرض کی فلاں فلاں وضع قطع کے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں وہی تو تھے میں حیران ہوا کہ یہ مفتی صاحب تھے، اتنے سادہ گویا سلف صالحین کی زندہ تصویر، سادہ لباس، درویش صفت، غیور اور بالکل خاموش طبع عالمِ دین، پہلی دفعہ دیکھا اور جب ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو اتنی شفقت فرمائی کہ بندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کی شخصیت کا قائل ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی قد کاٹھ

صرف ملک پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے اہل علم آپ رحمہ اللہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جب بھی کوئی اہلِ علم دیارِ غیر سے پاکستان تشریف لایا، ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ رحمہ اللہ سے ملاقات نہ کی ہو اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اپنے تو اپنے دیگر مسالک کے لوگ بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی حق گو اور بے باک عالم دین تھے۔ چاہے وہ جابر حکمران ہی کیوں نہ ہو اس کے سامنے بلا خوف حق بیان کر دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی با مقصد گزاری۔ شب و روز خدمت دین کے لیے وقف کیے اور بے شمار کتب تصنیف فرما کر ہمارے لیے راہیں آسان فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید ہو گئے۔

شوقِ مطالعہ

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعہ کا اس قدر شوق تھا گویا کہ آپ کی خوراک بن چکا تھا، اتنی کھانے پینے کی فکر نہیں ہوتی تھی جتنی مطالعہ کی۔ صبح سے شام اور شام سے رات گئے تک مطالعہ میں مگن رہتے یہاں تک کہ عید کے دن بھی مطالعہ سے چھٹی نہ کرتے۔ جب میں اورئنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی شعبہ عربی میں زیر تعلیم تھا تو میرے استاذ محترم جناب سید ڈاکٹر قمر علی زیدی صاحب مجھ سے فرمایا کرتے جناب آپ کے مفتی صاحب کیا چیز ہیں؟ آئے روز نئی سے نئی کتاب مارکیٹ میں آ رہی ہے کیا وہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں سے لکھتے ہیں یعنی یہ جملہ وہ خوش ہو کر فرماتے اور قبلہ مفتی صاحب کے لیے دعا فرماتے۔ قبلہ مفتی صاحب کو جب بھی کوئی نئی کتاب کا پتہ چلتا تو فوراً خرید لیتے، بعض عربی کتب خانوں کے مالکان کو فرمایا ہوا تھا کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آئے مجھے فوراً اطلاع دو، پیسوں کی فکر نہیں کرنی، کوئی ساتھی حج و عمرہ کی سعادت کے لیے جاتا اور آپ کی فرمائش پوچھتا، فرماتے: فلاں فلاں کتاب لیتے آنا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی لائبریری میں ہزاروں کتب کا ذخیرہ موجود ہے اور الحمد للہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری پڑھی لکھی لائبریریوں میں

شمار ہوتی ہے۔تقریباً ہر کتاب پر آپ کے ہاتھوں سے حوالہ جات اور نشانات لگے نظر آتے ہیں جو کہ آپ رحمہ اللہ کے ذوقِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

الحمد للہ! بیماری کے آیام میں بھی مطالعہ کو نہیں چھوڑا، بیٹھ کر، لیٹ کر بھی اپنی روح کو مطالعہ کی تسکین سے جلا بخشتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال اس طرح رہا کے شدید علالت میں بھی ذہنی صلاحیت متاثر نہیں ہوئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ حریفوں کے گھروں تک تعاقب کرتے اور ان کو لاجواب کر کے ان کی راہنمائی بھی فرماتے اور اصلاح بھی کرتے۔ یہاں تک کہ جب بعض بے علم اور عقل وشعور سے عاری، سستی شہرت کے بھوکے ناعاقبت اندیش جاہلوں نے آپ رحمہ اللہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی اور خالصۃً علمی موضوعات کو مسلکی رنگ دے کر اپنی دوکانداری چمکانے کی ناکام کوشش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابانگِ دھل فرمایا، مطالعہ کر کے آؤ، پھر بات کرتے ہیں لیکن صد افسوس ان کو تو کتب کے نام بھی نہیں آتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ علی الاعلان فرمایا کرتے، آج مفتی محمد خان قادری زندہ ہے آؤ دلائل سے بات کرو مجھے قائل کر لو یا ہو جاؤ لیکن کوئی بھی مائی کا لال سامنا کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے زندہ رہو تو دلیل کے ساتھ مرو تو دلیل کے ساتھ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بطور منتظم اعلیٰ

جامعہ کے نظم وضبط پر خود بھی پابندی کرتے اور دوسروں کو بھی کرواتے، اگر کوئی خلاف ورزی کرتا تو سخت ناراض ہوتے اور سمجھاتے اور فرماتے یہاں سے ہی شخصیت بنتی ہے اگر آج ہم نہیں سیکھیں گے تو کب سیکھیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بطورِ مدرس

علم وحکمت کا درخشندہ ستارہ، استاذ الاساتذہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہوتے تو علم وعرفان کے خزینے پھوٹتے، طلباء ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھتے، بغیر مطالعہ کے درس نہ دیتے اور طلبہ کو بھی مطالعہ کا شوق دلاتے، کلاس میں تشریف لاتے تو تشنگانِ علوم کے قلم حرکت میں رہتے، فرماتے لکھ لیا کرو، آج کا لکھا کل کام آئے گا، طریقہ تدریس کچھ یوں تھا طلبہ میں سے کوئی عبارت پڑھتا، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر جامع مانع تقریر فرماتے۔صورتِ مسئلہ جتنا بھی عمیق دقیق اور پیچیدہ ہوتا اسے کھول کر بیان فرماتے، طلبہ عش عش کر اٹھتے، اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو بہت

خوش ہوتے ،اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور مدلل جواب عطا فرماتے اور حوالہ جات کے انبار لگا دیتے ۔علماء وفضلاء آپ کے اندازِ تدریس سے حیران ہوجاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قابلیت کا برملا اعتراف کرتے ۔ بدعقیدہ اور بدمذہب لوگوں کا خوب رد فرماتے کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہ جاتا۔

وصال شریف

۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء بروز سوموار یہ علم وحکمت کا بادشاہ، آفتابِ علم وحکمت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو گیا۔ **اناللہ وناالیہ راجعون** ۔آپ کی رحلت سے خصوصی طور پر اہلسنت یتیم ہوکر رہ گئے اور مجلس تحقیق وتدریس اجڑ گئی ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبہ جمعہ میں اپنے وصال شریف کی طرف یوں اشارہ فرمایا کہ یہ پہاڑ ، یہ درخت کسی کے لیے نہیں روتے ہاں جب ایک عالم دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو سمندر کی مچھلیاں بھی روتی ہیں۔

نمازِ جنازہ

حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کا اعلان ۱۷ مارچ بروز منگل ایکسپو سنٹر لاہور کے عقبی گراؤنڈ میں دوپہر ۳ بجے ادا کرنے کا ہوا ، ہزاروں علماء ومشائخ ، تمام مکاتب فکر اور طبقات کے لوگ حکومتی کرونا لاک ڈاؤن کی پابندیوں کو روندتے ہوئے شامل ہوئے اور صاحبزادہ علامہ محمد فاروق قادری کے پیچھے نمازِ جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

تدفین مبارک

بعدازنماز جنازہ، زیارت کے بعد جسم اطہر کو کلمہ طیبہ اور نعتوں کی گونج میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ جامعہ اسلامیہ لاہور میں لایا گیا، ہر آنکھ اشکبار تھی اور سینکڑوں علماء ومشائخ نے کلمہ طیبہ، قصیدہ بردہ اور نعتوں کی پرکیف گونج میں وقت عصر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین جامعہ کے قرب میں کی گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تہہ مزار تشریف لے گئے۔

موت کے پردے سے کم ہوتی نہیں ہے زندگی اس طرف بھی زندگی ہے اس طرف بھی زندگی

لیکن یاد رہے! **كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ** (سورہ عنکبوت: ۵۷) ۔اللہ وحدہ کا ایک اُصولی اوراٹل فیصلہ ہے، اس سے کسی طرح بھی فرار ممکن نہیں ہے ہر متنفس کو یہ گھونٹ چارو ناچار ضرور پینا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے خالق ومالک کے انعامات واکرامات کے ہر آن شکر گزار رہتے ہیں وہ بظاہر مر بھی جائیں، ان کو کفن بھی دے دیا جائے ،دفن بھی کردیا جائے وہ پھر بھی زندہ ہیں۔

حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر آپ کے ایک تلمیذ رشید کی رواں دواں تحریر

وہ طیب و طاہر گیا

تحریر: محمد ماجد نقشبندی مجددی

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا　　فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

محقق العصر مترجم تفسیر کبیر داعیٔ اتحاد امت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء بروز سوموار عین غروب آفتاب کے وقت راہی ملک عدم ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی صاحب کا سانحہ ارتحال ایسا جان کاہ حادثہ ہے جس سے فضائے سنیت مدتوں مغموم رہے گی۔ شاید چشم فلک کو بھی ایسا خورشید علم وحکمت اب دیکھنا نصیب نہ ہو۔ مفتی صاحب رئیس المحققین، فخر المدرسین، عصر رواں کے فقیہ اعظم اور عظیم سکالر تھے۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

محترم قارئین کرام! ایک وقت تھا کہ یہ دنیا اسلام کے حقیقی ورثا، عارفین وکاملین، محققین و مفسرین اور محدثین سے بھری ہوئی تھی۔ مختلف ممالک و امصار سے نت نئی تحقیقات، ادراکات و انکشافات پر مبنی تصانیف دیکھنے سننے کو ملتی رہتی تھیں اور ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے تھے:

اذا مات منا سید قام سید　　قوئول لافعال کرام فعول

جب ہمارا کوئی سردار مرجاتا ہے تو دوسرا سردار اس مکرم کی باتیں اور کام کرتا ہوا اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لیکن آہ! یہ دور تو قحط الرجال کا ہے اب تو علم وحکمت کی آبرو کا پاسبان کہیں دکھائی نہیں پڑتا۔ علم وقلم کے نیر تاباں خلق خدا میں اپنے فیوض وبرکات کے انمول جواہر لٹانے والے بہت تیزی سے راہی ملک عدم ہوتے جا رہے ہیں۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ ہم کو محسن اہلسنت مسند تدریس کا وقار شرف ملت اسلامیہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے ایسا افسردہ وحیران کیا جیسے نبض ہستی تھم سی گئی ہو۔ پھر شارح صحیحین مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ اور فاتح عیسائیت ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یکے بعد دیگرے وصال نے موت العالم کے مطابق دنیائے علم کا نقشہ ہی بدل دیا۔ ابھی اہلسنت ان صدمات سے سنبھل نہیں پائے تھے کہ محقق العصر مترجم تفسیر کبیر، محدث عظیم اور ممتاز

سیرت نگار مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر غم کوہ گراں بن کر گر پڑی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ذھب الذین احبھم و بقیت مثل السیف فردا

وہ لوگ چلے گئے جن سے میں محبت کرتا تھا اور میں تلوار کی مثل اکیلا رہ گیا۔

قارئین کرام! ویسے تو اس دنیا میں آنے والا ہر انسان اس کو دار فانی سمجھتا مانتا ہے یہ دنیا کسی کے لیے بھی مستقل مسکن نہیں اور ہر کوئی اپنی منزل کی طرف رواں ہے اس حقیقت کو کیا خوبصورت پیرائے میں کسی نے بیان کیا ہے کہ:

ولو کان فی الدنیا بقا لساکن لکان رسول اللہ ﷺ فیھا مخلدا

لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام افراد کا اس دنیا سے جانا برابر نہیں ہوتا بعض افراد کی موت پر تو دنیا و مافیہا مسرت و راحت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی شرارت وشر سے محفوظ ہوئے اور بعض افراد کی موت پر اس کائنات ہست و بود کی ہر شے آہ و بکا کرتی ہے زمین کا وہ حصہ روتا ہے جہاں وہ بندہ خدا جبین نیاز اپنے پروردگار کے سامنے رکھتا تھا وہ درس گاہیں وہ مسجدیں وہ محافل نالہ کناں ہوتی ہیں جہاں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں بلند ہوتی تھیں وہ عشرت کدہ علم آہ وفغاں کرتا ہے جہاں علم وحکمت کے جواہر تقسیم کیے جاتے تھے۔ وہ مسند اور محراب ومنبر گریہ کناں ہوتے ہیں جہاں سے توحید ورسالت اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے ترانے الاپے جاتے تھے۔ مام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا تھا۔

اذا مات ذو علم و فتوی فقد وقعت من الاسلام ثلمه

جب کسی صاحب علم اور مرد باکمال کا وصال ہوتا ہے تو اسلام میں دراڑ پڑ جاتی ہے۔ لیکن بہر حال یہ حقیقت ہے اور قانون الٰہی کا اٹل فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کی قلم کی قیل وقال محال ہے کما قیل......

حکم المنبر فی البریہ جار ما ھذہ الدنیا برار القرار

موت کا فیصلہ سب لوگوں پر جاری ہوتا ہے یہ دنیا ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔

قارئین کرام! حدیث رسولؐ میں یہ صراحت موجود ہے اللہ جل جلالہٗ جس کو جس مقصد کے لیے پیدا فرماتا ہے اسے وہی میسر آتا ہے اس تناظر میں ایک محاورہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر کسے را بہ ہر کارے ساختند۔ ہر کسی کو کسی کام کے لیے بنایا جاتا ہے مگر راقم الحروف یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ مفتی

صاحب کو برائے کارہائے بے شمار ساختند۔

مفتی صاحب دنیا علم وحکمت کے مہتاب عالم تاب تھے جس کی درخشندگی صرف ملک پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے ممالک وامصار میں پھیلی ہوئی ہے۔ مفتی صاحب کی تبحر علمی اور ژرف نگاہی میں کسی صاحب فہم وشعور کو کلام نہیں۔ مفتی صاحب نے کامیاب زندگی گزاری ہے آپ کی سادہ اور پاکیزہ زندگی کے کارہائے نمایاں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ صاحب اسلوب مصنف، محقق، صوفی، مترجم، مفسر، فقیہ اور عظیم مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ عملی میدان کے بھی مرد مجاہد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ملی اور سماجی خدمات کا فریضہ بھی نبھایا ہے۔

مفتی صاحب کی کتاب حیات کی ورق گردانی سے آپ کی شخصیت میں خاص طور پر جو متاثر کن اور امتیازی اوصاف تھے وہ نکھر کر سامنے آتے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1۔ تحریر وتقریر دونوں میں اعتدال وتوازن اور انصاف پسندی۔

2۔ غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی اصلاح کی بھی مخلصانہ جدوجہد۔

3۔ پراعتماد لہجے میں اپنی رائے کا اظہار اور اس کے لیے دلکش ومہذب پیرائے کا انتخاب۔

4۔ آسان اور عصری اسلوب میں اپنے مافی الضمیر کی ترسیل وتفسیر۔

5۔ حقائق کی تلاش وجستجو اور تحقیق وتفتیش کے بعد بات کہنے کی عادت۔

6۔ علم وعقل اور معرفت وبصیرت کی خوشگوار جامعیت۔

7۔ اصاغر کی حوصلہ افزائی، اکابر کا احترام وتعظیم اور احباب کی دلجوئی اور اکرام۔

8۔ زندگی کے ہر لمحہ میں احساس توازن، پاس اعتدال۔

9۔ جدید علوم نافع کی تحسین اور دینی علم کا وقار قائم رکھنا۔

10۔ اتحاد امت کی خالص علمی بنیادوں پر دعوت اور عملی اقدامات۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت اور بھی متعدد اوصاف سے متصف تھی مگر تلک عشرۃ کاملۃ کے مطابق ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ایک باوقار عالم کی ذمہ داریاں بھی مختلف النوع ہوتی ہیں جن میں وہ بیک وقت کئی مراحل کو عبور کرتا ہے اور کئی مقامات کو ملحوظ رکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی ایسے ہی باوقار عالم تھے جو اپنی ذمہ داریوں سے کبھی دست کش نہیں ہوئے آپ درس وتدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور تصنیف وتالیف میں بھی آپ کا کوئی ہمسر اور عدیل ونظیر نہیں ملتا جس نے تن تنہا

مختلف النوع علمی کام سرانجام دیا ہو آپ کی کتب کی تعداد سینکڑوں میں ہے آپ کو علامہ، مفتی محقق العصر جیسے القابات آبائی ورثہ میں نہیں ملے بلکہ آپ نے اپنی محنت و مشقت، لگن ایثار اور مسلسل جدوجہد سے معاصرین میں بلند علمی مقام و مرتبہ پایا جس کے نتیجہ میں امت کے اجل علماء اور معاصرین نے آپ کو یہ بھاری بھرکم القابات دیئے حالانکہ آپ ان القابات کے محتاج نہ تھے بلکہ آپ تو ان القابات سے بلند مقام کے حامل تھے۔ مفتی صاحب کے علمی خطابات اور تصنیفات و مقالات سے آپ کی علمی گہرائی اور وسعت مطالعہ و اجتہادی بصیرت، فہم وفراست، رسوخ فی العلم اور قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ دیگر علوم دینیہ پر گہری نظر کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ آپ کی گفتگو اور تحریر سے:

الاناء یترشح بما فیہ — برتن میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

کے مصداق علم چھلکتا نظر آتا ہے۔ مفتی صاحب کے علم نے انہیں متکبر تو نہیں بنایا مگر خوددار ضرور بنا دیا تھا۔ آپ بے نیاز طبیعت کے مالک اور اپنی ذات کو انجمن بنانے کا گر جانتے تھے۔ مفتی صاحب نے حق بات ہر موقع پر کہی مگر حکمت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ آپ دنیا میں پوری طرح رہے بس دنیا کو برتا مگر دنیادار نہ بنے۔ مفتی صاحب ان علماء میں ایک ممتاز مقام کے حامل رہے جنہوں نے محض جبر و دستار اور عبا و قبا کو کبھی ذریعہ وقار نہیں بنایا بلکہ روشن کردار کو بنایا علم کی حفاظت اور عظمتِ دین کی خاطر عالمانہ وقار اور شان کا ایک عالم سے تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ درد مندوں کی محفل میں خاکسار اور تاجوروں کی محفل میں کوہ وقار بن کے بیٹھے۔ مفتی صاحب اس علم کے تقاضا کی عملی تصویر تھے۔

الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی

مفتی صاحب نے جو علمی ورثہ چھوڑا ہے وہ مفتی صاحب کی طرف سے اعلان کررہا ہے کہ

میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا
سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا

قارئین کرام! آہ! اس دور قحط الرجال میں حلم وتدبر، فکروفن اور علم وتحقیق کا پیکر...... اکابرین کا فخر، اصاغر کی امیدوں کا چراغ اور نسل نو کا سب سے بڑا محسن بھی چل بسا...... مفتی صاحب کے وصال سے سنیت ایک عظیم شعوری مفکر سے محروم ہوگئی...... آہ! آہ! صد آہ!

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
داغ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی

پیکر علم و تحقیق

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: صاحبزادہ علامہ شمائل اشرف درانی

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر

جامعہ اسلامیہ لاہور کے پانچ سالہ قیام کے دوران ہم اکثر ایک عظیم عالم و عارف کامل شخصیت کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے وہ عظیم ہستی جن کو رب لم یزل نے علم و حکمت، تدبر و تفکر، ظاہرو باطن کے علوم سے مرصع فرمایا تھا دل ہی دل میں آپ کی ملاقات کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ اس کو والہانہ محبت سے تعبیر کیا جائے تو بھی صحیح ہوگا۔ ایک دن مقدر کا ستارہ چمکا سبب استاذ المکرم مولانا صدیق سعدی حفظہ اللہ بنے حضرت محقق العصر مترجم تفسیر کبیر، داعی اتحاد امت، مصنف کتب کثیرہ قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک لینے سے پہلے ذرا ٹھہریے مجھے لغت کی کتابوں سے ایک مکمل انسان کے سارے اوصاف اور القاب جمع کر لینے دیجئے تا کہ قبلہ مفتی صاحب کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ شامل کروں۔

خدا جھوٹ نہ بلوائے مفتی صاحب علم کے مرکب نہیں علم کے راکب تھے۔ علم اور انکساری نے عموماً ایک جگہ کم اپنا آشیانہ بنایا ہے مگر قبلہ مفتی صاحب کو خودی، خودنمائی اور علمی تفوق چھو کر بھی نہیں گزری تھی وہ مٹے ہوئے شخص تھے۔ (انہوں نے بادشاہوں کی طرح بے نیازی سے ساری عمر گزار دی)۔

مبیں حقیر گدایان عشق را کیں قوم شہان بے کمر و خسروان کلہ اند

استاذی مولانا صدیق سعدی صاحب نے فقیر کا تذکرہ کیا تو قبلہ مفتی صاحب نے حکماً فرمایا "شمائل" کو بلاؤ جب یہ خبر مجھ تک پہنچی تو یہ موقع میرے لیے عید سے کم نہ تھا میں نے فوراً حکم کی تعمیل میں قبلہ مفتی صاحب کی بارگاہ عالی جناب میں حاضر ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

جامعہ اسلامیہ ایف اے سال اول کا ایک دبلا پتلا نو عمر طالبعلم قبلہ مفتی صاحب سے کیا ملا وہ ہمیشہ کے لیے ان کا ہی ہو کر رہ گیا۔ کوئی شک نہیں وہ عالم تھے۔ مورخ تھے، محقق تھے، اہل قلم اور درویش صوفی تھے۔

قبلہ مفتی صاحب نے ساری زندگی اُمت کو جوڑنے میں صرف کی ہے آپ کو دنیا داعی اتحاد امت کے نام سے بھی یاد کرتی ہے۔ مگر میری دانست میں مفتی صاحب بارگاہ حریم نبوی کے ایسے پاسبان تھے جو اس طرف کسی کی میلی آنکھ بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا۔

آہستہ سانس لے کر خلاف ادب نہ ہو　　نازک ہے آئینے سے طبیعت حضور کی

ایک وہ دور تھا کہ لاہور سمیت ملک بھر میں ناموس رسالت پر حملے ہوتے رہے۔ ختم نبوت کے مقدس قانون کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی مگر یہ مرد درویش یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ بلند کر کے میدان میں اترا انہوں نے کافی دکھ اٹھائے، غم سمیٹے تکلیفیں برداشت کیں مگر مضبوط و مستحکم ہو کر ڈٹے رہے۔

اگرچہ ہوا ہے تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

قبلہ مفتی صاحب کا خمیر اللہ و رسول ﷺ کی محبت سے اُٹھایا گیا تھا۔ دوران محفل نعت خواں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا یہ شعر ترنم سے پڑھا۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پر طرفہ دھوم دھام
یارسول اللہ ﷺ کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

تو قبلہ مفتی صاحب ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے وہ محبت نبوی ﷺ میں اس طرح فنا ہو گئے تھے کہ انہیں محبت اور سوز و عشق کے سوا کسی چیز سے تعلق ہی نہیں رہا تھا گویا ان کا مشرب یہ تھا۔

ما ہرچہ خوانده ایم فراموش کرده ایم　　الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

قبلہ مفتی صاحب محقق، مدقق، مدرس، عظیم عالم تھے مگر ساتھ ہی ایک عبقری انسان تھے۔ آپ سینکڑوں کتب کے مصنف مترجم اور شارح تھے اللہ پاک نے مفتی صاحب کو علم و تحقیق میں وہ ملکہ عطا فرمایا تھا جو شاید عصر حاضر میں کسی کو میسر نہ ہو۔

آپ کا سب سے بڑا اور نمایاں کام امام المحققین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ تصنیف تفسیر کبیر کا اُردو ترجمہ "فضل قدیر" ہے تفسیر کبیر جو مغلق اور دقیق فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے۔ پاک و ہند میں بڑے اجلا علماء کرام محققین گزرے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے علم کی ترقیوں سے نوازا تھا مگر جو قرآن مجید کی خدمت کا حصہ مفتی صاحب کو حاصل ہوا کسی کا مقدر نہ بن سکا۔

خارجی کتب کے علاوہ نصابی کتب "منہاج النحو"، "منہاج المنطق"، "منہاج اصول فقہ" جیسی

مختصر جامع سہل کتب تصانیف فرما کر اہل علم علماء مدرسین، طلبہ پر آپ کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے علم النحو کے ضروری قواعد کا خلاصہ اردو زبان میں مرتب فرمایا جس سے طالبعلم کافیہ، شرح جامی کی انتہائی پیچیدہ عبارت کو حل کرنے کے قابل بن جاتے۔ "شمائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" پر جو عالمانہ اور عارفانہ تحقیق قبلہ مفتی صاحب نے فرمائی ہے شاید ہی کسی کا خاصہ ہو جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی مشہور زمانہ تصانیف "شاہکار ربوبیت"، "شرح سلام رضا"، "خوشبوئے جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم"، "امتیازات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" و دیگر نمایاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قبلہ مفتی صاحب کا واحد مقصد حیات عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فروغ تھا۔ بقول شیخ جامی رحمۃ اللہ علیہ:

جامی راہ ھدیٰ بخدا غیر عشق نیست گفتیم والسلام علی تابع الہدیٰ

بنابریں آپ کی تصانیف سے محبت رسول، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ فقر و درویشی کی آبرو علم و فقاہت کا پیکر تقویٰ و طہارت کا مجسمہ اخلاق محمدیہ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے ان کے وصال سے ان کے متعلقین، متوسلین، معتقدین اور ہزاروں شاگرد آپ کے سایۂ عاطفت ظل رحمت اور یہ درویش سدا بہار دعا دینے والی شخصیت سے محروم ہو گئے۔

جان کر منجملہ خاصان مے خانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

بحمدہٖ تعالیٰ فقیر کو قبلہ مفتی صاحب کا قرب خاص حاصل ہوا جو فقیر کے لیے باعث فخر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا اعزاز ہے میرے عم مکرم مفکر اسلام، شہر یار تصوف صاحبزادہ مفتی مظہر مختار درانی کے ہمراہ قبلہ مفتی صاحب کے وصال مبارک سے تین دن قبل آپ کی رہائش گاہ پر زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مکرم چچا جان نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا شمائل آپ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتا ہے جواباً مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں بھی اس سے محبت و شفقت کرتا ہوں۔ اللہ کریم اس کو آپ کو جیسا عالم اور دین کا خدمت گزار بنائے۔

این سعادت بزور بازو نیست

آپ کے صاحبزادگان خاص طور پر صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا محمد فاروق قادری صاحب مفتی صاحب علمی جانشین اور آپ کے مشن کو جاری کئے ہوئے نعم الخلف اور نعم السلف ہیں اور راقم السطور آخر میں شکر گزار ہے محبوب العلماء والصلحاء، عظیم اسکالر، ادیب اہل سنت صاحبزادہ ملک محبوب الرسول قادری کا جنہوں نے "حضرت استاذ کے متعلق "حضرت محقق العصر نمبر" کی اشاعت فرما کر حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی خدمات کو اُجاگر کیا۔ اللہ ربّ العزت حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

میرے استاد جی

تحریر: علامہ پیر فراز احمد چشتی

جن سے مل کر زندگی سے پیار ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

محقق العصر قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک شعوری عالم دین، ایک شعوری مدرس، ایک شعوری خطیب، ایک شعوری مصنف و مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کو بدلنے والے اُمت مسلمہ کے محسن تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اتحادِ اُمت کی کوششوں میں گزری۔ قبلہ اُستاذِ محترم مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے وحدتِ اُمت کا درس دیا۔ اللہ ربّ العزت کی توحید کا بیان اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں ملتا ہے کہ بندہ اپنے رب کے ساتھ جڑا رہے۔ عشق رسول تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گھٹی میں شامل تھا کیونکہ جب بھی سرورِ عالم کی نعت شریف پڑھی جاتی تو قبلہ مفتی صاحب یکسوئی کے ساتھ سنتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا۔ راقم (فراز احمد چشتی) اور ملک محبوب الرسول قادری بھی ہمراہ تھے وہاں ایک نعت خواں نے شعر پڑھا:

میرے آقا آؤ کے مدت ہوئی ہے
تیری راہ میں اکھیاں بچھاتے بچھاتے

قبلہ مفتی صاحب کا جب بیان شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھو جھوٹ نہ بولو فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہم سے بہت پیار فرمانے والے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے بندہ ان کی محبت میں روئے اور وہ تشریف نہ لائیں۔ نہ ہم روتے ہیں نہ اکھیاں بچھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں روتے روتے مدت ہوگئی ہے اور آتے نہیں ہیں۔ استاذِ محترم قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نعت پڑھتے وقت جو تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہتے ہو اگر تو تمہاری کیفیت ایسی ہی ہے تو کمال کی بات ہے اور اگر کیفیت ایسی

نہیں کہ جیسا تم نعت میں کہہ رہے ہو تو سوچو کہ تم کس ہستی کے بارے میں جھوٹ بول رہے ہو۔ قبلہ مفتی صاحب نے ہر اسٹیج پر اُمت کی رہنمائی فرمائی۔ قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کوئی کام فرماتے تو ایک بات پیش نظر رہتی کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے آپ نے ہمیشہ حلال کا اہتمام کیا۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ ہمارے ایک یونیورسٹی کے دوست محمد حماد کا استادِ محترم قبلہ مفتی صاحب کی عیادت کے لئے جانا ہوا تو محمد حماد نے کہا قبلہ مفتی صاحب مجھے کچھ نصیحت کریں تو آپ نے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ "بیٹا ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔" وہ نوجوان کہنے لگا میں نے سمجھا شاید مفتی صاحب لمبی چوڑی نصیحتیں کریں گے لیکن کمال یہ ہے کہ مفتی صاحب نے ایک ہی جملہ کہہ کر کمال کر دیا۔ دورانِ گفتگو میں نے قبلہ مفتی صاحب سے حاجی سلیم قادری صاحب کا ذکر کیا تو مفتی صاحب نے فرمایا پیر تو اسے جانتا ہے۔ قبلہ مفتی صاحب جب بھی مجھے فرماتے تو پیر کہہ کر پکارتے۔ میں نے کہا جی نہیں حاجی سلیم صاحب کو جانتا ہوں۔ آپ فرمانے لگے کام آسان ہو گیا میں نے پچیس یا تیس سال قبل ان سے کچھ پیسے اُدھار لئے تھے لیکن اس کے بعد مجھے حاجی صاحب کا پتہ نہیں چلا کہاں رہتے ہیں۔ آپ نے فوراً اختر عباس کو بلایا اور فرمایا ڈائری لاؤ تو اس میں پچاس ہزار روپے لکھے تھے جو مفتی صاحب نے حاجی صاحب کو دینے تھے فوراً پچاس ہزار روپے دیئے اور مجھے فرمایا کہ حاجی صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا جو شخص اس قدر انصاف کا حامل ہو اور خوفِ الٰہی رکھنے والا ہو۔ اس شخص کے بارے میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

علمی حوالے سے آپ اپنی مثال آپ تھے آپ ایک سنجیدہ، متین، وسیع المطالعہ، راسخ العلم، علمی وفکری شخصیت کے مالک تھے۔ کثیر عربی وفارسی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا۔

آپ کی ہر تحریر میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آتا ہے۔ امام فخر الدین رازی کی شہرہ آفاق تصنیف "تفسیر کبیر" کا اُردو زبان میں ترجمہ "فضل قدیر" کے نام سے مکمل کیا۔ آپ کی تحریر اور تقریر کو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ بات میرے لیے قابل فخر ہے کہ میں محمد مفتی خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں۔ آپ جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی تھے۔ اللہ پاک قبلہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے لگائے ہوئے پودے کی خوشبو پورے عالم میں پھیلائے اور ہمیں مفتی صاحب کے مشن کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محقق العصر حضرت

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: ملک شکیل اختر

۱۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو تعلیم حاصل کرنے کی غرض چکوال سے لاہور آئے۔ ان دنوں ہم طاہر القادری کے بیان بڑے شوق سے ٹیلی ویژن پر سنتے تھے اور جلسوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی جو گورنمنٹ کالج چکوال سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اتفاق اکیڈمی لاہور کھینچ لائی۔ اتفاق اکیڈمی میں نہایت اچھے اساتذہ کرام تدریس کرتے تھے ان میں سے ایک قبلہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مفتی صاحب نہایت مشفق اور طلبہ سے محبت کرنے والے انسان تھے تمام اساتذہ کرام میں سے مفتی صاحب کا مزاج بالکل مختلف تھا اور طریقہ تدریس بھی منفرد مگر اعلیٰ تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھائے ہوئے اسباق آج بھی ہمارے ذہنوں میں اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا ابھی انہوں نے پڑھائے ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کلاس میں بچوں کے ساتھ تھوڑی سختی کرتے لیکن کلاس کے بعد آپ کا رویہ دوستانہ ہوجاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دین کے لئے اعلیٰ فکر رکھنے والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے اور ہمیں مفتی صاحب کے کیے ہوئے کاموں سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ عزوجل آپ کے ادارے کو قائم ودائم رکھے اور آپ کی اولاد اور آپ کے طلبہ کو اس مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عظیم مہربان دوست ملک محبوب الرسول قادری کی مفتی صاحب سے محبت قائم رکھنے اور ان کے علم سے تمام لوگوں کو فیض یاب ہونے کی سعادت فرمائے اور ہمیشہ کی طرح ملک صاحب نایاب کتب پائے تکمیل تک پہنچائے۔ میں بے حد مشکور ہوں کہ مجھ ناچیز کو اس حوالے سے یاد رکھا۔

فضلِ قدیر ترجمہ تفسیر کبیر اور محقق العصر

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: محمد عمران عنصر

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ جب میں نے مڈل کلاس کا امتحان پاس کیا تو میرے والد محترم نے مجھے جامعہ اسلامیہ لاہور میں داخل کروایا۔ میرے والد محترم اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اس وقت شادمان رحمانیہ مسجد کے پاس ڈیوٹی کرتے اور اکثر جمعہ پڑھنے اس مسجد میں جایا کرتے ۔ جہاں محقق العصر مفتی محمد خان قادری خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کی علمیت، اخلاقیات، اندازِ گفتگو اور شخصیت سے میرے والد محترم متاثر ہوئے۔ پھر ان کی ملاقات خورشید پارک میں مفتی صاحب کے بڑے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری سے ہوئی ،آپ نے میرے داخلے کے بارے میں ان سے بات کی تو فاروق صاحب نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو جامعہ میں لے آئیں، داخلہ مل جائے گا۔ چنانچہ ۱۰، اپریل ۲۰۰۱ء کو میرے والد محترم نے مجھے جامعہ اسلامیہ لاہور میں داخلہ کروایا۔ جیسے ہی میں چوتھے سال میں پہنچا تو ہماری کلاس میں قبلہ مفتی صاحب کا لیکچر ہونا شروع ہوا۔ قبلہ مفتی صاحب نے ہمیں اُصولِ حدیث کی کتاب تیسیر مصطلح الحدیث پڑھانی شروع کی۔ اسی طرح پانچویں سال میں مشکوٰۃ اور چھٹے سال میں مسلم شریف مفتی صاحب نے پڑھائی۔ میرے لیے سعادت کی بات یہ ہوئی کہ جب سال کے اختتام میں آخری ایام رہ گئے اور میری تعلیم مکمل ہو رہی تھی تو میں اوپر فاروق بھائی کے پاس آجاتا جہاں آپ اپنے والد گرامی کے کام میں لگے ہوتے تو میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتا اور ان کو کرتے ہوئے دیکھتا رہتا اور اکثر اس بات کا اظہار کرتا کہ آپ مجھے یہ کام کرنا سکھا دیں ۔اس طرح انہوں نے مجھے ان پیج میں کام کرنا سکھایا۔ ان دنوں مفتی صاحب امام فخر الدین رازی (متوفی: ۶۰۶ھ) کی تصنیف "مفاتیح الغیب" جو "تفسیر کبیر" کے نام سے مشہور ہے کا ترجمہ کر رہے تھے۔ آخری جز ان دنوں شائع ہو چکا تھا اور اس کی حروف سازی محترم علامہ محمد فاروق قادری صاحب نے کی تھی۔

شروع شروع میں تو یہ کام بہت مشکل لگا۔کبھی دن میں آدھا صفحہ اور کبھی اس سے بھی کم لکھ پاتا لیکن میں ہمت نہ ہارا اور لگا رہا۔پھر ایک دن مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ محمد عمران عنصر (راقم) یہ کام کر لیتا ہے تو انہوں نے مجھے سورۃ الفاتحہ کی حروف سازی کرنے کا کام سپرد کیا اور میں نے سورۃ الفاتحہ کی حروف سازی سے آغاز کیا۔اس دوران ایک ساتھی تیسرا جز ایک چوتھا جز اور ایک پانچواں جز پر کام کر رہا تھا۔جیسے ہی یہ جز مکمل ہوئے،ان کے پاس دوسرے اجزا چلے جاتے اور جب وہ مکمل کر لیتے تو وہ اجزا فاروق بھائی کے پاس آجاتے اور وہ ان کو میرے حوالے کر دیتے۔میں ان کو قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ لگا کر پیش کر دیتا۔یہ تمام ساتھی جو حروف سازی کا کام کرتے ان سب کے ہاتھ بھی فاروق بھائی نے سیدھے کروائے۔تقریباً سارا کام چھ افراد پر مشتمل تھا۔میرے لیے بہت بڑی سعادت تھی۔میرا شوق بھی تھا یہ کام کرنے کا۔لہٰذا میں نے سعادت سمجھتے ہوئے دلجمعی کے ساتھ اس کام کو کرنا شروع کیا،آہستہ آہستہ جتنا کام ہوتا اس کا پرنٹ نکال کر فاروق بھائی کو دیتا اس طرح وہ مفتی صاحب کے پاس پہنچ جاتا اور مفتی صاحب نظر ثانی فرما کر واپس میرے پاس بھیج دیتے۔اس طرح یہ کام جاری وساری ہو گیا اور جو جز بھی کمپوز ہوتا وہ میرے پاس آجاتا۔میں اس پر قرآنی آیات اور ترجمہ لگانے کے بعد پھر پرنٹ نکالتا۔اس کے ساتھ ساتھ میں (راقم) جامعہ میں پڑھانے اور ہاسٹل وارڈن کی ذمہ داری کی خدمات بھی سرانجام دیتا رہا۔

قبلہ استاد محترم محقق العصر مفتی محمد خان قادری (مرحوم) شروع میں "تفسیر کبیر" کے ترجمے کی املاء خود ہی کیا کرتے لیکن بعض اوقات تھک جاتے،ساتھ شوگر کی بیماری بھی تھی جس کی وجہ سے کمزوری بھی ہو جاتی۔تفسیر کبیر کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ کو بہت سی تکالیف سے گزرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب پر فضل فرمایا اور تمام تکالیف کی پرواہ کیے بغیر مفتی صاحب اس کام میں لگے رہتے،دن میں ۲۴ گھنٹوں میں سے ۲۰ گھنٹے تو آپ اس کام میں گزارتے۔سفر میں ہوں یا حضر میں آپ نے تفسیر کبیر کا ترجمہ جاری رکھا بعض اوقات میں سفر میں آپ کے ساتھ ہوتا تو آپ فرماتے کہ کتاب اور صفحات ساتھ رکھ لو اور سارے سفر آپ مجھے املاء کرواتے۔سفر کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا گزر جاتا تھا اور ساتھ کام بھی ہو جاتا۔فجر کی نماز پڑھتے تو اس کام میں لگ جاتے،جامعہ آتے تو اپنے پاس کسی ساتھی کو بیٹھا لیتے اور اسے املاء کروانا شروع کر دیتے۔وہ تھک جاتا تو ظہر کے بعد دوسرے ساتھی کو بیٹھا لیتے،عصر کی نماز پڑھ کے پھر املاء کرواتے

۔مسجد میں جاتے تو وہاں مغرب کی نماز کے بعد کسی نمازی کو اپنے پاس بٹھا لیتے اور اسے املاء کروانا شروع کر دیتے اسی طرح عشاء کی نماز پڑھ کر۔ یہ سلسلہ رات دیر تک چلتا۔کبھی کبھی ایسے بھی لمحات آئے مفتی صاحب نے ایک ہی وقت میں تفسیر کبیر کے دو اجزا کھولے ہوتے اور دو ساتھی بٹھائے ہوتے۔ایک جز کا ترجمہ ایک کو اور دوسرے کا دوسرے کو لکھواتے جاتے اور بغیر سوچ و بچار کیے مسلسل بولتے جاتے جیسا کہ اردو کی کتاب کھولی ہو اور پڑھتے جاتے ہوں۔یہ اللہ تعالیٰ کا قبلہ مفتی صاحب پر خاص کرم و فضل تھا۔بعض اوقات آنکھوں سے نظر آنا کم ہو جاتا ،آپ نے ایک آلہ رکھا ہوا ہوتا تھا جس کو الفاظ کے پاس کریں تو اس میں سے الفاظ موٹے نظر آنے شروع ہو جاتے تھے۔آپ اس آلے کے ذریعے لکھواتے۔تفسیر کبیر کے ترجمہ کرتے ہوئے ہی دو مرتبہ آپ کے پاؤں بھی جلے جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا لیکن پھر بھی آپ جامعہ آتے کرسی پر بیٹھا کر گاڑی میں بٹھاتے پھر جب جامعہ آتے تو کرسی ہی کے ذریعے اُٹھا کر دفتر میں لے آتے اور آپ کافی دیر تک کام کرتے رہتے اور کبھی محسوس بھی نہ کروایا اور نہ ہونے دیا کہ آپ کو کوئی ذرا بھر بھی تکلیف ہے۔آتے ہی مطالعہ کرنا،لکھنا اور املا کروانا شروع کر دیتے ۔تفسیر کبیر کا جب آپ نے ترجمہ شروع کیا تو لوگوں کا آنا جانا بھی ہوتا تھا کوئی کسی کام کے لیے یا کوئی زیارت اور ملاقات کے لیے جس کی وجہ سے کام میں خلل واقع ہو جاتا اور مسلسل ٹوٹ جاتا ۔پھر آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دیا،کوئی آ بھی جاتا تو بغیر ٹائم دیئے نہ ملتے اور ان کو بتا دیا جاتا کہ مفتی صاحب مصروف ہیں۔اگر کسی کو کوئی ضروری کام ہوتا تو اسے ٹائم بتا دیا جاتا کہ اس وقت آ جانا۔

اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا کہ محقق العصر مفتی محمد خان قادری (مرحوم) راقم پر خاص شفقت فرماتے اور ہمیشہ بیٹا کہہ کر ہی بلاتے،بہت پیار کرتے،کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ آپ نے ڈانٹا ہوگا ہمیشہ پیار ہی کیا،کبھی مجھے اپنے آفس آنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ میں تفسیر کبیر کی حروف سازی کر رہا ہوتا۔فرماتے بیٹا جب بھی کسی عبارت کی سمجھ نہ آ رہی ہو فوراً میرے پاس آ جانا۔میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنے لیے یہ سعادت سمجھتا ہوں کہ آخری ایام میں جیسے ہی جامعہ میں آتے مجھے اپنے پاس بُلا لیتے جب تک جامعہ میں رہتے زیادہ تر میں آپ کے پاس ہی رہتا۔تفسیر کبیر کی حروف سازی کرتے وقت اکثر ایسے مقامات آ جاتے جن کی سمجھ نہ آ رہی ہوتی تو میں ان عبارات پر نشان لگا لیتا اور جب آپ جامعہ تشریف لاتے تو ان عبارات کو حل فرما دیتے

اور مجھے لکھوا دیتے۔

الحمد للہ! تفسیر کبیر کا ترجمہ دسمبر ۲۰۱۲ء میں مکمل ہوا، اس ترجمہ کا نام مفتی صاحب نے "فضلِ قدیر" رکھا کہ یہ اللہ رب العزت کا فضل ہی ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی۔ اس میں سے دو مقامات کی تفسیر کا ترجمہ اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ ان مقامات کا ترجمہ حرمین شریفین حاضری کے وقت کیا جائے گا۔ پھر ایک مقام کا ترجمہ بوقت ۲:۴۶ بعد از نماز ظہر ۲۶ مارچ ۲۰۱۶ء بمقام مسجد نبوی ﷺ مدینۃ المنورہ میں اور دوسرے مقام کا ترجمہ مؤرخہ یکم اپریل ۲۰۱۶ دوپہر ۲:۴۵ حرم کعبہ میں تکمیل پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل و کرم سے یہ سارا ترجمہ میرے ہاتھ سے گزرا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ اس تفسیر کے ۱۳۲ اجزا ہیں۔ وصال سے پہلے ایک مرتبہ مکمل اور دوسری مرتبہ تقریبا ۱۲۹ اجزا کی پروف ریڈنگ آپ فرما چکے تھے، ۱۳۰واں جز جاری تھا کہ آپ کی طبیعت زیادہ بگڑنا شروع ہوگئی جس کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہوگئے، جامعہ بھی آنا مشکل ہوگیا۔ ایسی حالت میں بھی بستر پر لیٹے اپنے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری کو کہتے کہ آپ پڑھتے جاؤ میں سنتا ہوں جس جگہ اصلاح کروانا مقصود ہوتی آپ ان کو اصلاح کروا دیتے وہ لکھ لیتے۔ وفات سے دو دن پہلے راقم کو مفتی صاحب نے اپنے گھر بلایا کہ تفسیر کبیر کتاب اور جو مبہم عبارات ہیں آپ (راقم) کو سمجھ نہیں آرہی وہ صفحات لے کر آجاؤ۔ میں گھر گیا، کافی طبیعت خراب تھی، میں نے ایک دو عبارات پڑھیں لیکن پھر میں نے محسوس کیا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے تو کتاب کو رکھ دیا اور دبانا شروع کر دیا، کچھ دیر دباتا رہا، پھر مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ جامعہ چلے جاؤ اب کل آجانا پھر ان عبارات پر غور کریں گے۔ اگلے دن (وصال سے ایک دن پہلے) میں گیا لیکن طبیعت اسی طرح تھی کمزوری کافی بڑھ گئی تھی جاتے ہی سلام و دعا کے بعد میں نے دبانا شروع کر دیا۔ کافی دیر دباتا رہا۔ پھر مفتی صاحب نے فرمایا کہ بیٹا آپ نے گھر جانا تھا آپ گھر سے ہو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان عبارات پر پھر ہم غور کریں گے۔ میرے بھائی اور ہمشیرہ کی شادی تھی جس کے بارے میں مفتی صاحب کو بتایا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے مفتی صاحب سے اجازت لی اور گھر چلا گیا اتوار کا دن تھا۔ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا، گھر گیا ہوں اگلے دن بروز پیر مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا تو محسوس ہوا کہ کال آرہی ہے موبائیل سائیلنٹ پر تھا ،نماز مکمل کی موبائیل نکالا تو دیکھا کہ علامہ اختر عباس صاحب کی کال آئی ہوئی تھی۔ ویسے تو میں

کم ہی بیک کال کرتا ہوں لیکن اس وقت دل نے زور دیا کہ کال کرنی چاہیے، میں نے کال کی تو انہوں نے بتایا کہ مفتی صاحب وصال فرما گے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، پسینہ چھوٹ گیا، بھاگا ہوا گھر آیا۔ والدین نے پوچھا خیریت کیا ہوا، سیدھا کمرے میں گیا، بیگم نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ کانپ کیوں رہے ہو اور یہ پسینہ کیسا، اس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہوں اور کیا کروں بس اتنا بتایا کہ مفتی صاحب وصال فرما گے، میں جا رہا ہوں، انہوں نے کہا، کپڑے تبدیل کرلو، کھانا کھالو لیکن پھر ہوش کہاں۔ اس المناک خبر نے سارے وجود کو مضمحل کر دیا۔ دل مان ہی نہیں رہا تھا۔ یہ خبر انتہائی صدمہ کن تھی۔ قلب وذہن پر غم ودُکھ کا کوہِ گراں ٹوٹا۔ آپ کی جدائی کا غم نہ معلوم کب تک رلاتا رہے گا، رہ رہ کر یادوں کے چراغ جلنے لگے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لحد میں عشقِ رُخِ شاہ کا داغ لے کر چلے　　اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

سارے راستے بس اپنے آپ سے یہی سوال کرتا آیا کہ گھر کیوں آیا ایک دن اور ٹھہر جاتا مفتی صاحب کے پاس، کچھ لمحات بیٹھنے اور خدمت کرنے کا موقع مل جاتا۔ سیدھا مفتی صاحب کے گھر آیا کافی لوگ جمع تھے۔ فاروق بھائی ملے۔ مفتی صاحب کے کمرے میں لے گئے۔ مفتی صاحب کا ہنستا، مسکراتا، نورانی چہرہ دیکھا، بوسہ لیا، پاس بیٹھ گیا اور زیارت کرتا رہا۔ تھورا وقت گزرا تھا کہ مفتی صاحب کے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری صاحب نے ہمیں ساتھ لیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ چھوٹے بھائی محمد عثمان قادری، علامہ محمد صدیق اکبر، علامہ نعیم عارف نوری (مرحوم) اور محمد عمران عنصر (راقم) نے مل کر مفتی صاحب کو غسل دیا، کفن پہنایا اور پھر لوگوں کو باری باری زیارت کروانا شروع کیا۔ اگلے دن بروز منگل ۳ بجے ایکسپو سنٹر کے پاس ایمپوریم کی بیک سائید پر کافی خالی جگہ تھی، لوگوں کی بہت زیادہ تعداد تھی جس میں اکثریت علمائے کرام کی تھی جو ہر مسلک ہر طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ مفتی صاحب کے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری صاحب نے پڑھائی۔ پھر جامعہ اسلامیہ لاہور کے ساتھ ہی ملحق پلاٹ میں آپ کی تدفین کی۔ قرآن خوانی جمعرات کو جامعہ اسلامیہ لاہور میں ہی ہوئی جس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جس میں ہر طبقہ اور مسلک سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام نے شرکت فرمائی اور مفتی صاحب کے بارے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر پر کڑوروں رحمتیں برسائے، جنت الفردوس میں

اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

تفسیر کبیر اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود چونکہ علوم نقلیہ اور عقلیہ کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ زبان بھی عربی ہے ۔لہٰذا عوام الناس تو ایک طرف علمائے کرام کے لیے نظری اور ژرف نگاہی کے بغیر اس کے معانی کی روح تک پہنچنا مشکل تھا۔آج تک کسی عالم نے اس طرف توجہ نہ دی کہ اس عظیم الشان تفسیر (تفسیر کبیر) میں لایا جائے ۔یہ اگر اعزاز حاصل ہوا تو قبلہ مفتی صاحب کو حاصل ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اکرم وفضل ہے۔

نامور مترجم ومصنف جدید وقدیم علوم کے امتزاج کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی ومہتمم محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمہ اللہ اس تفسیر کی افادیت کے بارے میں فرماتے ہیں "ہمارے دور کے عقلاء اور مغرب پرست بیماروں کے لیے اس تفسیر میں علاج موجود ہے اور اس تفسیر میں قرآن کو نہایت ہی آسان طریقے سے سمجھایا گیا ہے،ان فوائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس عربی تفسیر (تفسیر کبیر) کا اُردو ترجمہ کرنے کا عزم کیا۔یہ تفسیر ۳۲،اجزا پر مشتمل ہے اس سے پہلے جتنی بھی تفاسیر لکھی گئیں یہ تفسیر ان سب کا کسی نہ کسی طرح احاطہ کیے ہوئے ہے،اس لیے اُمتِ مسلمہ کے لیے تفسیر کبیر ایک اہم مقام رکھتی ہے جو شخص یہ چاہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھے اس کو چاہیے کہ وہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا مطالعہ کرے"۔مفتی صاحب نے ہی اس عظیم الشان تفسیر کے اُردو ترجمہ کا نام "فضل قدیر" تجویز فرمایا ہے جو کہ قرآن مجید کی آیت کریمہ:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

(سورۃ النمل: آیت،۴۰)

سے ماخوذ ہے اور یقیناً یہ اللہ رب العزت کا فضل ہے جس نے مفتی محمد خان قادری صاحب کو اس عظیم کام کے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔اللہ قبلہ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

مفتی صاحب کا اپنا جداگانہ اسلوبِ تحریر ہے اور اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ عبارت بہت سادہ اور دل میں اُتر جانے والی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ترجمہ "تفسیر کبیر" کے ادق مسائل اور منطقی موشگافیوں کو ایسی سادہ اور سلیس عبارت میں پیش کیا ہے کہ ایک عام پڑھا لکھا

شخص بھی بآسانی امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے مطالب ومفاہیم کی روح تک پہنچ سکتا ہے۔ترجمہ "تفسیر کبیر" ایک ایسا چراغ ہے جو پوری دنیا کو اپنی ضیاع پاش کرنوں سے منور کرتا رہے گا اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ کتابی چراغ پوری آب وتاب کے ساتھ روشن اور منور رہے گا اور طالبین ہدایت اور تشنگانِ علم ومعرفت اس سے فیض یاب اور سیراب ہوتے رہیں گے۔ الغرض مفتی صاحب نے ترجمہ "تفسیر کبیر" کے علاوہ ایک بڑی تعداد اُمت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے مرتب فرمائی ہے۔ایسے عظیم علمائے کرام کی زندگیاں اُمت مسلمہ کے لیے قابلِ فخر اور بہترین سرمایہ ہوتی ہیں کہ ان اہل علم وفضل نے شب وروز محنت کر کے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام کو اُمت تک پہنچایا۔

مفتی صاحب کی تمام کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ترجمہ تفسیر کبیر کی شاعت کا بندو بست بھی مفتی صاحب کے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری صاحب مکمل ذمہ داری کے ساتھ فرما رہے ہیں۔اب تک ۱۲۲ اجزا چھپ کر مارکیٹ میں آ چکے ہیں، باقی طباعت کے مراحل میں ہیں۔لہٰذا میری قارئین کرام سے گزارش ہے وہ اس لٹریچر کو پڑھیں، دوسروں تک پہنچائیں تا کہ لوگ پڑھیں اور اپنی دعا میں قبلہ مفتی صاحب کو بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور جس مشن کو مفتی صاحب ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشن کو یکسوئی کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

استاد محترم قبلہ مفتی صاحب جیسی عظیم شخصیت کے متعلق کچھ لکھنا یا اپنی رائے اور خیالات کا اظہار کرنا مجھ جیسے ایک ادنیٰ طالب علم کے بس کی بات نہیں، مجھے اپنی کم علمی کا پورا احساس ہے لیکن اپنے استاد محترم کے ساتھ شب وروز گزارے ہیں، بہت ہی پیار ملا۔میں نے ان پر لکھنا اعزاز سمجھا اور لکھنے بیٹھ گیا، جتنا بھی لکھا جائے کم ہے، بہت سی یادیں وابستہ ہیں، آج بھی جب یہ مضمون میں لکھنے بیٹھا تو دل میں بار بار یہی خیال آ رہا کہ کیا لکھوں اور کیا چھوڑوں۔مفتی صاحب کی ساری زندگی دماغ میں گھوم رہی ہے کہ کس طرح انہوں نے ناموسِ رسالت، ختم نبوت ،نعلین مبارک کی بازیابی اور غازی ممتاز قادری کے لیے تحریکیں چلائیں، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔حکومتی جبر وتشدد کا سامنا بھی کیا۔لیکن جس مقصد کے لیے نکلے اس مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے۔آپ تحفظ ناموس رسالت محاذ کے صدر، ملی مجلسِ شرعی (مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کی تنظیم) کے صدر رہے۔ساری زندگی اُمتِ مسلمہ کو متحد کرنے کی کوشش کرتے رہے۔مفتی

صاحب بلاناغہ جامعہ میں تشریف لاتے رہے سوائے جمعہ کے روز بلکہ کئی مرتبہ تو جمعہ کو بھی جمعہ پڑھا کر جامعہ تشریف لے آتے اور مطالعہ فرماتے رہتے۔ کئی مرتبہ تو بیماری کی حالت ہوتی اور طبیعت کافی خراب ہوتی لیکن اس حالت میں بھی جامعہ تشریف لے آتے اور کافی دیر تک بیٹھے مطالعہ کرتے رہتے اور کبھی تکلیف کو محسوس نہیں کروایا بلکہ فرماتے کہ جامعہ میں آ کر مطالعہ کرتا ہوں تو وقت اچھا گزر جاتا ہے اور تکلیف کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ آپ چھٹی کے خلاف تھے بلکہ "تفسیر کبیر" کے غالباً ایک یا دو جز کا ترجمہ تو عید کے دن مکمل ہوا۔ آپ کا کوئی بھی دن بغیر مطالعہ اور کام کیے بغیر نہ جاتا۔

میرے مربی و محسن قبلہ استاد محترم کا مجھ پر یہ احسان عظیم ہے کہ مجھے خدمت دین کا عظیم موقع فراہم کیا۔ ہر کام میں میری راہنمائی فرمائی۔ کوئی بھی پریشانی یا کوئی بھی مسئلہ کبھی مسئلہ نہ رہتا جب آپ کو اپنی پریشانی یا مسئلہ بتا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ آپ جہد مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کی زندگی میں تھکاوٹ، اکتاہٹ اور سستی جیسی کسی چیز کا کوئی دخل نہ تھا۔ آپ زندگی کا ہر کام محبت، خلوص اور جانفشانی سے کرتے۔ اپنے مقصد کے لیے جان لڑا دینے والے لوگوں میں سے تھے۔ تمام عمر محبتِ الٰہی اور محبت رسول ﷺ میں بسر کی۔ حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہے۔ آپ کو دیکھ کر حوصلے بڑھتے تھے، ہمتیں بلند ہوتی تھیں، آپ تھوڑے وقت میں بہت کچھ کر گئے، بہت سے سبق دے گئے، آپ کے نشان قدم ستاروں کی طرح راہیں دکھاتے رہیں گے۔ آپ علم و دانش کا آسمان تھے، آپ حوصلوں کا مہتاب تھے۔ آپ ہمتوں کا آفتاب تھے۔ آپ کی غذا اور لباس بہت سادہ تھا، کسی کی بھی اچھی بات کو بہت سراہتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اگر کوئی اچھا کام کرتا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ باقاعدگی اور وقت کی پابندی ان کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے بعض لوگ بڑی قدر و منزلت کے مستحق ہوتے ہیں لیکن اپنی زندگی میں ان کو وہ حقیقی مقام و مرتبہ نہیں مل پاتا جو انہیں ملنا چاہیے تھا البتہ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ہر طرف ان کے لیے تعریف و توصیف کی بارش ہونے لگتی ہے؛ کسی شاعر نے خوب لکھا:

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن　　یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

قبلہ مفتی صاحب کا اس فانی دنیا سے اچانک وصال فرما جانا ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے

ایک عظیم دھچکا ہے۔ ایک ولی کامل کا یوں چلے جانا کسی گہرے صدمہ اور المیہ سے کم نہیں ہے لیکن یہ ایک ایسا جام ہے جسے سب نے پینا ہے۔ یہ ایک ایسا پل ہے جس سے سب نے گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ مفتی صاحب پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے، درجات بلند فرمائے، ان کی اولاد، اہل وعیال، عزیز واقارب، احباب اور ان سے منسلک ہر شخص کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ راقم کے ساتھ علامہ اختر عباس سرگانہ (جو جامعہ میں ہوتے تھے) اور محمد عظیم قادری (ڈرائیور) کو جو مفتی صاحب کی خدمت کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آخر میں پھر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے صاحبزادے علامہ محمد فاروق قادری صاحب کو استقامت عطا فرمائے کیونکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مفتی صاحب کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، ہر آزمائش میں کامیاب فرمائے، حاسدوں کے حسد اور شریروں کے شر سے انہیں بچائے اور غیب کے خزانوں سے اپنی مدد فرمائے۔ اے اللہ! جو ہم نے تیرے بندے کی خدمت کی اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور اس کو ہمارے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنا اور جانے انجانے، عمداً یا سہواً کوئی بھول چوک ہو گئی ہو تو ہم سے درگزر فرما۔ آمین۔



ایک متبحر عالم اور شفیق اُستاد

تحریر: علامہ محمد سجاد ہزاروی

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے ربّ کی طرف سے نور پر ہے۔ (سورۃ الزمر: ۲۲)

جامعہ اسلامیہ لاہور میں دورانِ تعلیم متعدد بار اپنے مشفق استاذ گرامی، محقق عصر، فضیلۃ الشیخ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا کہ فلاں عالم رحلت فرما گئے ہیں اور اب وہ اس دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی بارگاہِ عالی شان میں حاضر ہو گئے۔ اللہ کریم نے قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ اسلام کے لیے کھولا اور ساری زندگی آپ نے اسلام کے خادم کے طور پر دینِ اسلام کی خدمت کرنے میں بسر کر دی۔ ہماری کلاس سینیئر کلاس تھی، سمن آباد لاہور میں ایک کرائے کی بلڈنگ میں جامعہ اسلامیہ لاہور کا تعلیمی سلسلہ آپ کی سرپرستی میں شروع تھا۔ ۱۹۹۵ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ اسباق پڑھتے رہے۔ ہمارے کلاس فیلوز میں سے حافظ محمد اسماعیل تابش، حافظ محمد ریاض قصوری، اختر عباس سرگانہ، محمد انوار حسین، قاری محمد یونس قادری اور عبدالغفور شامی صاحبان سرفہرست تھے۔ آپ کی تالیف کردہ منہاج النحو اور منہاج المنطق اور معارف الاحکام کے اسباق پڑھتے تو آپ کے فنِ تدریس کی برکت سے مشکل سبق بھی سمجھ آ جاتا۔ مشکوٰۃ شریف شرح مرقاۃ از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھاتے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معطر و منور گفتگو فرماتے۔ یہ شعر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور مجھے یاد ہو گیا:۔

تیری ذات اُتے ہر ویلے پھُل چڑھن درُوداں دے
چرچا میرے سوہنے دا پیا شام وسحر ہووے

سمن آباد موڑ لاہور سے ہمارا جامعہ ایک اور بلڈنگ، ون فصیح روڈ اسلامیہ پارک، پونچھ روڈ لاہور منتقل ہو گیا چونکہ ہماری تعلیم یہاں سے ہی مکمل ہوئی تھی۔ اس لیے ہماری آنکھوں

میں اس جگہ کا نقشہ سمایا ہوا ہے۔ ہماری تعلیم کے دوران ہی یہاں الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔السیّد یوسف ہاشم الرفائی اور سیّد محمد علوی المالکی بھی تشریف لاتے رہے۔مجاہد اسلام عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور میزبانی کے شرف حاصل ہوتے رہے۔استاذی گرامی قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلباء کو بھی ادب سے بلاتے۔سجاد بھائی، انوار بھائی اور حافظ صاحب کے الفاظ سے اپنے طلباء کو بلاتے اور ظہر کی نماز کے بعد کھانا اپنے ساتھ اپنے دفتر میں اکٹھا کھانے کا شرف عطا فرماتے تھے۔ عالمانہ غرور وتکبر سے کوسوں دور تھے۔البتہ علمی جاہ وجلال اور عالمانہ ہیبت و وقار سے مالا مال تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ شادمان سے جامعہ روزانہ بروقت تشریف لاتے اور چھٹی نہیں کرتے تھے۔اس لیے طلباء کو بھی چھٹی کرنے سے منع فرماتے۔اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں چھٹی کا کوئی تصور نہیں۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ نماز جمعہ ادا کرو اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔فارغ بیٹھنا تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی پسند نہیں تھا۔آپ اپنے آفس میں نرم و نازک فوم والی کرسی پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ بانس و بید سے بنی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر مطالعہ کرنے اور تصانیف وتراجم کرنے میں مصروف رہتے تھے۔عربی کتب کے ساتھ بے حد محبت فرماتے۔مصنف کے حالات زندگی سے بھی آگاہ فرماتے۔ون فصیح روڈ کے آفس میں آپ کے ساتھ ملک محبوب الرسول قادری صاحب بھی ماہنامہ سوئے حجاز وغیرہ تحریر کرنے میں مشغول ہوتے۔اکثر علمی لطیفہ سنا کر مفتی صاحب کی خوش طبعی کا سامان کرتے اور ماحول کو خوشگوار کر دیتے تھے۔میرا تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔میں نے شہادۃ العالیہ کے ساتھ ساتھ اورنٹیل کالج لاہور (پنجاب یونیورسٹی) سے ایم اے عربیک سال دوم فائنل کا امتحان بھی دے دیا۔جگر گوشہ سلطان العارفین سخی سلطان باہو، صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری سہروردی حفظہ اللہ کی سرپرستی میں حافظ عبدالحئ شامی، عبدالغفور شامی اور راقم کا انتخاب ملک شام اور دمشق کے لیے ہوا۔بعد ازاں حافظ محمد ریاض قصوری صاحب بھی دمشق تشریف لائے لیکن گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے وہاں تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۶ء کے آغاز تک میرا قیام دمشق میں رہا۔دمشق میں دوران تعلیم تخصص فی اللغۃ العربیہ قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عربی مخطوط "**التنویر فی مولد سراج المنیر**" کے متعلق بتایا کہ یہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہے۔مکتبہ ظاہریہ دمشق کی تمام کتب ومخطوطات مکتبۃ الاسد میں منتقل ہو گئے تھے۔مخطوط مل گیا لیکن مکتبہ

والے اس کی کاپی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے قبلہ مفتی صاحب کو فون پر عرض کی ۔انہوں نے سیّد یوسف ہاشمی الرفاعی سے رابطہ کرنے کا کہا، بالآخر رفاعی صاحب کے توسط سے مخطوط مل گیا اور قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کر کے شائع فرما دیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے "السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ" حاصل کی جو کہ حلبونی دمشق سے حاصل کرنے میں کافی مشقت پیش آئی۔قبلہ مفتی صاحب نے اس کتاب کا بھی اُردو ترجمہ کر کے طبع فرما دیا۔یہ میری سعادت ہے، آپ چاہتے تھے کہ علمی اور تحقیقی کام اُمت مسلمہ تک پہنچ جائے، تو ہماری ذمہ داری پوری ہوگئی۔۲۰۰۶ء میں جب دمشق سے مستقل واپسی ہوئی تو مفتی صاحب کی عظیم الشان کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" کو اردو سے عربی کے قالب میں ڈھالنے کا شرف حاصل ہوا۔لیکن شائع ہونے میں تاخیر ہوگئی جو بالآخر ۲۰۱۸ء میں "دراسة العلمية حول احتفال بيوم المولد النبي الشريف" کے نام سے استنبول ترکی سے گلوبل اسلامک مشن نیو یارک نے زیرِ طبع سے آراستہ کر دی۔میرے اس تعریب والے کام سے قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش تھے اور دعاؤں میں یاد فرماتے۔آپ وسیع مطالعہ اور فراخ دل شخصیت کے حامل تھے۔اہل علم وسمجھ آپ کی کتب، تراجم اور دیگر علمی کام کو جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں۔

استاذی گرامی اکثر فرماتے، شعوری سطح پر دین اسلام کا کام کرو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

جامعہ اسلامیہ لاہور میں ہفتہ وار محفلِ ذکر منعقد ہوتی تو آپ ہمیں نعت شریف کا ذوق وادب عطا کرتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتیں۔ہری پور ہزارہ سے جب بھی لاہور کا سفر ہوتا تو آپ سے ملاقات کرنے اپنی مادر علمی ضرور حاضری دیتا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک خورشید کی طرح علمی کام وخدمت پیش کرتے رہے تا صبح قیامت آپ کا علمی کام اُمت مسلمہ کے کام آئے گا:۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں ادھر نکلے ادھر ڈوبے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

اللہ کریم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غریق رحمت فرمائے اور آپ کی دینی وملی جملہ خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

خودی ہے زندگی تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات

باب 12

فرزندِ اکبر کے تاثرات

فرزند اکبر علامہ صاحبزادہ محمد فاروق قادری
کی اپنے پدرِ بزرگوار محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے تحریر
0300-4407048

میرے والد گرامی حافظ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

عہد ساز شخصیت

تحریر: صاحبزادہ محمد فاروق قادری بن مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

آج سے تقریباً بیس (۲۰) سال قبل میرے والد گرامی نے ڈاکٹر منظور حسین اختر اور ابومحی الدین کے کہنے پر اپنا ایک انٹرویو ریکارڈ کروایا۔ اس کو انہوں نے "ماہنامہ دلیل راہ" میں شائع کیا۔ اب جبکہ میرے والد گرامی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو میرے والد گرامی پر سوئے حجاز نمبر شائع ہو رہا ہے۔ یہ ماہنامہ سوئے حجاز ۲۶ سال سے میرے والد گرامی کی سرپرستی میں شائع ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے تو ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے کہا کہ آپ اپنے والد گرامی کے حوالے سے اپنی تحریر دیں تاکہ سوئے حجاز کے اس نمبر کی زینت بن سکے۔ میں نے اس سے قبل تقریباً سات مختلف یونیورسٹیز میں اپنے والد گرامی پر مقالہ جات منظور ہونے پر تمام مقالہ جات پر کام کرنے والوں کو مواد فراہم کیا تاکہ آپ کی علمی، عملی، سیاسی، سماجی اور دینی خدمات پر لکھا اور پڑھا جائے۔ ان دنوں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان نے بھی چار مقالہ جات منظور کیے ہیں۔ یہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ کاش کہ اہل علم کو ان کی زندگی میں قدر و منزلت دی جائے۔ دیر آید درست آید۔ ایک ہے کہ ہم ان پر تحریر کریں اور ایک ہے کہ وہ خود بتائیں کہ انہوں نے کس قدر محنت اور کوشش و لگن سے یہ مقام حاصل کیا۔ اس لیے میں (راقم) نے وہ تحریرات جو مقالہ جات میں دی تھیں ان کو دہرانے کی بجائے فیصلہ کیا کہ قارئین کے سامنے وہ تحریر لے آؤں جو میرے والد گرامی نے اپنی زندگی میں بنفس نفیس انٹرویو کی شکل میں ریکارڈ کروائی۔ آیئے ہم اس انٹرویو کی طرف چلتے ہیں۔

اس ماہ جس شخصیت کا انٹرویو قارئین "دلیل راہ" کے لئے پیش کیا جا رہا ہے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علم و تحقیق کی دنیا میں آپ کا نام سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی زندگی کے شب و روز وادی علم کی خاک چھاننے میں گزرے ہیں۔ شعوری خطاب، شعوری گفتگو، شعوری تحریر ان کا خاصہ ہے بلکہ وہ تو سب انسانوں کے لئے شعوری زندگی کے متمنی ہیں۔ میری مراد

سینکڑوں کتب کے مصنف اور مترجم محقق عصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب ہم نے آپ سے پوچھا کہ اپنی تصنیفات کی بجائے ترجموں پر زور کیوں؟ تو ان کا جواب دل میں رقم کرنے کے قابل ہے فرمایا: "میری کیا حیثیت کہ لوگ مجھے پڑھیں، میں تو اپنی قوم کا تعلق پرانے بزرگوں سے جوڑنا چاہتا ہوں"۔ دراصل یہ تمنا "**خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم**" کے گلشن کی خوشہ چینی ہے اور اہل اللہ کی یہی خواہش رہی ہے۔ جبھی تو شاہ جی نے بھی ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ لوگو! پرانے ہو جاؤ، اتنے پرانے کہ دور رسول کی یاد تازہ ہو جائے۔"

دین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم بلند کرنے کے لئے کوئی تحریک ہو یا مذہبی پروگرام، تقریر کا میدان ہو یا تحریر کی خلوت گاہ، ہم ہر جگہ مفتی صاحب کو صف اول میں کھڑا دیکھتے ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر تادم تحریر، ہر تحریک میں امتیازی حیثیت سے شمولیت کی۔ آپ کے علمی تبحر کو مخالفین نے بھی تسلیم کیا۔ جبھی تو آپ کے دلائل سے اہل حدیث مکتب فکر کے ڈاکٹر اسرار احمد اور اہل دیوبند کے مناظر مولانا سرفراز گکھڑوی جیسے لوگوں کو اپنا نقطہ نظر تبدیل کرنا پڑا۔

یہی وہ علماء ہیں جن کے قلموں کی سیاہی بروز قیامت شہیدوں کے لہو سے زیادہ اجر آور ہوگی، جن کے لئے آسمانوں میں فرشتے، فضاؤں میں پرندے، سمندروں میں مچھلیاں اور زمین پر چیونٹیاں بھی دعائیں کرتی ہیں، جن کے ایک مرتبہ قبرستان سے گزرنے پر قبر والوں کا عذاب ختم ہو جاتا ہے، جن کی کوششوں سے دینِ اسلام کی تعلیمات نکھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کو چند خطباء اور چند موضوعات کی گرفت سے نکالنا انہی علماء حق کا کام ہے، ورنہ کئی لوگ شکوک وشبہات کا شکار ہو کر اس سچے اور سُچے مسلک کو چھوڑ بیٹھتے۔

مفتی صاحب قبلہ کی زندگی نشیب و فراز، تحرک، محنت، تجربہ سے بھری ہے۔ آپ نے زندگی میں محبت بھی دیکھی اور محبت والوں کی بے وفائی بھی دیکھی، دینِ اسلام کے نام پر دنیا کمانے والوں کو بھی دیکھا اور دین کے نام پر جاں لٹانے والوں کو بھی دیکھا۔۔۔۔۔۔ تو آیئے!!! کیوں نہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے کلام سے مستفید ہوں۔

☆ تاریخ پیدائش اور مقام پیدائش؟

جواب: اصل تاریخ پیدائش تو یاد نہیں کیونکہ تاریخوں کا اتنا رواج نہ تھا، بہر حال بزرگ کہتے ہیں کہ پاکستان بننے کے دو سال بعد پیدائش ہوئی یعنی ۱۹۵۳ء میں ضلع نارووال کے ایک سرحدی علاقے بیریاں کلاں میں پیدا ہوا۔

☆ والدین کے متعلق، کیا والد صاحب بھی عالم دین تھے؟

جواب: والد صاحب کسان تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جموں کے علاقہ سے ہجرت کی۔ ہمیں اکثر ہجرت کے واقعات سناتے۔ بھارتی فوجیوں کی قتل و غارت گری کے واقعات سنا کر افسردہ ہو جاتے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بھارتی فوجیوں نے اس قدر لوٹ مار کی کہ علاقہ کے درخت تک کاٹ ڈالے۔ ہمارے رشتہ کی ایک خالہ جب بھی کسی جہاز یا پٹاخہ کی آواز سنتیں تو دہشت زدہ ہو جاتیں اور کہتیں کہ بھارتی فوجیوں کے ظلم وستم کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ والد صاحب ہجرت کے بعد اپنے علاقہ کو یاد کرتے اور کہتے کہ ہمیں یہاں سب کچھ مل گیا ہے لیکن وہاں کی غیرت نہیں ملی۔

☆ ابتدائی تعلیم اور تعلیم کے مختلف مراحل؟

جواب: عصری تعلیم کے حوالے سے صرف مڈل تک پڑھ سکا۔ اس وقت ہمارے علاقے میں دور دراز تک کوئی سکول نہ تھا۔ ۶۵ میل پیدل چل کر سکول جاتا اس طرح مڈل تک پڑھا۔ میرے ماموں ایک مسجد کے امام تھے اور دینی تعلیم کا شوق رکھتے تھے۔ معاشرہ میں ان کی خاصی عزت تھی۔

انہوں نے دینی تعلیم کے لئے میرے والد کا اور میرا ذہن بنایا۔ اس وقت ہمارے ہاں یہی تاثر پایا جاتا تھا کہ دینی مدارس میں یتیم بچے ہی پڑھتے ہیں۔ بہر حال ماموں نے بصد اصرار مجھے جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں داخل کروا دیا۔ جب مدرسہ میں صرف ونحو کے رٹے لگوائے گئے اور مجھے کچھ سمجھ نہ آیا تو میں گھر واپس آ گیا، لیکن ماموں کے سمجھانے اور اصرار کرنے پر دوبارہ پڑھنے کیلئے آمادہ ہو گیا۔ چونکہ میں پورے گاؤں میں اکیلا تھا جو درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایک عالم دین مولانا محمد صدیق نے بھکھی شریف جانے کا مشورہ دیا۔ وہاں پہنچا تو رجب شریف کا مہینہ تھا اور بھکھی شریف میں رجب کے مہینہ میں چھٹیاں ہوتیں تھیں، چنانچہ وہاں کے ایک متعلم مولانا غلام محمد چشتی چکوال میں چوا سیدن شاہ کے علاقے سلوئی شریف میں حافظ غلام محمد (جو کہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے) کے مدرسہ میں لے آئے تاکہ چھٹیوں میں میرا وقت ضائع نہ ہو۔ مولانا حافظ غلام محمد فارسی کے ماہر تھے اور عجب بات کہ ان کے ادارے کا نام بھی کچھ نہ تھا۔ افسوس کہ آج نام ہیں لیکن ادارے موجود نہیں۔ اس وقت نام کی پرواہ کئے بغیر کام پر توجہ ہوتی تھی۔ حافظ غلام محمد کے مدرسہ میں تیس سے زائد طلبا زیر تعلیم رہتے۔ جن میں نابینا طلبا بھی تھے، لیکن ۹۳ سال کی عمر میں بھی حافظ صاحب اکیلے سب بچوں کو سبق

پڑھاتے۔ نظم و نسق کا یہ عالم تھا کہ تہجد کی نماز کے وقت تک سب بچوں کا سبق سن چکے ہوتے۔ عید کے روز بھی پڑھانے سے چھٹی نہ کرتے۔ شفقت ایسی کہ کبھی کسی بچے کو تھپڑ بھی نہ مارا۔ روٹی اور پیاز سے کھانا کھاتے۔ اپنے شیخ یعنی حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا گہرا رابطہ تھا کہ لوگوں سے کہتے کہ مجھے نماز کے لئے اُٹھا دیا کرو ورنہ میرے شیخ کو جگانے کے لئے آنا پڑتا ہے اور انہیں اس طرح تکلیف ہوتی ہے۔ حافظ صاحب مکمل طور پر درسیات نہیں پڑھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرزائی مبلغ گاؤں (سلوئی شریف) میں آ گیا اور اس نے حافظ صاحب کو مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ حافظ صاحب نے حضرت پیر گولڑوی کو یاد کیا۔ فرماتے ہیں کہ کانوں میں اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز آئی کہ اسے کہو کہ مرزا کی نبوت پر کوئی قرآنی آیت سناؤ۔ اس مرزائی مبلغ نے آیت کریمہ "فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ .... (سورۃ النساء:٦٩)" پڑھی۔ پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز پھر آئی کہ اسے کہو کہ اس آیت کی شان نزول کیا ہے؟ اس پر مرزائی مبلغ گھبرا گیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں پس میں جان گیا کہ شان نزول میں ہی کوئی ایسا راز ہے جس نے مرزائی مبلغ کو پریشان کر دیا ہے، چنانچہ گھر میں تفسیر حسینی کا ایک نسخہ تھا وہ منگوایا اور مندرجہ بالا آیت کا شان نزول پڑھا۔

حافظ صاحب کو اپنے شیخ سے جتنی محبت تھی اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک مجذوب آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے سودا کرو۔ میں نے پوچھا کیا تو کہنے لگا کہ "جنت لے لو اور پیر مہر علی شاہ دے دو"۔ میں نے انکار کیا تو وہ مجذوب تین راتیں مسلسل آتا رہا اور کہتا رہا کہ جنت لے لو اور مہر علی شاہ دے دو اور میں انکار کرتا رہا۔

نماز، روزہ دیگر عبادات کے علاوہ حافظ صاحب سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ عصر کی نماز کے بعد بچوں کو ساتھ لے کر لوگوں کی گزرگاہوں کو درست کرتے کیونکہ وہ پہاڑی علاقہ تھا اس لئے راستوں سے پتھر ہٹاتے اور لوگوں کے لئے راستہ صاف کرتے۔ چوا سیدن شاہ سے سلوئی تک آپ نے سڑک بنوائی۔ گاؤں میں واقع پرائمری سکول کو ہائی سکول بنوایا۔ آخر میں جب گاؤں میں گانا بجانا شروع ہوا تو آپ نے گاؤں ہی چھوڑ دیا۔

بہر حال حافظ صاحب سے فارسی پڑھنے کے بعد تقریباً ایک سال تین ماہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور پھر بھلکھی شریف میں شرح جامی تک پڑھا۔ علی پور شریف میں پیر جماعت علی شاہ

محدث علی پوری کے پوتے پیر سید اختر حسین شاہ سے پڑھا۔ اس کے بعد ۱۹۷۲۔ ۱۹۷۳ء میں جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ آ گیا۔ اس جامعہ میں سکول، حفظ وقرأت، درسیات وغیرہ بہت سے شعبہ جات تھے لیکن افسوس کہ چند بے وقوفوں کی وجہ سے سارا جامعہ تباہ ہو گیا۔ ان دنوں اس جامعہ میں مولانا محمد عمر اچھروی بھی جمعہ پڑھاتے رہے، پھر حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے لاہور آنے کا کہا، چنانچہ جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ شرف صاحب درسیات کے ماہر تھے۔ جامعہ نظامیہ میں ہی مولانا اشرف سیالوی صاحب سے حدیث شریف پڑھی۔

☆ فن خطابت کی طرف کیسے آئے؟

جواب: دوران تدریس لالہ موسیٰ کے جامعہ غوثیہ میں جمعہ پڑھاتا رہا۔ جامعہ نظامیہ میں تعلیم کے دوران بھی لالہ موسیٰ جا کر جمعہ پڑھاتا، پھر ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۰ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور مفتی عبد القیوم ہزاروی نے شادمان مسجد کی خطابت کے لئے مجھے چنا۔ یہ جیل کی کچی مسجد تھی، پھر یہاں پر ہم نے کام شروع کیا۔ پہلے مفتی غلام سرور قادری کا درس شروع کروایا، پھر ڈاکٹر محمد علی کے گھر ڈاکٹر طاہر القادری کا درس قرآن شروع کروایا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے ۱۳ درس ڈاکٹر محمد علی کے گھر ہوئے جبکہ ۱۴واں درس مسجد میں کروایا۔ اس کے بعد ادارہ منہاج القرآن بنایا۔ منہاج القرآن نام میرا ہی رکھا ہوا ہے۔ منہاج القرآن کی تشکیل کے وقت ممبر بننے کی شرائط پر مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے فرمایا کہ منہاج القرآن کا ممبر صرف سنی ہی بنے گا جبکہ دیگر احباب کا خیال تھا کہ سب ہی ممبر بن سکتے ہیں، اس بات پر مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے ادارہ منہاج القرآن کا ساتھ چھوڑ دیا۔

☆ بیعت کب اور کس سے ہوئے؟

جواب: ۱۹۸۳ء میں سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا۔

☆ مرشد منتخب کرنے کی وجہ؟

جواب: پیر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دین ودنیا کے علوم عطا فرمائے تھے۔ آپ ہر ملنے والے سے اس کی استطاعت اور دلچسپی کے مطابق گفتگو فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ پرانی ٹکٹوں کی نمائش تھی۔ علم ہوا کہ اس نمائش کا افتتاح پیر صاحب کریں گے۔ میں سمجھا کہ منتظمین نمائش پیر صاحب کے مریدین یا عقیدت مند ہوں گے، اس لئے حصولِ برکت کے لئے ان سے افتتاح کروا رہے ہوں گے، لیکن پوچھنے پر منتظمین نے بتایا کہ ہماری ساری نمائش کی ٹکٹوں سے زیادہ پیر صاحب کے پاس ٹکٹیں ہیں اور قانونی طور پر جس کے پاس زیادہ ٹکٹیں ہوں وہی نمائش کا افتتاح کر سکتا

ہے۔اسی طرح جب حکیم سعید کے ساتھ آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ادویات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ ہاکی کے معروف کھلاڑی اختر رسول سے ملاقات کے دوران ہاکی کے کھیل اور کھلاڑیوں کے متعلق گفتگو فرماتے۔اکثر اوقات ہر سوال کے جواب میں قرآنی آیت تلاوت فرماتے۔گویا وقت کی نبض پر ہاتھ تھا اور ہمیشہ شعوری گفتگو فرماتے۔آپ حنفی المذہب تھے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ پر عمل فرماتے۔

☆ تنظیم المدارس کے نصاب میں عصری علوم داخل کرنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: عصری علوم نہایت ضروری ہیں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم پڑھے ہوئے علماء دین کی خدمت زیادہ اور بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔دینی مدارس میں عصری علوم پڑھائے جانے کا زبردست حامی ہوں اور میرے خیال میں اس وقت تک دینی مدارس کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ وقت کی آواز کو نہ سمجھیں۔ہمارے ادارہ "جامعہ اسلامیہ" میں دینی اور عصری علوم کی بیک وقت تعلیم دی جاتی ہے اور ہمارے ایک طالب علم نے پنجاب یونیورسٹی کا ۱۲۵ سالہ ریکارڈ توڑا ہے۔

☆ دینی کارکن کو پیش آمدہ رکاوٹوں کے موقع پر کیا کرنا چاہیئے اور دینی مخلص کارکن کے لئے کوئی سبق؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تک صحیح شعور نہ آئے کسی مذہبی سیاسی جماعت میں شمولیت اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔اسلام توازن کا نام ہے۔جب تک شعور بالغ نہ ہو کسی جماعت سے وابستگی بعض اوقات جمود کا باعث بن جاتی ہے۔بہر حال دینی مخلص کارکن کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔(۱) انسانیت کو جوڑنا۔۔۔۔۔(۲) پرہیز گاری۔۔۔۔۔۔(۳) دکھوں کو بانٹنا ۔۔۔۔۔۔(۴) ہمیشہ سچ بولنا۔۔۔۔۔۔(۵) خیانت نہ کرنا۔۔۔۔۔۔(۶) مظلوم کے ساتھ ہمدردی۔۔۔۔۔۔(۷) مہمان نوازی۔۔۔۔۔(۸) وعدہ پورا کرنا۔

☆ اتحاد بین المسلمین کا حقیقی تصور کیا ہے؟

جواب: اتحاد بین المسلمین کا سختی سے قائل ہوں۔میرے نزدیک فرقہ واریت کی وبا میں سب قصوروار ہیں اور اسے دور کرنے کے لئے عملی جدوجہد ابھی تک نہیں ہوئی۔اکٹھے بیٹھ کر اس مسئلہ کا حل نکالا جا سکتا ہے مثلاً دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان صرف پانچ (۵) عبارات پر اختلاف ہے باہمی اتحاد کے لئے ان اختلاف کو بدل دینا چاہیئے،اسی طرح غیر مقلدین کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم آئمہ کو خدا نہیں سمجھتے۔بہر حال رسمی گفتگو گفت وشنید اور اکٹھے بیٹھنے کی ضرورت ہے۔

☆ اتحاد بین الاہل السنۃ

جواب: اہل سنت و جماعت کا آپس میں اتحاد ضرور ہوگا دراصل ہمارے لوگ ناداں تو ہو سکتے ہیں لیکن "عیار" نہیں ہیں اور یہ بات بھی اظہر من الشمن ہے کہ اہل سنت کسی کافر کی جھولی میں نہیں ہیں۔

☆ مختلف جہادی تنظیموں کے فلسفۂ جہاد سے اختلاف ہے یا اتفاق؟ کیا جہاد سٹیٹ کر سکتی ہے یا گروپ بھی کر سکتے ہیں؟

جواب: سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ اور اس کے اتحادی ہیں۔ پوری دنیا میں مسلمانوں نے ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا، بہر حال جہاد کے لئے شرائط ہیں۔ ایسا نہیں کہ جہاں چا ہو کھڑے ہو جاؤ مثلاً افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر میں جہاد جائز ہے لیکن پاکستان میں جائز نہیں، پروفیسر طاہر القادری کے فتویٰ جہاد سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

☆ کیا آپ نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا سیاست کے میدان میں علماء اور مذہبی طبقہ کو آنا چاہیئے؟

جواب: سیاست عبادت ہے۔ جو اسے نباہ سکتا ہو وہ ضرور سیاست میں آئے تا کہ بدمعاشوں کے لئے راستے کھلے نہ رہیں۔

☆ تقریر کے لئے مطالعہ کرنے کو کیسا سمجھتے ہیں؟

جواب: میں تو تقریر کے علاوہ عام بات چیت کے لئے بھی مطالعہ ضروری تصور کرتا ہوں۔

☆ ایک اچھے خطیب کی خصوصیات کیا ہیں۔ آپ کو اپنی ہی خطابت اچھی لگتی ہے یا کسی اور سے بھی متاثر ہیں؟

جواب: "صاحب علم و تقویٰ ہو، کم علم لوگوں کو چپ کرادو فرقہ واریت ختم ہو جائے گی۔" میں یہاں یہ پیغام ضرور دینا چاہوں گا کہ ہم لوگ مساجد کے میناروں پر جو رقم خرچ کرتے ہیں ہمیں چاہیئے کہ علماء کی خدمت کریں تا کہ علماء یکسو ہو کر دین کی خدمت کر سکیں۔ اصل میں مسجد میناروں کی بجائے خطیب و امام نے آباد کرنی ہوتی ہے۔

☆ زندگی میں کون کون سی یادگار تحریکیں دیکھیں اور کن کن میں حصہ لیا؟

جواب: تحریک نظام مصطفیٰ سے ہر تحریک میں حصہ لیا۔

☆ ازدواجی زندگی

جواب: شادی ۱۹۷۴ء میں ہوئی۔ تین (۳) بیٹے اور (۲) بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا میرے ساتھ مدرسے میں پڑھاتا ہے، جبکہ باقی ابھی حصولِ علم کے مدارج میں ہیں۔

☆ علماء کے بچے دین کی طرف کیوں نہیں آتے؟

جواب: یہی تو المیہ ہے۔ علماء کے راستے میں جو مصائب اور دشواریاں آتی ہیں ان کو دیکھ کر ان کے بچے اس راستے سے بھاگ جاتے ہیں۔ اسی لئے تو بارہا کہتا ہوں کہ علماء کی خدمت کریں، تاکہ وہ یکسو ہو کر دین کی خدمت کر سکیں۔ جب عالم کا بیٹا اپنے باپ پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے تو پھر کیسے عالم بنے گا۔

☆ زندگی کا خوبصورت ترین دن؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ابرِ رحمت چھا گیا، وہ لمحہ زندگی کا خوبصورت ترین لمحہ تھا۔

☆ زندگی میں کبھی کسی ناکامی کا بھی سامنا کرنا پڑا؟

جواب: جب تک دین کو سمجھا نہیں ناکامی ہی ناکامی ہے اور جب سمجھ لیا تو کامیابی ہی کامیابی ہے، دین کو سمجھ کرنا کامی نہیں ہوتی۔

☆ پاکستان کو مضبوط کس طرح بنا سکتے ہیں؟

جواب: سیٹوں والے اپنی اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں، خصوصاً مذہبی لوگ اپنی کوتاہیوں پر غور کریں۔ اپنے فرائض کیوں نہیں نبھا رہے؟ اپنی فیلڈ میں رہتے ہوئے اپنے ملک و ملت اور دین اسلام کی خدمت ہو سکتی ہے۔

☆ بیرون ممالک شب و روز کیسے گزرتے ہیں؟

جواب: حرمین شریفین کے علاوہ بیرون ملک نہیں جاتا۔

☆ کیا کوئی شخص آپ کے ہاتھوں مسلمان بھی ہوا؟

جواب: کئی لوگ مسلمان ہوئے لیکن تعداد یاد نہیں کرتا، نہ ہی کوئی ریکارڈ رکھتا ہوں۔

☆ جامعہ اسلامیہ لاہور کی تعمیر کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں:

جواب: منہاج القرآن چھوڑنے کے بعد پریشان تھا۔ وہ میرا مایوسی کا دور تھا، پھر اسلام کو مزید پڑھنے کا خیال آیا اور میری شعوری زندگی شروع ہوئی۔ سلطان نیاز الحسن قادری اور مفتی عبد اللطیف قادری کے تعاون سے فصیح روڈ پر ایک کرایہ کی بلڈنگ میں جامعہ اسلامیہ کی کلاسز کا اجراء کیا پھر

ایک دوست نے ٹھوکر نیاز بیگ میں دس (۱۰) کنال جگہ دے دی۔ شادمان کے ساتھیوں سے بات کی انہوں نے فوری طور پر تعمیر کا انتظام کر دیا اور اس طرح تقریباً دو سال میں عالی شان عمارت تعمیر ہوگئی۔ کام کرنے والا کوئی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسائل کی کمی نہیں ہوتی۔

☆ آپ کے مدرسے میں تنظیم المدارس کا نصاب نہیں، آپ کا نصاب کیسا ہے؟

جواب: منہاج القرآن چھوڑنے کے بعد مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور جامعہ نظامیہ میں پڑھانے کو کہا میں نے نصاب میں تبدیلی کے متعلق عرض کی اور کہا کہ یا تو نصاب میں تبدیلی فرمائیں یا مجھے نیا ادارہ بنانے کی اجازت فرمائیں، چنانچہ انہوں نے نیا ادارہ بنانے کی اجازت دی اور اس طرح "جامعہ اسلامیہ لاہور" کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے نصاب کے حوالے سے ایک میٹنگ بلائی۔ اس میں جامعہ اسلامیہ لاہور کے نصاب کو پیش کیا گیا تو مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے جامعہ اسلامیہ لاہور کا نصاب سب سے اچھا لگا ہے، بہرحال میرے خیال میں تنظیم المدارس کا نصاب بدلنا چاہیئے۔

☆ سنا ہے کہ آپ کا ڈاکٹر اسرار اور سرفراز گکھڑوی سے تحریری مناظرہ ہوا تھا اس کی روداد بیان فرمادیں؟

جواب: ڈاکٹر اسرار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رویت باری تعالیٰ کا انکار کیا تھا۔ میں نے خط لکھا جس کا جواب نہ ملا پھر اس سے ملاقات کے لئے گیا۔ آخر کار ڈاکٹر اسرار احمد نے تسلیم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رویت باری تعالیٰ ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا ہے۔

اسی طرح سرفراز گکھڑوی سے علم غیب پر تحریری گفتگو ہوئی، ازالۃ الریب کے بارے میں۔ پہلے میں سمجھتا تھا کہ اس نے دلائل سے بات کی ہوگی لیکن جب مطالعہ کیا تو علم ہوا کہ اس نے بددیانتی کی ہے اور کانٹ چھانٹ کر عبارات نقل کی ہیں۔ خط لکھا جواب موصول نہ ہوا، تو ان کے گھر چلے گئے۔ خط کا جواب مانگا۔ کہنے لگے کہ بیمار ہوں میرے بیٹے سے مل لیں، چنانچہ گوجرانوالہ میں ان کے بیٹے (نام) سے ملے وہ جواب دینے پر رضامند ہوگئے۔ تشابہات کے موضوع پر آٹھ مسائل چھیڑے تھے۔ بہرحال وہ مان گئے اور تسلیم کرلیا۔

☆ آپ کا پسندیدہ شاعر اور پسندیدہ شعر؟

جواب: حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ محبت کیا ہے؟

جواب: دل وجان کے ساتھ کسی کو چاہنا اور محبوب پر جان نثاری۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (سورۃ البقرہ:۱۶۵) ۔۔۔۔۔۔عشق اگلا درجہ ہے۔

☆ زندگی کا وہ حصہ جسے آواز دینے کو جی چاہے؟

جواب: مدینہ شریف کی حاضری کے لمحات۔

☆ زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں؟

جواب: اب نہیں۔ جب سے دینِ رسول کی سمجھ آئی ہے کسی شے کی کمی محسوس نہیں کرتا اور یہ بھی عرض کروں کہ امام فخر الدین رازی کو پڑھ کر دین کی سمجھ آئی۔

☆ پسندیدہ موسم؟

جواب: ہر موسم ہماری بہتری کے لئے ہی ہے، اس لئے ہر موسم اچھا لگتا ہے۔

☆ قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں کون سا دورِ حکومت اچھا تھا؟

جواب: کوئی خاص اچھائی نظر نہیں آئی بہر حال نواز شریف کا دور کچھ بہتر تھا۔

☆ آج کل واپڈا نے قوم کو تنگ کر رکھا ہے بجلی نہ ہوتے ہوئے عملی کام آپ کس طرح نبھاتے ہیں؟

جواب: صرف دعا کر سکتا ہوں اور کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے مسائل حل کرے۔

☆ دیہات اچھے لگتے ہیں یا شہر؟

جواب: اللہ جہاں رکھے۔

☆ کامیابی کے لئے کس بات پر یقین رکھتے ہیں؟

جواب: شریعت کے مطابق عمل نبھالیں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

☆ قبولیتِ دعا کا وقت ہو تو اللہ سے کیا مانگیں گے؟

جواب: اللہ سے اللہ ہی کو مانگیں گے۔

☆ آپ کا پسندیدہ لباس؟

جواب: جو مل جائے۔

☆ پسندیدہ رنگ؟

جواب: سفید

☆ پسندیدہ خوشبو؟

جواب: جو لگا دیں۔

☆ پسندیدہ پھول؟

جواب: سارے پسند ہیں۔

☆ پسندیدہ جانور؟

جواب: گھر میں بلیاں آجائیں تو ان کی خدمت کر دیتا ہوں۔

☆ پسندیدہ پرندہ؟

جواب: سب

☆ پسندیدہ پھل؟

جواب: جو مل جائے۔

☆ پسندیدہ لیڈر؟

جواب: سیرت پڑھ کر کوئی جچتا نہیں۔

☆ پسندیدہ کھیل؟

جواب: کھیل صحت کے لئے اچھے ہوتے ہیں، خود حضور ﷺ نے کھیلوں کی سرپرستی فرمائی ہے۔ رکانہ پہلوان سے کشتی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ویسے بھی تیراکی، تیراندازی، گھڑ سواری میں حضور ﷺ مشاق تھے۔

☆ پسندیدہ مشروب؟

جواب: سب

☆ پسندیدہ سواری؟

جواب: جو منزل پر پہنچا دے۔ ایک مرتبہ سیالکوٹ گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ محفل میں گدھوں پر سوار ہو کر آئے، پوچھا تو کہنے لگے کہ گدھے پر سواری حضور ﷺ کی سنت ہے۔ میں نے کہا کہ تمہیں گدھے کی سنت تو یاد آ گئی لیکن یہ نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ اس زمانے کی بلکہ قیامت تک کے زمانے کی تیز ترین سواری یعنی براق اور اس سے بھی بڑھ کر رف رف پر سوار ہوئے ہیں، چنانچہ وقت کے مطابق تیز ترین سواری پر سوار ہونا حضور ﷺ کی ہی سنت ہے۔ وقت کی نبض پر ہر مسلمان کا ہاتھ ہونا چاہیئے۔

☆ پسندیدہ کالم نویس؟

جواب: ارشاد حقانی

☆ پسندیدہ اخبار؟

جواب: نوائے وقت کا قاری ہوں۔

☆ زندگی میں کبھی عشق بھی کیا؟

جواب: جب شعور نہیں تھا۔

☆ تنہائی اچھی لگتی ہے یا محفل؟

جواب: اب تنہائی اچھی لگتی ہے۔

☆ سورج طلوع ہونے کا منظر اچھا لگتا ہے یا غروب ہونے کا؟

جواب: کبھی دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

☆ انسانی زندگی کے بارے میں آپ کا تجزیہ کیا ہے؟ اس میں انسانی ارادہ اور اختیار کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: انسانی زندگی بڑی قیمتی ہے، بلکہ عمل کے لحاظ سے آخرت کے اربوں سال بھی اس کے برابر نہیں، لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اپنے اپنے شعبوں میں ترقی کریں اور محنت سے اپنے فرائض کی بجا آوری کریں۔

☆ پاکستان میں نظام مصطفیٰ نافذ کرنے کے لئے دینی طبقہ کو کس طرح فعال کردار ادا کرنا چاہیئے؟

جواب: سب سے پہلے تو منزل کا تعین کریں۔ علماء اور دینی طبقہ نے جب منزل کا تعین کر کے عملی جدوجہد کی تو بھٹو جیسے شخص سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوایا۔ جمعہ کی چھٹی منظور کروائی، شراب کو حرام قرار دلوایا، چنانچہ عملی نظام کو اپنانا چاہیئے۔ حکمران ہم سے شریعت کی صحیح تعبیر مانگتے ہیں اس حوالے سے ہم مجرم ہیں۔ ہمیں نظام دینا چاہیئے کہ غربت کیسے ختم ہوگی، بجلی کیسے بڑھے گی، دور حاضر کے مسائل پر علماء باہم بیٹھیں اور شریعت مطہرہ کے حوالے سے مسائل کا حل پیش کریں۔ حکومت کو بتائیں کہ نظام مصطفیٰ کیا ہے اور اس کی کیا خوبیاں ہیں؟ اس سے ہمارے مسائل کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ شریعت کی تعریف متفقہ طور پر حکومت کو پیش کرنا چاہیئے۔

☆ کوئی ایسی بات جو آپ ہمارے سوال کے بغیر کہنا چاہیں؟

جواب: علم وتحقیق کا دامن نہ چھوڑیں۔ اپنے اپنے کردار پر نظرثانی کریں۔ عقیدے کی باتیں دلائل سے کریں۔ دلائل کی زبان بولیں۔ ہمارے مذہب میں دلائل کی کمی نہیں الحمدللہ دلائل صف در صف کھڑے ہیں۔ عملی طور پر یکجہتی کی پیش رفت کریں۔

☆ کوئی سو سال بعد یہ انٹرویو پڑھے تو اسے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: یہی کہنا چاہوں گا کہ اسلام کو سمجھا جائے کہ اسلام ہے کیا؟ یہ جوش وخروش کا مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام انسانی قدروں سے شروع ہوتا ہے، اس کے بعد احکامات کی باری آتی ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے شادمان مسجد کی خطابت کے لئے مجھے چنا دینی مدارس میں عصری علوم پڑھائے جانے کا زبردست حامی ہوں جب تک شعور بالغ نہ ہو کسی جماعت سے وابستگی بعض اوقات جمود کا باعث بن جاتی ہے پروفیسر طاہر القادری کے فتویٰ جہاد سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جب عالم کا بیٹا اپنے باپ پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے تو پھر کیسے عالم بنے گا۔

یہاں پر مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا وہ انٹرویو جو انہوں نے "ماہنامہ دلیل راہ" میں خود ریکارڈ کروایا اس کا اختتام ہوتا ہے۔ اس سے آگے میں چاہتا ہوں کہ قارئین کے سامنے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف وتالیف کتب کے نام جو طبع ہو چکی یا زیر طبع ہیں وہ لے آؤں۔ کیونکہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیفات میں معاون ومددگار رہا اور آخر میں، میں اپنے والد گرامی کے وصال کے مراحل کا تذکرہ کردوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی ایک جھلک

1۔ فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر ۳۲ جلدوں پر
2۔ شرح اج سک متراں دی
3۔ معارف الاحکام
4۔ مجموعہ ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
5۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
6۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم

7۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
8۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
9۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
10۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پانزدہم
11۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
12۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
13۔ منہاج اُصول فقہ
14۔ علم نبوی ااور منافقین
15۔ منہاج النحو
16۔ علم نبوی اور متشابہات
17۔ منہاج المنطق
18۔ علم نبوی اور اُمور دنیا
19۔ علماء نجد کے نام اہم پیغام
20۔ محبت اطاعت نبوی
21۔ قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
22۔ یارسول اللہ ﷺ کہنا اُمت کا متفقہ موقف
23۔ حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
24۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
25۔ امامت اور عمامہ
26۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک معمولات
27۔ ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
28۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وصیتیں
29۔ حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟
30۔ عصمت انبیاء علیہم السلام
31۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور علم نبوی ﷺ

57۔ امتیازات مصطفیٰ ﷺ
58۔ اسلام اور ایصال ثواب
59۔ امام احمد بحیثیت قاطع بدعات
60۔ اساس ایمان۔ محبت الٰہی
61۔ روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
62۔ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
63۔ جماعت نماز تسبیح
64۔ تلاوت قرآن کا منسوخ ہونا محال ہے
65۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تابعی ہونا
66۔ اسلام اور تعدد ازواج
67۔ مولانا عبدالحی کی حیات وخدمات
68۔ قرآن اور روحانی علوم
69۔ اسلام اور صالحین سے حصول برکت
70۔ شب قدر اور اس کی فضیلت
71۔ امام ابن دحیہ کلبی
72۔ نظام عاقلہ اور دیت
73۔ تحفہ درود وسلام
74۔ حدیث توسل آدم ہرگز موضوع نہیں
75۔ حضور ﷺ کا بدر میں فیصلہ ہرگز خطا نہیں
76۔ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
77۔ انتم اعلم بامور کم کا صحیح مفہوم
78۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا
79۔ صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
80۔ صحابہ اور علم نبوی ﷺ
81۔ رفعت ذکر مصطفی ﷺ

82۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
83۔ وسعت علم نبوی
84۔ درود و سلام کی فضیلت
88۔ تبسم نبوی ﷺ
89۔ قرآن اور روحانی علوم
90۔ تحفہ درود و سلام
91۔ مزاح نبوی ﷺ
92۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
93۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں
94۔ شفاعت نبوی ﷺ
95۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
96۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ ﷺ
97۔ محبت رسول ﷺ
98۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے
99۔ مسئلہ ترک
100۔ کیا حضور ﷺ نے اُجرت پر بکریاں چرائیں؟
101۔ آثارِ رسول ﷺ کی عظمتیں
102۔ مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات و مستی
103۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
104۔ اسلام اور خدمت خلق
105۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب کیسے بنیں؟
106۔ نعل پاک حضور ﷺ
107۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات
108۔ کیا اولیاء اللہ اور بُت ایک ہیں؟
109۔ کیا سگِ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

110۔ قربانی کا لزوم ووجوب

111۔ نورِ خدا ﷺ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر

112۔ المقالۃ المرضیۃ فی الرد علی

113۔ اشارے سے امامت کا صحیح حکم

114۔ حضور ﷺ کی رضاعی مائیں

115۔ کشف المحجوب سنت نبوی کی روشنی میں

یہ تمام کتب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم کے ہاتھوں پرنٹ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ جو اس کے علاوہ بقایا کام ہے وہ طباعت کے مراحل میں ہے کوشش ہے کہ جلد ہی اس کو بھی پرنٹ کر کے قارئین تک پہنچا دیا جائے۔ ابھی تک ہم لوگ "فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر" کے بائیس (۲۲) اجزا شائع کر چکے ہیں اس کو شائع کروانے میں میرے والدین میری معاونت فرماتے اور باقی طباعت کے آخری مراحل میں ہے۔ اسی طرح علمی مقامات کی تین (۳) جلدیں راقم نے مفتی صاحب کی حیات میں ہی شائع کر دی تھیں اور باقی جلدیں طباعت کے مراحل میں ہیں۔ اسی طرح علامہ محدث شیخ عبدالحیٔ کتانی کی کتاب "**التراتیب الاداریہ معروف نظام حکومۃ النبویۃ**" جو دو اجزا پر مشتمل ہے مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ بنام "رسول اللہ ﷺ کا نظام حکومت" کیا، اس میں کچھ ترجمہ رہ گیا اور آپ کا وصال ہوگیا۔ جو راقم نے اور میرے عظیم شاگرد محمد عمران عنصر قادری نے مکمل کر دیا ہے۔ یہ بھی طباعت کے آخری مرحلے میں ہے۔ اسی طرح ۱۹۸۰ء سے لے کر ابھی تک جو فتاویٰ جات اور مضامین آپ نے لکھے ان کو راقم جمع کر رہا ہے تا کہ آپ کے کام کو محفوظ بنانے کے بعد لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اسی طرح اہل بیت نبوی ﷺ کے حوالے سے جو کام بھی مفتی صاحب نے فرمایا اس کو جمع کر لیا گیا ہے اور زیر طبع ہے تا کہ اس کو ایک جلد میں پرنٹ کیا جائے۔ اسی طرح فیملی میگزین اور وقت ٹی وی پر آپ نے جو بیانات اور فتاویٰ جات (قرآن وسنت کی روشنی میں سوال و جواب) ریکارڈ کروائے ان کو بھی جمع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کو میں ان کی زندگی میں محفوظ کرتا رہا جو کہ آغاز میں آڈیو کیسٹ کی صورت میں محفوظ کیے جاتے تھے۔ یہ ریکارڈ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میری کوشش ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کو بھی مرتب کر کے قارئین کے سامنے لے آؤں۔ اسی طرح ہمارے ایک ساتھی فرید نورانی جنہوں نے میری فرمائش پر چند سال آپ کے ویڈیو بیانات

بھی محفوظ کیے جن سے لوگ استفادہ کرتے رہے ان کو بھی ضبط تحریر میں لا کر نظر قارئین کیا جائے گا۔اس کام میں میرے معاون ومددگار علامہ محمد عمران عنصر قادری اور علامہ اختر عباس سرگانہ ہیں، میں ان سب کے لیے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ ان کی سعی اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ ہر وہ شخص جو کسی طرح بھی دین محمدی کے لیے کام کر رہا ہے چاہے وہ کوئی ہو کہیں کا ہو ہم اس کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور ہمارے لیے دنیا وآخرت میں اس کو ذریعہ نجات بنائے۔آمین۔

آپ کا وصال وتجہیز وتدفین:

آپ ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء بروز پیر بعد از نماز عصر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اس دن صبح کے وقت آپ کی طبیعت ناساز تھی۔راقم آپ کو لے کر ہسپتال گیا وہاں سے چیک کروانے کے بعد جب واپسی ہوئی تو راستے میں راقم سے والد گرامی نے سفر مدینہ والی کتاب جو شائع ہونے کے لیے گئی ہوئی تھی اس کا پوچھا تو راقم نے جواب دیا کہ وہ شائع ہو چکی ہے۔آپ نے حکم فرمایا کہ اسے ابھی لے کر آؤ۔راقم نے آپ کو بیڈ پر لٹایا اور آپ کے حکم کے مطابق کتاب لینے کے لیے دربار مارکیٹ گیا۔ابھی کتاب لے کر ہاتھ ہی میں پکڑی اور ساتھ ہی گھر سے میرے چھوٹے بھائی محمد علی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کی کال آگئی کہ ابو جان کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ فوراً گھر آجاؤ بلکہ گھر کی بجائے آپ جناح ہسپتال آجاؤ۔ میں فوراً داتا صاحب سے جناح ہسپتال کی طرف روانہ آیا۔میرے ذہن میں عجیب وغریب قسم کے خیالات آرہے تھے۔جب میں جناح ہسپتال پہنچا تو وہاں پر میرے دوست چوہدری شہزادا یمرجنسی کے دروازے پر کھڑے تھے۔ جب میں نے ان کو دور سے دیکھا تو ان کے چہرے سے پریشانی کے آثار نظر آرہے تھے۔جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو وہ میرے گلے لگ کر رونے لگے اور کہنے لگے آپ کے والد گرامی اس دنیا فانی کو خیر باد کہہ کر دائمی زندگی چلے گئے ہیں۔" **انا للہ وانا الیہ راجعون** "۔اس کے بعد میں اندر داخل ہوا، میرے دونوں بھائی (محمد عثمان قادری اور محمد علی قادری) انتہائی پریشان تھے اور ان کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ظاہری بات ہے والد گرامی کا وصال بہت بڑا سانحہ ہوتا ہے اولاد کے لیے۔ میں نے عثمان بھائی سے کہا کہ وہ ڈیتھ سرٹیفکیٹ بنوائیں تا کہ ہم اپنے والد گرامی کو اپنے گھر لے جاسکیں۔ پھر ہم وہاں سے آپ کو گھر لے آئے۔ میری والدہ کا بیان ہے کہ

جب آپ مفتی صاحب کو بستر پر لٹا کر گئے تو ہمیں پاس بلایا اور ذکر کرنا شروع کر دیا کہ مفتی صاحب کی آواز آنا بند ہو گئی دیکھا تو آپ حالت نزاع میں ہیں، آپ نے کلمہ شریف پڑھا "**لا الٰہ الا اللہ**" ہچکی لی ساتھ ہی آپ کی زبان سے "**محمد رسول اللہ**" نکلا، آپ وصال فرما گئے اور ساتھ ہی آپ کا چہرہ دائیں جانب مڑ گیا۔"**انا للہ وانا الیہ راجعون**"۔ والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ کا وصال گھر میں ہی ہو چکا تھا لیکن بچوں اور والدہ نے دل کو تسلی دینے کے لیے آپ کو جناح ہسپتال لے گئے۔ اس کے بعد سب سے پہلے حاجی رمضان صاحب حفظہ اللہ گھر پہنچے تو مشاورت کے بعد اپنے والد گرامی کو راقم نے غسل دینے کے لیے تیاری کی اور حافظ عدنان سے تختہ اور چار پائی خود ہی بھیجی۔ اس کے بعد آپ کے کفن کا بندوبست کیا گیا جو اختر عباس سرگانہ کو روانہ کیا گیا جب وہ لے آئے تو محمد فاروق قادری (راقم) اور چچا محمد قاسم نے آپ کو غسل دیا۔ ہمارے معاون علامہ محمد عمران عنصر، علامہ صدیق اکبر سعدی، میرے چھوٹے بھائی محمد عثمان قادری، میرے بہنوئی علامہ محمد نعیم عارف نوری (مرحوم) اور میرے کزن محمد اویس نے ہمارے ساتھ مل کر کفن پہنایا اور چار پائی پر لٹا دیا۔ جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا ہجوم بڑھتا گیا۔ اس کے بعد جنازے کے بارے میں محترم حاجی محمد رمضان صاحب، علامہ محمد خلیل الرحمن قادری، حاجی عبد الرشید فاروقی صاحب اور راقم محمد فاروق قادری کے ساتھ مشاورت ہوئی، یہ رات گیارہ بجے کا وقت تھا۔ اس میں مختلف آراء آئیں جو جگہ، وقت اور مقام کے بارے میں تھیں سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے کیونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے مدرسہ میں دفن نہ کیا جائے۔ اس پر مشاورت کے بعد حاجی عبدالرشید فاروقی صاحب نے ان کے لیے جگہ کا انتظام کیا اور وہ جامعہ کے قرب میں ہی تھا جہاں آپ کی تدفین ممکن ہوئی۔ اگلہ مرحلہ جنازے کی جگہ کا تھا ان دنوں کرونا کا آغاز تھا تو لوگ کے اجتماع پر پابندی تھی۔ مدارس بند تھے اور لاہور ایکسپو سنٹر کے پاس مشاورت کے بعد جگہ رکھی گئی اور تین (۳) بجے دن جنازے کا وقت رکھا گیا۔ اس میں یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ جنازہ راقم خود پڑھائے گا۔ کچھ لوگ اس مشاورت کے بعد رات کو دیر سے آئے اور مجھ سے کہا کہ جنازے کا وقت اور مقام تبدیل کر دیں، میں نے ان سے کہا کہ وہ ان سے مشاورت کر لیں جن سے مشاورت کے بعد یہ فیصلہ ہوا ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہر حال انہوں نے کہا جو طے ہو چکا، معاملات ویسے ہی کریں۔ اس طرح تمام تر کام سرانجام دیئے گئے۔ میرے لیے یہ باعث سعادت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کا جنازہ،

تجہیز و تکفین کے مراحل ان کی تربیت کی وجہ سے پایہ تکمیل کو پہنچائے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اولاد اپنے والدین کو غسل سے لے کر لحد میں اُتارنے تک کے تمام مراحل خود سرانجام دے کیونکہ ان والدین نے اپنے بچوں کو جو تعلیم وتربیت دی ہوتی ہے، اس کا نتیجہ یا بدلہ یہی ہے کہ اولاد اپنے والدین کو اِس مرحلہ پر خود تجہیز و تکفین کر سکیں تو اولاد کے لیے یہی صورت ہے کہ وہ خود ان معاملات کو احسن طریقے سے سرانجام دیں تا کہ اس کا ثواب بھی والدین کو پہنچا سکے اور ان کی اولاد ان کے لیے صدقہ جاریہ بنے اور اولاد کو بھی اس عمل سے اجر عظیم ملے۔

الحمد للہ راقم نے ہی جنازہ پڑھایا۔ ان تمام معاملات میں اول سے لے کر آخر تک محترم الحاج عبدالرشید فاروقی، الحاج محمد رمضان اور علامہ محمد خلیل الرحمن قادری اور دیگر ساتھیوں نے احسن طریقے سے سرانجام دینے میں ہماری سرپرستی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو سلامت رکھے اور دین ودنیا کی مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

سانحہ در سانحہ

ابھی والد گرامی کا غم تازہ ہی تھا کہ تقریباً تین (۳) ماہ بعد راقم کے بہنوئی اور کلاس فیلو علامہ صاحبزادہ حافظ نعیم عارف نوری (مہتمم جامعہ نوریہ، سبزازار لاہور) وصال فرما گئے۔ ان کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ والد گرامی کی چچی جان جنہوں نے میرے والد گرامی کی پرورش کی وہ اور پھوپھا جان چوہدری بشیر جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ یہ دونوں ہمارے والد گرامی کی محسن شخصیات تھیں۔ ان کی بھی تجہیز و تکفین سے لے کر لحد میں اُتارنے تک کے سارے مراحل بندہ نے خود سرانجام دیئے اور جنازہ بھی پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آخر میں، میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ میرے والد گرامی کو جنت الفردوس عطا فرمائے، ان کی نیکیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ باقی جو میرے عزیز واقارب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے ان کی بھی مغفرت فرمائے۔ بلند درجات عطا فرمائے اور ہم جملہ لواحقین کو اور ان کے رفقاء کو مل جل کر ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام کام کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

۲۶ فروری ۲۰۲۱ء۔ بروز جمعۃ المبارک، جامعہ اسلامیہ لاہور


فلولا فضل الله عليكم ورحمته

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

باب 13

اعترافِ عظمت

اہل دانش و بینش نے کس قدر دل کھول کر حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ
کی عالی خدمات کا اعتراف کیا؟ ملاحظہ فرمائیے!

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

موت العالم۔ موت العالم

تحریر: سیّد عظمت حسین شاہ گیلانی (راولپنڈی)

حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ گوناگوں صفات کے حامل تھے اور خصوصاً یہ صفت ان میں درجۂ کمال پائی جاتی تھی کہ ان کی مجلس میں چند لمحات بیٹھنے سے بندہ محسوس کرتا تھا کہ میرے علم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلکہ ان سے ٹیلی فونک ملاقات بھی علم کے حصول کا سبب بن جاتی تھی۔ جب بھی فون پر بات ہوتی، علم و تحقیق کے نئے جواہرات سے دامن مالا مال ہو جاتا تھا۔ وہ صاحبِ تقویٰ تھے، فقیر غیور کے حامل تھے، اسلاف کے علم و علوم و فیوض کے امین تھے۔ آپ کا شمار ان خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے وقت جیسی نعمت کی خوب قدر کی۔ اپنی حیات مستعار کے قیمتی لمحات کو دینِ متین کی خدمت کے لیے وقف کیے رکھا۔ صوفیائے کرام کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے تین طرح کی آزمائشوں میں سے کسی ایک میں مبتلا رہتے ہیں۔ ۱۔ علت ۲۔ قلت ۳۔ ذلت

حضرت مفتی صاحب طویل عرصے تک مختلف جسمانی بیماریوں میں مبتلا رہے مگر اپنا کام جاری رکھا۔ فقیر کو اچھی طرح یاد ہے آپ شہیدِ ناموسِ رسالت غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ اور تعزیت کے لیے راولپنڈی تشریف لائے۔ حضرت علامہ احمد علی قصوری اور حضرت علامہ خلیل الرحمٰن قادری مدظلہ العالی بھی ہمراہ تھے، راولپنڈی میں اس دن فقیر کو آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا، آپ رحمۃ اللہ علیہ شدید تکلیف میں تھے، ہم ڈاکٹر کے پاس لے گئے، انجکشن لگنے کے باوجود طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی، اسی حالت میں جب ہم اپنے مادرِ علمی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں پہنچے۔ استاذ کریم حضرت ابوالخیر سیّد حسین الدین شاہ صاحب سلطان پوری دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی، مفتی صاحب بڑی مشکل سے بات کر رہے تھے۔ اس کے باوجود جامعہ کی لائبریری سے حضرت استاذ گرامی علامہ سردار احمد حسین سعیدی صاحب سے تفسیر کبیر کی آخری جلد منگوائی اور فرمایا: میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں ایک مقام پر عبارت واضح نہیں ہے، یہاں کے نسخے سے وہ چیک کرنی ہے۔ جب وہ عبارت اس نسخے سے مل گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور طبیعت سنبھلنا شروع ہو گئی۔

اہل اسلام خصوصاً اہل سنت کے لیے حضرت کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ربّ سے دُعا ہے کہ بطفیل پنجتن پاک آپ کی مغفرت کاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

جہانِ علم کو تسلیم ہے وقار تیرا

تحریر: محمد طاہر عزیز باروی ☆

مجھے وہ ماہ و سال تو یاد نہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شعبہ تجوید کا طالب علم تھا اور جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام تک جامعہ سے ہفتہ وار چھٹی گزارنے اپنے عم محترم زینت القراء جناب قاری محمد رفیق باروی مدظلہ کے گھر صدر بازار چلا جاتا وہاں وہ ایک مرکزی مسجد میں امام خطیب تھے۔ ان کی مسجد کے تھوڑے سے فاصلے پر ایک مسجد میں "صفہ فاؤنڈیشن" کے زیر اہتمام کوئی مذہبی پروگرام تھا۔ جانے کیسے بہرحال میں بھی اس پروگرام میں شریک ہوگیا۔

پروگرام کے آخر پر سامعین کے لیے جسمانی لنگر کی تقسیم کا اعلان ہوا تو لوگ اس جانب چل دیئے باقی ماندہ افراد وہیں اس پروگرام کے خصوصی خطیب کی جانب ہولیے اور ان سے ملاقات و سلام ہونے لگی دریں اثناء ان خطیب صاحب کی جانب سے ملاقاتیوں میں چھوٹے چھوٹے رسائل تقسیم کیے گئے وہاں موجود ہونے کی وجہ سے مجھے بھی ایک رسالہ ملا جو رسول اکرم ﷺ کی اپنے غلاموں کو خواب میں دی گئی بشارتوں کے موضوع پر تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس رسالے کا ترجمہ بھی استاذ گرامی علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ رسالہ ان سے پکڑا تو ٹائٹل پر موجو گنبد خضریٰ زادہ اللہ شرفاً وتعظیماً کی تصویر دیکھ کر بے اختیار دل و دماغ اس جانب جھک گیا اور اس کو چوما آنکھوں سے لگایا اور ساتھ خطیب صاحب سے سلام دعا بھی کی اور بغیر کچھ سوچے سمجھے ان کی بھی دست بوسی کے ساتھ شکریہ بھی ادا کیا۔ شاید اسی وجہ سے انہوں نے مزید رسم و راہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ لیا کیا کرتے ہو؟ جامعہ نظامیہ میں تجوید پڑھتا ہوں، یہ سن کر وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے مسکراتے ہوئے گویا ہوئے کہ میں بھی وہاں پڑھتا رہا ہوں۔ جامعہ کا سنتے ہی بے ساختہ زبان سے نکلا آپ کا نام؟ "محمد خان قادری" جواباً انہوں نے فرمایا۔ یہ تھی وہ پہلی ملاقات جو محقق العصر، مصنف و مترجم کتب کثیرہ، استاذ العلماء، برکۃ العلماء الاکابر، حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری کے ساتھ جو میرے لاشعوری دور کی ایک حسین یاد کی صورت ذہن میں محفوظ تھی۔ نہ تو یہ کبھی

☆ عالم دین، مبلغ اسلام، دینی صحافی

تازہ ہوئی اور نہ کبھی اس کے بارے یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہ الفاظ کا روپ دھارے کسی کاغذ پر پھیلا دی جائے گی۔ دو روز قبل حضرت مفتی صاحب کے معتمد اور جانثار رفیق، ادیب شہیر، سریع القلم محرر، مصنف کتب کثیرہ جناب علامہ خلیل الرحمان قادری مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور کا ایک میسج موصول ہوا کہ تم نے حضرت محقق العصر کے وصال پر ایک تعزیتی تحریر لکھی تھی وہ ارسال کرو تاکہ وہ "محقق العصر نمبر" میں شامل ہو سکے۔ تھوڑی بہت کوشش کے بعد وہ تحریر تو مل گئی مگر اسے بار دگر جب پڑھا تو دل مطمئن نہ ہوا لہٰذا انہیں بھیجنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ ایک دن کے وقفے سے سوشل میڈیا پر علامہ قادری صاحب موصوف کا ایک اور میسج موصول ہوا تو میں نے نہ بھیجنے کی وجہ بیان کی ذہن میں یہ بھی تھا کہ بھیج بھی دی تو جب ادیب اہل سنت جناب ملک محبوب الرسول قادری کے فلٹر سے گذرے گی تو شاید تب بھی یہ ناقابل اشاعت ہی ٹھہرے۔ ساتھ عرض کیا اگر آپ ایک دو دن دیں تو میں ازسرنو ایک تحریر پیش کر دیتا ہوں ان کی شفقت کہ اجازت مرحمت فرمائی اور حوصلہ افزائی بھی اس قدر کہ دو کے بجائے تین دن لے لو مگر تحریر بھیجو۔ اسی تعمیل ارشاد میں مضمون کا ابتدائیہ سوچنے میں مصروف تھا کچھ نکات ایک کاغذ پر لکھ کے سامنے رکھ دیئے کہ ایک خاکہ سا بن جائے تو مضمون لکھنے میں آسانی ہو۔ بس اسی سوچ میں معاً پہلی ملاقات کا سارا منظر ذہن پر پھیل گیا۔ یقین جانیے ناقابل بیان قسم کی فرحت محسوس ہوئی اور دل و دماغ میں ایک خوشگوار فضا اور تازگی قائم ہوگئی جو اس تحریر کیلئے ایک غیر معمولی نعمت سے کم نہ تھی۔ قارئین گرامی! حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے زمانے کی ایک منفرد اور لاتعداد صفات و کمالات کی حامل شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی زندگی اخلاص سے عبارت، ایثار سے بھرپور اور جہد مسلسل پر مشتمل تھی۔ آپ اپنے اسلاف کی ثابت قدمی، تقویٰ و طہارت، اخلاص و ایقان اور ان کے عرفان واُجلے کردار کا کامل مظہر اور اخلاف کیلئے مشعل راہ تھی۔ آپ علوم اسلامیہ کے ایک مایہ ناز استاذ اور مروجہ درس نظامی کے تمام علوم اور فنون پر گہری نگاہ اور کامل دسترس کے حامل، اور ان صلاحیتوں کے بھرپور استعمال کرنے کا فن بھی خوب جانتے تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب اپنی حیات مبارکہ میں کئی علمی رفعتوں اور کئی مناصب جلیلہ تک پہنچے مگر ان میں سے کوئی عہدہ بھی وراثتی طور پر ان میں منتقل نہ ہوا تھا آپ اپنی اس کامیاب زندگی کے معمار خود تھے اور اس کی تعمیر و تشکیل میں کبھی کسی سہارے کا استعمال نہ کیا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے علم و فضل اور اخلاق و اوصاف کے بل بوتے پر مقتدا اور اس منصب کے اہل ٹھہرے۔ حضرت مفتی صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ اپنی درسی مصروفیات کے علاوہ ملکی سطح پر تمام قابل ذکر مذہبی تحریکوں میں اپنے اکابرین کے شانہ

بشانہ رہے۔کبھی بھی اسلام اور شارع علیہ السلام کے خلاف اُٹھنے والی کسی بھی آواز پر انہوں نے کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور ہر اسلام کے تحفظ کیلئے اٹھنے والی ہر تحریک میں ہراول دستے کے ایک نمایاں رکن کے طور پر انتہائی جانفشانی سے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے ان قوتوں کا مقابلہ کیا اور ایک توانا آواز ثابت ہوئے۔ ماضی قریب میں جس قدر فتنے رونما ہوئے اس سے قبل اس طرح فتنوں کا ظہور شاذ ہے مگر وہ ہر فتنے سے نبرد آزما ہونے والی آواز پر اسلام کے نام لیواؤں کے ہم رکاب نظر آئے اور کبھی کسی عہدے یا نمود و نمائش کا اشارہ تک نہ دیا اسی لیے ماضی قریب میں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر قائم ہونے والی تحریکوں کے بانی رکن رہے۔ حضرت مفتی صاحب بلاشبہ جامعہ نظامیہ کے قابل فخر فضلاء میں سے تھے اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار تھا، ازیں سبب وہ جامعہ نظامیہ اور اپنے اساتذہ سے بہت محبت فرماتے ، قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب کے وصال کے بعد ان کی قرآن خوانی کی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور والی تقریب میں حضرت مفتی صاحب کے خطاب کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ "مفتی عبدالقیوم صاحب اس دنیا سے چلے گئے ان کے صاحبزادگان کا ہماری نظر میں وہی مقام ہے جو ہمارے استاذ گرامی کا تھا اور ان کے جمیع تلامذہ کا حق ہے کہ ان کے صاحبزادگان سے وہی محبت کریں جو ان سے کرتے تھے۔"

(النظامیہ مفتی اعظم نمبر ۲۰۰۳ء)

یہ محبت دوطرفہ تھی کہ جامعہ کے کئی پروگراموں میں وہ مہمان کے طور پر مدعو ہوتے تو وہ بخوشی شریک ہوتے مجھے یاد ہے کہ جامعہ کے طلباء کی تربیتی بزم "بزم رضا" کے پلیٹ فارم سے بانی جامعہ کے سالانہ عرس پاک اور جامعہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ایوان اقبال میں "مخدوم ملت سیمینار" کے عنوان سے ایک سیمینار رکھا گیا حضرت مفتی صاحب بطور مہمان خطیب کے مدعو تھے اور ان کا موضوع گفتگو "مفتی عبدالقیوم ہزاروی بحیثیت مفتی اعظم" تھا۔ بزم رضا کے جنرل سیکریٹری علامہ مفتی حافظ محمد حبیب احمد سعیدی (ناظم اعلیٰ مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ فرخ آباد شاہدرہ لاہور) اور درجنوں عربی و اُردو کتابوں کے مصنف اور نامور محقق علامہ ڈاکٹر حق نبی سکندری ازہری، (شاہ پور چاکر) اور راقم انہیں اس پروگرام کا دعوت نامہ اور موضوع پر گفتگو کرنے کیلئے گئے تو انہوں نے کمال شفقت سے ہم طالب علموں کیلئے ایک خوبصورت نشست کا اہتمام کیا، بہت عمدہ ضیافت کے ساتھ کئی گھنٹوں پر مشتمل وہ نشست ایک یادگار نشست تھی۔ اس نشست میں انہوں نے مجوزہ پروگرام اور اس کے علاوہ ہم طلباء کی عملی زندگی کے متعلق کئی بیش قیمت نصائح بھی ارشاد فرمائیں۔ بات کا آغاز اس وقت کے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز

شریف اور حمزہ شہباز شریف کے نام اشتہار پر دیکھ کر ہوا کہنے لگے اچھا کیا کہ جامعہ نظامیہ نے اس جانب توجہ دی مگر میرا تجربہ ہے یہ لوگ کبھی کام نہیں آتے، ہم لوگوں نے ان سے ذاتی مفاد کیا لینا ہوتا ہے دین کی خاطر ان کو عزت دیتے ہیں مگر یہ صرف اپنی سیاست اور اقتدار ارد گرد گھومتے اور اسی کو سامنے رکھ کر سوچتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہماری کمر دہری ہوگئی ہے ان کی خاطر قربانیاں دیتے دیتے کہ شاید کہ یہ لوگ دین کے ساتھ مخلص ہوجائیں مگر سوائے اپنے مفاد کے انہوں نے دین کیلئے کچھ نہ کیا۔ اسی لیے آپ بچوں کو میری یہ نصیحت ہے کہ ان سے دین کے فائدے کی اُمید کو پسِ پشت ڈال کر کام کریں۔ دوسری بہت اہم بات انہوں نے پروگرام کے نام کے حوالے سے کی، کہنے لگے کہ القابات کی جتنی توہین آج کل ہورہی ہے کبھی نہیں ہوئی، ہمارے استاذ گرامی ان القابات سے بہت بالا بلکہ بالاتر تھے مگر ان کے نام کے ساتھ مفتی لگتا اور مفتی اعظم کا لقب ان کو ہی زیبا ہے۔ اسی لیے آپ پروگرام کا نام مخدوم ملت سیمینار نہ رکھیں ،مخدوم ملت ایک نیا لقب ہوگا لوگوں کیلئے ،مفتی اعظم سیمینار ہی ہونا چاہیے جیسے محدث اعظم سنتے ہی ذہن میں مولانا سردار احمد قادری رضوی، فقیہ اعظم سنتے ہی مولانا نور اللہ نعیمی ،شرف ملت سنتے ہی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، غزالی زماں سنتے ہی ذہن میں حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی، اسی طرح مفتی اعظم پاکستان جب بھی بولا جاتا ہے تو استاذ گرامی مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا نام ذہن میں ابھرتا ہے آپ لوگ مخدوم ملت کے لقب سے ایک نئے تعارف کی طرف جاتے ہو یہ نہ کرو، مسکرا کر کہنے لگے کہ کیوں تم چاہتے ہو کہ کوئی جاہل آدمی کل تمہیں مفتی اعظم پاکستان سے ملقب نظر آئے۔ چونکہ اشتہارات اور دعوت نامے چھپ چکے تھے اسی لیے کہا آئندہ احتیاط کریں۔ اس ملاقات میں انہوں نے فرداً فرداً ہم سے پوچھا کس کلاس میں ہو؟ کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟ کون سا سبق کس استاذ کے پاس ہے اور یہاں تک کہ تم میں سے کون کون امامت خطابت اور کہاں کہاں کرتا ہے کہ سوالات بھی کیے اور ہر سوال کے جواب پر ایک جامع اور مفصل تبصرہ فرمایا کہ فلاں کتاب کے ساتھ اس کی فلاں شرح دیکھو اور اس شرح کے ساتھ فلاں حاشیہ بہت مفید ہے۔ بڑے اساتذہ میں کس استاذ سے کس فن میں راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ فارغ اوقات میں مطالعہ مطالعہ اور مطالعہ۔۔۔۔ پھر ایک راہ معین ہوسکے گی ورنہ صلاحیتیں ختم ہوجائیں گی۔ درس نظامی کی سند عالم بن جانے کی سند نہیں بلکہ اساتذہ کے اعتماد کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے کہ یہ طلبہ استاد کی رہنمائی کے بغیر مطالعہ کرکے لوگوں کی شرعی راہنمائی کرسکیں گے جب کہ ہم درس نظامی کے بعد تو مطالعہ سرے سے کرتے ہی نہیں۔ ہمیں فرمانے لگے اب تم سب چوتھے درجے سے اوپر کی کلاس میں ہو تم سب کو اس سال جمعہ پڑھانے کا باقاعدہ آغاز کردینا چاہیے تھا تاکہ موقوف علیہ تک تم ایک پختہ

اور مضبوط فکر کے مالک خطیب بن چکے ہوں۔ اپنے موضوعات کا انتخاب مہینے کی نسبت سے نہیں عوام اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر کرو۔ باتوں باتوں میں الماری سے اپنا جمعہ کے خطبات پر مشتمل رجسٹر نکال لائے کہ یہ دیکھیں موضوعات کا انتخاب کرتا رہتا ہوں۔ اور اخبار، سبق یا کسی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کوئی موضوع یا عنوان ذہن میں آجائے تو لکھ لیتا ہوں۔ کہنے لگے میرا اس جمعے کا موضوع گفتگو "سادگی" تھا مزے کی بات سنو! میں کبھی بھی بے نظیر بھٹو کا حامی نہیں رہا مگر مجھے اس کی سادگی کی ایک بات اچھی لگی تو میں نے اس دفعہ جمعے پر بیان کی اور لوگوں کو بتایا۔ قارئین! یہی وہ جذبہ اور اخلاص تھا جس کے بل بوتے پر انہوں نے پوری تندہی سے زندگی بھر خدمت اسلام کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور خدمت دین کا کوئی شعبہ بھی انہوں نے اپنے کام سے تشنہ لب نہ چھوڑا بلکہ ہر نئے زاویے سے دین کے کام میں کوشاں رہے اور اس شعبے میں قابل ذکر کام کیا۔ اور اپنے تلامذہ وعقیدت مندوں کو بھی اسی سمت لگایا اور درجنوں کتب کے تراجم وشروحات اپنے تلامذہ سے کروائے۔ ہمارے فاضل دوست علامہ مولانا اللہ بخش تونسوی زید مجدہ فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور بہت لائق اور محنتی طبیعت کے آدمی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سے ان کے ہم نشیں ہوئے اور ماشاءاللہ اب تک ان کے ادارے میں استاذ الحدیث ہیں ان کی رفاقت کو تھوڑا عرصہ گذرا ہوگا مگر حضرت مفتی صاحب نے انہیں بھی کئی کتابوں کے تراجم پر لگا دیا بہت قلیل عرصے میں ان کی کئی قیمتی کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ حضرت مفتی صاحب علم کے حصول کے ہمیشہ خواہش مند رہے جو اچھی چیز جہاں سے ملی وہ لینے میں انہیں کبھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوئی علامہ اللہ بخش صاحب نے ہی ایک بار بتایا کہ تفسیر کبیر میں سورۃ یاسین کا ترجمہ کر رہے تھے تو ایک مقام پر علم فلکیات کی بات آئی تو فرمانے لگے مولانا! کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ سے پیسے لے لے اور مجھے علم فلکیات سمجھا دے؟ اس کے بعد جی سی یونیورسٹی کے ایک آدمی سے طویل عرصہ علم فلکیات پڑھتے رہے۔ ترجمہ، تفسیر، حدیث، تشریح، منطق، فلسفہ، صرف، نحو، تحقیق، معانی ومفاہیم گویا ہر میدان میں انہوں نے انمٹ نقوش قائم کیے اور ایک ایک موضوع پر کئی کئی کتب تصنیف کیں۔ اور ان کی جملہ تصنیفات کا محور ومرکز رسول گرامی ﷺ کی ذات اقدس رہی، محبت رسول ﷺ کی ایک پوری سیریز قائم کی۔ اس کی خوبصورت مثال "شاہکار ربوبیت" کی صورت میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شمائل رسول ﷺ پر امام ترمذی کی یادگار ایسے ہے جیسے رسالت مآب ﷺ بنفس نفیس تشریف فرما ہوں، بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ شاہکار ربوبیت کے مطالعہ کے بعد عشق رسالت کی جو کیفیت آدمی کے دماغ کو معطر کرتی ہے اس کا اندازہ کتاب کے قاری کو ہی ہوسکتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کا سراپا انسان کے دل ودماغ کو یوں معطر کر دیتا ہے کہ انگ

انگ خوشبودار محسوس ہوتا ہے حضور ﷺ رمضان کیسے گذارتے، حج کیسے ادا فرمایا حضور ﷺ کے نعل پاک کی برکتیں کیا ہیں ان سب موضوعات پر لکھا اور پوری محنت سے لکھا اور ضخیم کتب وجود میں آئیں۔ عربی کو اُردو قالب میں ڈھالنے پر آئے تو عالم عرب کے بہت دقیق علماء اور محدثین کا انتخاب کیا، شیخ احمد تلمسانی، شیخ علوی مالکی، ڈاکٹر عبدہ یمانی، کی تحقیقات کو اُردو داں طبقے کیلئے نہایت سلیس اور شستہ ایک نئی تصنیف کے طور پر پیش کر دیا۔ اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت، ان کے وصایا، ان کے معمولات اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنے کے طریقے سب موضوعات پر لکھا اور بتایا کہ مشتاقان جمال نبوی کن کیفیات کے حامل تھے اور ایک محب صادق کو کن راہوں پر چلنا چاہیے۔ انسان ان کے کام کے تنوع کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ نحو، منطق جیسے خشک موضوعات پر لکھنے والا آدمی، افتاء کے منصب پہ فائز، دلائل کی دنیا میں گم رہنے والا کتابی کس طرح ایسے شستہ موضوعات پر لکھ سکتا ہے کہ آدمی کتاب کے پہلے صفحے سے آخر تک محبت رسول ﷺ میں یوں گرفتار ہوتا ہے کہ آنکھوں کے وضو کا پانی خشک ہی نہیں ہوتا۔ پھر کمال یہ کہ ان کا قلم صرف نثر کی ترجمانی تک نہیں محدود بلکہ دو آفاقی کلاموں کا ترجمہ کیا تو حق ادا کر دیا اور اس فن کے ماہرین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ ان میں سرفہرست شرح سلام رضا اور شرح سک متراں دی ہے۔ کئی مسائل میں اکابر سے اختلاف بھی کیا مگر کبھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہمیشہ دلیل کی بنیاد پر اپنا علمی موقف پیش کیا اور علمی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ فتاویٰ رضویہ کی ادق ترین عبارات کا ترجمہ، تسہیل، حوالہ جات جو برصغیر کا سب سے بڑا فقہی کام سمجھا جاتا ہے اس میں بھی اپنا مناسب حد تک نہیں بلکہ کافی حصہ ڈالا اور اپنے استاذ گرامی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ کے قابل فخر تلامذہ میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ فتاویٰ رضویہ سے یاد آیا ایک بار استاذ گرامی شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ ناظم تعلیمات و شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ نے مجھے کچھ صفحات دیئے اور فرمایا چھٹی کے بعد مفتی محمد خان قادری صاحب کو دے آؤ۔ کلاس سے فری ہوتے ہی میں نے انہیں جامعہ کے دفتر سے کال کی۔ شاید وہ اپنے دفتر میں دوپہر کے وقت کال سے چند لمحے قبل ہی سوئے تھے کہ فون کی آواز پر بیدار ہوئے اور بات شروع کرتے ہی مجھے ایک طرح سے ڈانٹ دیا کہ اللہ کے بندو! مشکل سے کمر سیدھی کرنے کیلئے لیٹا ہی تھا کہ تم نے اُٹھا دیا۔ اچھا چلیں بولیں۔ کون صاحب اور کہاں سے؟ مجھے بھی یہ سنتے عجیب لگا تو میں نے کہا حضور! معذرت خواہ ہوں ایک تو مجھے آپ کے قیلولے کا معلوم نہ تھا دوسرا میرے استاذ کا حکم تھا ابھی رابطہ کر لو اور یہ امانت انہیں جا کے دے آؤ۔ اب میں کیسے حکم عدولی کر سکتا

ہوں۔ کہنے لگے کیسے صفحات ہیں اور کس چیز کے ہیں؟ عرض کیا کہ معلوم نہیں مگر لفافے پر فتاوی رضویہ لکھا ہے کہنے لگے آجاؤ جامعہ اسلامیہ جامعہ نظامیہ سے کافی فاصلے پر ہے یہاں سے وہاں جاتے ہوئے بھی مجھے اچھا خاصا وقت لگ گیا میں پہنچا تو لائبریری میں موجود تھے اور ملتے ہی پہلے پوچھا تم سے بات ہوئی تھی فون پہ؟ میں نے کہا جی! تو باقاعدہ معذرت کے الفاظ کہے پھر ان صفحات کو دیکھا کھانا کھلایا چائے پلائی اور پھر روانہ کیا۔ ایک طویل عرصہ وہ شادمان لاہور کی رحمانیہ مسجد میں خطیب رہے اور اپنے خطبے کے ذریعے اسلام کا پیغام ایک منفرد، سادہ اور دلنشین انداز میں پاکستان کے عوام تک پہنچایا۔ ان کے خطاب کا بنیادی اور مرکزی نقطہ اصلاح عوام ہوتا اور انہی موضوعات پر بہت پرمغز اور مدلل گفتگو فرماتے۔ اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ انہوں نے دین اسلام کی آبیاری اور ناموس رسالت ﷺ کیلئے وقف کیا اور اپنی زندگی سے مطمئن ہوکر ارجعی الی ربک کی صدا پر لبیک کہا اور راضیۃ مرضیہ کے مژدہ جانفزا سے ان کی روح کو قرار آگیا۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما حضرت منصور ابن عمار بہت کامل بزرگ تھے، ستر سال لوگوں کو وعظ کرتے رہے ان کے وعظ میں بلا کی تاثیر اور غضب کی کشش تھی کہ لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ ان کے وعظ سنتے۔ کئی غیر مسلم ان کے پہلے وعظ کو سنتے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ نوے سال کی عمر میں انتقال ہوا بعد از وصال معروف بزرگ شیخ ابوالحسن شعرانی کے ساتھ خواب میں ملاقات ہوئی تو شیخ شعرانی نے پوچھا کہ کیا بنا؟ حضرت منصور ابن عمار نے کہا کہ میرے پاس فرشتے آئے اور پوچھا **من ربك**؟ (تیرا رب کون ہے؟) کہنے لگے ان کا سوال سن کر مجھے بہت عجیب لگا میں نے فرشتوں سے کہا سنو! میں ستر سال لوگوں کو وعظ کرتا رہا ہوں، ہزاروں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھایا، کئی لوگوں کی زبانوں پہ اللہ کا نام جاری کیا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ جس شخص نے ستر سال تک لوگوں کو رب کی طرف بلایا ہو اور ان لوگوں کو رب کو بتایا ہو جو رب کو جانتے ہی نہ تھے یا انکار کرتے تھے اگر میں ہی نہیں جانتا تھا کہ میرا رب کون ہے تو ان کو کس کا بتاتا رہا ہوں۔؟ کتنے افسوس کی بات ہے میری ستر سال کی محنت کے بعد تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ تیرا رب کون ہے؟ ملائکہ حیران ہو گئے اور اللہ رب العزۃ کی بارگاہ میں میرا مقدمہ پیش کر دیا تو بارگاہ الٰہی سے جواب آیا۔ درست کہتا ہے میرا بندہ منصور۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت مفتی صاحب نے جس طرح انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ دین اسلام کیلئے وقف رکھا جب فرشتوں نے ان سے پوچھا ہوگا کہ من ربک؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ہوگا میں نے قرآن کی تفسیر سے لے کر حدیث کی تشریح تک، سیرت رسول ﷺ سے حیات صحابہ تک بلکہ حضور ﷺ کے نعلین پاک تک کے تذکرے پر کئی کئی کتابیں لکھیں، اولاد کو سکھاؤ محبت حضور ﷺ کی، یہ

پیغام دیتا رہا زندگی یار کی باتوں اور یادوں میں گذر گئی ہزاروں دلوں کو علم محبت رسول ﷺ اور عشق نبوت کے جام لٹانے میں گزار کے یہاں پہنچا ہوں اور اب تم مجھ سے آکر پوچھتے ہو کہ من ربك؟ ما دينك؟ ماكنت تقول ـ ـ ـ ـ مجھے قوی یقین ہے کہ اس بات پر بارگاہ رب العلیٰ سے ملائکہ کو یہی حکم ملا ہوگا کہ ٹھیک کہتا ہے میرا بندہ "محمد خان" اس کو اس حال پر چھوڑ دو اور کہ دو "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ" اور ادھر سے عبد مومن نے بھی اپنے انداز میں کہا ہوگا "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ"۔

سال ۲۰۲۰ء ہمارے لیے ہر اعتبار سے بہت مشکلوں اور تکلیفوں سے بھرپور رہا اس قدر اہل علم کو نگل گیا کہ شاید گذشتہ نصف صدی میں اتنا علم وفن کا نقصان نہ ہوا ہو جتنا اس ایک سال نے ہمارا نقصان کیا۔ ان میں سے ایک بہت بڑا نقصان حضرت مفتی صاحب کا اس دنیا سے چلے جانا بھی ہے۔

جہان علم کو تسلیم ہے وقار ترا
ادب کے پھولوں سے دامن ہے لالہ زار
ترا چمن میں یوں تو بہار آتی جاتی رہتی ہے
مگر سخن کا ہے گلشن سدا بہار
ترا جمال حسن کی دنیا میں کھو گیا ہے
وہ پڑھا کلام ہے جس نے بھی ایک بار ترا

وہ قابل احترام اہل علم پچھلے چند دنوں میں رخصت ہوئے۔ انا لله وانا الیه راجعون۔

علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب روایتی مذہبی علماء کے علم، اخلاص، کردار، سادگی اور تحمل واعتدال کا بہترین نمونہ تھے۔ بعض مجالس میں ان سے ملاقات ہوئی اور ان کے حسن طبیعت نے متا[ثر] کیا۔ اللہ تعالیٰ بلند درجات عطا فرمائے اور ان کی حسنات کو صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین

ڈاکٹر مبشر حسن صاحب لیفٹ کے معروف اور نظریاتی کمٹ منٹ رکھنے والے باکرد[ار] صاحب دانش تھے۔ ایک عرصے تک فکر وقلم کے میدان میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کو بس ایک موقع پر المورد میں دیکھنا یاد ہے جہاں وہ غامدی صاحب سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ ا[للہ] تعالیٰ مغفرت فرمائے اور حسنات کو سیئات کا کفارہ بناتے ہوئے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما[ئے]۔

آمین

جس کا عمل ہے بے غرض
اس کی جزا کچھ اور ہے

تحریر: محمد متین خالد (لاہور)

ایک سچے اور جید عالم کی چند نمایاں خوبیاں یہ ہوتی ہیں کہ وہ نائب رسول ﷺ کی حیثیت کا مالک اور دم توڑتی سنتوں کو زندہ کرنے والا مجاہد ہوتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کو باطل کی طمع سازی، جہلا کی من پسند تاویلات اور غلو پسند حضرات کی تحریفات سے بچاتا ہے، ان کج فہموں کے ناپاک عقائد وعزائم کی بلاخوف وخطر سرکوبی کرتا ہے، ضروری ہے کہ وہ دین اسلام پر پوری استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہو۔ شرعی عمل کی وضاحت میں کسی مصلحت وملامت کو خاطر میں نہ لائے، حق بات کہنے میں کسی تامل سے کام نہ لے، وہ خشیت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال ہو، اُخروی شوق دنیاوی خواہشات پر غالب ہو، وہ آداب واخلاق، تواضع وانکساری اور محبت ومودّت کا پیکر ہو، وہ دعوت و خطابت، تعلیم وتدریس، پند ونصیحت اور واعظ وترغیب کے قرآنی اسلوب کا خوگر ہو۔ اس کا دامن بدعت و خرافات اور فسق وفجور کی آلودگیوں سے پاک ہو۔ بلاشبہ محقق العصر، عالم باعمل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ان تمام اوصاف کی حامل نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ وہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف اور مترجم تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "تفسیر کبیر" کا "فضل قدیر" کے نام سے اُردو ترجمہ اُن کی گراں قدر علمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے ایک عظیم الشان دینی درسگاہ "جامعہ اسلامیہ لاہور" کی بنیاد رکھی جو جدید تعلیم وتدریس کا خوبصورت مرکز ہے۔ بلاشبہ اُنہوں نے خدمت دین کے شعلہ جوالہ کو آخر دم تک بجھنے نہ دیا۔

مجھے مفتی صاحب سے کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہے۔ وہ تقویٰ وطہارت، سادگی وقناعت اور تواضع وللّٰہیت کا اُچھوتا انداز رکھتے تھے جو کتابوں سے نہیں بلکہ باعمل علماء کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اُن کی باتیں آبِ زلال کی طرح ہوتی تھیں جس میں ٹھنڈک بھی ہوتی، مٹھاس بھی اور جس سے قلب کو راحت اور روح کو تسکین ملتی۔

گلی گلی آباد تھی جن سے کہاں گئے وہ لوگ

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر دینی خدمات کے اعتراف میں ماہنامہ "سوئے حجاز لاہور" ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔ اس کاوش پر معروف مصنف، کالم نگار اور چیف ایڈیٹر جناب علامہ خلیل الرحمٰن قادری اور ایڈیٹر برادر ملک محبوب الرسول قادری مدظلہ خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے مضامین کے انتخاب میں بے حد محنت کی۔ اس طرح یہ خاص نمبر حضرت مولانا محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے علمی و تحقیقی کارناموں کا ایک دستاویزی مرقع بن گیا ہے۔ مجاہد تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت مآب جناب علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری دامت برکاتہم العالیہ اور برادر گرامی جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے جس لگن اور محنت سے اس خاص نمبر کو مرتب کر کے ہر خاص و عام کی معلومات کے لیے ایک اہم فریضہ ادا کیا ہے، اس پر یہ حضرات صد ستائش کے مستحق ہیں۔ اُمید ہے اس خاص نمبر کو ہر مکتبہ فکر کی طرف سے پذیرائی حاصل ہوگی۔

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ



قرآن کے اِک محقق خادم کی یادیں

تحریر: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

زندگی جہدِ مسلسل اور جستجو کا نام ہے، تحقیق اور جستجو کے ذوق سے عاری شخص جمود کا شکار ہو کر اپنی افادیت کھو دیتا ہے، جبکہ محقق مزاج عالم شعور و آگہی کا اِک نیا جہان دریافت کرتا ہے۔ دین، زمانے کے بدلتے حالات اور سلگتے امور کی صحیح معنوں میں خبر رکھنے والے عالم کہلانے کے مستحق ہیں۔ حقائق کے متلاشی ایسے حضرات ہی تدریجاً علم و عرفان اور ادراک کی اعلیٰ منازل پر فائز ہوتے ہیں۔ محقق العصر، حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کی تحقیقی مزاج رکھنے والی ایک عظیم شخصیت تھے، انہوں نے مختلف درسگاہوں میں طویل عرصہ تدریسی عمل کی بدولت رسوخ فی العلم حاصل کیا، وہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ اور علم الکلام جیسے ادق مضامین اس خوش اسلوبی سے پڑھایا کرتے کہ دقیق ترین علمی مسائل طلبہ کے اذہان میں راسخ ہو جاتے اور ان کی عقل و دانش اور خرد کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھ جاتیں۔ مختلف تعلیمی اداروں میں ان سے اکتساب علم و فیض کرنے والے ان کے شاگرد نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں اسلام کی محبت، علم کا نور بانٹ رہے ہیں۔ برداشت اور رواداری پر مشتمل اسلام کا پیغام عام کر رہے ہیں، ان کے تلامذہ کالجز اور یونیورسٹیز میں تعلیم دے رہے ہیں۔ اُن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے کل کے طلبہ اور آج کے اساتذہ اور محققین اِس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا کوئی طالب علم کبھی خالی دامن واپس نہیں ہوا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عالم اسلام کی دو عظیم ہستیوں محدث الحرمین، ڈاکٹر سید علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ اور کویت کے عظیم صوفی محدث سید یوسف سید ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق تھا، حضرت مفتی صاحب نے محدث الحرمین کی دو کتابوں: **"شفاء الفؤاد بزیار خیر العباد"** کا "درِ رسول کی حاضری" کے عنوان سے جبکہ **"الذخائر المحمدیه"** اردو ترجمہ "ذخائر محمدیہ" کے عنوان سے کیا تھا، جامعہ نعیمیہ میں ڈاکٹر سید علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

حضرت مفتی صاحب کی ملاقات ہوئی تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور والد گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ راقم الحروف بھی اُس ملاقات میں موجود تھا، حضرت مالکی صاحب نے جامعہ نعیمیہ سے حاجی محمد اسحاق نوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر داروغہ والا جانا تھا، حضرت مفتی صاحب نے گفتگو کے دوران چند کتب کے نام لئے تو حضرت مالکی صاحب نے فرمایا: "یہ کتب آپ کے پاس موجود ہیں؟" حضرت مفتی صاحب نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت نے فرمایا: "یہ کتب پہلے دیکھیں گے اور حاجی محمد اسحاق نوری صاحب کے پاس بعد میں جائیں گے۔" چنانچہ آپ شادمان تشریف لائے اور حضرت مفتی صاحب کی لائبریری دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

کویت کے عظیم محدث اور شیخ طریقت حضرت سیّد یوسف سیّد ہاشم رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مفتی صاحب کے ساتھ خاص محبت فرمایا کرتے تھے، وہ جب بھی پاکستان تشریف لاتے حضرت مفتی صاحب سے ضرور ملتے اور آپ کے لیے علمائے عرب کی جدید ترین کتب لایا کرتے تھے، دونوں ذی علم شخصیتیں محو گفتگو ہوتیں تو سامعین اپنے دامن میں علمی نکات سمیٹا کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے تمام اساتذہ کے ساتھ محبت اور احترام کا گہرا تعلق تھا مگر نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ والد گرامی علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا خاص قلبی لگاؤ تھا، مستزاد یہ کہ تعلق دوطرفہ تھا، شاید استاد اور شاگرد کے درمیان تدریس، تحقیق اور تصنیف کا ذوق مشترک تھا، والد گرامی کے پاس دیگر تلامذہ بھی تشریف لایا کرتے تھے مگر حضرت مفتی صاحب کی آمد پر حضرت والد گرامی کی خوشی بہت منفرد ہوتی تھی، میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس خوشی کا سبب حضرت مفتی صاحب کا علمی اور تحقیقی ذوق ہوتا تھا، حضرت مفتی صاحب جب بھی تشریف لاتے بعض نشان زدہ مقامات پر مشورہ کرتے، اور والد گرامی بھی اس علمی مشاورت پر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب اور حضرت شرف ملت کا تعلق بہت پرانا تھا، مجھے علامہ اللہ بخش قادری تونسوی نے بتایا کہ انہیں حضرت مفتی صاحب نے بتایا تھا کہ جب وہ لالہ موسیٰ میں زیر تعلیم تھے تو حضرت شرف صاحب وہاں اس مدرسہ کے طلبہ کا امتحان لینے کے لیے تشریف لائے، اپنی باری پر میں حاضر ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کیے، میں نے فوراً جوابات عرض کئے۔ حضرت

استاد صاحب میرے جوابات سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے مجھے جامعہ نظامیہ لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا، میں ان کی ترغیب پر لاہور آیا اور سب سے پہلے حضرت شرف صاحب ملا، آپ نے جامعہ نظامیہ میں میرا داخلہ کروایا، پھر جب میں نے جامعہ نظامیہ سے تعلیم مکمل کی تو انہوں نے مجھے جامعہ نظامیہ میں پڑھانے کے لئے فرمایا۔ اس طرح میں نے دو سال جامعہ نظامیہ میں تدریس کی۔ ان دو سالوں میں وہ بہت عرصہ تک عصر اور مغرب کے درمیان مجھے کچھ وقت عنایت فرماتے رہے، اس دوران انہوں نے مجھے تدریس اور خاص طور پر نحو کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔"

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۹۳ء میں "شرح سلام رضا" مکمل کی تو انہوں نے تقدیم کے لیے یہ کتاب اپنے استاد حضرت شرف ملت کو پیش کی حضرت شرف ملت نے اپنے قابلِ فخر شاگرد کو دعاؤں سے نوازا، بہت فراخ دلی سے اُن کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی، درجِ ذیل اقتباس کے کلمات سے قارئین محسوس کر سکتے ہیں کہ ایک استاد کو اپنے ہونہار شاگرد سے کس قدر آنکھوں کی ٹھنڈک ملی ہے:

"حضرت علامہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی نے راقم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو۔ قرعہ ء فال تمہارے نام نکلا ہے، راقم نے انہیں عرض کیا کہ ایک تو یہ فقیر کئی ضروری کاموں میں مصروف ہے، معذرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خاں قادری "سلام رضا" کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں، ان کے بعد اس عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ الحمد للہ العظیم کہ مفتی صاحب نے برق رفتاری کے ساتھ یہ کام مکمل کر لیا ہے اور "سلام رضا" کی شرح قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے، مفتی محمد خان قادری کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے۔ اور ربّ کائنات کے حبیب اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں انہیں یہ شرف قبولیت نصیب ہو جائے۔ مفتی محمد خان قادری پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں ان کی متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں اور اربابِ علم سے خراجِ عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔ مفتی محمد خان قادری کی خوش قسمتی ہے کہ سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کی محبت و عقیدت سے سرشار ہیں، کئی مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور ہر دفعہ اُن کے جذب و جنون میں اضافہ ہی ہوا ہے، اسی ذوق و شوق نے انہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کی شرح کی طرف متوجہ کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختصر عرصہ میں "سلام رضا" کے ساڑھے پانچ سو سے زیادہ صفحات میں شرح لکھ دی۔ اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے، بلاشبہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غلاموں اور عقیدت مندوں کی طرف سے شکریئے اور مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں کو حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے جگمگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل ہونے کی توفیق مرحمت عطا فرمائے، کیونکہ دعوائے محبت اُسی وقت مقبول اور بارآور رہے جب اتباع اور پیروی کی سعادت بھی حاصل ہو۔"

حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی موقع پر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی استعداد اور تصنیفی و تحقیقی ذوق کے پیش نظر آپ کو "تفسیر کبیر" کے ترجمہ کی طرف متوجہ کیا، تو حضرت مفتی صاحب نے خدمت قرآن کی یہ عظیم ذمہ داری سرانجام دینے کی ہامی بھری اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ذمہ داری نبھا کر دکھائی، صحت کی خرابی یا مصروفیات کو قرآنی کی خدمت میں حائل نہیں ہونے دیا، انہوں نے تفسیر کبیر کی پہلی جلد کے مقدمہ میں اس بات کا یوں تذکرہ فرمایا: "سن ۲۰۰۲ء میں بندہ نے مخدوم اہل سنت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت ۱۴۲۸ھ) کے ساتھ مل کر امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کے ترجمہ کا فیصلہ کیا، فیصلہ یہ ہوا کہ ابتدائی حصہ "تفسیر سورۃ الفاتحہ" کا ترجمہ قبلہ شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کریں اور بندہ "سورۃ البقرہ" یعنی اس (تفسیر کبیر) کے دوسرے جز کا ترجمہ شروع کر دے۔ اس کے بعد بندہ نے سورۃ البقرہ کا ترجمہ شروع کیا، قبلہ شرف صاحب کا ترجمہ "النظامیہ" اور "رموز" میں شائع ہوا۔ درمیان میں آپ نے ترجمہء قرآن شروع کیا، چونکہ آپ کی صحت مسلسل گر رہی تھی تو انہوں نے اپنی زیادہ توجہ ترجمہء قرآن کی طرف مبذول کر دی، جس پر اللہ رب العزت نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا، ان کا ترجمہ "انوار القرآن" اِس دور کی مثالی کاوش ہے۔ نیز سورۃ الفاتحہ کے صفحہ: ۱ تا ۹۱ اور ۳۶۹ تا ۳۶۳ صفحہ کا ترجمہ کر پائے تھے کہ اُن کا وصال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں اس بات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے کہ اس جگہ حضرت شرف صاحب کا ترجمہ ختم ہو گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے تفسیر کبیر کا ترجمہ شروع کیا تو اس وقت حضرت والد گرامی بیماری کے باعث جامعہ نظامیہ سے رخصت لے کر "لالہ زار فیز ٹو" میں رہائش پذیر ہو چکے تھے، اس طرح حضرت مفتی صاحب کو بھی جامعہ اسلامیہ سے اپنے استاد کے ساتھ ملنا آسان ہو گیا تھا، حضرت مفتی صاحب نے تفسیر کبیر کا ترجمہ شروع کیا تو یہ مشاروتی ملاقاتیں کثرت سے ہونے لگیں، کچھ ملاقاتوں کا منظر ابھی تک میری نظروں میں بسا ہوا ہے، جب حضرت والد گرامی کی دنیاوی زندگی کا آخری دن اور آخری لحات تھے تو اس وقت بھی حضرت مفتی صاحب اپنے استاذ کے پاس مشاورت کے لیے تشریف فرما تھے مگر حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاد کی ناساز صحت دیکھ کر خاموشی اختیار فرمائی۔

حضرت علامہ اللہ بخش قادری تونسوی مدظلہ نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ ۲۰۰۷ء میں حضرت شرف ملت کے وصال کے بعد حضرت مفتی صاحب تفسیر کبیر لے کر بیٹھے ہوتے تھے اور بہت دکھی دل کے ساتھ فرمایا کرتے تھے:

"تونسوی صاحب تفسیر کبیر یا کسی بھی کتاب کے کسی مقام پر میں پریشان ہوتا تو اس مقام پر نشان لگا لیا کرتا تھا، میں شام کے وقت جامعہ اسلامیہ سے گھر روانہ ہوتا تو پہلے استاد صاحب کے گھر جاتا اور اُن کے سامنے مشکل عبارتیں رکھتا تھا، وہ اپنی ناسازیٔ طبع کے باوجود نہایت خندہ پیشانی سے عبارتیں سمجھاتے، کسی تامل کے بغیر مشکل سے مشکل عبارت کا مفہوم زبانی طور پر یا گفتگو میں وقت کے پیش نظر لکھ کر سمجھا دیتے تھے، جب سے استاد صاحب دنیا سے گئے ہیں ہم ویسی رہنمائی سے محروم ہو گئے، اب ہم رہنمائی لینے کس کے پاس جایا کریں؟"

حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاد کے ساتھ کیا ہوا عہد بحسن و خوبی نبھایا اور تفسیر کبیر کا ترجمہ نہ صرف مکمل کیا بلکہ اپنی نگرانی میں اس کی کمپوزنگ مکمل کروائی اور اغلاط کی اصلاح (پروف ریڈنگ) بھی مکمل فرمائی۔ آج تک کسی ذی علم شخصیت نے "تفسیر کبیر" کی دقیق کلامی مباحث کے پیش نظر اس کا ترجمہ نہیں کیا تھا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعہ قرآن کا ذوق رکھنے والوں انتہائی ذمہ داری سے "تفسیر کبیر" کے اُردو ترجمہ کی ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھایا، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اس عملی خدمت کو قبول فرما کر اس کا ثواب قیامت کے دن حضرت مفتی صاحب، ان کے والدین اور ان کے اساتذہ کے نامہ اعمال میں شامل

فرمائے۔

کسی موقع پر حضرت سید یوسف سید ہاشم رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے شیخ سعید ممدوح کی عربی تصنیف: "الاعلام باستحباب شد الرحال لزیارة خیر الانام" عنایت فرمائی، میں نے حضرت ولد گرامی کی سرپرستی میں اِس کتاب کا اردو ترجمہ "اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ہے" کے عنوان سے کیا تو حضرت مفتی صاحب نے کمال شفقت سے یہ ترجمہ طبع کروا کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

۲۰۰۵ میں جب راقم الحروف الازہر یونیورسٹی سے عربی زبان وادب میں پی ایچ ڈی کر کے واپس آیا تو حضرت مفتی صاحب نے بہت خوشی اور محبت کا اظہار فرمایا، میں نے اُن سے گزارش کی کہ میں کچھ کتب بھی لایا ہوں آپ تشریف لا کر یہ کتب ملاحظہ فرمائیں، حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور انہوں نے کتب ملاحظہ فرماتے ہوئے بہت خوشی کا اظہار فرمایا، ان کتب میں سی "ناسخ ومنسوخ" کے عنوان پر ایک کتاب بہت پسند فرمائی اور بعد میں پھر اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا۔ میں اُن کے پاس جب بھی حاضر ہوا اُنہوں نے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو فرمائی، ان کے پاس بیٹھ کر ہمیشہ ایک نیا جوش اور ولولہ ملا، وہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بڑا کام کرو، ایک موقع پر انہوں نے مجھے فرمایا: "علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تفسیر "تبیان القرآن" یا ان کی "شرح صحیح مسلم" کا عربی میں ترجمہ کرو۔ ایک اور موقع پر اُنہوں نے فرمایا: "علامہ خفاجی کی "نسیم الریاض" کا اردو ترجمہ کردو۔"

حضرت مفتی صاحب کے وصال کے کچھ عرصہ قبل بھی ان سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مختلف امراض اور شدید نقاہت کے باوجود ان کا حوصلہ جوانوں سے بڑھ کر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ کام کرنے سے انہیں تھکاوٹ نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس انہیں سکون ملتا ہے، وہ عید کا دن بھی تحریری کام کے بغیر نہیں گزارتے تھے، زندگی کے آخری لمحے آئے تو شب وروز قرآن کی خدمت میں سرشار ہو کر تفسیر کبیر کے ترجمہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے والے حضرت مفتی صاحب اللہ کے ذکر میں مصروف ہو گئے اور پھر آہستگی سے دنیا کو خیر باد کہہ کر اپنے کریم مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ اتفاقاً یہ منظر کیمرے کی آنکھ نے محفوظ بھی کر لیا۔

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ایک عہد ساز شخصیت

تحریر: پروفیسر مسعود اختر ہزاروی ☆

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمے لی۔ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہر دور میں کچھ اللہ کریم نے ایسے مخلص، جفاکش اور محنتی لوگوں کو منتخب فرمایا جنہوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے حالات کا رخ سیدھا کیا۔ ان ہی اولوالعزم اور صاحب علم و عرفان ہستیوں میں سے ایک حضرت علامہ محقق عصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مختلف دینی موضوعات پر کتابیں تحریر کیں اور عربی کتب کے اردو تراجم بھی کیے۔ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۹ء میں ضلع نارووال کے سرحدی علاقے بیریاں کلاں میں پیدا ہوئے۔ اتحاد بین المسلمین کیلئے آپ نے بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے حافظ غلام احمد چشتی (چکوال) سے ایک سال اور تین ماہ کے عرصے میں قرآن پاک حفظ کیا۔ بھکھی شریف میں شرح جامی تک درس نظامی کی کتابیں پڑھیں اور پھر جامعہ نظامیہ رضویہ میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور مولانا محمد اشرف سیالوی سے حدیث شریف اور دیگر منتہی علوم حاصل کئے۔ آپ ۱۹۸۳ء میں سید طاہر علاؤ الدین الگیلانی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ محقق عصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف و مترجم تھے۔ راقم کی حضرت سے شناسائی اور ملاقاتوں کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ ۹۰ کی دہائی میں لاہور میں کالج کی تدریس کے دوران کچھ عرصہ مجھے تجلی کعبہ مسجد شادمان میں خطبہ جمعہ دینے کا موقع ملا۔ اس سے قبل حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں خطبہ جمعہ دیتے تھے اور مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے معذرت کر لی تھی۔ اس سے پہلے مجھے مفتی صاحب کا تعارف تھا لیکن باضابطہ ملاقات نہ تھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ راقم وہاں جمعہ کا خطبہ دیتا ہے تو ایک دن مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شادمان کے رہائشی خلیفہ محمد رفیق صاحب کے ذریعے مجھے سلام بھیجا۔ میرے دل میں آپ سے ملاقات کی خواہش

☆ ڈائریکٹر الحرا ایجوکیشنل اینڈ کلچر سنٹر لوٹن برطانیہ

پیدا ہوئی اور اس دوران رحمانیہ مسجد شادمان میں چند ملاقاتیں ہوئیں۔ ۲۱ سال قبل میں یوکے آ گیا اور اس کے بعد میرا مسلسل رابطہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں رہا۔ البتہ جب آپ علیل تھے تو جامعہ اسلامیہ لاہور میں آپ کی عیادت کیلئے حاضر ہوا۔ بعد ازاں ۲۰۱۷ء میں جب میرے والد گرامی کا انتقال ہوا تو حضرت علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب مدظلہ العالی نے ٹیلیفون پر تعزیت کی اور قبلہ مفتی صاحب کا یہ پیغام بھی دیا کہ ہم تعزیت کیلئے خود آتے لیکن مفتی صاحب کی صحت اس کی اجازت نہیں دے رہی۔ لہٰذا ایک دن آپ جامعہ اسلامیہ آئیں تو ہم یہاں پر آپ کے والد صاحب کیلئے قرآن خوانی اور دعا کا اہتمام کریں گے۔ اس طرح ایک دن ہم وہاں حاضر ہوئے اور محقق عصر قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی مرحوم کیلئے خصوصی دعائے مغفرت فرمائی اور کافی طویل ملاقات رہی۔ محقق عصر رحمۃ اللہ علیہ یادگارِ اسلاف تھے۔ اگرچہ آپ نے مروجہ درس نظامی کی تعلیمات حاصل کیں۔ لیکن وقت، حالات اور ماحول کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ کا موقف یہ تھا کہ ہمیں حالات حاضرہ سے ہم آہنگ نظام تعلیم مرتب کر کے نسل نو کی عمدہ تربیت کرنی چاہیے۔ گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا کہ درس نظامی کے نصاب کو نئی جہت پر از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے تا کہ دور حاضر کے تقاضے پورے کر سکے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر آپ کی فکر یہ تھی کہ:

من لم یعرف عرف الزمان فھو جاھل

کہ جو شخص اپنے اردگرد کے زمانے کے حالات سے ناواقف ہے وہ (بظاہر علم ہونے کے باوجود) لاعلم ہے۔

آپ دین اسلام کے ایک انتہائی مخلص خدمت گزار تھے۔ آپ نے ذوق وشوق کے ساتھ اسلاف کی عربی کتب کے عام فہم اردو میں تراجم کر کے عام لوگوں تک ان علوم کی رسائی ممکن بنائی۔ اللہ کریم نے آپ کو گفتگو کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ان کی تقریر دلائل سے بھرپور ہونے کی وجہ سے بآسانی سامعین کو موقف پر قائل کر لیتی۔ آپ نے کچھ مسائل میں اسلاف سے اختلاف کیا۔ وہاں بھی ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور اپنے موقف کو بھی صراحت سے بیان کر دیا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جو آپ کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔

ملی مجلس شرعی کے پلیٹ فارم سے اتحاد بین العلماء والمسالک کے لیے

محقق العصر کی ناقابل فراموش خدمات

تحریر: ڈاکٹر محمد امین ☆

مفتی محمد خاں قادری مرحوم کو جاننے والے بہت سے لوگوں کو پتہ ہے کہ مفتی صاحب اخلاقیات پر لکھنے والے عالم تھے اور اختلاف مسائل میں علمی اسلوب میں لکھنے میں جو کردار حنفی دیوبندیوں میں مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب (گوجرانوالہ) کا ہے، تقریباً ویسا ہی مقام بریلوی مسلک میں مولانا مفتی محمد خاں قادری مرحوم کا تھا لیکن ان کا اسلوب چونکہ علمی تھا اس لیے الحمدللہ وہ کسی فتنے کا سبب نہیں بنے۔ لیکن یہاں جو بات کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جب ان کے کندھوں پر ملی مجلس شرعی کی صدارت کا بوجھ پڑا تو الحمدللہ وہ ثمر آور درخت کی طرح جھک گئے اور انہوں نے اخلاقیات پر نہ صرف لکھنا ترک کر دیا بلکہ وہ حقیقت میں اتحاد بین العلماء والمسالک کے مؤثر علمبردار بن کر سامنے آئے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب شانِ اسلام مسجد گلبرگ میں اگست ۲۰۰۷ء میں تحریک اصلاحِ تعلیم کے زیر اہتمام ممتاز علماء کرام کی ایک مجلس میں یہ فیصلہ ہوا کہ دینی مسائل پر غور و خوض اور اتحاد اُمت کے لیے ایک مستقل علمی مجلس بنالی جائے تو اس میں یہ طے ہوا کہ حاضر علماء کرام میں سے ہر آدمی اپنے مسلک کے دو مزید اہل علم کو مجلس تاسیسی کے اجلاس میں دعوت دے گا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے ۱۳ اگست ۲۰۰۷ء کو ہونے والے مجلس تاسیسی کے اجلاس میں مولانا مفتی محمد خاں قادری صاحب کو دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب کے مشورے سے میں نے ان کی جامعہ کے ایک فارغ التحصیل سکالر پروفیسر محمد رفیق چوہدری صاحب کو دعوت دی جو تشریف نہ لا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اور مولانا مفتی محمد خاں قادری میں بہت ہم خیالی، ہم آہنگی اور دوستی تھی اور یہ ایک قابل رشک جوڑی تھی جو دینی کاموں میں گویا جسد واحد کی طرح کام کرتی تھی۔ دونوں معتدل مزاج تھے اور دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ لے کر چلنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی اپنی خوبیاں تھیں لیکن مفتی صاحب رسوخ فی العلم رکھتے تھے، مقابلتاً خاموش طبع تھے اور ٹھوس علمی کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب ماشاءاللہ سمجھدار آدمی ہیں، انہوں نے کہا کہ بریلوی مسلک کے علماء

چونکہ دوسرے مسالک کے پیچھے نماز پڑھنے اور چلنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اوران کو ساتھ رکھنا بھی ضروری ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو مجلس کا صدر بنادیا جائے چنانچہ ان کی تجویز کو سب نے سراہااورقبول کرلیا۔

پھر جب جون ۲۰۰۹ء میں ڈاکٹر صاحب شہید ہو گئے تو اب مسئلہ یہ تھا کہ ملی مجلس شرعی کا نیا صدر کسے بنایا جائے؟ اگر چہ مولانا زاہدالرشدی صاحب سنیئر نائب صدر تھے لیکن جس حکمت کے پیش نظر سارے مسالک کے علماء نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو صدر بنایا تھا، اسی سپرٹ کو برقرار رکھتے ہوئے علماء کرام نے مفتی صاحب سے درخواست کی کہ وہ مجلس کی صدارت قبول فرمائیں۔ مفتی صاحب نے معذرت کرلی اور علماء کرام اصرار کرتے رہے لیکن مفتی صاحب نہیں مانے۔ بالآخر مولانا زاہدالراشدی صاحب نے کہا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ہم مجلس کو ختم کر دیتے ہیں۔ظاہر ہے چونکہ ایک مفید دینی کام ہورہا تھا جسے ختم کرنا مناسب نہ تھا لہٰذا مفتی صاحب مجبوراً قائل ہو گئے اور انہیں صدر منتخب کرلیا گیا۔

میں چونکہ مجلس کا بانی سیکرٹری تھا لہٰذا مجھے ہمہ وقت مفتی صاحب سے رابطے میں رہنا پڑتا تھا چنانچہ ہم وقت بے وقت مل بیٹھتے تھے اور غیر رسمی گفتگوئیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ میں جماعت اسلامی کی بیک گراؤنڈ کا آدمی تھا اور سچی بات ہے کہ بریلوی علماء کے بارے میں میری رائے بھی دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح یہ تھی کہ بریلوی علماء اکثر جذباتی، غیر روادار اور جامد ذہن ومزاج والے ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید اور پھر مفتی محمد خان قادری صاحب کے ساتھ برس ہابرس اکٹھے کام کر کے میری یہ رائے بدل گئی۔ میں نے مفتی صاحب کو رسوخ فی العلم رکھنے والا، محنتی، محقق، معتدل مزاج، ثقہ وٹھوس عالم اور شگفتہ مزاج شخصیت پایا۔ بلکہ آخری سالوں میں تو ان کا یہ مزاج ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مسالک کا نام لے کر بات کرتا تو انہیں ناگوار گزرتا تھا۔ وہ کہتے تھے بھائی! ہم مسلمان ہیں۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث کہنا کیوں ضروری ہے؟ میلاد وغیرہ کے جلسوں میں عام بریلوی علماء اور واعظین جو رنگ جماتے ہیں وہ ان کی بدعات کی سرعام مخالفت کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ہنس کر کہنے لگے کہ میں جب ان کی ایسی باتوں کی مخالفت کرتا ہوں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ مفتی صاحب وہابی ہو گئے ہیں۔

اہل تشیع علماء کو مجلس میں شامل کرنے کی بھی مفتی صاحب نے حمایت کی تھی۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ جب اہل سنت کے ثقہ علماء ان کی تکفیر پر متفق نہیں تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ اختلافات

اور تعصبات کو کم کرنا چاہتے ہیں یا بڑھانا چاہتے ہیں؟ اگر کم کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت اس کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے کہ ہم مل بیٹھیں اور اچھے ماحول میں تبادلۂ خیال کریں۔ ڈاکٹر محمد حسین اکبر اور علامہ جواد نقوی صاحب کے ساتھ کئی دفعہ اس پر بات ہوئی کہ اہل سنت و اہل تشیع میں مشترکات کی کثرت ہے لیکن اس کا ذکر کوئی نہیں کرتا۔ اگر ہم مشترکات پر اکٹھے ہو جائیں اور اختلافات پر شائستہ علمی انداز میں بیٹھ کر بات کریں تو اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن کم علم اور جذباتی لوگ اختلافات کو دشمنی کا رنگ دیتے اور نفرت و تعصب کی آگ بھڑکانے کو ہی کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ ہمیں چند روز پہلے ایک شیعہ عالم کا فون آیا کہ جب سے مفتی صاحب اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں لگتا ہے کہ ملی مجلس شرعی میں ہمارے لیے گنجائش کم ہو گئی ہے۔

مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع ظرف دیا تھا۔ علمی گہرائی نے ان کی متانت اور بردباری میں اضافہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ملی مجلس شرعی کے پلیٹ فارم سے انہوں نے اتحاد بین العلماء والمسالک کے لیے جو کام کیا وہ عدیم المثال ہے۔ وہ ہر اس کام کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے جس سے علماء میں نفرتیں اور تعصبات کم ہوں اور رواداری و اعتدال پروان چڑھے۔ الحمد للہ! میری ان کے ساتھ ایسی فکری اور مزاجی ہم آہنگی ہو گئی تھی کہ ملی مجلس شرعی کے پلیٹ فارم سے کام کی جو بھی تجویز میں دیتا وہ اس کی اکثر و بیشتر تصویب فرماتے۔ ضرورت سمجھتے تو ایک آدھ بات اسے مزید مفید اور مؤثر بنانے کے لیے ارشاد فرما دیتے ورنہ اکثر فرماتے: بہت اچھا ہے، ضرور کریں۔

آخری بات یہ کہ جس طرح ملی مجلس شرعی کے ابتدائی فیز میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اور مفتی محمد خاں قادری صاحب کی جوڑی تھی اور اس جوڑی نے بہت کام کیا۔ اس طرح مفتی صاحب کے آخری چند سالوں میں ان کی اور علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری صاحب کی جوڑی تھی، جسے میں رشک سے دیکھتا تھا۔ علامہ خلیل الرحمٰن قادری اور مفتی قادری صاحب گویا یک جان دو قالب تھے۔ وہ اکثر امور میں ہم مزاج اور ہم خیال تھے اور مل کر دین کا کام کرتے تھے۔ مفتی صاحب اللہ کے پاس چلے گئے اور خلیل صاحب شدید بیمار ہیں۔ میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب کی اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرمائیں اور ان کو صحت اور ایمان والی لمبی زندگی عطا فرمائیں۔
آمین یارب العالمین

یادگارِ اسلاف، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب وادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ کاروانِ اسلام، بانی و شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

تحریر: چوہدری محمد صادق

مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ سے راقم السطور کی گو بہت زیادہ ملاقاتیں تو نہیں ہوئیں تاہم جتنی ہوئیں تادم حیات فراموش نہیں ہوسکتیں۔ پہلی مرتبہ ان کی زیارت کا شرف کئی برس پیشتر جامعہ اسلامیہ میں ہی نصیب ہوا۔ جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے تعارف ہی کچھ ایسے انداز سے کرایا جو انہوں نے بے حد شفقت فرمائی۔ محترم ملک صاحب نے انہیں بتایا کہ یہ بزرگ ہمارے ادارے کی کئی کتابوں کی پروف ریڈنگ نہایت ذمہ داری سے بلا معاوضہ کرتے ہیں۔ ان کے کسی دوست نے انہیں مشورہ دیا کہ پروفیشنل حضرات ایسی کتابوں کی پروف ریڈنگ کرنے کا تیس پینتیس روپے فی صفحہ معاوضہ طلب کرتے ہیں آپ کیوں بلا اجرت اتنی مشقت کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا میں تو ایسی کتابوں کی پروف ریڈنگ اپنی جیب سے اس قدر رقم دے کر بھی فی سبیل اللہ ہی کروں گا۔ ملک صاحب موصوف سے یوں سن کر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرط مسرت سے مجھے گلے لگا لیا۔ میں ان کے مشفقانہ اسلوب، اعلیٰ ظرفی اور حوصلہ افزائی سے بے حد متاثر ہوا۔ بلکہ ان سے دلی عقیدت ہوگئی۔ لہٰذا جن محافل ومجالس میں ان کے خطاب کا اہتمام ہوتا ان میں بڑی عقیدت سے حاضر ہوتا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ خطابت اور کتابت یکسر منفرد اور نرالا تھا۔ لب ولہجہ نہایت دھیما، گفتگو بڑی دلکش اور مدلل ہوتی۔ ان کا ہر خطاب بڑا ایمان افروز ہوتا۔ ہر نشست کے اختتام پر شرکاء محفل کو کوئی نہ کوئی اصلاحی درس ضرور دیتے۔ شرکا محافل اور بانیان محافل کے شعار میں کوئی کمی کوتاہی محسوس فرماتے تو اصلاح فرماتے۔ بعض اوقات جہاں کہیں محافل کے انتظام وانصرام میں بے دریغ فضول خرچی کا عنصر پاتے تو اس سے اجتناب کرنے کی تاکید فرماتے۔ وہ فرمایا کرتے کہ ان اخراجات میں قدرے تخفیف کر کے غرباء مساکین اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کیا کریں۔ کسی محفل میں آپ کی تشریف آوری پر لوگ کھڑے ہو کر استقبال کرتے تو آپ سختی سے منع فرماتے اور تنبیہ کرتے کہ جس ہستی

پاک ﷺ کا ذکر خیر ہو رہا ہے اسے چھوڑ کر میری طرف کیوں لپکتے ہو میں تو حضور سرورِ اکرم ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ محفل میں نعرے بازی سے بے زار ہو جاتے۔ ایک دفعہ کسی صاحب نے نعرۂ علمائے اہل سنت لگایا تو اسے تنبیہ فرمادی کہ علمائے اہل سنت ہی کیوں علمائے اہل اسلام کیوں نہ کہیے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی طبیعت میں تعصب بالکل نہیں تھا۔ وہ کسی کو تنقید کا نشانہ بنانے سے بھی گریز فرماتے تھے۔

مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ جب تک بقید حیات رہے ایک روشن مشعل کی طرح دور دراز تک اجالا بکھیرتے رہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا ان کی ذات سے دنیائے اسلام مستفید ہوتی رہی۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے آپ کی رحلت سے نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام ایک نامور محقق اور ممتاز عالم دین کے دینی جذبات اور دنیاوی خدمات سے محروم ہوا ہے۔ وہ نہایت شفیق اور خلیق شخصیت کے حامل تھے۔ اپنے پائے کے علمائے کرام کی جماعت میں بڑے ہر دل عزیز شمار ہوتے تھے۔ میں نے ایسے پرکشش اوصاف کے مالک انسان خال خال ہی دیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے ان کی آخری آرام گاہ پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرماتا رہے جس عظیم دینی درس گاہ کی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنیاد رکھی تھی وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہے تاکہ ان کے مشن میں روز بروز ترقی ہوتی رہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آمین ثم آمین



دلیر، دانش ور

تحریر: ڈاکٹر عقیل احمد☆

علمی جراءت کے ساتھ حق گوئی کا اظہار تاریخ اسلام میں اہل علم و دانش کا شیوہ رہا ہے روایا ت صفہ کے پاسبانوں سے اہل جور و جفا کبھی اپنی مرضی کا موقف نہ لے سکے۔ان مردان صفا و وفا نے اسی فکر کا اظہار کیا جس کو انہوں ں نے حق جانا۔ مسلم عروج کا زمانہ ہو یا عہد زوال، وارثان مسند وارشاد نے احقاق حق کا فریضہ خوب ادا کیا۔ عصر حاضر میں محراب و منبر اور جبہ دستار کی پاسبانی کا حق ادا کرنے والے قلیل گروہ میں ایک معتبر نام مفتی محمد خان قادری کا تھا جو علمی وسعت کے ساتھ مسند علم کا وقار تھے۔ ملا قاتوں اور صحبتوں کے طویل سلسلے تو نہ رہے لیکن ان کے قلمِ رسا سے نکلنے والے الفاظ دل میں گھر کر گئے۔ ان کی تحقیقات سے ان کی جاں کاری اور نفس مسئلہ میں عبقریت ان کے رسوخ فی العلم کا بیانیہ تھا۔ متنوع علمی جہات میں ان کو خاص بصیرت حاصل تھی بالخصوص ان کی سیرت نگاری کا اسلوب ان کے قلبی وفکری میلانات کا عکس جمیل تھا۔ مفتی صاحب کو اگر بطور سیرت نگار ہی بیان کیا جائے تو ان کا یہ حوالہ ان کے دیگر اوصاف میں نمایاں نظر آتا ہے۔ راقم الحروف کی زیر سرپرستی فاضل محمد داؤد اسلم نے ایم فل میں اپنا مقالہ، مفتی محمد خان قادری کی سیرت نگاری، یونی ورسٹی آف لاہور میں مکمل کیا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سیرت نگاری ہی پر کچھ معروضات پیش کی جائیں تا کہ عہد رواں میں قارئین سیرت کو نئے زاویے عطا ہوں۔

مفتی صاحب کی سیرت پر تمام تصنیفات، مقالات اور محاضرات ذات رسالت ﷺ سے نسبت کو ایقان عطا کرتے ہیں۔ عصری سیرت کے حوالے سے جو ادب منصہ شہود پر آ رہا ہے اس میں جن سیرت نگاروں نے ذات رسالت سے کامل وابستگی اور والہانہ نسبت کی فکر کو راسخ کیا ان میں مفتی صاحب کا ایک خاص کردار ہے اس طرح سیرت کے حوالے سے ایسے واقعات اور معاملات جن کچھ اپنوں اور بیگانوں نے بڑے عامیانہ انداز سے لیا، مفتی صاحب نے ان واقعات و معاملات پر اس طرح دلائل پیش کیے کہ جس سے ایک طرف تو سیرت کا حقیقی حسن بھی نظر آیا اور دوسری طرف ان میں پنہاں دیگر کمالات

☆ شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

سیرت کو بھی بیان کیا۔اس کے علاوہ سیرت کی کچھ ایسی جہات جس کی تفہیم کے لیے عام قارئین کو کچھ مشکل پیش آتی ہے اور مستشرقین نے اسی طرح کی جہات کو سامنے رکھ کر تشکیک کی فکر کو پروان چڑھایا تھا حضرت مفتی صاحب نے اس مدلل اور اعلیٰ انداز سے نفس مسئلہ کو بیان کیا کہ سمجھنے کی بصیرت عطا ہوئی اور تشکیک کا بھی خاتمہ ہوا۔

سیرت کے حوالے سے عصر حاضر میں جو محافل منعقد ہوتی ہیں ان میں محافل میلاد سر فہرست ہیں اس طرح کی محافل میں محبت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے ذکر سے اہل ایمان کا مسرور ہونا صدیوں سے معمول ہے اہل علم کا ایک قلیل گروہ اپنے خاص نظریہ کی وجہ سے اس طرح ذکر رسو ل ﷺ کی محافل کے انعقاد کو درست نہیں سمجھتا سیرت اور محفل کے حوالے سے اس طرح کی محافل کے حو الے سے مفتی صاحب نے بہت خوب لکھا مضامین و مقالات کے علاوہ ایک مکمل کتاب بعنوان، محفل میلا د پر اعتراضات کا علمی محاسبہ، پیش کر کے اعتراضات کی لغویت اور بلا جواز تنقید کا بطلان کیا۔اور اکابرِ اُ مت کی اس موضوع پر تحقیقات کو اپنے نفیس علمی نکات کے ساتھ پیش کی۔

مفتی صاحب نے سیرت، اطراف سیرت اور تفہیمات سیرت پر چالیس سے زائد چھوٹی بڑی تصانیف تحریر کیں جوان کی اس موضوع پر نہ صرف ثقاہت کی دلیل ہیں بلکہ ذات رسالت ﷺ سے کامل نسبت اور محبت کا محسوس بیانیہ بھی ہیں۔مقالات اور محاضرات اس کے علاوہ ہیں مقالات میں شان نبو ی ﷺ پر بارہ مقالات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔بڑے اعلیٰ علمی ذوق سے مزین ان بصیرت افروز مقالات کے ایک ایک لفظ سے مفتی صاحب کی آقا کریم ﷺ سے عشق و محبت کی مہک محسوس کی جا سکتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب ذات رسالت ﷺ سے جس طرح عقیدت و چاہت کا اظہار کرتے پھر قلبی کیفیات اور فکری لمعات کو جس وفور محبت سے الفاظ کا پیراہن عطا کرتے عہد جدید کے سیرت نگارو ں میں یہ ان ہی کا امتیاز تھا اور انہوں نے اپنے اسلاف کریمین کی اس روایت کو بڑے محققانہ طور پر جا ری رکھا۔

علوم اسلامیہ سے گہری شناسائی اور مصادر اسلامیہ کی ان کو کامل معرفت حاصل تھی۔علمی رعو نت سے گریز اور علمی وجاہت کا اظہار ان کا شیوہ رہا علمی مسند پر بیٹھے وہ لوگ جو اپنے آپ کو افکارِ سلف کے منہج پر خیال کرتے ہیں، ان کو للکارتے ہوئے اکثر فرماتے کہ!

برصغیر سے باہر نکلو! یہاں کے سب علما کی آرا کو ایک طرف رکھو آؤ اسلامی تاریخ کے کسی بھی

عہد اور کسی بھی خطے کے علما کے افکار و نظریات پر بات کر لیتے ہیں معلوم ہو جائے گا کہ اسلاف کے منہج پر کون ہے۔ سنی اہل علم کو فرمایا کرتے کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں امام اعظم اور غوث اعظم آپ کی پشت پر ہیں۔ کیا ہی خوب صورت ترتیب ہے جو بیان فرماتے فقہ و تصوف کا حسین امتزاج! سبحان اللہ

جانتے تھے کی فقیہ جس طرح معاملات کو دور رس انداز سے دیکھتا ہے اور صوفی جس طرح انسانی رویوں کا بڑے لطیف انداز میں مطالعہ کرتا ہے یہ انہی کا کمال ہے۔

مفتی صاحب آج ہم میں نہیں لیکن ان کی عشق رسول ﷺ سے معطر شگفتہ تحریریں، ان کی با کمال شخصیت اور ان کا قائم کردہ ادارہ آج بھی ان کے ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ سچ ہے کہ باعمل اہل علم اپنے حسین کردار اور شاندار علمی کارہائے نمایاں کی بدولت ہمیشہ ذہن انسانی کا محور اور علمی مجالس کا موضوع رہے ہیں اور تاریخ ان کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کرتی ہے۔ اللہ کریم ان کے علمی فیضان کو جاری رکھے اور ان کے درجے بلند فرمائے۔



محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: اسحاق جیلانی ☆

تم میں سے بہترین ہے وہ جو قرآن سیکھے اور سکھائے (الحدیث) افرتفری کے اس دور میں جب ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے، مال و دولت کی فکر نے انسان کو مقصدِ حیات سے اتنا دور کر دیا ہے کہ وہ بھول چکا کہ دنیا تو ایک مسافر خانہ ہے، یعنی کہ دنیا دار العمل ہے بعد ازاں جزا و سزا اصل مقام جنت یا جہنم ھے۔ خوش نصیب ہیں وہ اللہ والے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کی فکر لیئے اپنی آخرت کی خاطر دنیا کی آسائشوں اور لزتوں میں محو نہیں ہوتے بلکہ اللہ کی خوشنودی کے لیئے اپنا تن من دھن سب قربان کر دیتے ہیں ایسے ہی انسانوں کو خدائے لم یزل کی طرف سے انعام یافتہ کہا گیا ہے۔ بلاشبہ میرے ممدوح محقق العصر عالم با عمل عاشق۔ اہلبیتِ اطہار استاد الاساتذہ مصنف کتب کثیرہ قبلہ مفتی محمد خان قادری نور اللہ مرقدہ اللہ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے تھے۔ قبلہ مفتی صاحب مرحوم نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر اسکی روح کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنے دن رات کو دین اسلام کی خدمت کیلیئے وقف کر رکھا تھا۔ مجھے آپ ولی کامل نظر آئے جن کا ہر عمل سنت کے مطابق تھا۔ کم گو خاموش طبع مگر خوبصورت گفتگو آپ کا شعار تھی چہرے پر اطمینان اور نورانیت ہمہ وقت روشن رہتی تھی قبلہ مفتی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی قرآن پاک کا صحیح عملی نمونہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر اور آپ کا ہر دم حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھا۔ ایک معلم ہونے کی حیثیت سے قبلہ مفتی صاحب مرحوم ہمیشہ طلبا، علما اور فضلاء کی تربیت، کسب معاش، حصول رزق سمیت نجی زندگی کے جملہ امور میں ایک ہی کوشش میں لگے رہے کہ حدیث کے مطابق عمل ہو۔ بیشک یہی تو ایک مومن کی خوبی ہے اور بقول حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہ اسلام میں ہم اپنے معاملات اور افعال و اعمال کے ذریعے ایک اچھا انسان بنیں تو روح کو جلا ملتی ہے اور ہماری روحانی تکمیل کا انتظام ہوتا ھے۔ جب بھی راقم کو قبلہ مفتی صاحب مرحوم سے شرف ملاقات کا موقع ملا ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کے انہی دو اہم موضوعات (قرآن و خدیث سیکھنا اور سکھانے) بارے گفتگو کرتے ہوئے پایا۔ راقم کی قبلہ مفتی صاحب مرحوم سے پہلی ملاقات ممتاز دینی اسکالر مولانا خلیل الرحمان قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں انکے تعارفی کلمات کے ساتھ ایک نجی ہوٹل

☆ صحافی، کالم نگار، سماجی شخصیت

میں ھوئی جس پر قبلہ مفتی صاحب مرحوم نے بہت شفقت اور پیار بھرے جملوں سے نوازا اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کی صحافتی سرگرمیاں خصوصا دینی مضامین جو کہ مفاد عامہ کی خاطر اصلاح احوال کیلئے لکھے جاتے ہیں اور تواتر کے ساتھ مختلف قومی اخبارات کی اشاعتِ خاص بنتے چلے آ رہے ہیں پر بہت سراہا اور فرمایا مجھے خلیل الرحمان قادری صاحب نے بتایا کہ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں اس کام کو جاری رکھنا ہے پورے جذبے کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ سے جب بھی ملاقات ہوئی آپ امت کی زبوں حالی پر پریشاں ہی دکھائی دیئے امت میں پیدا شدہ بگاڑ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ بہت فکرمند رہتے اور موجود بگاڑ کی اصلاح کیلئے ہمیشہ ایک مصلح کا کردار ادا کرتے رہے۔ اسی سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں برادر مکرم مولانا خلیل الرحمان قادری صاحب سمیت دیگر کی کاوشوں سے تمام مسالک کی یکساں نمائندگی پر مشتمل ایک بہترین ورکنگ ریلیشن آرگنائزیشن ملی مجلس شرعی کے نام سے قائم کی گئی مذکورہ آرگنائزیشن نے سماجی، سیاسی، فلاحی اور معاشرتی پہلوں پر معاشرے کی درست راہنمائی کیلئے کاوشیں کیں اور جملہ مسالک کے مابین بہت سے معاملات کو سدھارنے میں بھی نہ صرف مدد دی بلکہ بہت سے مواقع پر ملی مجلس شرعی کے پلیٹ فارم نے شعائر اسلام کی ترویج و نفاذ اور مختلف طبقات کی طرف سے اٹھائے جانے والے سوالات پر اسلامی نظریاتی کونسل کی بھی بھرپور مدد کی جیسا کہ سودی کاروبار اور بینکنگ نظام بارے اسلامی نظریاتی کونسل کے اس وقت کے چیئر مین مولانا شیرانی کو جامعہ نعیمیہ میں ملی مجلس شرعی کے اجلاس میں بلا کر اس مسئلہ کی اہمیت اور یکجا ہو کر اس پر کام کرنے کیلئے قائل کیا گیا۔ الحمد للہ راقم بھی مولانا خلیل الرحمان قادری صاحب کی دعوت پر اس اجلاس کی کاروائی میں شریک تھا بعد میں قبلہ مفتی صاحب مرحوم نے اسٹیج پر بلا کر مولانا شیرانی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ اس فورم کا حصہ بن کر میڈیا میں ہماری مدد کریں۔ قبلہ مفتی صاحب مرحوم سینکڑوں اصلاحی کتب کے مصنف تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیشمار مضامین و تقاریر دین اسلام کے تقریبا تمام موضوعات پر اسلامی کتب خانوں میں رسائل و جرائد کی شکل میں موجود ہیں جن سے متلاشیان حق رشد و ہدایت کا کام لیتے رہیں گے۔ بقول حضرت روم:

چیست دنیا از خدا غافل بدن ۔ نے قماش و نقرہ و فرزندان و زن

دنیا کیا ہے وہ تو خدا سے غافل ہونے کا نام ہے۔ دنیا سے مراد لباس، پیسہ کمانا، بچوں کی پرورش اور ازدواجی زندگی اچھی طرح گزارنے میں ہے۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل خدائے لم یزل کے تابع ہو اور اس سے ایسا کوئی عمل سرزد نہ ہو جو شریعت سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ الغرض مرحوم حضرت محقق العصر دین متین کے جملہ اوامر نواہی پر عمل کرتے ہوئے اللہ پاک کے انعام یافتہ بندوں کی ایک تصویر تھے۔ خدائے لم یزل آپ کے درجات کو بلندیاں عطاء فرماتے ہوئے مغفرت کا ساماں کرے آمین۔

علم و عمل کا نیرِ تاباں

تحریر: مفتی محمد تصدق حسین رضوی

اُفق خاور سے خورشید جہاں تاب طلوع ہوتا ہے تو خانوادہ ظلمات میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ سورج کی روشنی مغرب کی طرف جا کر غائب ہو جاتی ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اندھیروں کی حاکمیت قائم ہو گئی ہے۔ اندھیروں کا وجود عارضی ہوتا ہے، ستاروں کی نیم باز آنکھوں سے مترشح ہوتی ہلکی ہلکی روشنی یہ حجت قائم کرتی ہے کہ ظلمت کی حکمرانی تسلیم نہیں کی جاسکتی، یہ روشنی اندھیروں کے وجود کے خلاف جدوجہد کا نشان ہوتی ہے۔ مقصود کائنات، جان عالمین حضور سیّد العالمین ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا کا ظلمت کدہ نورانی کرنوں سے جگمگا اُٹھا، آپ کے علم وہدایت کی روشنی سے جہالت و ناانصافی کے اندھیرے ختم ہو گئے اور کائنات عالم کو راحت، قرار، امن اور سکون میسر آ گیا۔ حضور سید عالم ﷺ پر قصر نبوت کی تکمیل کر دی گئی آپ آخری نبی ہیں، آپ کی جلوہ افروزی کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ اسلام کی روشنی سے خائف باطل اور طاغوتی قوتیں جہالت، مفادات، فحاشی اور بدامنی کے اندھیرے پھیلانے کی کوششوں میں مصروفِ عمل ہیں لیکن علماء امت اسلام کا چراغ لے کر ان اندھیروں کے خلاف برسرپیکار ہے۔ ماضی قریب کے چنیدہ علماء میں ایک معتبر نام محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ مفتی صاحب انتہائی سنجیدہ فکر عالم دین تھے ان کی ساری زندگی خدمت دین متین میں گزری۔ مملکت خداداد پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے چند سال بعد محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اندرون لوہاری گیٹ "جامعہ نظامیہ رضویہ" کی بنیاد رکھی، شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول رضوی کے تلمیذ خاص مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جب اس ادارے کے ناظم اعلیٰ بنے تو آپ کی محنت و کاوش سے جامعہ نے عروج و ترقی کی خوب منازل طے کیں مفتی محمد خان قادری بھی مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور شرف ملت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علمی سمندر میں غوطہ زن ہوئے اور خوب موتی اکھٹے کیے۔ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کے بعد خدمت اسلام کو ہی اوڑھنا بچھونا بنالیا، کچھ عرصہ اپنے مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعدازاں آپ نے

چوبرجی کے قریب کرائے کی بلڈنگ میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور خدمت دین متین میں مصروف عمل ہو گئے مفتی صاحب کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سے جوہر ٹاؤن میں جامعہ اسلامیہ کی عظیم الشان بلڈنگ معرض وجود میں آئی حضرت مفتی صاحب درددل رکھنے والی شخصیت تھے روایتی سے انداز میں کام کرنے کے سخت خلاف تھے وہ محنت کے قائل تھے ان کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔جعل ساز لوگوں نے کبھی شیخ طریقت اور کبھی صوفی ازم کا روپ دھار کر اہلسنّت کو تباہ و برباد کرنے کی بھرپور سازش کی ، رہی سہی کسر ڈوم قسم کے خسرہ نما داڑھی منڈے کاروباری نعت خوانوں نے پوری کردی۔مفتی صاحب اس فتنہ سے نہ صرف نالاں تھے بلکہ اس کا قلع قمع کرنے کی عملی جدوجہد میں مصروف تھے۔فقیر کے ساتھ کئی ملاقاتوں میں اس کا برملا اظہار کیا اور یہ جملہ فرماتے تھے" اگر سنی العقیدہ باعمل عالم دین ولی نہیں تو پھر اب دنیا میں کوئی بھی ولی نہیں" برصغیر پاک و ہند میں اہل اسلام کی غالب اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ پر عمل پیرا ہے، گزشتہ صدی میں ہندوستان کے علماء احناف میں تاجدار بریلی مجدد دین وملت امام احمد رضا اور تاجدار گولڑہ غوث زماں حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ کو اللہ تعالیٰ نے مقام بلند سے نوازا اور دونوں بزرگوں نے خدمت دین میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے دونوں بزرگ وادی عشق ومحبت کے مسلمہ سرخیل ہیں اور ساری دنیا کے کروڑوں مسلمان ان اکابر سے فیض یاب ہوتے ہیں، حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف واکابر سے بہت عقیدت رکھتے انہی کے طریق کو فکر مستقیم قرار دیتے اپنے بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے " شرح سلام رضا" اور شرح اج سک متراں دی" کے عنوان سے دو جامع مقالات سپرد قلم فرمائے۔اسلام کی روشنی شکستہ دلوں کیلئے راحت کا پیام ہے، یورپ کا پریشان اور فکری بدامنی کا شکار شخص جب تعلیمات اسلامی سے سکون پاتا ہے تو وہ آغوش اسلام میں آنے کو ترجیح دیتا ہے۔یورپ میں تیزی سے پھیلتا اسلام عالم کفر کی نیندیں حرام کر چکا ہے۔عالم کفر کے سورما اس شکست سے نہ صرف پریشان ہیں بلکہ بہت خوفزدہ ہیں اس خوف کے عالم میں وہ عقل وفکر سے عاری ہوکر اپنے پاگل پن کو آزادی اظہار کا نام دیکر کائنات کی سب سے عظیم ہستی کی شان اقدس میں توہین کرنا چاہتے ہیں۔انگریز کے فکری غلام بھی روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام پر اپنے آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کیلئے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔اندریں حالات تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کیلئے علماء امت کی ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے حضرت مفتی محمد خان قادری اس دینی ذمہ داری سے بخوبی آگاہ تھے جب غازی اسلام غازی ممتاز حسین قادری نے اسی طرح کی آوارہ فکر آواز کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا تو حضرت مفتی صاحب غازی صاحب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو جمع کر کے

"متفقہ شرعی فتویٰ" جاری کیا قانونی طور پر ہر طرح غازی اسلام کے مقدمہ میں معاونت کی، اس دوران جامعہ اسلامیہ میں کئی اہم میٹنگز منعقد کی گئیں وکلاء اور سکالرز کو بلا کر گھنٹوں بحث کی گئی وکلاء کو تیاری کروائی گئی۔ غازی اسلام کے مقدمہ میں حضرت مفتی صاحب نے علامہ محمد خلیل الرحمن قادری کے ساتھ مل کر انتہائی دلچسپی اور دیانتداری سے خوب محنت کی اور یہ فریضہ باحسن انجام دیا۔ مفتی محمد خان قادری کو تصنیف وتالیف سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا وہ اسلام کی روشن کرنوں سے دنیا کو منور ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت سید العالمین ﷺ کی محبت وعقیدت کی خوشبو سے دنیا کو معطر کرنا چاہتے تھے، امام الانبیاء ﷺ کے اقوال وافعال سے دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنانا چاہتے تھے آپ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے مختلف انداز میں کام کیا اور کئی علمی پارے یادگار چھوڑے۔ قرآن حکیم صحیفہ انقلاب ہے کائنات کے لئے دستور حیات اور تمام مسائل کا حل ہے آج سے کئی صدیاں پہلے جب سائنسی انقلاب کی چاپ سنائی دینے لگی تو کئی نکتہ چینوں نے سائنس وفلسفہ کو آب حیات قرار دینے کی کوشش کی تو علماء امت نے میدان عمل میں نکل کر اس ملحدانہ فکر کے بخیے اڈھیر کر رکھ دیئے ان میں فخر الامۃ امام فخر الدین رازی کا نام سنہری حروف میں لکھا ہے آپ نے تفسیر کبیر میں اس ملحدانہ فکر کی بیخ کنی کر دی۔ آج پھر اسی کافرانہ اور ملحدانہ سوچ کو روشن خیالی، جدت پسندی اور آزادی اظہار کا نیا جامہ پہنا کر مسلم امہ کو تذبذب کا شکار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تو حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام میں تفسیر کبیر کا اردو ترجمہ کر کے امت مسلمہ کو عظیم تحفہ دیا۔ تفسیر کبیر کے ترجمہ کی تکمیل کے ساتھ ہی علم وفضل کا یہ نیر تاباں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی قبر پر رحمتوں کا نزول فرمائے ان کی خدمات جلیلہ پر انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آپ کے ساتھیوں، اولاد اور تلامذہ کو آپ کا خدمت دین کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام

فضلِ قدیر ترجمہ تفسیر کبیر اور محقق العصر

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: سید احسان احمد گیلانی ☆

مسلم معاشروں میں تعلیم اور تربیت کے لیے علماء حق نے ہمیشہ ہی اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کیا اور اس عظیم مقصد کے اپنی ذات و دنیاوی مال و متاع کو پس پشت ڈالا اور اعلیٰ مقاصد کے لیے سرد و گرم حالات کی پرواہ کیے بغیر خدمت دین اور معاشرتی اصلاح کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ ان علماء حق نے پوری دیانت اور اخلاق سے دینی پیغام اور تربیت کے نظام کو اگلی نسلوں تک منتقل کیا روایتی معاشرے میں نہایت حکیمانہ میں انداز میں دینی اقدار کو متعارف کروانے والے یہ علماء حق عوام و خواص کے لیے داعی بن کر اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے برصغیر پاک و ہند میں اہل حق علماء نے سادہ لوح عوام میں اللہ اور کے اس کے رسول ﷺ، اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عام کرنے کے لیے بے لوث جدو جہد کی اور اپنے کردار و عمل لوگوں کو قائل کیا۔ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ان جانثار علماء حق نے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی تحریک کے ایک ان تھک مجاہد، مصنف کتب کثیرہ مترجم تفسیر کبیر محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ ان روشن کردار افراد میں شامل ہیں جنہیں قدرت نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ ایک مثبت فکر عالم دین تھے۔ روشن فکر مفکر تھے۔ مسند تدریس کی آبرو تھے۔ داعی اتحاد امت تھے۔ تحریک ناموس رسالت و ختم نبوت کے لیے مجاہد تھے الغرض دینی و ملی حوالے سے ہر شعبے میں قبلہ مفتی صاحب کی جدو جہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

میرے برادر بزرگ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی سے قبلہ مفتی صاحب کا محبت اور احترام والا تعلق تھا جس کو انہوں نے گیلانی صاحب کی وفات بعد بھی بخوبی نبھایا اور ہمارے گھر ہونے والی محافل و درس قرآن میں برابر تشریف لاتے رہے۔ آپ کے یادگار علمی خطابات آج بھی لوگوں کے دلوں پر نقش

ہیں۔تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی دور حاضر میں اتنا کام آپ کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تفسیر کبیر کا آسان فہم ترجمہ ایک قابل تحسین کارنامہ ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا خلا مدتوں پورا نہیں ہو سکے گا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو آپ نے مثبت انداز میں صرف کیا جو یقیناً آپ کے لیے روز محشر شفاعت و بخشش کا باعث ہو گا اللہ پاک آپ کی کامل مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین



یادِ رفتگان

نامور عالم دین، اتحاد اُمت کے داعی، ملی مجلس شرعی کے صدر

مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

موت العالم موت العالم

معاصر عالمی ترجمان کا تعزیتی شذرہ

مولانا مفتی محمد خاں قادری ۱۷ مارچ ۲۰۲۰ء کو راہیٔ خلد بریں ہوئے۔ وہ بیمار اور کمزور تو تھے لیکن اتنے نہ تھے، اور ان کی وفات کی خبر دوست احباب کے لیے بھی گویا اچانک ہی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مفتی صاحب کی وفات ملک وملت کے لیے خصوصاً ملی مجلس شرعی کے لیے اور میرے لیے ذاتی طور پر ایک بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے، ان کی بشری کمزوریوں سے درگزر فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

اختلاف سے اتحاد تک

جیسا کہ معروف ہے کہ مفتی صاحب کا اکثر علمی کام خلافیات پر ہے۔ حنفی بریلوی مسلک میں انہیں تقریباً وہی مقام حاصل ہے جو حنفی دیوبندی حلقے میں مولانا سرفراز خاں صفدر مرحوم کو حاصل ہے۔ وہ رسوخ فی العلم کے حامل تھے۔ ان کے تحریری مناظروں میں بھی علمی گہرائی، متانت اور استدلال کی قوت موجود تھی۔ مولانا سرفراز صفدر کو ان کے مکتب فکر کے لوگ اگر امام اہل سنت ہیں تو مفتی صاحب کو ان کے حلقے کے لوگ 'محقق العصر' کہتے تھے۔ لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کی شہادت کے بعد جب ملی مجلس شرعی کے احباب نے انہیں اصرار کر کے مجلس کا صدر بنایا تو پھر ہم نے دیکھا کہ ان کے مزاج میں بتدریج تبدیلی آتی چلی گئی۔ ان کا خلافیات پر لکھنے کا رجحان مدھم پڑا اور انہوں نے خالص علمی کاموں کی طرف زیادہ توجہ دی جیسے تفسیر کبیر کا اُردو ترجمہ۔

آخری زمانے میں مفتی صاحب کا ذوق اتحاد بین العلماء والمسالک اتنا بڑھ گیا تھا کہ انہیں

بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث کے الفاظ بھی ناگوار محسوس ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے تو ہمیں الگ شناخت کی کیا ضرورت ہے؟ میں اگرچہ اتحاد بین المسالک والعلماء کا داعی ہوں لیکن اس کے باوجود دوران گفتگو یہ الفاظ زبان پر آ ہی جاتے ہیں تو مجھے ایک دو دفعہ مفتی صاحب نے محبت سے ٹوکا کہ ڈاکٹر صاحب ہمیں یہ الفاظ زبان پر لانے ہی نہیں چاہئیں کہ ان سے اختلاف وتعصب کی بو آتی ہے۔

وہ چونکہ اپنے حلقے کے لوگوں کو بھی بعض رسوم و بدعات پر ٹوکتے رہتے تھے خصوصاً میلاد کی محفلوں اور نعت پڑھنے میں حنفی بریلوی بھائیوں نے جو رسوم اختیار کر رکھی ہیں اور وہ اس پر سخت تنقید کرتے تھے اور اس پر انہیں بلا مداہنت سرعام ٹوکتے تھے۔ اس لیے بعض غالی بریلوی لوگ کہتے تھے کہ مفتی صاحب 'وہابی' ہو گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی اس کی پروا نہیں کی اور اپنا مسلک و مشرب جاری رکھا۔

رسوخ فی العلم

ہمارے معاشرے میں بدقسمتی سے اکثر مکاتب فکر میں شہرت وقیادت کا سہرا انہیں حاصل ہے جو واعظ، خطیب اور پرجوش مقرر ہیں لیکن رسوخ فی العلم رکھنے والے ٹھوس علماء کی معاشرہ زیادہ قدر نہیں کرتا۔ مفتی صاحب رسوخ العلم رکھتے تھے اور علمی لوگوں سے مل کر انہیں بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا یونیورسٹیوں میں آپ لوگ ایم اے اسلامیات میں اصول فقہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں تو افسوس کرنے لگے کہ جس آدمی کو اصول فقہ میں مہارت نہ ہو وہ دین کا بڑا عالم کیسے بن سکتا ہے؟ ظاہر ہے رسوخ فی العلم کے لیے گہرا اور وسیع مطالعہ ناگزیر ہے۔ مفتی صاحب کا کتابوں کا خصوصی ذوق تھا۔ انہوں نے اپنی جامعہ میں ایک شاندار لائبریری بنوائی اور عالم عرب سے امہات عربی کتب منگوائیں۔ ایک دفعہ ہم کسی کام سے پنڈی اسلام آباد گئے تو خصوصی کوشش کر کے وقت نکالا، پروگرام تبدیل کیا اور پنڈی میں عربی کتابیں بیچنے والی دکان پر جا کر عربی کتب خریدیں۔

وہ بہت محنتی تھے۔ ان کی طبع زاد تصانیف اور تراجم کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ انہوں نے تفسیر کبیر کا جو ترجمہ کیا وہ اتنا بڑا کام ہے جو ایک ادارہ ہی کر سکتا ہے اور اس کے لیے بھی یقیناً بہت سے محققین ومترجمین کی ضرورت پڑے۔ یہ کام اندازاً ۲۵ جلدوں میں مکمل ہوگا جن میں سے ۲۰ طبع ہو چکی ہیں۔

جب مجھے پتہ چلا کہ یونیورسٹی آف ہزارہ نے تفسیر کبیر کے ترجمہ وتخریج پر دو تین طلبہ کو پی ایچ ڈی کا موضوع دیا ہے اور وہ بھی صرف چند پارے، تو میں نے انہیں مطلع کیا کہ مفتی صاحب نے اکیلے سارا ترجمہ کر دیا ہے تو وہ نہایت حیران ہوئے۔ میں نے وہاں کے صدر شعبہ علوم اسلامیہ سے کہا کہ آپ اپنی یونیورسٹی کے اعلیٰ حکام سے بات کریں کہ وہ مفتی صاحب کو اس عظیم کام پر اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے۔ کچھ ہفتوں بعد جب میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ وائس چانسلر صاحب نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ وہ ایک "مولوی" کو اعزازی ڈاکٹریٹ کیسے دیتے جو ان کی یونیورسٹیوں کا بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی نہیں ہے اور نہ اس نے HEC کے "معیار" کے جرائد میں تحقیقی مضامین چھپوائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارا سارا نظام تعلیم بلکہ نظام معاشرت وحکومت ناقص اور ناگفتہ بہ ہے اور 'بندر کیا جانے ادرک کا مزا' والی بات اس پر صادق آتی ہے کہ انہیں رسوخ فی العلم رکھنے والے ایک لائق اور محنتی عالم دین کی قدر کا احساس ہی نہیں۔

اخلاقی خوبیاں

مفتی صاحب سراپا اخلاص تھے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ علامہ طاہر القادری صاحب کو متعارف کرانے میں مفتی صاحب تھے۔ انہوں نے طاہر القادری صاحب کا اپنی مسجد میں شادمان میں درس قرآن شروع کرایا۔ پھر جان مار کر اور پوری تندہی سے اپنے ساتھیوں سمیت برسوں ان کا ساتھ دیا۔ بالآخر جب طاہر القادری صاحب نے سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کیا اور ان کے گن مفتی صاحب اور ان کے ساتھیوں پر پوری طرح کھل گئے تو وہ خاموشی سے ان سے الگ ہو گئے اور کبھی زندگی بھر شکوہ وشکایت کا کوئی لفظ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ میں نے کئی دفعہ ان سے اس زمانے کی تفصیلات جاننا چاہیں کہ انہوں نے کیوں طاہر القادری کا ساتھ دیا اور کیوں الگ ہوئے؟ لیکن مفتی صاحب نے اس موضوع پر ایک لفظ کہنا پسند نہ کیا اور کہا: چھوڑیئے ڈاکٹر صاحب! جس رستے جانا نہ ہو اس کے ذکر کا فائدہ؟

اسی طرح میاں نذیر اختر صاحب نے ممتاز قادری شہیدؒ کا مقدمہ لڑا۔ ظاہر ہے میاں نذیر اختر صاحب شرعی علوم کے ماہر نہ تھے۔ انہیں ساری تیاری مفتی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے کرائی۔ ساری جدوجہد مفتی صاحب نے کی لیکن پیچھے بیٹھ کر۔ وہ جانتے تھے یا ان کے وکلاء۔ میڈیا کو اور شاید

حکمرانوں کو پتہ ہی نہ تھا کہ ان وکلاء کو علمی گولا بارود کہاں سے مل رہا ہے؟ مفتی صاحب خاموشی سے یہ کام کرتے رہے اور کبھی نہ شہرت کی تمنا کی اور نہ صلے کی پروا۔ جب سپریم کورٹ سے بھی اپیل نامنظور ہوگئی تو انہوں نے اسی خاموشی سے خط لکھے اور وزیراعظم و آرمی چیف تک پہنچانے کا ذاتی انتظام کیا اور یہ سارے کام وہ خاموشی سے کرتے رہے۔

مفتی صاحب کی خاص خوبی ان کی سادگی، عاجزی اور انکساری تھی۔ سادہ لباس پہنتے، سادہ کھانا کھاتے اور آہستہ بولتے۔ وہ متانت اور وقار کا مرقع تھے۔ میرا دس سال تک ان کے پاس وقت بے وقت کا آنا جانا تھا لیکن میں نے کبھی انہیں اونچا بولتے یا چلاتے نہیں سنا، نہ انہیں کبھی گلا پھاڑ کر ہنستے ہوئے دیکھا۔ مدھم اور دھیمی آواز میں گفتگو کرتے اور خوش ہوتے تو مسکرا دیتے۔ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

جو "راز دار حرم" تھے وہ اُٹھتے جاتے ہیں ‌ ‌ ‌ کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

(ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، اگست ۲۰۲۰ء)



بہاولپور میں تعزیتی محفل

تحریر: محمد فیاض احمد اویسی

آہ! حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی و مہتمم بے شمار ضخیم کتب کے مترجم/مصنف گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر عالم اسلام کے علماء و مشائخ کرام نے اظہار افسوس کیا جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں تعزیتی محفل ہوئی (ادارہ) مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فقیر کی کچھ یادیں وابستہ ہیں۔

☆ ایک بار حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں کسی جلسہ میں شرکت کے تشریف لائے تو میرے حضور والد گرامی حضرت فیض ملت مفسر اعظم پاکستان محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ، کی ملاقات کے لیے جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں بھی آئے دونوں عظیم شخصیات کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا پیار و محبت کا تبادلہ دیکھ کر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا کہ ۔

متحد جاند شیران خدا

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میرے حضور والد گرامی کی ذاتی لائبریری پر پڑی پرانی قلمی کتب دیکھ کر علمی دوستی پر خوب دعاؤں کے جملے ادا فرماتے رہے یاد پڑتا ہے کہ چند کتب کی فوٹو کاپی بھی کرائی گئی۔

☆ دوسری ملاقات فقیر کی بھیرہ شریف جامعہ محمدیہ غوثیہ کے جلسہ دستار فضیلت میں ہوئی غالباً مارچ کا مہینہ تھا فقیر جب جلسہ گاہ میں پہنچا تو مفتی قبلہ اپنا علمی بیان کر کے اسٹیج سے تشریف لا رہے تھے آمنا سامنا ہوا تو حضرت علامہ محمد اسلم رضوی نے فقیر کا تعارف کرایا تو مصافحہ کے بعد معانقہ (گلے لگا کر) خوب پیار فرمایا اور ہاتھ پکڑا اپنے ساتھ لائے اس وقت بعض حلقوں میں چالیس سالہ نبوت کا مسئلہ شروع ہو رہا تھا تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیان میں واضح کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی

کے درمیان تھے فرمایا کہ یہ عقیدہ اہل حق اہلسنت کا ہے اس پر تمام علماء حق کا اتفاق اواتحاد ہے اس میں منطقی وفلسفی بحث کرنا بیکار ہے امت مسلمہ میں انتشار واختلاف پیدا کرنے کے مترادف ہے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے طور ہر لحاظ اس مسئلہ میں اتحاد اہلسنت کی کوشش کی ہے کہ کم از کم اہلسنت کے درمیان یہ متفقہ مسئلہ نزاع کا باعث نہ ہو اہلسنت کے حلقوں میں افراتفری نہ ہو فقیر نے عرض کیا کہ گذشتہ رات سرگودھا ایک بہت بڑا اجتماع میں فقیر نے نبوت کے حوالہ اپنے بیان میں کہا کہ چالیس سال بعد نبوت کا مسئلہ وہابیہ اور اہلسنت کے درمیان تو زیر بحث رہا ہے جس پر اہلسنت کی ضخیم تصانیف موجود ہیں جن کا جواب آج تک وہابیہ پر قرض ہے مگر اہلسنت کا آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف کوئی سازش ہی معلوم ہوتی ہے میری بات کی حضرت مفتی صاحب نے تائید کی اور ڈھیروں دعا کے ساتھ چل دیئے۔

☆ ایک بار ملک کے نامور صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے ذریعے رابطہ ہوا جب وہ حضرت شاہ اربل رحمۃ اللہ علیہ کے میلاد شریف کے متعلق کوئی تصنیف فرمارہے تھے۔ چونکہ اس موضوع پر میرے حضور والد گرامی فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "شاہ اربل کا تحفہ میلاد" ایک عرصہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ ملک صاحب کے ذریعے ان کا پیغام ملا کہ حضرت اویسی صاحب کی کتاب ہمیں ضرور بھیجیں تا کہ اس سے استفادہ کیا جائے یہ اہل حق کا شیوہ ہے کہ (**وتعاونوا علی البر والتقوی**) کا مظہر ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان میں نہیں رہے مگر ان کے کارہائے نمایاں سے صدیوں تک اہل اسلام فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر کروڑوں رحمتیں فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء وخاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند یادیں فقیر کے ذہن میں تھیں جو لکھ دیں۔

مدینے کا بھکاری
الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی
جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور
۲۷ رجب المرجب ۱۴۴۱
بعد صلوٰۃ الظہر پیر شریف
۲۳ مارچ ۲۰۲۰ء

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

باب 14

متفرقات

یہ باب حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت اور صائب فکر کا غماز ہے کہ اس میں مختلف النواع اخبار بھی ہیں، افکار بھی اور تگ وتاز کی داستان بھی۔

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

حضرت محقق العصر کا ذکر جمیل رئیس التحریر کے قلم سے

جہانِ رضا کے احباب کی مجلس

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مفتی محمد خان قادری لاہور کے بہت بڑے عالم دین ہیں اور مفتی بالیقیں ہیں۔ شادمان کی جامع مسجد رحمانیہ کے خطیب اعظم ہیں اور دار العلوم اسلامیہ، لالہ زار، رائے ونڈ روڈ کے بانی اور مہتمم ہیں۔ شیخ القرآن ہیں۔ شیخ الحدیث ہیں اور اہل سنت کے ممتاز عالم دین ہیں ہماری اُن سے نیاز مندی اُس وقت سے ہوئی جب انہوں نے اعلیٰ حضرت کے "سلامِ رضا" کی شرح لکھی ہم نے ہدیہ تبریک پیش کیا۔ "جہانِ رضا" میں تبصرہ لکھا اور "شرح سلام رضا" کی کئی جلدیں خریدیں اور اپنے حلقے میں تقسیم کیں یہ سلام رضا کی برکت تھی یا اعلیٰ حضرت سے عقیدت کا ثمرہ تھا کہ مفتی محمد خان قادری نے مختلف دینی موضوعات پر ساٹھ کتابیں لکھیں اور لوگوں کو پڑھاتے گئے اور اس طرح قدم بڑھاتے گئے اور ایک جہانِ علم وفضل آباد کر دیا۔

آپ نارووال ضلع سیالکوٹ کے اُن دیہات سے تعلق رکھتے ہیں جو ۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران ہندوستان کے قبضہ میں آ گئے تھے وہاں سے اُٹھے اور "مہاجر" بن کر پاکستان آ گئے۔ لالہ موسیٰ کے "مدرسہ غوثیہ" میں ابتدائی تعلیم پائی۔ قرآن حفظ کیا بھکھی شریف کے دار العلوم محمدیہ رضویہ جلالیہ، لاہور میں دار العلوم نظامیہ میں پڑھتے رہے۔ استاذ بنے۔ رضا فاؤنڈیشن کے زیر اثر "فتاویٰ رضویہ" کی تدوین میں علماء کے بورڈ کے رکن بنے۔ "اشعۃ اللمعات" کی دو جلدوں کا ترجمہ کیا۔ ان دنوں وہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی "تفسیر کبیر" کا اُردو ترجمہ فرما رہے ہیں۔ وہ آئے۔ بیٹھے اور پاکستان اور اسلام کو درپیش مسائل پر گفتگو کرنے لگے۔ شمالی پاکستان میں نجدیوں کے بچے جس انداز سے "شریعت محمدی" نافذ کر رہے ہیں اس پر اظہارِ خیال کرتے رہے پھر علمائے اہل سنت کے افتراق وانتشار پر پریشانی کا اظہار کرتے رہے۔ اور چلے گئے۔

(ماہنامہ جہانِ رضا لاہور، مئی ۲۰۰۹ء، شمارہ نمبر ۱۶۱، صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۶)

محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

اور

تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 1977ء

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ انہوں نے ہمہ جہت جدوجہد جاری رکھی۔ زمانہ طالب علمی میں لاہور کے علاوہ سیالکوٹ، سلوئی ضلع چکوال اور ضلع خوشاب پنجہ شریف بھی رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۹۷۷ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ اس زمانہ میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں منتہی کلاسوں کے طالب علم تھے۔ آپ کی اس تحریکی جدوجہد کو استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری نے اپنی کتاب تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بیان کیا تھا جو "مولانا حافظ محمد خان سیالکوٹی" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس ساری جدوجہد کو مولانا تابش قصوری کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا حافظ محمد خان سیالکوٹی

مولانا حافظ محمد خان ولد چودھری فیروز دین بیریاں کلاں تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ساتویں جماعت تک سکول کی تعلیم پائی اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ قرآن پاک ڈیڑھ سال کے عرصہ میں حافظ غلام احمد صاحب کے پاس سلوتی شریف ضلع جہلم کے جامعہ مہریہ میں حفظ کیا۔ ۶۸ء میں بھکھی شریف سے درسِ نظامی کا آغاز کیا۔ بعض کتب مولانا سلطان احمد (حاصلانوالہ) سے پڑھیں۔

۷۰ء کی پاک بھارت جنگ میں دیہات کے ہندوستانی فوج کے قبضے میں آنے کی وجہ سے دوسال تک تعلیمی انقطاع رہا۔ ۷۳ء میں جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ میں داخلہ لیا۔ اسی دوران بزمِ غوثیہ کے زیر اہتمام مسجد غوثیہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور تحریک ختم نبوت ۷۴ء میں بزم غوثیہ کی جانب سے تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں تقریباً دس جلسے کیے اور محلہ دار کمیٹیاں بنائیں۔

دو سال بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا، جبکہ خطابت کے فرائض بدستور لالہ موسیٰ ہی میں سرانجام دیتے ہیں۔ مولانا حافظ محمد خان جامعہ کے مایہ ناز طلبہ میں سے ہیں اور اس وقت درس نظامی کی آخری کتب قاضی مبارک، بیضاوی، ہدایہ آخیرین وغیرہ اسباق پڑھ رہے ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں مولانا نے مکمل حصہ لیا۔ ہر احتجاجی جلوس میں شرکت کی اور جب جمعۃ المبارک کا دن آتا، تو لالہ موسیٰ میں تحریک کے پروگراموں میں شریک ہوئے۔ اپنی کہانی انہوں نے یوں بیان کی:

۱۴ مارچ کو جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا پہلا احتجاجی جلوس جامع مسجد نیلا گنبد لاہور سے نکلا تو میں مولانا محمد صدیق ہزاروی اور مولانا حافظ عبدالستار نظامی کے ہمراہ اس جلوس میں شریک ہوا۔ اسی دوران جب میری نگاہ اپنے قریب کھڑے مفکر اسلام حضرت پیر کرم شاہ ازہری پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور ان کی مبارک زبان سے تحریک کی کامیابی کے لیے دعائیں نکل رہی تھیں۔ اس جلوس سے لے کر تحریک کے آخر تک برابر جلوسوں میں شریک ہوتا رہا۔ جب لالہ موسیٰ میں حضرت مولانا غلام قادر اشرفی کو گرفتار کر لیا گیا تو ہم نے آگے بڑھ کر تحریک کو سرد پڑنے سے بچا لیا۔

جب مسلم مسجد کے سانحہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبہ زخمی ہوئے، تو ان کی دیکھ بھال اور گرفتار شدگان کی رہائی کے لیے خدمات سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۷ء کو جب نام نہاد صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں ڈھونگ رچایا گیا، تو پوری قوم سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آئی۔ میں اور مولانا احسان اللہ ہزاروی علماء کے جلوس میں شرکت کے لیے نسبت روڈ کی طرف گئے، تو پولیس آڑے آ گئی۔ ہم مجبوراً نیلا گنبد کی جانب دوڑے، وہاں بھی پولیس لوگوں کو مار مار کر بھگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہم بمشکل وکلاء کے جلوس میں پہنچے۔ دریں اثناء نوابزادہ نصر اللہ خاں بھی وہاں آ گئے۔ جوں ہی ہم اسمبلی ہال کے پاس پہنچے، پولیس نے بے تحاشا گولیاں چلائیں اور آنسو گیس کے شیل پھینکے۔ ہم نے ہائی کورٹ کی طرف رجوع کیا، تو وہاں بھی قیامت صغریٰ برپا تھی۔ دریں اثنا ہمیں مولانا غلام فرید صاحب اور مولانا سیف الرحمن صاحب کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی۔ ہم سیدھے میو ہسپتال پہنچے، یہاں منظر قابل دید تھا۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے شیدائی زخموں سے چور چور ہیں، لیکن صبر و استقلال کے کوہ گراں بنے ہوئے ہیں۔ ایک شہید نوجوان کی ماں جب آتی ہے تو بجائے رونے پیٹنے کے شکرِ خداوندی بجا لاتی کہ میری دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شہید کی ماں بنایا۔ میرے یہ دولڑکے جو میرے ساتھ ہیں، وہ بھی نظامِ مصطفیٰ ﷺ پر قربان ہونے کے لیے حاضر ہیں۔ یہ جذبۂ ایمانی دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ اب تحریک ضرور کامیاب ہوگی۔ **الحمد للہ علی ذلک۔**

محقق و مفکر اسلام

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

صوفی محمد سعید سیفی کی کتاب سے ماخوذ

ولادت باسعادت

حضرت مفتی محمد خان قادری ۱۹۴۹ء میں فیروز دین بن علم دین کے ہاں نارروال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق ریاست جموں وکشمیر سے تھا جو قیام پاکستان کے موقع پر ہجرت کر کے گاؤں "بیریاں کلاں" ضلع نارووال میں آباد ہو گئے۔ آپ نے ایک مذہبی گھرانہ میں پرورش پائی۔ آپ گوجر برادری کی چشم و چراغ ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم ناظرہ قرآن پاک حضرت مولانا غلام محمد سے پڑھا۔ پرائمری سکول سے اور مڈل تک تعلیم موضع ڈیلراہ سے حاصل کی۔ مولانا غلام محمد جو کہ آپ کے ماموں تھے انہوں نے آپ کی ذہانت کو دیکھ کر آپ کو حافظ قرآن اور عالم دین بنانے کا فیصلہ کیا۔ 1964ء سے لے کر 1968ء تک دینی تعلیم کے حصول کے سلسلہ میں آپ نے کافی تگ و دو کی اور مختلف دینی جامعات میں داخل ہوتے رہے۔ لیکن بعض انتظامی اور ۱۹۶۵ء کے پاک بھارت جنگ کی وجہ سے باقاعدگی سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ ۱۹۶۶ء میں مولانا محمد چشتی کی وساطت سے موضع سلوئی ضلع جہلم میں حافظ غلام احمد چشتی المعروف سلوئی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص، صاحب تقویٰ اور تہجد گزار بزرگ تھے۔ اور فارسی کتب میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت مفتی محمد خان قادری محقق اسلام نے ابتدائی دینی تعلیم، حفظ قرآن اور فارسی کتب کریما سعدی سے لے کر بوستان سعدی تک حضرت حافظ غلام احمد چشتی سے پڑھیں اور قرآن پاک آپ نے سوا سال میں حفظ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۶۹ء میں جامعہ

محمد نوریہ بھاکھی شریف میں داخلہ لیا۔ پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے دوران آپ کا گاؤں ''بیریاں کلاں'' بھارت کے قبضہ میں آ گیا اور آپ تعلیمی تسلسل برقرار نہ رکھ سکے۔

۱۹۷۲ء میں آپ نے دوبارہ جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ میں داخلہ لیا اور خوب محنت کے بعد ایک سال میں فاضل عربی کا امتحان پاس کر لیا۔ ۱۰۷۴ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے صدر مدرس حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ جو کسی امتحان کے سلسلہ میں لالہ موسیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو لاہور آنے کا مشورہ دیا۔ حضرت مفتی محمد خان قادری محقق اسلام ۱۹۷۵ء میں لاہور تشریف لا کر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۷۸ء میں علومیہ اسلامیہ کی تعلیم مکمل کر کے فراغت حاصل کی۔

پاک بھارت ۱۹۶۵ء کی جنگ ہو یا ۱۹۷۱ء کی یا کسی جامعہ کے انتظامی معاملات ہوں یا کوئی بھی نامساعد حالات ہوں آپ نے دین اسلام کے حصول کے جذبہ کو متزلزل نہ ہونے دیا اور آپ کی تڑپ اور لگن کے سامنے کوئی بھی چیز آڑے نہ آ سکی۔

شرف بیعت

آپ کو درگاہ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری اور اکتساب فیض کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ نیز اپنے استاد حضرت حافظ غلام احمد چشتی کی روحانی تربیت کا بھی فیض ہے۔ آپ نے باقاعدہ روحانی معارف کی تکمیل کے لئے وقت کے ولی کامل اور شہزادۂ حضور غوث اعظم حضرت سید طاہر علاؤ الدین قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا۔

تدریسی خدمات

آپ ۱۹۷۶ء میں جامع مسجد شادماں لاہور میں بطور امام تعینات ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۲ء میں اتفاق اسلامک اکیڈمی لاہور میں آ گئے۔ ۱۹۹۱ء تک ادارہ منہاج القرآن میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۹۴ء میں جامع اسلامیہ شادماں لاہور قائم کیا۔ جامعہ کے لئے پلاٹ جناب محمد عبدالرشید فاروقی نے بطور عطیہ دیا۔ جس پر باقاعدہ نقشہ کے مطابق جامعہ کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی گئی۔ آپ چھتیس سالوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

زیارت حرمین شریفین

آپ محب الٰہی اور سچے عاشق رسول ﷺ ہیں اب تک چھ حج اور سات عمرے ادا کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت سے فیضیاب ہو چکے ہیں۔

قلمی خدمات

حضرت مفتی محمد خان قادری محقق و مفکر اسلام مصروفیات کے باوجود دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی قلم سے مستقل تصنیفات وجدید مسائل اور ان کا حل اور نایاب کتب کے تراجم طبع ہو چکے ہیں۔

آپ کی تصنیفات کئی درجنوں پر مشتمل ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(۱)شاہکار ربوبیت (۲)حضور ﷺ نے حج کیسے کیے (۳)معارف الاحکام (۴)حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے تھے (۵)قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم (۶)منہاج النحو (۷)منہاج المنطق (۸)محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ (۹)منہاج اصول فقہ (۱۰)صحابہ اور محافل نعت (۱۱)صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمولات (۱۲)صحابہ اور تصور رسول (۱۳)ایصال ثواب کی شرعی حیثیت (۱۴)حضور ﷺ کی رضاعی مائیں (۱۵)عورت کی امامت کا مسئلہ (۱۶)معراج حبیب خدا (۱۷)خواب کی شرعی حیثیت اور قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب (۱۸)شرع سلام رضا (۱۹)ترک روزہ پر وعیدیں

محقق و مفکر اسلام کی سرپرستی میں اور ملک محمد محبوب الرسول کی ادارت میں ماہانہ سوئے حجاز لاہور اور سہ ماہی انوار رضا شائع ہوتے ہیں۔

آپ نے کئی امور پر پرانی معیاری کتب کو اُردو قالب میں ڈھالنے کا وسیع سلسلہ شروع کیا ہوا ہے جس میں سے چند ایک تراجم کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱)فتاویٰ رضویہ کا ترجمہ (سات جلد) (۲)اشعۃ اللمعات کا ترجمہ (۲ جلد) (۳)فتح المتعال فی مدح النعال للشیخ احمد تلمسانی کا ترجمہ (۴)الخشوع فی الصلوٰۃ لابن رجب حنبلی کا ترجمہ (۵)فصول مہمۃ فی حصول المتمۃ الملا علی قاری کا ترجمہ۔ (۶)اتحاف المسلم الام نبهانی کا ترجمہ

(۷) سبل الہدیٰ کا ترجمہ (۸) اثبات وجود النبی فی کل مکان الامام حسین بن محمد شافعی کا ترجمہ (۹) الذخائر المحمدیہ کا ترجمہ (۱۰) شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد للسید محمد بن علوی مالکی کا ترجمہ (۱۱) عظیم قدرۃ ورفعۃ مکانۃ عند اللہ متعالی للشیخ ابراہیم ملا خاطر کا ترجمہ (۱۲) تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب) کا ترجمہ (۱۳) یہ بلند پایہ وقابل قدر تفسیر ہے جو فلسفیانہ اسلوب میں لکھی گئی تھی۔ جس سے تمام مکاتب فکر کے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔

عام پڑھے لکھے عوام کی رسائی کے لئے محقق ومفکر اسلام حضرت مفتی محمد خان قادری نے فیصلہ کیا کہ اس کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ ۲۰۰۲ء میں مفتی صاحب نے اور حضرت علامہ مفتی عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کا آغاز کیا۔ ابھی ایک جلد بھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت شرف قادری صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تفسیر ۳۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن کا مفتی محمد خان قادری ترجمہ کرچکے ہیں۔ آپ دس صفحات یومیہ ترجمہ فرمارہے تھے۔ یہ ترجمہ ایک تاریخی خدمت ہے جس پر محقق ومفکر اسلام حضرت مفتی محمد خان قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ ترجمہ بھی ۳۲ جلدوں میں شائع ہوگا۔

حضرت مفتی محمد خان قادری محقق اسلام کا جذبہ عظم وہمت، جستجو، مصروفیت اور اشاعت دین میں اخلاص، نیز مطالعہ اور سریع القلم ہونا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ مشیت الٰہی ہے اور رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین اسلام کا کام لینا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے ہمکنار اور سرخرو کرے۔ ان کی عمر میں دوام اور علم میں برکت فرمائے۔ آمین۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے عطا فرمائے ہیں۔

(۱) صاحبزادہ محمد فاروق قادری، جامعہ اسلامیہ لاہور ہی میں تدریسی خدمات انجام دینے کے علاوہ شعبہ نشر واشاعت کے ناظم بھی ہیں۔

(۲) صاحبزادہ محمد عثمان قادری اور صاحبزادہ محمد علی قادری طالب علم ہیں۔

(بشکریہ: حضرت مفتی محمد حنیف کشمیری)

پندرہ خصلتیں

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

۱۔ جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔

۲۔ امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔

۳۔ زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

۴۔۵۔ شوہر بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان بن جائے۔

۶۔۷۔ آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔

۸۔۹۔ مساجد میں شور مچایا جائے۔ قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔

۱۰۔ آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔

۱۱۔۱۲۔ نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ مرد ابریشم پہنیں۔

۱۳۔۱۴۔ آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے اور گانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں۔

۱۵۔ اور اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں، خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔

(ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)

(ماہنامہ اعلیٰ افکار لاہور، مارچ ۱۹۹۷ء)

حضرت محقق العصر مدظلہ کی حرمین شریفین حاضری اور وطن واپسی

الحمدللہ! حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سعادت عطا فرمائی کہ وہ ۱۵ اگست ۲۰۰۷ء (اتوار) کو حرمین شریفین حاضری کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء (جمعرات) کو واپس لاہور پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ ان کی رفیقہ حیات کو بھی رب کریم نے یہ سعادت بخشی۔ حضرت مفتی صاحب نے اس "سفرسعادت" میں جہاں حاضری وعمرہ کی سعادت پائی، وہاں انہوں نے وطن، اہل وطن اور عالم اسلام کے لئے دعائیں فرمائیں کہ اس وقت ملت مرحومہ پر کڑا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ وحدت امت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر کے پھر سے قوم مسلمہ کی عزت و وقار کی بحالی اور امت کو عروج و کامیابیوں کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ستمبر ۲۰۰۷ء)

تبصرہ

نام کتاب: محفلِ میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مصنف: علامہ مفتی محمد خاں قادری

صفحات: ۱۶۸

ناشر: عالمی دعوت اسلامیہ۔ افصیح روڈ، اسلامیہ پارک لاہور

قیمت: ۳۵روپے

"شرح سلامِ رضا" کے مصنف اور نامور محقق علامہ مفتی محمد خاں قادری علمی دنیا کے روشن ستارے ہیں۔ ڈیڑھ درجن کے لگ بھگ ان کی تصانیف کا شہرہ عام ہے۔

مخالفین میلاد کی طرف سے آج تک وارد کیے جانے والے اعتراضات کا مفصل محاسبہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے قرآن وحدیث اور مشاہیر اسلام کے اطوار وارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ محافل میلاد ہمیشہ سے اہل اللہ کا طریقہ رہا ہے اور یہ بارگاہ خداوندی میں نہایت مقبول عمل ہے۔ فاضل مصنف نے خالصتاً علمی انداز میں دلائل کی زبان استعمال کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا ہے۔ المختصر یہ کتاب اہل محبت کے لیے عظیم سرمایہ، ہر لائبریری اور ہر گھر کی بنیادی ضرورت ہے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، جولائی ۱۹۹۵ء)

محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہٗ کے والد بزرگوار گرامی قدر

چودھری فیروز دین رحمۃ اللہ علیہ

قطعاتِ تاریخ وصال: ربیع الاول ۱۴۳۱ھ، مارچ ۲۰۱۰ء

"چراغِ صراطِ عشقِ حبیب وھاب"

۲۰۱۰ء

"آفتاب منیر آسمانِ صداقت"

۱۴۳۱ھ

قطعات تاریخ (سالِ وصال)

قادری صاحب محمد خان جن کا نام ہے ... اک جہاں ہے جن کی شانِ علم و دانش پر گواہ
اس خبر نے کر دیا ہے مجھ کو بے حد سوگوار ... ہو گئے رخصت جہاں سے ان کے والد والا جاہ
اسوۂ خیر البشر پر عمر بھر عامل رہے ... مظہر اسلاف حق فطرت تھے وہ بے اشتباہ
صاف ستھری زندگی حق کی رضا میں کی بسر ... کچھ ہوس لعل و گہر کی تھی نہ مال و زر کی چاہ
خوبیاں تھیں، سادگی، تقویٰ، قناعت، انکسار ... آخرت کی کامیابی پر رہی ان کی نگاہ
منہدم، پُر زور طوفانِ اجل نے کر دیا ... برج اخلاص و صفا، مینارِ صدق و خیر خواہ
جنت الفردوس کی خوشبو سے مہکے ان کی قبر ... ان کی تُربت ماہِ طیبہ ﷺ کی بنے انوار گاہ
ان کے مرقد پر ہو گوہر بار ابرِ لطفِ حق ... ضوفشاں ہیں محفلِ ہستی پہ جب تک مہر و ماہ
حشر میں ان کی شفاعت سے نوازے جائیں وہ ... جن کے دامن کے سوا کوئی نہیں جائے پناہ
اس سراپا خوبیٔ کردار کا سالِ وصال ... یوں کہا طارقؔ "چراغِ منزلِ دینِ الٰہ"

۱۴۳۱ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، جون ۲۰۱۰ء)

محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہٗ کے والد بزرگوار

گرامی قدر

چودھری فیروز دین رحمۃ اللہ علیہ

قطعاتِ تاریخ وصال: ربیع الاول ۱۴۳۱ھ مارچ ۲۰۱۰ء

"کوہ عظمت میاں فیروز دین صاحب"

۲۰۱۰ء

زہے فیروز دیں شریں طبیعت — یگانہ گوہرِ کانِ مروت
سدا ذکرِ خدا رہتا زباں پر — تھی حُب شاہ کوثر اس کی دولت
نمونہ تھا وہ ایثار و وفا کا — تھا مرد پارسا درویش سیرت
ربیع النور کی تاریخ پندرہ — ہوا سہ شنبہ کو دنیا سے رخصت
محمد خاں ہوئے ہیں زار و خستہ — اٹھا سر سے وہ ان کے ظلِ رحمت
رہے مرقد سدا اس کی فروزاں — وہ پائے گلشنِ جنت میں راحت
"ہیں اب فیروز دیں خُلد بریں میں" — کہا فیض الامین نے سالِ رحلت

۱۴۳۱ھ

پیکرِ زہد و اتقا فیروز دیں — نیک سیرت خوش لقا خندہ جبیں
صاحب اخلاص و اخلاق و وفا — دولتِ او حُب ختم المرسلیں ﷺ
بان وہ ماہ ربیع النور بود — روز سہ شنبہ بشد خلدِ بریں
از طفیلِ سرورِ کون و مکاں ﷺ — مرقدش را کُن خدایا عنبریں

جست چوں فیض الامین سال از فرد
گفت "مرد ذی علیٰ فیروز دیں"

۱۴۳۱ھ

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے۔ مونیاں شریف گجرات

(ماہنامہ سوئے حجاز، اگست ۲۰۱۰ء)

سرحد کے اُس پار

شرح سلامِ رضا۔۔ایک جائزہ

علامہ محمد سراج الدین شریفی

ممبئ (بھارت) سے شائع ہونے والے علمی وتحقیقی سہ ماہی رسالہ "افکارِ رضا" بابت جنوری تا مارچ 2001ء نے سہسرام (صوبہ بہار) کے نامور صاحب علم وقلم جناب علامہ محمد سراج الدین شریفی کا ایک تنقیدی مضمون بعنوان...... "شرح سلام رضا"۔ایک جائزہ کے نام سے شائع کیا ہے جس میں فاضل نقاد نے محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری امیر کاروان اسلام کی شہرآفاق تصنیف لطیف "شرح سلام رضا" پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ جو مکتبہ نظامی، بھیونڈی، انڈیا نے ۱۹۹۴ء میں شائع کی۔قارئین کے افادہ کے لیے متذکرہ جائزہ سہ ماہی "افکارِ رضا" ممبئ کے شکریہ کے ساتھ من وعن شائع کیا جارہا ہے۔(محبوب قادری)

سب سے پہلے ہم سلام رضا کے دینی، ادبی اوراعتقادی مقام ومرتبہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ علماء وفضلائے وقت نے اس کی نسبت کیا تاثرات پیش کیے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ انہوں نے امام شعروادب کی بارگاہ میں اپنے حسن عقیدت کو کس انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔پاکستان کے سابق وزیر شاعر وادیب، عالم وفاضل اور مشہور علمی شخصیت جس کے بارے میں کچھ لوگوں کی خوش خیالی ہے کہ انہوں نے آخری وقت میں اپنی مذہبی گمراہیوں سے توبہ کرلی تھی۔لیکن فی الحقیقت اس رائے کی حمایت میں کوئی تحریری ثبوت یا کوئی معتبر قول نہیں ملتا ہے۔یہاں میری مراد مولانا کوثر نیازی ہیں۔چوں کہ ان کا تبصرہ اپنے عنوان پر بہت جامع اور بہترین عکاس حقیقت ہے لہٰذا ہم انہی کے تبصرے سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔جناب کوثر نیازی صاحب اس طرح رطب اللسان ہیں:

"اگر میں کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔جو زبان وبیان جو سوز وگداز، جو معارف وحقائق، قرآن وحدیث اور سیرت کے جو اسرار ورموز، اسلوب میں جو قدرت وندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ

پارے میں نہیں مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔"

(بحوالہ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت)

اور کچھ ایسے ہی تاثرات مولانا سید مرغوب اختر الحامدی صاحب کے بھی ہیں جنہوں نے مشہور تضمین "بر سلام رضا" لکھی ہے۔ جناب سید صاحب رقمطراز ہیں۔

"روزمرہ کے محاورات کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا پورا کلام سلاست زبان و بیان کا بہترین مرقع ہے۔ آپ کا مشہور زمانہ سلام جس کے ایک سو بہتر اشعار ہیں اس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے تیز سلاست، روانی اور زور بیان میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس سلام کے ایک ایک شعر میں محبوب مدینہ ﷺ کی ادائیں الفاظ کے موتیوں سے ایسی جڑی ہیں جسے دیکھ کر ثریا بھی خجل ہو جائے۔ سرکار مدینہ ﷺ کا سراپا اور عہد طفولیت سے لے کر عہد نبوی تک کا نقشہ اسطرح کھینچا ہے جس کی داد دینے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ حضور ﷺ کی پوری سیرت سامنے آجاتی ہے۔" (بحوالہ "امام نعت گویاں" از۔ شرح سلام رضا)

اور پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری اس باب میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اس طرح گوہر افشانی کرتے ہیں۔ "علم و دانش" مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، دائرہ فکر اتنا ہی پھیلتا جاتا ہے۔ ایک ہی پھول میں ہر آنکھ مختلف بہاریں دیکھتی ہے اور ایک ہی ذرے میں مختلف جمال۔ اس شرح سے ایک طرف امام احمد رضا کے وسعت علم و فضل کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت شارح کی علم و دانش کا۔ وہ ایک ممتاز عالم دین، بے مثال معلم اور ممتاز مفتی ہیں۔ دین و مسلک کے لیے انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ امام احمد رضا نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح نے اس سمندر کو کوزے سے نکالا۔ امام احمد رضا کے آبدار موتیوں کو ڈبیوں میں بند کیا اور حضرت شارح نے ایک ایک موتی کو باہر نکال کر ہمارے سامنے رکھا اور نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ (تبصرہ بر "شرح سلام رضا")

اس سے پہلے کہ مذکورہ کتاب کی علمی حیثیت و اہمیت اور افادیت کا جائزہ لیں آپ ایک اور تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ استاد العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب اپنی تقدیم میں حضرت شارح "سلام رضا" مفتی محمد خان قادری کا تعارف اس انداز میں کراتے ہیں۔ مفتی محمد خان قادری پڑھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم و دانش سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔ (یہاں استاذ العلماء قارئین کو آداب و ترتیب سلام کا طریقہ و سلیقہ بھی سکھاتے ہیں اور بتاتے

ہیں کہ حق سلام کیا ہے) وہ اس طرح گوہر باری کرتے ہیں "محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلاۃ وسلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔ انتہائی خلوص ومحبت اور ادب واحترام کے ساتھ باوضو سلام عرض کیا جائے۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے۔ پھر اہل بیت صحابہ کرامؓ اور پھر اولیاء عظام کی بارگاہ میں عرض کیا جائے۔ اور اب خود شارح سلام رضا کے قلم کے حوالے سے دیکھیں کہ ان کے حالات وواقعات کیسے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "صورت وسیرت نبوی پڑھنا، اس موضوع پر متعلقہ کتب ومسودات کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا۔"

(بحوالہ پیش لفظ، شاہکار ربوبیت از "شرح سلام رضا")

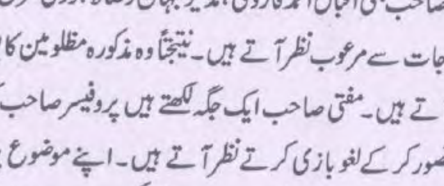
اس ضمن میں حضرت شارح کے شیخ طریقت کا عشق رسول ﷺ اور محبت رضا بھی قابل ذکر ہے۔ حضرت شارح موصوف رقمطراز ہیں ۱۹۸۲ء کی بات ہے مدینہ طیبہ کی حاضری سے قبل کراچی میں ہم اپنے شیخ طریقت، قطب وقت سیدنا طاہر علاء الدین قادری کی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ہم دربار رسالت میں کس طرح سلام عرض کریں۔ آپ نے فرمایا "وہ لوگ اگرچہ پسند نہیں کرتے مگر تم پڑھو...... "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"۔

(بحوالہ شرح سلام رضا)

عشق وعرفان رضا سے سرشار اپنے قلم سے فاضل شارح موصوف نے فنا فی الرسول اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی حقیقی اور روحانی ترجمانی کا حق جس خوبی ونفاست سے ادا کیا ہے وہ حد درجہ قابل ستائش ہے جیسا کہ قارئین کرام مذکورہ تاثرات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ یہ شرح اپنے اندر موجود بیش بہا مواد ومعنویت اور دوسری بے پناہ خوبیوں کی بدولت سیرت رسول اعظم ﷺ کے اکثر گوشے کو واضح و روشن کرتی ہے اس طرح یہ شرح، سیرت نبوی پر ایک معتبر کتاب کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ اپنی مبارک کاوشوں کے تحت حضرت شارح نے جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اور امام احمد رضا کی روحانی ترجمانی کے ضمن میں قرآن واحادیث کے ذخائر جمع کئے ہیں اور سیر وتفاسیر کے دفاتر سجائے ہیں نیز علمائے سلف کے دلائل واقوال نقل فرمائے ہیں وہ دیدنی ہیں۔

حدائق بخشش جس کا ایک حصہ سلام رضا ہے اس کی تحقیق، ترتیب، تخریج اور تشریح کے سلسلے میں ابتدائی کام تو حضرت صدر الشریعہ اور ان کے رفقاء نے کیا ہے مگر ان کے بعد علامہ شمس بریلوی نے قابل قدر بلکہ قابل تقلید خدمات انجام دی ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت علامہ اس کوشش میں کسی مقام پر خطا

بھی ہو گئی ہو مگر اس بنیاد پر ان کی نیک نیتی پر کسی قسم کی بدگمانی انتہائی مذموم حرکت ہے اور جہاں تک تعداد اشعار سلام رضا پر اختلاف کا سوال ہے تو اس سلسلے میں بھی "شرح سلام رضا" میں بحث اور وضاحت موجود ہے۔ مگر بہت افسوس ہے کہ پروفیسر کعبی نے اپنی کتاب "سلام رضا، تضمین و تفہیم اور تجزیہ" میں شعر "مرا بمدرسہ کہ برد" کے تحت تمام علمائے اسلام کا مذاق اڑایا ہے بالخصوص علامہ شمس بریلوی اور بشیر حسین ناظم کو "سلام رضا" کے سلسلے میں ترمیم و تحریف کا مرتکب قرار دیا ہے اور ظلم پر ظلم یہ کہ اس سازش میں ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری اور حفیظ تائب کو برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ اور اپنی بے جا تنقید کے تحت مفتی محمد خان قادری کی چھوٹی خطا کو بھی رائی کا پربت قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ کتابت اور کمپوزنگ کی غلطیوں کو بھی شارحین کے سر منڈھ کر اس پر تنقید کرنے لگتے ہیں۔ مفتی مطیع الرحمن رضوی نے اپنی کتاب "پروفیسر کعبی کی سلام رضا، تضمین و تفہیم اور تجزیہ کا تنقیدی جائزہ میں کعبی صاحب کی بے جا تنقیدات اور ان کی قلمی بے راہ روی پر دلچسپ گرفت کی ہے باوجود اس کے مفتی صاحب بھی اقبال احمد فاروقی، مدیر جہان رضا لاہور کی طرح خود بھی پروفیسر کعبی کے بھاری بھر کم حوالہ جات سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ نتیجتاً وہ مذکورہ مظلومین کا پورے طور پر دفاع کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ مفتی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں پروفیسر صاحب کتاب کی غلطی کو بھی متعلقہ شارع کی غلطی تصور کر کے لغو بازی کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے موضوع پر یہ کتاب بھی لائق مطالعہ ہے اسے ادارہ افکار حق بہار نے شائع کیا ہے۔ پروفیسر کعبی صاحب اپنی تنقید کے تحت بے جا تنقید کرتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ کسی کے نقش پر تنقیص کا پہلو نکالنا جتنا آسان ہے اس کے مقابلے نقاش بننا کتنا مشکل ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کعبی صاحب کی کتاب کے تقریظ نگار بھی مذکورہ لٹھ بازی کو وسعت دیتے نظر آتے ہیں۔



محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور شاہکار

"شرح سک متراں دی" چھپ گئی

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

نائب غوث الوریٰ تاجدار گولڑہ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے چودہویں صدی میں اُمت مسلمہ کے وہ رجل عظیم ہیں کہ جنہوں نے ساری زندگی ناموس رسالت کی سرحدوں کا پہرہ دیا اور عظمت ختم نبوت کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ قادیانی دجال کو عبرت ناک شکست سے دوچار فرمایا آپ کی شہرہ آفاق پنجابی نعت:

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

کو ہمیشہ سے مقبولیت عامہ حاصل رہی ہے لیکن علمۃ المسلمین اس کی حقیقی تفہیم سے تہی دامن تھے۔ یہ نعت تیرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ خداوند تعالیٰ کی توفیق خاص سے حضرت محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری نے اس پوری نعت شریف کی ایمان افروز شرح رقم فرمائی ہے۔ جو ۴۳۲ صفحات پر محیط ہے۔ اور اب بہت شاندار "گٹ اَپ" کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ آپ نے ہر شعر کے لیے الگ باب قائم کیا ہے اور اس کی ذیل میں وہ تمام اسرار و رموز بیان فرما دیئے ہیں جو حضرت تاجدار گولڑہ قدس سرہٗ کا مقصود و منشاء تھے۔

یہ آفاقی نعت واقعی عقائد کی اصلاح، روح کی جلا، ایمان کی حلاوت، حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی اور معرفت الٰہی کے حصول کا باعث بنتی ہے صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین گولڑوی نے بالکل بجا کہا ہے کہ ؎

کہنے کو تو نعتیں سب نے کہیں، یہ نعت نصیرؔ آفاقی ہے
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء کیا خوب کہا؟ سبحان اللہ

پیر نصیر الدین گیلانی نے اس شرح کی پسندیدگی کا اظہار کیا اور مسرت کے ساتھ حضرت

مفتی محمد خان قادری کو مبارکباد پیش کی ہے۔ جبکہ حضرت صاحبزادہ پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی گولڑوی نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ "جناب حضرت مفتی محمد خان قادری نے بے حد جانفشانی اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور اعلیٰ حضرت گولڑوی کی اس شہرۂ آفاق نعت کی نہایت جامع اور مکمل و مدلل تشریح تحریر کی ہے یہ ایک نادر علمی شاہکار ہے اس کتاب میں اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت شریف کے علمی و ادبی گوشے بھی اجاگر ہوئے ہیں اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و صورت مبارکہ کے بارے میں مستند حوالے بھی منظر عام پر آ گئے ہیں۔ کتاب اسرار الٰہیہ اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گنج بے بہا بن گئی ہے۔ علامہ صاحب نے ہر مصرعہ کے معنی بیان کرنے کے بعد اس کا علمی اور تاریخی پس منظر اور اس کے حوالے سے آیات و احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و جمہور علماء محدثین و علماء سیرت کے اقوال زریں کو علمی و تحقیقی انداز میں زینت قرطاس کیا ہے تاکہ یہ صرف شمع رسالت کے پروانوں کا سوز اور عشق زیادہ ہو بلکہ وہ اس ذریعے اور وسیلے سے جلوۂ حق تک رسائی بھی حاصل کر لیں۔"

پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی اور صاحبزادہ پیر سید غلام معین الحق گیلانی کے یہ تاثرات و خیالات کتاب کی حیثیت کے تعین کے سلسلہ میں عام قارئین کے لیے اہمیت کے حامل ہیں۔ واضح رہے کہ قبل ازاں حضرت مفتی محمد خان قادری نے امام اہل محبت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری کے مشہور زمانہ سلام

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کی شرح جو کہ۔۔۔۔۔شرح سلام رضا۔۔۔۔۔کے نام سے چھپی اور پاک و ہند سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، جسے عوام و خواص میں کمال شہرت نصیب ہوئی ہم اس عظیم کارنامہ پر حضرت مفتی محمد خان قادری کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کتاب بہترین کاغذ، شاندار طباعت، دیدہ زیب سرورق، مضبوط جلد کے ساتھ منصۂ شہود پر آئی ہے جس پر طابع محمد فاروق قادری بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کتاب کی قیمت ۱۹۰ روپے ہے اور حاصل کرنے کے لیے کاروان اسلام پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور کے ایڈریس یا فون نمبرز۔ 042-7580004، 5300353-4 پر رابطہ کیا جائے۔ جبکہ موبائل نمبر 0300-4407048۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، اگست ۲۰۰۵ء)

افتتاحی تقریب

تحریر: محمد تاج قادری

نامور عالم دین، مصنف اور دانشور مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ علم مومن کا ورثہ ہے اور ہم اپنی قوم کو جہالت کے اندھیرے گڑھوں سے نکالنے کا عزم کر کے میدان میں اترے ہیں۔ یہ درس گاہ امت مسلمہ کے مسائل کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کر رہی ہے وہ اٹھارہ ستمبر ۲۰۰۵ء کو اپنے ادارے کے نئے بلاک کی افتتاحی تقریب سے خطاب کر رہے تھے جس میں الحاج سہیل اقبال شیخ، ثاقب آفتاب، الحاج شوکت علی، الحاج محمد الیاس، حاجی محمد رمضان، قاری سید صداقت علی شاہ، ناصر محمود، ممتاز طاہر، حاجی محمد نواز، حاجی محمد طارق، الحاج محمد گلزار شیخ، خواجہ عبدالجلیل، آئی اے فاروق، شیخ عطاء الرحمن، مولانا محمد عباس فیضی، شیخ جاوید اقبال، الحاج عبدالرشید فاروقی، احمد فاروقی ایڈووکیٹ سمیت اہم شخصیات اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد نے شرکت کی۔ مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ اس وقت امت مسلمہ کے زوال کے اسباب پر غور وفکر کر کے ان کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ اسلامیہ لاہور مستقبل میں عصری اور قدیم علوم کے امتزاج کے حوالے سے مثالی درسگاہ ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے طلبہ پنجاب یونیورسٹی کو ٹاپ کر رہے ہیں اس وقت سائنس، ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر کی تعلیم ہمارے پیش نظر ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے احباب جو اس مادر علمی کے معاون ہیں میں ان کے لیے دارین کی کامیابیوں کا خواہش مند اور دعا گو ہوں میرا معاہدہ ہے کہ میں علم خرچ کروں گا آپ مال خرچ کریں ہماری کامیابی کا راز یہی ہے قبل ازیں ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ جامعہ اسلامیہ لاہور اس وقت ملک کی اہم دینی درسگاہ بن چکی ہے اور ساتھ ہی عظیم الشان تحقیقی مرکز بھی۔ ملک بھر کے محققین اور دانشور علمی معاملات میں اس مرکز کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور ان کی علمی پیاس بجھانے کا اہتمام ہوتا ہے اس ادارے کی لائبریری مثالی ہے۔ دنیائے عرب میں سیرت و میلاد، فقہ وتفسیر، تاریخ وفلسفہ پر چھپنے والا لٹریچر اس مرکز میں موجود اور محفوظ ہے۔ ماہنامہ سوئے حجاز ہر ماہ بڑی باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے جو اپنے قارئین کی توجہ اور دلچسپی کا سبب ہے انہوں نے کہا کہ آج حضرت مفتی محمد خان قادری کی محنت رنگ لا رہی ہے اور اس درس گاہ میں نونہالان قوم دولت علم سے اپنے

دامان قلب ونظر کو معمور کررہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ مستقبل قریب میں اس دینی مرکز کو اللہ رب العزت وقار اور احترام کی رفعتیں عطا فرمائے گا۔

قاری سیّد صداقت علی شاہ نے تلاوت قرآن کریم کے ساتھ گلہائے نعت پیش کیے۔ انہوں نے کہا کہ میں دنیا بھر میں قرآن کریم کی تلاوت اور حضور ﷺ کی نعت شریف کی خدمت کے لیے سفر کرتا ہوں مجھے یہ بات کہنے میں خوشی محسوس ہورہی ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ملنے والے اہل علم جامعہ اسلامیہ لاہور اور مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمیوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی آئندہ منصوبہ بندی اور پلاننگ سے متعلق استفسار کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ، برطانیہ اور عرب امارات تک اس مادر علمی کا فیض پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو صحت وسلامتی اور علمی ثقاہت کے ساتھ روحانی برکات عطا کریں وہ اس عہد میں ملت اور اُمت کا بہترین اثاثہ ہیں۔ افتتاحی تقریب میں جامعہ اسلامیہ کے سابق طلبہ مولانا حافظ محمد سلیم، مولانا حافظ محمد افضل، مولانا پیر محمد رضا، مولانا وسیم خان قمر، مولانا حکیم محمد مسعود، مولانا محمد نعیم نوری، سمیت مقامی علماء اور اہم شخصیات موجود تھیں۔

بعد ازاں جملہ شرکائے پروگرام کی ضیافت طبع کا اہتمام کیا گیا۔ بزم اسلامیہ کے عہدیداران وکارکنان نے بڑے سلیقے سے میزبانی کے فرائض ادا کیے۔

(ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، اکتوبر ۲۰۰۵ء)



جامعہ اسلامیہ لاہور میں

الشیخ السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی

کے اعزاز میں استقبالیہ

رپورٹ: اختر عباس سرگانہ

عالم عرب کے نامور عالم دین اور عظیم روحانی پیشوا فضیلت الشیخ السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات ۲ بجے دن جامعہ اسلامیہ لاہور میں تشریف لائے تو سربراہ ادارہ حضرت محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری نے ناظم اعلیٰ علامہ محمد خلیل الرحمن قادری، مدیر سوئے حجاز ملک محبوب الرسول قادری، جامعہ کے اساتذہ کرام اور طلبہ کے ہمراہ ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ طلبہ نے نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت اور اہلاً وسہلاً مرحبا کے پرجوش نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا، شیخ یوسف ہاشم رفاعی نے جامعہ اسلامیہ کی تاریخی لائبریری میں انہماک کے ساتھ کتابوں کا جائزہ لیا اور اسے پاکستان میں عربی لٹریچر کا اہم ذخیرہ قرار دیا اور پھر اپنے اعزاز میں دیے گئے استقبالیہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ جہاں قومی اسمبلی کے سابق رکن ظہیر عباس کھوکھر، رانا مبشر احمد، جامعہ اسلامیہ لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے رکن الحاج عبدالرشید فاروقی، حاجی محمد رمضان، جامعہ نعیمیہ لاہور کے سربراہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، حضرت شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ محمد شہزاد مجددی، سیالکوٹ کے بزرگ عالم دین مولانا محمد اشرف مجددی، الحاج عبدالعزیز گوندل، حاجی محمد رفیق رفاعی، حاجی عبدالرزاق رفاعی، علامہ محمد عمر رفاعی سمیت معززین علاقہ مقتدر علمی، سماجی، فلاحی، رفاعی شخصیات بھی موجود تھیں۔ شیخ یوسف ہاشم الرفاعی نے تفصیلی خطاب میں شرکائے پروگرام اور طلبہ کو ہدایات دیں اور نصیحتیں کیں۔ ان کے خطاب کا اردو ترجمہ علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے پیش کیا جس کا عنوان...... عالم اسلام کے مسائل اور ان کا حل...... تھا۔ شیخ رفاعی نے طلبہ کے تقاضے پر انہیں آٹو گراف دیے اور بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔ (محمد عمران عنصر قادری...... محمد ادریس خان سواتی)

جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے

زلزلہ زدہ علاقوں کے دورے

رپورٹ: ملک محبوب الرسول قادری

۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے صرف اسلامیانِ پاکستان کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری عالمی برادری کے لیے مشکلات پیدا کر دی اور ساری دنیا میں دکھ، گہرے صدمے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے بھرپور انداز میں متاثرین کی امداد و اعانت کا فریضہ نبھایا۔ جامعہ اسلامیہ لاہور کی انتظامیہ کے ارکان الحاج ثاقب آفتاب شیخ، الحاج سہیل اقبال شیخ، صاحبزادہ محمد فاروق قادری اور دیگر ارکان کے علاوہ نوجوانوں کی ایک کھیپ نے آزاد کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں جا کر متاثرین کے لیے دکھ درد بانٹنے کی کوشش کی ان میں خوراک، لباس، بستر، کمبل ادویات اور نقد رقوم تقسیم کیں۔ قبل ازیں اس کی کچھ تفصیلات ہمارے قارئین نے ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری نے دو مرتبہ ان علاقوں کا دورہ کیا۔ مفتی محمد خان قادری نے آزاد کشمیر کے صدر، وزیر اعظم، دیگر وزراء اور اربابِ اختیار سے ملاقاتیں کیں۔ نقد رقوم کے عطیات پیش کیے۔ انہوں نے دورے سے واپسی پر تفصیلات بتاتے ہوئے گہرے صدمے اور قلبی دکھ کا اظہار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم ۲۳ اکتوبر کو مرکز اہل سنت پاکستان کے صدر مولانا احمد علی قصوری اور مولانا محمد نعیم نوری کے ہمراہ آزاد کشمیر کے دو روزہ دورے پر روانہ ہوئے۔ وہاں ہم نے چیئرمین ریلیف کمیٹی ملک محمد نواز خان (وزیر مال)، ارکان ریلیف کمیٹی راجہ نصیر محمد خان وزیر موکل گورنمنٹ، ثناء اللہ قادری ڈپٹی سپیکر، چوہدری طارق فاروق وزیر مواصلات، عامر غفار رکن وزیر بلدیات، حافظ حامد رضا وزیر اوقاف، راجہ فاروق صدر معاون خصوصی وزیر اعظم اور راجہ نثار احمد خان وزیر قانون و پارلیمانی اُمور سے ملاقاتیں کیں۔ وزیر اعظم اور وزیر اوقاف کو پچاس پچاس ہزار روپے کے عطیات پیش کیے جبکہ علامہ احمد علی قصوری نے سادات کرام کی اعانت کے لیے نقد رقوم بھی پیش کیں۔ علامہ احمد علی قصوری نے اس دورے کے حوالے سے اپنے تاثرات یوں قلم بند کئے۔

"ایک سمت ہمارا یہ قافلہ کوہالہ سے آگے مظفر آباد روڈ پر چھتر کلاس سٹاپ سے ۳۰

میل پہاڑوں کے اوپر ڈنہ، بگنہ، کڑیاں، ترنگڑ اور چنارہ کی آبادیوں تک پہنچا، جہاں اب تک کوئی سرکاری یا غیر سرکاری فرد نہیں پہنچا تھا اور لوگ بے یار و مددگار پڑے تھے۔ الحمد للہ! متاثرین میں آٹا، گھی، چینی، چاول، کھجوریں، چائے چنے اور کپڑوں کے علاوہ خیمے، کمبل، گیس بھرے سلنڈرز، سٹیل کے برتن، ہتھوڑے، چھینیاں، بیلچے، کدالیں، رسے، کسیاں، جوگرز، تھرموس، موم بتیاں، ماچسیں وغیرہ لاکھوں روپے کا سامان تقسیم کیا، دوسری سمت ہم نے خاص مظفر آباد پہنچ کر عوام کے ساتھ ساتھ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سکندر حیات، وزیر اوقاف صاحبزادہ حامد رضا، ڈپٹی سپیکر نثار احمد قادری، وزیر مواصلات چودھری طارق فاروق، وزیر صحت چودھری مسعود خالد، ممبران اسمبلی سردار عتیق احمد خان، سید غلام مرتضیٰ گیلانی، علماء و مشائخ اور معززین سے ملاقات کیں اور ریلیف کے سامان کے علاوہ نقدی کی صورت میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ وزیر اعظم اور ان کی کابینہ سے ملاقات میں بندۂ عاجز نے دو تجاویز کو خصوصی اہمیت دینے کی اپیل کی کہ وہ انہیں اپنے طور پر حکومت پاکستان کے مقتدر حضرات تک پہنچائیں۔ اولاً یہ کہ رضا کارانہ خدمات کے لیے پاکستان کے نوجوانوں کو دعوت دیں جو کہ ہزاروں کی تعداد میں اس وقت مل جائیں گے، ثانیاً یہ کہ مختلف متاثرہ آبادیوں کو ایک ایک علاقہ کی بنیاد پر ان کی بحالی اور تعمیر نو کا کام پاکستان کے بڑے بڑے شہروں کراچی، حیدر آباد، ملتان، لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ وغیرہ کے سپرد کر دیں۔ زمین مہیا کرنے، نقشے بنانے اور نگرانی کے فرائض حکومت ادا کرے اور مکانوں، ہسپتالوں، سکولوں، کالجوں، مسجدوں، مارکیٹوں وغیرہ سمیت تعمیر کا کام ان شہروں کے مکینوں کے سپرد کر دیں، کو وہ یہ سب کچھ کر گزریں گے کہ فی الوقت جذبہ بیدار ہے الحمد للہ! رضا کاروں کی بھرتی کا کام شروع کر دیا گیا ہے جب کہ دوسری تجویز کی طرف اہل اقتدار نے توجہ نہیں فرمائی، پتا نہیں کیوں۔"

معروف قادر الکلام شاعر سید عارف محمود مہجور رضوی نے متاثرین زلزلہ کے حوالے سے چند قطعات لکھے ہیں وہ موقع کی مناسبت سے پیش خدمت ہیں۔

کیوں آئی ہے افتاد، کوئی آ کے سُجھا دے
کیوں ہم ہوئے برباد، بتائے ہمیں دنیا

اے کاش کوئی آ کے یہاں گھنٹی بجا دے
ملنے سے رہی آج تو مکتب ہی سے چھٹی

پانی کے لیے کل کا سخی آج صدا دے
دو وقت کی روٹی کے لیے ترسیں تونگر

یا رب کوئی محتاج نہ ہو تیرے جہاں میں　　تقدیر کسی کو نہ زمیں پر یوں گرا دے
توبہ کے لیے حاضر درباد ہیں بندے　　مقبول دعا جس سے ہو وہ عجز سکھا دے
حاصل ہو خدایا تری ہر لمحہ حفاظت　　ہرگز نہ غضب تیرا کبھی ہم کو سزا دے
بے یار و مددگار نہ ہو کوئی کہیں بھی　　قسمت میں کسی کی نہ ہوں آفات کے سائے
اللہ کرے دہر میں ہو کوئی نہ بے بس　　"تقدیر کسی کو بھی برے دن نہ دکھائے"
کھاتی ہے ہزاروں کو بیک وقت تو ڈائن　　یکساں ہیں ترے واسطے سب اپنے پرائے
بھرتا ہی نہیں پیٹ ترے کا کبھی دوزخ　　اے موت تری، موت ہی اب بھوک مٹائے
ہے موت کا منظر تو قیامت کا سماں ہے　　پھیلا ہوا آہوں کا بہر سمت دھواں ہے
یہ عید نہیں دید کے قابل ہی کسی کی　　افسردہ دل وجاں ہیں ہر اک لب پہ فغاں ہے
کل تلک تھے جو نظر میں، آج ہیں غائب سبھی　　غیر ممکن ہے کہ ہو پھرے مقدر ان کی دید
زخم تازہ ہو گئے ہر اک کٹے دل کے ہیں آج　　سوگواری میں اضافہ کا بنی موجب ہے عید

مفتی محمد خان قادری متاثرہ علاقوں میں سادات کرام اور علماء کرام کی اعانت و بحالی کے لیے خصوصی طور پر مصروف جہد ہیں خداوند تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرما کر شرف قبول بخشے۔ بلاشبہ یہ ایسا اقدام ہے کہ جس کی طرف ہر باشعور صاحب خیر کو متوجہ ہونا چاہیے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء)



سانحہ بادشاہی مسجد اور عظمت نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

عالمگیری جامع مسجد لاہور سے حضور ﷺ کے نعل مبارک کی چوری کے سانحہ کو کئی ماہ کا عرصہ بیت چکا ہے اور اس وقت تک کسی طرف سے اس کی بازیابی کی کوئی خبر موصول نہیں ہو رہی ہے "تحفظ ناموس رسالت محاذ" خصوصاً اور وطن عزیز کے کونے کونے میں بسنے والے اہل ایمان عموماً نعلین مبارک کی بازیابی کے لیے بے چین اور مضطرب ہیں۔ احتجاجی مظاہرے، جلسے، جلوس، قراردادیں، ارباب اختیار سے ملاقاتیں، اصحاب اقتدار کو زبانی وتحریری یادداشتیں، خطوط، درخواستیں اور اخباری بیانات وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کاروائیوں پر بھی مختلف آراء گردش کر رہی ہیں ایک طرف نعلین پاک کی چوری کے واقعہ کو اسلام دشمن قوتوں کی سازش قرار دیا جا رہا ہے تو دوسری طرف محکمہ اوقاف اور دیگر سرکاری افسران کی ملی بھگت اور مالی ومادی مفادات کا حصول بھی قرار دیا جا رہا ہے اسی طرح نعل مبارک کی بازیابی کے لیے شروع کی گئی تحریک اور جہد مسلسل کو خالصتاً ایمانیات کی آواز بھی کہا جا رہا ہے اور کچھ سرکاری یا سرکار نواز حلقے بعض حضرات کی ذاتی انا کا مسئلہ بھی قرار دے رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کا نعل مبارک مملکت خداداد پاکستان کے لیے ایسی نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ ہی کوئی نعم البدل، عالمگیری مسجد سے اس عظیم اثاثے کی گمشدگی لامحالہ طور پر اہل وطن کو ذہنی، قلبی اور روحانی کرب میں مبتلا کرنے کا باعث ہے جس کا ہر حال میں واپس لوٹنا ازبس ضروری ہے اس سلسلہ میں احتجاج ہر صاحب ایمان کا بنیادی حق اور نعلین مبارک کی بازیابی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اتنے نازک اور انتہائی حساس مسئلہ کو ذاتی اناؤ، دنیاوی مفادات کا نام دینا اور الفاظ کی جنگ کی بھینٹ چڑھانا ہرگز روا نہیں۔

گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل (ر) خالد مقبول نے گورنر ہاؤس لاہور میں تحفظ ناموس رسالت محاذ کے نمائندہ وفد، محکمہ اوقاف کے ذمہ داران اور دیگر سرکاری افسران کی موجودگی میں برملا طور پر نعلین

مبارک کی بازیابی میں غیر معمولی تاخیر کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور جلد بازیاب کرانے کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ اربابِ اقتدار کی نیتوں پر شک نہ کیا جائے آخر ہم بھی مسلمان ہیں اور ہمیں بھی حضور ﷺ کی شفاعت درکار ہے اس بات اور ملاقات پر راقم گواہ ہے۔ گورنر نے کہا کہ قوم بہت جلد خوشخبری سنے گی کاش! ایسا ہو جائے۔ مگر تادمِ تحریر ایسی کوئی خوشخبری قوم کو نہیں سنائی گئی۔ اس سلسلہ میں تحفظ ناموس رسالت محاذ نے ۲ ستمبر ۲۰۰۲ء کو ہمدرد سنٹر لٹن روڈ لاہور میں ۲ بجے دن ایک عظیم الشان عظمت نعلین مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا اہتمام کیا۔ جس کی صدارت محاذ کے سربراہ اور نامور محقق و مصنف مولانا مفتی محمد خان قادری نے کی۔ سید شاہد علی گردیزی اور مولانا محمد قاسم علوی نے نظامت و نقاہت کے فرائض ادا کیے محترم قاری لیاقت علی نے تلاوت کلام مجید اور حافظ محمد دستگیر نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مولانا حسن رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور نعتیہ کلام پیش کیا۔

نگاہ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں — لیے ہوئے دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا — ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور — تو پھر کہیں ہم بھی کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں — انہی کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

صدر مجلس مولانا مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ نعلین پاک کی بازیابی کے لیے تحفظ ناموس رسالت محاذ کی یہ تحریک کوئی سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ کائنات کی سب سے بڑی متاع حضور ﷺ نعلین پاک جو ہمیں نصیب تھی اس سے محرومیت پر صدائے احتجاج ہے اور جب تک نعلین پاک واپس مل نہیں جاتے یہ تحریک جاری رہے گی انہوں نے اعلان کیا کہ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۲ء بروز پیر صبح ۹ بجے جامعہ نعیمیہ لاہور میں پنجاب کی سطح پر علماء و مشائخ کا ایک مشاورتی اجلاس ہوگا اور ہم ۲ بجے علماء کنونشن منعقد کریں گے۔ مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ بے شک ہم کمزور ہیں مگر یاد رکھنا کہ ہمارا سہارا بہت مضبوط ہے ہم اپنے کریم آقا اور ساری کائنات کے والی ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے میدان میں اُترے ہیں۔ قبل ازاں مجاہد اسلام پیر محمد افضل قادری نے نہایت پرجوش، علمی تحریکی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر متقدمین اور متاخرین متفق ہیں کہ روضہ اطہر میں حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ مس ہونے والی مبارک مٹی زمین و آسمان کے تمام مقدس مقامات حتیٰ کہ عرش معلی سے بھی افضل ہے تو چونکہ نعلین مبارک کو بھی سرکار دو عالم ﷺ کے قدمین مبارک سے مس ہونے کا شرف بارہا طور پر نصیب ہوا ہے اس لیے اس کے بابرکت ہونے اور متبرک ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں۔ انہوں نے قرارداد

منظور کروائی کہ اگر حکومت نعلین پاک برآمد نہیں کرواسکتی تو صدر مملکت اور گورنر پنجاب دونوں مستعفی ہو جائیں انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر نعلین مبارک برآمد نہ کیا گیا تو پھر یہ تحریک بین الاقوامی صورت اختیار کر جائے گی۔ گورنر ہاؤس کے بعد ایوان صدر کے سامنے مظاہرے ہوں گے برطانیہ اور امریکہ میں احتجاجی سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اپیل کی کہ اہل سنت کی تمام تنظیمیں اس مقصد کے لیے اٹھ کھڑی ہوں دعوت اسلامی چونکہ نقش نعلین مبارک سے بہت زیادہ پیار کرتی ہے اور اس کا اظہار بھی بار بار کرتی ہے مولانا محمد الیاس قادری کی سربراہی میں وہ بھی نعلین پاک کو برآمد کرانے کے لیے میدان میں اترے کیونکہ یہ خالص دینی معاملہ اور اہم مسئلہ ہے۔ نامور سکالر ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی نے کہا کہ ہم تبرکات کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور نعلین شریف کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ یہ مبارک تبرک واپس آ گیا تو دیگر تبرکات بھی محفوظ رہیں گے حکمران اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ نتیجہ خیز کارروائی عمل میں لائیں۔

ڈاکٹر مولانا محمد اشرف آصف جلالی، مولانا سید خرم ریاض، مولانا احمد علی قصوری، مولانا نور الٰہی چشتی گولڑوی، مولانا عارف جاوید، راقم الحروف (ملک محمد محبوب الرسول قادری) مولانا صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی، ڈاکٹر محمد شاہد، بشیر حسین نظامی، مولانا محمد اشرف سعیدی، مفتی مزمل حسین، حاجی امداداللہ، مولانا محمد رفیق رضوی، مولانا نزاکت حسین گولڑوی، قاری محمد خان قادری اور سید غلام دستگیر شاہ سمیت متعدد مقررین نے خطاب کرتے ہوئے نعلین مبارک کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا۔ مقررین نے کہا کہ ہماری تحریک کسی شخص یا محکمہ کے خلاف نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ اہم دینی فریضہ ہے جس کے ذریعے ہم تبرکات اور آثار کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں ہماری نیتیں سیدھی اور سمت درست ہے معاملہ کو اُلجھانے اور بحث و مباحثہ کی راہ اختیار کرنے کے بجائے حکمران نعلین پاک کو واپس لائیں ہم اس نعل پاک کی واپسی کے علاوہ کوئی اور پیش کش ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ مقررین نے کہا کہ منبر و محراب سے اُٹھنے والی تحریک کبھی ناکام نہیں ہوتی کیونکہ اس کے پیش نظر کسی کی ذات نہیں بلکہ دینی نظریات کی بالادستی ہوا کرتی ہے حصول مقصد تک احتجاج ہمارا حق اور ہمیشہ تقدیس رسالت کی جدوجہد ہماری ترجیح ہے۔ عالمی صیہونی سازشیں ملت مسلمہ کے ضمیر کو ٹٹول رہی ہیں اور اس کی دینی و ملی غیرت کو چیلنج کر رہی ہیں۔ اس لیے ہمیں عملی طور پر وحدت و اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ ان سازشوں کو ناکام بنانا ہوگا۔ مقررین نے نعلین پاک کے مسئلہ پر پرنٹ میڈیا کی کارکردگی کو سراہا اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے الیکٹرانک میڈیا کو بھی اپنا کردار ادا کرنے کی طرف متوجہ کیا مقررین نے اس عزم کا اظہار کیا کہ یہ تحریک نعلین پاک کی برآمدگی تک مرحلہ وار اور مسلسل جاری رکھی جائے گی۔ (ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء)

قطعہ تاریخ اشاعت

محافل میلاد اور شاہ اربل رحمہ اللہ

تحقیق، حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مدظلہ

مرحبا مرحبا مفتی خوش خصال — ذات ہے آپ کی پیکرِ صد کمال
فاضل جملہ ماثور و منصوص ہیں — ہے قلم آپ کا بے بدل، بے ہمال
آپ کا یہ مقالہ ہے خاصہ کی چیز — دیکھ کر اس کو سب ہوں گے شاد و نہال
تذکرہ ہے یہ اس مردِ ذی جاہ کا — عبدِ صالح تھا جو خوش ادا، خوش جمال
شاہِ اربل تھا وہ نیک دل حکمراں — صاحب زہد و تقویٰ تھا، شیریں مقال
اس کا سرمایہ تھا عشق شاہِ شہاں — تھی میسر اسے قربتِ ذوالجلال
اس کو ملتا سکوں ذکر سرکار سے — اس پہ تنقید کرنا ہے راہِ ضلال
جو کہے اس کو عیاش و ارذل سیر — اس کی تقدیر کا ہے نوشتۂ زوال
اہلِ ایماں ہیں مسرور پا کر اسے — قلبِ باطل کو ہونے لگا اختلال
تھی ضرورت بڑی اس کی اس دور میں — حبذا آپ کو اس کا آیا خیال

لکھ دو سال رسا اس کا فیض الامینؔ
"سیرتِ شاہ اربل فقید المثال"

۲۰۰۵ء

نتیجہ فکر......صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی مونیاں شریف ضلع گجرات

''سُوئے حجاز''

پروفیسر محمد اکرم رضاؔ

یہ رسالہ سر بسر ہے باعث عز و وقار
اس سے ہر دل ضوفگن ہے، ہر نظر ہے تابدار
منبعٔ انوارِ قرآں، نام ہے ''سوئے حجاز''
اس سے ملتا ہے دلوں کو عشق احمدؐ کا وقار
سرپرستی حضرت مفتی محمد خان کی
جن کے لطفِ خاص سے یہ بن گیا عظمت شعار
اور مدیر اس کے ہیں محبوب رسول قادری
صاحب تحقیق، ہاں حسن تدبر کا نکھار
یہ رسالہ منفرد ہے، علم کی تصویر ہے
ہے یہ گلدستہ، ہویدا اس سے ہے دیں کی بہار
عشق سلطانِ عرب کی عام کر کے چاندنی
قلب اور جاں کو عطا کرتا ہے رحمت کا قرار
نظم ہو یا نثر ہو، نعتِ نبی ﷺ یا حمد ہو
ہے مقالاتِ حسیں سے اس کا دامن زر نگار
اس کے مندرجات میں تحقیق کی جلوہ گری
اس کی تحریروں میں ہے فکر و تدبر کا وقار
اور ''ملاقاتوں'' کی اس میں ضوفگن ہے طرحِ نو
جس سے ہوتی ہے بزرگوں کی بلندی آشکار
یہ جریدہ ہے مرصع علم کے انوار سے
اس کے جلوؤں سے سدا ہو نور ایماں آشکار
ہے دعا اپنی رضاؔ یہ خالق کونین سے
ہو ہمیشہ یہ جریدہ کامیاب و کامگار

(ماہنامہ سوئے حجاز، دسمبر ۲۰۰۹ء)

خراج تحسین

ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور نومبر ۲۰۰۹ء کا گوشۂ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

"شاعر مشرق کے جشن ولادت پر خصوصی تحریریں"

مدیر اعلیٰ: مکرمی محمد خلیل الرحمن قادری

مدیر: مکرمی ملک محمد محبوب الرسول قادری

قطعۂ تاریخ (سالِ طباعت)

اے خوشا "سوئے حجاز" آیا تو اس میں دیکھے
کچھ مضامین بہ عنوان محمد اقبال

عشق محبوب حق و ادب نبیٔ حق سے
پُر ہے افکار کا دامان محمد اقبال

شاعر مشرق و نغمہ گر جان رحمت
کیا مقام اس کا ہے کیا شان محمد اقبال

پیش اس پاک وطن کا کیا اس نے خاکہ
ہم پہ لاریب ہے احسان محمد اقبال

تازہ و خوب و مہک بار رہے گا دائم
علم کا، فقر کا بستان محمد اقبال

بے حساب اس کے خریدار کہ سودا ہے کھرا
مرجع دہر ہے دکان محمد اقبال

یوں جو ہے مطلعِ انوار میری بزم سخن
اس کی تنویر ہے لمعان محمد اقبال

باادب ایک قلم کار ہے محبوب رسول
یکے از حزب محبانِ محمد اقبال

پیش اس نے کیا ہے خوب، بڑی چاہت سے
منظر زینت ایوان محمد اقبال

میں نے تاریخ مسرت سے کہی ہے اس کی
"مرحبا، بادۂ فیضان محمد اقبال"

۱۴۳۰ھ

"افکار اقبال کا خوشہ چین"

۱۴۳۰ھ

نتیجہ فکر

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

(ماہنامہ سوئے حجاز، دسمبر ۲۰۰۹ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"چراغِ راہ شرع طیبہ"

۲۰۰۶ء

کتب گھر جامعہ اسلامیہ کا
معارف کا چمن ہے درحقیقت
نفیس و نادر و نافع کتابیں
فراہم کی گئیں اس میں بہ کثرت
جمال و حسن اس کا ذہن افزا
نظر افروز اس کی زیب و زینت
محمد خان صاحب قادری کی
نمایاں اس سے ہے علمی فضیلت
وہ سرمایہ ہیں حزبِ دین حق کا
متاع کاروانِ اہلِ سنت
بحمد اللہ، مجھے بھی آج طارق
ملی اس کی زیارت کی سعادت
کہی تاریخ اس عز و شرف کی
سروش غیب نے کی ہے اعانت
نہیں بے جا اگر اس کو کہوں میں
"سہیل علم و راہ شہرِ حکمت"

۱۴۲۷ھ

۱۹ مارچ ۲۰۰۶ء لاہور

طارق سلطانپوری

(ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ء)

گلہائے تحسین وتبریک

خصوصی شمارہ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

تحفظ ناموسِ رسالت نمبر

۱۴۲۷ھ

نقشِ حشمتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت طارق سلطانپوری

جرائد چھپ رہے ہیں آج عمدہ — بہ حسنِ اہتمام اہل سنت
عقائد کی بخوبی ہو رہی ہے — بہ شرق و غرب تشہیر و اشاعت
مواد ان کا مفید و علم افزا — بہ ظاہر اور بہ باطن خوب صورت
جدیدِ اذہان بھی ان سے اثر گیر — وہ اپنی بات کہتے ہیں بہ حکمت
مناسب ہے یہی اسلوب تحریر — ہے مستحسن یہی اندازِ دعوت
اہم "سوئے حجاز" ان میں ہے پرچہ — پسندیدہ ہے جس کی جامعیت
تنوع میں ہے، وہ لاریب یکتا — مثالی ہے نفاست اور ندرت
جو تحقیقی مضامین اس نے چھاپے — نمایاں تر ہے ان کی قدر و قیمت
محبِ دین و اہلِ دین ہے وہ — وہ ہے ہمدرد ملک و قوم و ملت
مسائل پر نظر اس کی ہے گہری — مسلم اس کی رائے کی اصابت
وہ قرآن و خبر کی روشنی میں — کرے ہے، اپنے موقف کی حمایت
علم بردار اسلامی ادب کا — سیاست اس کی ہے دینی سیاست
فلاح و خیر کا ہے وہ مبلغ — ہیں صالح اس کی اقدارِ صحافت
وہ ہے اسلاف کے شیوہ پہ عامل — یہ اس کا امتیاز اس کی سعادت

☆☆☆

نکالے پیشتر بھی خاص نمبر — نہایت شاندار حسب ضرورت
افادیت کی، جن کی عمدگی کے — ستائشِ گر ہیں ارباب بصیرت

کیا شائع یہ نمبر بھی خصوصی — رکھی ہے برقرار اپنی روایت
کیا اس خاص نمبر سے ہویدا — مقام والا شان جان رحمت
علو کیا ہے حبیب کبریا کا — ہے کیا ذکر مہ طیبہ کی رفعت
ہے کیا نام محمد ﷺ کی بزرگی — ہے کیا توقیر ناموسِ رسالت
محبان نبی چاہیں گے اس کو — سراہیں گے اسے عشاق حضرت
ملک محبوب صاحب قادری کی — یہ ہے اک قابل تحسین خدمت
رکھیں جائیں گے بزم عشق میں یاد — اس اعلیٰ کارنامے کی بدولت
طباعت کی اہم نمبر کی تاریخ — ہے "بابِ عظمتِ سلطانِ اُمت"

٢٠٠٦ء

"حریص فیض مصطفیٰ"

١٤٢٧ھ

(ماہنامہ سُوئے حجاز، اگست ٢٠٠٦ء)



یادگارِ اسلاف، مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر، خطیب وادیب

محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کے آئینے میں

تحریر: ملک آکاش شکیل اعوان

ماہنامہ سوئے حجاز لاہور میں شائع ہونے والے بعض خطوط ومکاتیب کے مطالعہ سے یہ احساس قوی ہوتا چلا جاتا ہے کہ دنیائے علم کے نامور اور متعدد شخصیات نے ان کی گراں قدر ہمہ جہت خدمات اور ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کی علمی وتحقیقی حیثیت کے اعتراف میں زریں خیالات کا اظہار کیا۔ ایک انتخاب پیش نظر ہے:

بات پذیرائی کی......

چوبیس سالہ تاریخ میں اہل علم وفضل کے ایڈیٹر کے نام چند منتخب خطوط

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور میں آپ نے جس تفصیل سے فقیر کا انٹرویو شائع کیا ہے وہ آپ کی محبت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ اللہ رب العالمین اس کو شرف قبول بخشے اور اجر عظیم عطا کرے۔ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام پیش فرمائیے گا ان کے علمی کام اہل سنت کے لیے بنیادیں فراہم کرتے ہیں ایسے علماء ہمارا بہترین اثاثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیق عطا فرمائے۔ (۲۹ اپریل ۲۰۰۱ء)

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

سوئے حجاز کی آمد اپنے ساتھ میرے لئے خوشی کا پیغام بھی لاتی ہے۔ آپ جس تفصیل اور

شرح صدر کے ساتھ اس میں اہلسنت کے عقائد و معمولات کا پرچار کرتے ہیں وہ قابل مبارک باد اور دیگر سنی رسائل کے لیے مشعل راہ ہے۔ مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب کی تحریریں اور تراجم بہت عمدہ اور نفیس ہیں۔ عرب علماء سے رابطے بھی ان کے مستقبل کو روشن کریں گے۔ جو ہرآباد جائیں تو ملک صاحب کو سلام پیش کریں۔ (۱۳ فروری ۱۹۹۹ء)

علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ شاہ والا شریف، خوشاب)

ماہنامہ "سوئے حجاز" کا تازہ ترین شاندار شمارہ نظر نواز ہوا، دل باغ باغ ہو گیا، ماشاء اللہ مضامین کا روح روز افزوں ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ارفع نگارشات قابل صد تحسین اور سزاوار ہزار آفرین ہیں حضرت موصوف کا قلم، اہل علم کے دماغوں پر راج کرتا دکھائی دیتا ہے۔ **اللھم زد فزد۔** تصوف اور ختم نبوت پر مضامین خصوصی اہمیت کے حال ہیں۔ (اپریل ۲۰۰۱ء)

رائے محمد نواز کھرل (چیف ایڈیٹر ماہنامہ "اخبار اہل سنت" لاہور

مختصر عرصہ کے عارضی تعطل کے بعد ماہنامہ "سوئے حجاز" نے ایک بار پھر نئی آب و تاب اور نئے آہنگ کے ساتھ اپنا صحافتی سفر شروع کر کے علمی و فکری حلقوں کو متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ "سنی صحافتی دنیا" کو خوشگواریت بھی عطا کر دی ہے۔ سنی صحافت کے آسمان پر آفتابوں اور ماہتابوں کی طرح چمکنے والے رسائل کی کہکشاں میں "سوئے حجاز" کی جگمگاہٹ اور چمک دمک نمایاں ہی نہیں، منفرد بھی ہے۔ (اپریل ۲۰۰۱ء)

علامہ ملک محمد شہزاد مجددی (دارالاخلاص، لاہور)

سوئے حجاز جنوری و فروری نظر نواز ہوا۔ ماشاء اللہ ایک نیا ولولہ، تازہ عزم اور صدق جذبات اس کی تازہ اشاعت کے پس منظر میں کارفرما نظر آئے آپ کا حسن ترتیب اور ذوق تہذیب دونوں ہی لائق ستائش ہیں۔ آپ کے زیر ادارت "سوئے حجاز" اپنے علمی و فکری اہداف کی طرف بطریق احسن گامزن رہ کر فیوضات حجاز کو اہل محبت تک منتقل کرتا رہے۔ (۲۰۰۱ء)

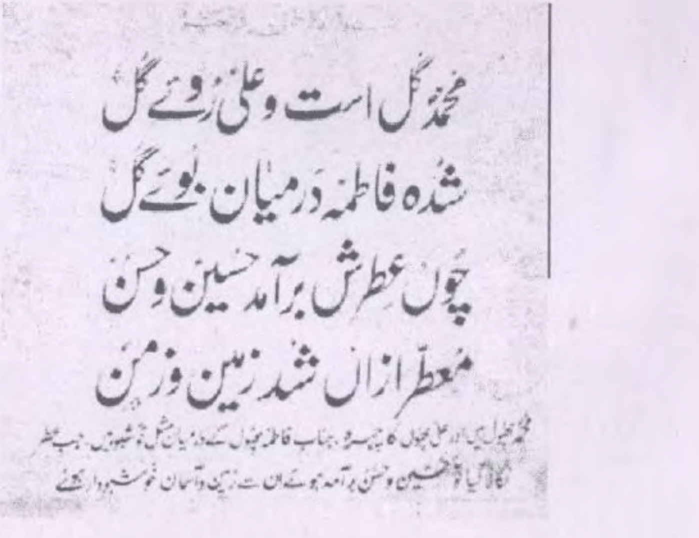
مجاہد ختم نبوت صادق علی (ننکانہ صاحب)

ماہ مارچ ۲۰۰۱ء کا ماہنامہ "سوئے حجاز" موصول ہوا جو آپ کی انتظامی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہر ذوق کے قارئین کے لئے علمی و تحقیقی تحریروں سے مزین مجلہ پر ادارہ سوئے حجاز کی پوری ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پر ابن عثیمین نجدی کے بے جا اعتراضات اور علامہ شیخ عیسیٰ بن مانع کا علمی محاسبہ، بلاشبہ خاصے کی چیز ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں ہدیہ مبارک باد پیش فرمادیں۔

پروفیسر محمد ہمایوں عباس شمس

"سوئے حجاز" علمی و فکری رجحانات کا آئینہ دار ہے چند تجاویز پیش خدمت ہیں مقالہ نگار کے نام کے ساتھ اس کا مختصر تعارف شامل کریں۔ حضرت مفتی صاحب کا ایک خطاب ہر ماہ شامل اشاعت ہو۔ تبصرۂ کتب پر خاص توجہ دی جائے۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کو ضرور رسالہ جاری کیا جائے جن مقالہ نگاروں کے مضامین شامل ہوں ان کو پرچہ ضرور جاری کیا جائے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ آپ جس پر چاہیں میں مضمون لکھ سکتا ہوں۔

(ماہنامہ سُوئے حجاز لاہور، جنوری 2019ء)



خصوصی ضمیمہ

حضرت محقق العصر۔۔۔۔۔۔ مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ، مشاہدات وتاثرات

علامہ سراج الدین امجد

آئینہ تصنیفات حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ





ماہنامہ سوئے حجاز لاہور
حضرت محقق العصر نمبر

حضرت محقق العصر۔۔۔۔۔۔

مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ، مشاہدات وتاثرات

تحریر: سراج الدین امجد

محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری (۱۹۴۹ء۔ ۲۰۲۰ء) سے اجمالی تعارف تو اسی کی دہائی میں ماہنامہ "منہاج القرآن لاہور کے صفحات سے ہو گیا تھا لیکن اس وقت نہ ان کے علمی تبحر کا کچھ اندازہ تھا نہ شخصی محاسن کا۔ ۱۹۸۹ء میں پاکستان عوامی تحریک کے قیام کے ہنگام تحریک منہاج القرآن کے بانی اراکین میں سے جو شخصیات اصولی موقف پر تحریک سے علیحدہ ہوئیں ان میں حضرت مفتی صاحب ایک قدآور نام تھے تاہم آپ کی تابناک شخصیت پوشیدہ ہی رہی یہاں تک کہ نوے کی دہائی کے ایک انٹرویو کی بنا پر آپ کے کمالات علمی کا کچھ اندازہ ہوا۔ نوے کے عشرے میں ہفت روزہ ندائے ملت لاہور نے حضرت مفتی صاحب کا تفصیلی انٹرویو شائع کیا۔ یہ انٹرویو کیا تھا علمی گہرائی، تفقہ، سیاسی بصیرت، اسلاف شناسی، طبعی سادگی اور جرات رندانہ کا گویا حسین امتزاج تھا جو مجسم شکل میں مفتی صاحب کے روپ میں ہمارے سامنے تھا۔ پہلی دفعہ کسی سنی بریلوی عالم کے منہ سے حجاز وشام کے علماء کا تذکرہ سنا۔ بعد میں بارہا دیکھا اور پڑھا کہ کس طرح آپ نے ان علماء کی تحقیقی کتب تراجم کے ذریعے پاکستانی سنی حلقوں تک پہنچائیں۔ عرب کے غماری خاندان کے علماء کے افکار ونظریات ہوں یا محدث حجاز سید علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۴ء۔ ۲۰۰۴ء) کے معارف علمی، حضرت شیخ سید ہاشم الرفاعی (کویت) ۱۹۳۲ء۔ ۲۰۱۸ء کی روحانی کاوشیں اور اتحاد بین المسلمین ایسی مساعی ہوں یا ڈاکٹر عبدہ یمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۰ء۔ ۲۰۱۰ء) کی اہل بیت اطہار کے لیے عقیدت کیشی، امام العصر مجدد دوراں شیخ بدر الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۵ء) کی محدثانہ نکتہ آفرینیاں ہوں یا محدث شام شیخ عبداللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۴ء۔ ۲۰۰۲ء) کی علوم نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر ایمان افروز تحقیقات، ان سے تعارف حضرت مفتی صاحب کے توسط اور تراجم کتب سے ہی ہوا۔

خیر تذکرہ ہو رہا تھا مفتی صاحب کے انٹرویو کا۔ چھوٹے چھوٹے جملے دانش نورانی کا مرقع معلوم ہوئے۔ نفاذ اسلام کے سوال پر بے ساختہ جواب کہ "مولانا پورا اسلام تو کسی مدرسہ میں نافذ نہیں تو

ملک میں کیسے ہوگا" آج تک نہیں بھولا۔ اسی طرح مشت بھر سے کم ڈاڑھی کے لیے فاسق وفاجر کے فتویٰ پر نظر ثانی کا موقف نہ صرف ان کی اجتہادی بصیرت کا اظہار تھا بلکہ اکابر سے دلائل کی بنیاد پر جرأت اختلاف کا حسین مظاہرہ بھی۔ اس انٹرویو کے بعد مفتی صاحب کی کتب خریدیں اور مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ تاہم ابھی ملاقات نہ تھی۔ حتیٰ کہ آپ کی ایک کتاب "معارف الاحکام" نظر سے گزری۔ کتاب کے شروع میں معروف دیوبندی عالم، محقق اور دانشور ڈاکٹر محمود احمد غازی (۱۹۵۰ء۔ ۲۰۱۰ء) کا تحسینی تاثر دیکھ کر مفتی صاحب کی وجاہت علمی کا ایک اور در کھلا۔ اب ملاقات کا اشتیاق رہنے لگا۔

میں نے کیا دیکھا؟

اتنا یاد پڑتا ہے کہ ۲۰۰۱ء میں سمن آباد (عقب قبرستان میانی صاحب لاہور) میں واقع آپ کے ادارہ جامعہ اسلامیہ لاہور میں پہلی مرتبہ حاضر ہوا۔ استقبالیہ میں موجود صاحب سے ملا۔ مفتی صاحب سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ پوچھا کہ کیا آپ نے وقت لیا ہوا ہے جواب نفی میں پا کر انہوں نے کہا کہ ملاقات مشکل ہے کیونکہ مفتی صاحب ان اوقات میں تفسیر پر کام کر رہے ہیں اور اندر جانے کی اجازت نہیں تاہم ہمارا الجاجت بھرا اصرار دیکھ کر کہا کہ چلیں! بیٹھ جائیں، انتظار کریں۔ تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد اجازت ملی کہ صرف پانچ منٹ ہیں اس کے بعد اُٹھ کر باہر آ جایئے گا۔ مفتی صاحب ساتھ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے، پہنچا اور سلام کیا، آپ اس وقت بھی کچھ مطالعہ فرما رہے تھے کتاب بند کی اور حال احوال پوچھا۔ عصری تعلیم، ایف سی کالج اور ادبیات انگریزی کے ساتھ ساتھ خاکسار کا دینی کتب سے شغف کا سن کر انہیں حیرانی ہوئی۔ ذوقی میلانات کو پرکھنے کے لیے کچھ سوالات بھی فرمائے۔ جوابات سے قدرے مسرور ہوئے تو ناچیز نے بھی ماحول آسودہ دیکھ کر اپنی کچی پکی آراء ذرا بسط سے پیش کرنا شروع کر دیں۔ کچھ عرب علماء کا تذکرہ ہوا۔ مجھے سنت و بدعت کے مسائل میں کچھ اشکالات تھے آپ نے شیخ عبداللہ صدیق الغماری کا اپنا ترجمہ شدہ رسالہ "مسئلہ ترک" دیکھنے کا مشورہ دیا۔ خاکسار کو تفسیر صاوی (شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی الخلوتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۶۵ء۔ ۱۸۲۵ء) نے تفسیر جلالین پر حاشیہ لکھا ہے جو تفسیر صاوی کے نام سے معروف ہوا) سے زیادہ تعارف نہ تھا۔ لہٰذا اس کی علمی حیثیت اور ثقاہت جاننا چاہی۔ کیونکہ سنی بریلوی علماء تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری کے علاوہ تفسیر صاوی کے حوالے اکثر کتابوں میں دیتے تھے۔ پس منظر کچھ یوں تھا کہ خاکسار نے مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب کی کسی کتاب میں طنزیہ جملہ کہ "صاوی پہلی تفسیروں کی کیا حیثیت ہے" جب سے پڑھا طبیعت ملول تھی اور

اشتیاق تھا کہ کسی محقق عالم سے استفسار کروں۔ آپ نے اس حوالے سے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ اور بتایا کہ روح البیان اور صاوی بلاشبہ صوفیانہ تفاسیر ہیں لیکن درجہ ثقاہت سے گری ہوئی نہیں۔ دلیل کے طور پر فرمایا دیکھیے محمد علی صابونی رحمۃ اللہ علیہ (یکم جنوری ۱۹۳۰ء۔ ۱۹ مارچ ۲۰۲۱ء) ایسے محقق نے تفسیر روح البیان کا مختصر "تنویر الاذہان" کے نام سے تیار کیا ہے (شیخ محمد علی صابونی معروف مفسر ہیں، آپ کی "صفوۃ التفاسیر" جو چھ تفاسیر یعنی طبری، کشاف، قرطبی، روح المعانی، ابن کثیر اور البحر المحیط کا خلاصہ واختصار ہے بہت مشہور ہوئی)۔

گفتگو کے دوران پاکستانی مفسرین بھی زیر بحث آئے۔ کالج کی تعلیم اور دورِ جدید کے علماء سے قدرے آگہی کی بنا پر مفتی صاحب نے "تفہیم القرآن" اور "تدبر قرآن" کے بارے میرے تاثرات بھی پوچھے۔ خاکسار کو ترجمہ، مفاہیم قرآنی اور اسلوب تحقیق کے حوالے سے تدبر قرآن فائق لگتی تھی جب کہ دین کی سیاسی تعبیر اور اسلام بطور کامل دین کے تفہیم القرآن میں زیادہ عمدگی سے بیان ہوا تھا۔ اپنے بے لاگ تاثرات پیش کیے تو مفتی صاحب نے تائید فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی نیز خاکسار نے ذوقی میلان کی بنیاد پر ضیاء القرآن از حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۹۸ء) کو ترجیح دی تو آپ بڑے مسرور ہوئے۔ دورانِ ملاقات مفتی صاحب نے ایک بات بتائی اور اس کے بعد ان سے ادب اور عقیدت کا رشتہ مزید پختہ ہو گیا۔ بر سبیل تذکرہ میں نے پوچھ لیا کہ زندگی میں کوئی کامل بزرگ ملا ہو۔ میرے متصوفانہ ذوق کو دیکھ کر نصیحت کی کہ معیار کتاب وسنت کو ہی بنایئے، چند صوفی بزرگوں کا نام لے کر میں نے پوچھا تو فرمایا: صوفی برکت علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اشاعت سے قبل اپنا مسودہ مجھے بھیجتے اور بہت اعتماد فرماتے تھے۔ ان دنوں تازہ تازہ کوثر نیازی صاحب کی خاکوں پر مشتمل کتاب "جنہیں میں نے دیکھا" پڑھ رکھی تھی جس میں انہوں نے صوفی صاحب کو ولی کامل بتلایا تھا۔ صوفی صاحب کا مفتی صاحب پر اعتماد سن کر میں نے فرطِ عقیدت میں کہہ دیا کہ آپ تو مقبولین میں سے ہیں کیونکہ اولیاء کے پسندیدہ علماء میں سے ہیں لیکن مفتی صاحب نے نہایت کسر نفسی سے بات پھیر دی۔ اب کتنے لوگ ایسے انکسار اور عجز کے حامل ہوں گے۔ تغمد اللہ برحمتہ۔

آپ سے کچھ عرصہ بعد حضرت طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۳ء۔ ۱۹۹۱ء) (مفتی صاحب کی بیعت حضرت سے ہی تھی) کے مزار پر ملاقات ہوئی تو آپ نے شفقت بھرا گلہ کیا کہ مولانا چکر نہیں لگایا تاہم بعد میں ملاقات نہ رہ سکی کیونکہ خاکسار لاہور چھوڑ چکا تھا۔ اس کے بعد ملاقات تیرہ چودہ سال کے وقفے کے بعد جامعہ اسلامیہ کی موجودہ بلڈنگ ایچی سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں

ہوئی۔اس دفعہ ملاقات کا باعث مفتی صاحب کے رفیق خاص، منہاج القرآن کے بانی رکن حضرت علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب دام لطفہ تھے۔علامہ خلیل صاحب کی سیاسی بصیرت، حکیمانہ اسلوب، سرعت تحریر، معاشی تجزیہ اور قانونی مہارت ایسی خوبیوں سے ناچیز بخوبی آگاہ ہے۔مفتی صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں ایسے ساتھی میسر آئے۔خیر ۲۰۱۶ء کی اس ملاقات میں مفتی صاحب کے ساتھ علامہ خلیل الرحمٰن صاحب بھی موجود رہے۔نشست گھنٹوں پر محیط تھی۔عقائد و اعمال سے لے کر سیاست و معیشت تک شاید ہی کسی موضوع پر بات رہ گئی ہو۔مفتی صاحب معاصر علماء کی تحقیقات سے خوب آگاہ رہتے۔بریلوی علماء میں میری نظر میں شاید ہی کوئی عالم ایسا ہو جو دیگر مسالک کے علماء کے علمی و تحقیقی کام سے اتنا علاقہ رکھتا ہو۔ایک محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔مجھے یاد ہے دورانِ گفتگو حافظ زبیر علی زئی اور مولانا ارشاد الحق اثری کی تحقیقات علمی پر بات ہوئی تو مفتی صاحب کے وسعت مطالعہ اور ذوق تنقید کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔طویل نشست کے آخر میں مرغن کھانوں سے ہماری خاطر تواضع کی گئی۔اس کے بعد جب بھی لاہور جانا ہوتا تو کوشش ہوتی کہ مفتی صاحب کی زیارت کرتا چلوں۔ہمہ عمر یا تو قدح زدیم ونرفت رنج خمار ما۔

مفتی صاحب ہمہ جہت شخصیت تھے آپ ملی مجلس شرعی کے سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے بانی و سرپرست اعلیٰ، مصنف کتب کثیرہ، مترجم "تفسیر کبیر" داعی اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے معروف تھے۔اہل سنت میں دورِ حاضر میں چند شخصیات ہی اس درجہ کی ہیں کہ جن کی خدمات دینی، اصلاحی جذبہ، حق گوئی اور استقامت مشعل راہ ہو۔اتحاد بین المسلمین کی کاوشیں تو ہر مسلک و مکتب فکر کے لوگوں نے دیکھیں۔اتحاد و اشتراک کے نعرے تو بہت سنے تھے لیکن عملاً جس استقامت اور وسعت ظرف سے آپ نے کام کیا اپنے تو اپنے اغیار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ملی مجلس شرعی کا پلیٹ فارم اس کا زندہ ثبوت تھا۔ڈاکٹر امین صاحب نے ماہنامہ برہان لاہور (اپریل ۲۰۲۰ء) میں مفتی صاحب پر تعزیتی شذرہ لکھا اور کہا کہ آپ نے مسائل اخلاقیات میں خصوصی درک کے باوصف جب مجلس شرعی کے پلیٹ فارم سے کام شروع کیا تو اپنی بریلوی نسبتوں کی بلند آہنگ ترویج کو ناپسند کرنے لگے کہ اس سے باہمی تفریق کی بو آتی ہے۔الحاد و بے دینی کے بڑھتے ہوئے ماحول میں اتحاد بین المسلمین کی ضرورتوں کو سمجھنا اور مسلکی شناختوں کو ترک کرنے کا حوصلہ مفتی صاحب ایسے دانا و بینا کو ہی زیبا تھا اور انہیں اس توسع کی داد بھی ملی۔ردّ بریلویت میں حلقہ دیوبند میں سب سے توانا آواز پچھلے پچاس سالوں میں مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب (۱۹۱۴ء۔۲۰۰۹ء) کی رہی ہے تاہم ان کے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی، مفتی صاحب کی شخصیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ مجلس شرعی کے پلیٹ فارم پر ان کی سیادت و قیادت میں کام کرنا

باعث فخر جانا۔ الفضل ما شهدت به الاعداء۔ مفتی صاحب عقائد اہل سنت میں حد درجہ متصلب تھے اور فضلائے نصرۃ العلوم کی تشریحات وتعبیرات دینی پر کھل کر نقد بھی کرتے تاہم یہ سب کچھ للّٰہیت سے تھا تعصب نام کو نہ تھا۔

مفتی صاحب کی علمی تحقیقات

دیو بندی بریلوی اختلافی مسائل میں مسئلہ علم غیب ایک اہم نزاعی مسئلہ تھا۔ مفتی صاحب نے اس موضوع پر عمومی طرز سے ہٹ کر کام کیا۔ مختلف عنوانات سے نہایت جاندار کتابچے لکھے یا معروف عرب علماء کے تحقیقی کام کے تراجم کیے۔ مسئلہ غیب پر "وسعت علم نبوی"، "علم نبوی اور اُمور دنیا"، "صحابہ اور علم نبوی"، "علم نبوی اور متشابہات"، "علم نبوی اور منافقین" ایسی فکر انگیز اور ایمان افروز کتب آپ کے سیال قلم کی کرشمہ سازی ہے۔ اسوہ حسنہ کی پیروی ما انا علیه واصحابی کی ضیاء پاشیوں سے مستنیر نہ ہو تو بھٹکنے کے امکانات بہت ہوتے ہیں تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا ایک نمونہ وہ ہے جو مولانا یوسف کاندھلوی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۵ء) کی کتاب "حیاۃ الصحابہ" (تین جلد) میں نظر آتا ہے۔ دوسری طرف حضرت مفتی صاحب کی "صحابہ اور محفل نعت"، "صحابہ کے معمولات"، "صحابہ کی وصیتیں" ایسی کتب کو اُٹھایئے اور پھر موازنہ کیجیے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ صحابہ کرام کی شخصیتوں کے یہ تابناک گوشے دیگر معاصرین کی کتاب میں شاید ہی ملیں۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب تو مفتی صاحب کی رگ رگ میں بھرا تھا۔ ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نازک موضوع پر اُردو میں آپ نے کم وبیش چھ کتابچے لکھے ادب ونیاز کی لطافتوں سے نہ صرف خرمن ایمان کو جلا بخشی بلکہ والدین کریمین علیہما الرحمہ کی عظمتوں سے اہل ایمان کو آگاہی بخشی۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

مفتی صاحب کے تفقہ، ملکہ اجتہاد اور تحقیقی اپچ کا نمونہ دیکھنا ہو تو "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائیں"، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟"، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں۔ مسئلہ ترک"، "بدر کے قیدیوں کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ خطا نہیں"، "عورت کی امامت کا مسئلہ"، "عورت کی کتابت کا مسئلہ" اور "معارف الاحکام" ایسی کتب اور مقالات کا مطالعہ آنکھوں کو روشن کر دے گا۔ اور آپ اندازہ کر پائیں گے کہ اس درویش صفت، سادہ طبیعت عالم کی نظر کتنی گہری اور علم کتنا مضبوط تھا۔ مفتی صاحب کے ہم مسلک علماء بھی ان کے ثقاہت کے قائل تھے۔ عرصہ ہوا کہ خاکسار جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۹ء۔ ۲۰۱۰ء) کے

ہاں بیٹھا تھا۔جدید مسائل اور علماء کی اجتہادی کاوشوں پر بات چل نکلی۔آپ نے فرمایا" میں نے شدید غصہ میں دی گئی طلاق کے شرعی حکم" پر کچھ لکھا ہے اور یہ مضمون علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۴ء۔۲۰۰۷ء) اور مفتی صاحب کو بھیجا ہے۔مفتی غلام سرور صاحب نے جس طرح ان دو معاصر علماء کا تذکرہ کیا تو اس سے مفتی محمد خان صاحب کی ثقاہت کا تاثر مزید گہرا ہو گیا۔برسبیل تذکرہ عرض کر دوں کہ مفتی غلام سرور قادری بھی خاکسار پر شفقت فرماتے۔آپ کی لائبریری بڑی وسیع تھی۔ناچیز نے ماڈل ٹاؤن لاہور میں مدارس کی جن دو لائبریریوں سے بہت استفادہ کیا ان میں ایک یہی قادری صاحب والی اور دوسری جے بلاک ماڈل ٹاؤن میں معروف سلفی عالم عبدالرحمٰن مدنی صاحب کی لائبریری تھی۔

اصلاحِ عقائدواعمال اور داعیانہ دلسوزی:

اصلاح عقائدواعمال کے حوالے سے اہل سنت بریلوی حلقوں میں ملک بھر شاید ہی کسی نے اس دلسوزی اور داعیانہ ہمدردی سے کام کیا ہو جس طرح مفتی صاحب نے کیا ہے۔میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ رنگ حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ میں نظر آیا یا پھر اپنے مفتی صاحب میں۔لاہور میں ایک اور سنی عالم کی کاوشیں بھی لائق تحسین ہیں گو انہیں مقبولیت نہ مل سکی۔میری مراد مسند لاہور علامہ علی احمد سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۴ء۔۲۰۱۳ء) کی ذات گرامی سے ہے۔سچ پوچھیے تو مفتی صاحب ہی تھے جو لوگوں کو نیم خواندہ بریلویت کے خول سے نکال کر سنیت کے آفاقی پیغام سے آشنا کرتے۔علمی و تحقیقی ذوق بیدار کرتے۔محافل میلاد ہوں یا تقریبات عرس، مروجہ رسومات کے برعکس لٹریچر کی تقسیم آپ ہی کا انقلابی اقدام تھا۔عرب علماء غماری خاندان ہو، شیخ علوی المالکی ہوں، ابوغدہ ہوں، محمود سعید ممدوح ہوں، سعید حوی ہوں ہم نے ان کے نام سنی بریلوی علماء میں پہلی دفعہ مفتی صاحب سے ہی سنے۔نہایت حق پرست اور وسیع المطالعہ تھے۔بحر العلوم علامہ اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۰ء۔۲۰۱۳ء) آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔خاکسار کو ان کی کتاب "گلشن توحید و رسالت" کی چند ابحاث اور نتائج فکر سے اختلاف تھا۔اپنی طالب علمانہ آراء پیش کیں۔مفتی صاحب نے فوراً کہا۔آپ کا موقف درست معلوم ہوتا ہے نیز فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ تم صرف عقیدت کی آنکھوں سے نہیں پڑھتے۔سچی بات ہے کہ مجھ ایسے بے مایا اور کم سواد کا کیا موقف اور کہاں علامہ سیالوی کی عبقریت تاہم حق پسندی اس درجہ کی تھی کہ درست بات طالب علم کی بھی ہو تو تائید فرمانے سے نہ چوکتے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا کہ مفتی صاحب علمی گہرائی اور شستہ استدلال میں تو رشک علماء تھے ہی نیز اُن میں جذبہ اصلاح بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رسوم و بدعات پر اپنے ہم مسلک افراد کو برملا ٹوکتے تھے۔ یہاں تک کہ بقول ڈاکٹر امین صاحب غالی اور کم علم بریلوی عوام انہیں وہابی سمجھتے تھے۔ اس مقصد کے لیے جمعہ کا خطبہ اہم ترین ذریعہ تھا۔ اصلاح عقائد واعمال کے حوالے سے منبر کا درست استعمال جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے کیا باید و شاید۔ بہت عرصہ قبل ایک محفل میلاد میں مفتی صاحب کی تقریر سنی۔ جس دلسوزی اور دردمندی سے آپ نے مروجہ محافل کی رسومات پر نقد کیا، درست عقائد کی نشاندہی فرمائی، اس کے نقوش آج بھی لوحِ قلب پر مرتسم ہیں۔ نہ روایتی مقررین کی طرح گلا پھاڑنے کی ضرورت تھی نہ سرتال ملانے کی، نرم دم گفتگو کا اسلوب تھا تاہم مجال ہے ڈیڑھ گھنٹہ کے خطاب میں ذرا توجہ ہٹی ہو۔ دورانِ خطاب عظمت وشان الوہیت اور تقدیس ربوبیت پر کلام فرماتے تو معلوم ہوتا کہ نسبت قادریت عود کر آئی ہے اور "فتوح الغیب" اور "فتح الربانی" کے مضامین تکلم آشنا ہو رہے ہیں۔ استعانت و استغاثہ کے حوالے سے بریلوی مسلک کی بے اعتدالیوں کو خوب واضح کرتے اور اصلاح احوال کی سعی بلیغ فرماتے تاہم یہ صرف تقریر تک محدود نہ تھا بلکہ آپ نے "امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات"، "برکاتِ محافل سے محرومی کیوں؟"، "قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم"، "اور اسلام میں چھٹی کا تصور" ایسے موضوعات پر کتابیں لکھیں۔

مفتی صاحب کی طبع زاد تصانیف اور تراجم کی تعداد لگ بھگ سو کے قریب ہے۔ ترجمہ کی صلاحیت اتنی عمدہ تھی کہ "فتاویٰ رضویہ" کی سات مجلدات کا ترجمہ کیا نیز محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۱ء۔ ۱۶۴۲ء) کی شرح مشکوۃ معروف بہ "اشعۃ اللمعات" کی دو جلدوں کا رواں ترجمہ بھی آپ کے حسن تفہیم کا نتیجہ ہے۔ تاہم آپ کا سب سے بڑا کارنامہ رئیس المفسرین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۱۰ء۔ ۱۱۴۹ء) کی تفسیر کبیر کا مکمل ترجمہ ہے جو "فضل قدیر" کے نام سے شائع ہوا۔ خدمت حدیث کے حوالے سے ایک ہزار احادیث کا مجموعہ "اللہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں" کے عنوان سے ترتیب دیا۔ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر بیسیوں کتابیں لکھیں۔ آپ کی دیگر تصانیف پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی صدی کی تین شخصیات سے آپ زیادہ متاثر تھے یعنی مجدد دوراں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۷ء۔ ۱۸۵۹ء)، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۱ء۔ ۱۸۵۶ء) اور فقیہ الامت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۶ء۔ ۱۸۴۸ء)۔ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر کام کیا اور "شرح آج سک متراں

دی" لکھی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام پر "شرح سلام رضا" منصہ شہود پر لائے اور مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے "احوال و آثار مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ" کے حوالے سے "احوال و آثار مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ" ایسا وقیع مضمون قلم بند فرمایا۔

"من از ذوقِ حضوری طول دادم داستانے را" کے نشے میں سرشار اس تذکرہ دل رُبا ختم کرنے کو دل نہیں چاہتا تاہم آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے کچھ گوشوں کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی۔ گر قبول افتد زہے سعادت۔ کچھ نجی مشاہدات تھے، کچھ آپ کی کتب سے فکری استفادہ کے مابعد اثرات۔ اس دُعا کے ساتھ کہ جامعہ اسلامیہ صحیح معنوں میں مفتی صاحب کے افکار و نظریات کی ترویج کا باعث ہو۔ ان کی تحقیقات اعلیٰ طباعتی معیار پر جلوہ گر ہوں اور تحقیقی و اصلاحی کام نصب العینی مقاصد کے تحت آگے بڑھایا جائے آمین۔ نیز اتحاد بین المسلمین کی مساعی جمیلہ پر توجہ مرکوز رہے تو وہ دن دور نہیں جب یہ چمنستان علم و حکمت اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم کو منور کرے گا۔ ان شاء اللہ

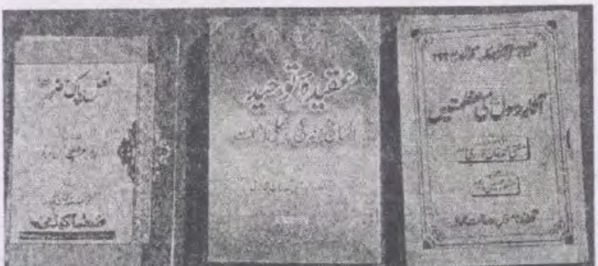




آئینہ تصنیفات حضرت محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ



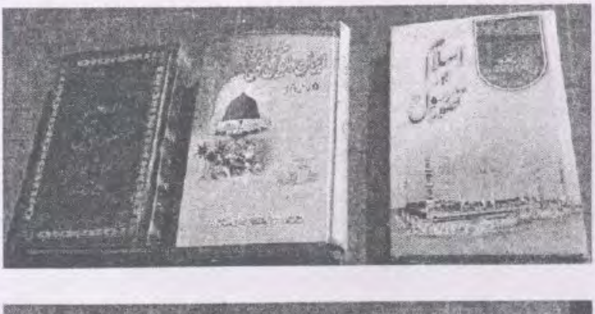






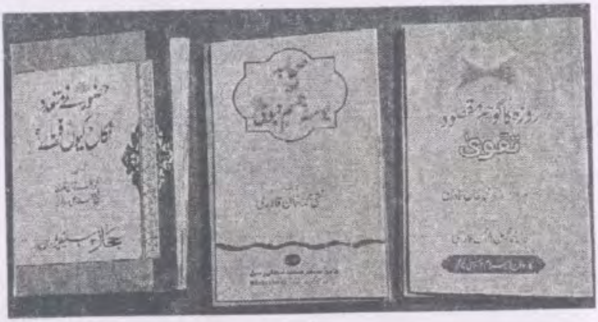



نماز




مقصد اعتکاف
تبسم نبوی


صحابہ کی وصیتیں
حضورؐ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟


روزہ کا مقصود
تقویٰ


صحابہ
شرح سلام رضا

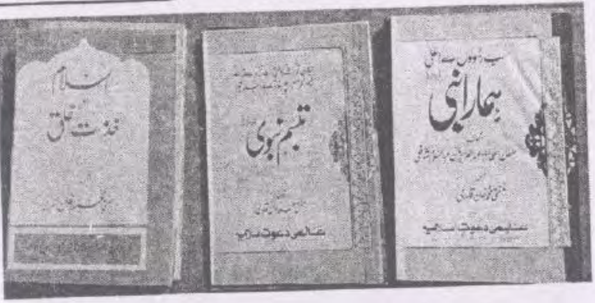



نماز





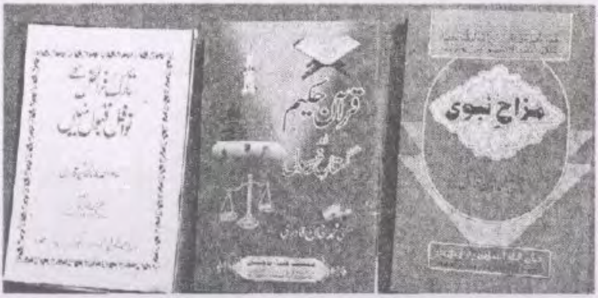

نماز


ہمارا نبی
تبسم نبوی


علم نبوی اور منافقین
فضائل نعلین حضور


علمی مقالات
علمی مقالات
علمی مقالات


فضائل نعلین حضور
عالمی دعوت اسلامیہ
علم نبوی اور متشابہات

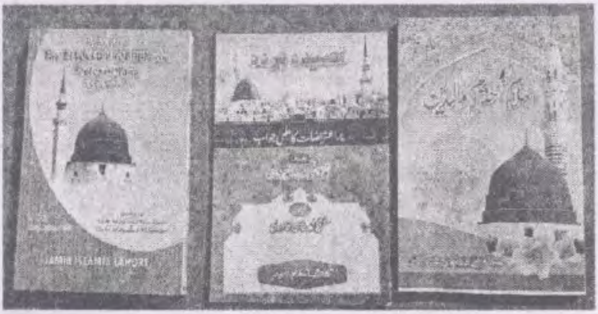

مزاج نبوی
قرآن حکیم


حضور کے والدین
ہر مشکل کا اُجالا
ہمارا نبی
مشتاقان جمال نبوی
کی
کیفیات جذب و مستی

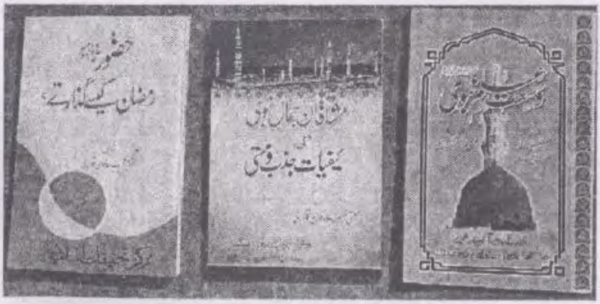

عالمی دعوت اسلامیہ


قرآن حکیم






مسائل زکوۃ


کیفیات جذب و مستی

Monthly Soot-i-Hijaz Lahore, Vol. 27 No. 1,2,3,4, Jan. to April 2021 Reg. No. PS/CPL No. 474

امیر کاروانِ اسلام

مفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر



- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا ﷺ
- محافل میلاد اور شاہ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافل نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائر محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں چھٹی کا تصور
- فضائل نعلین حضور ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت ﷺ
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود وسلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازات مصطفےٰ ﷺ
- در رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفےٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں
- یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- نقل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر (تفسیر سورۂ فاتحہ)

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال وآثار۔ مولانا عبد الحیٔ لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی
- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب ومستی
- تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے

رابطہ برائے حصول کتب: صاحبزادہ محمد فاروق قادری 0300-4407048